کلیاتِ یگانہ

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

کلّیاتِ یگانہ

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

اکادمیِ بازیافت

کلیاتِ یگانہ

Kulliyat-e-Yagana

(Poetry)

Compiled By : **Mushfiq Khawaja**

پہلی اشاعت : جنوری ۲۰۰۳ء

ناشر : اکادمی بازیافت

اردو سینٹر، کمرہ نمبر۴ (پہلی منزل) اردو بازار، کراچی۔ فون : ۲۶۳۴۴۳۰

کمپوزنگ : لیزر پلس، اردو بازار، کراچی

قیمت : ۵۰۰/ روپے (پاکستان میں)

۳۵/ امریکی ڈالر (بیرونِ ملک)

مرتب

مشفق خواجہ

ترتیب

نشترِ یاس

آیاتِ وجدانی (طبع اوّل)

ترانہ

آیاتِ وجدانی (طبع دوم)

آیاتِ وجدانی (طبع سوم)

گنجینہ (مطبوعہ)

گنجینہ (قلمی/ غیر مطبوعہ/ بخطِ یگانہ)

غیر مدوّن کلام

۱۹۱۴ء تا ۱۹۳۲ء

۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۵ء

غزلیات

(ردیف وار فہرست)

رُباعیات

(ردیف وار فہرست)

منظومات

فارسی کلام

غزلیات:

رباعیات:

شخصیات

(جن کا کلام میں ذکر ہے یا جن کے بارے میں کچھ لکھا گیا ہے)

دیباچۂ مرتّب

(۱)

یگانہ[1] کا پورا کلام کبھی شائع نہیں ہوا، اور جو مجموعے شائع ہوئے ہیں، اُن سے بھی کسی سلیقے کا اظہار نہیں ہوتا۔ پہلا مجموعہ ''نشترِ یاس'' ۱۹۱۴ء میں چھپا تھا۔ اس کا بڑا حصہ شاعر کے ابتدائی اور روایتی کلام پر مشتمل ہے۔ اپنے زمانے میں اس کی بہت شہرت ہوئی مگر اس کے مندرجات کی وجہ سے نہیں بلکہ لکھنؤ کے ہم عصر شعرا سے جھگڑے کی بنا پر۔ رفتہ رفتہ یہ مجموعہ طاقِ نسیاں کی زینت بن گیا۔ یہاں تک کہ خود یگانہ نے بھی بعد میں اسے کچھ خاص اہمیت نہ دی اور اس کے بہت کم اشعار کو بعد کے مجموعوں میں شامل کرنے کے لائق سمجھا۔ یگانہ کا دوسرا اور اہم ترین مجموعہ ''آیاتِ وجدانی'' ۱۹۲۷ء میں شایع ہوا۔ یگانہ کی شاعرانہ اہمیت کا دار و مدار بڑی حد تک اسی مجموعے پر ہے۔ لیکن یہ مجموعہ کچھ اس طرح شائع ہوا کہ نثر کا پلّہ شاعری سے بھاری ہوگیا۔ یگانہ کے ہم زاد مرزا مراد بیگ شیرازی کے ''محاضرات'' کے سامنے کلامِ یگانہ کی اہمیت ثانوی نظر آتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نثر شعروں کی وضاحت کے لیے نہیں لکھی گئی، نثر کی آرایش کے لیے شعر استعمال کیے گئے ہیں۔ اپنی بہترین شاعری سے ایسا سلوک یگانہ ہی کر سکتے تھے!

''آیاتِ وجدانی'' کی اشاعت کے سات برس بعد ۱۹۳۳ء میں ''ترانہ'' کی اشاعت عمل میں آئی۔ یہ کتاب عمر خیام کی رباعیات کی طرح جیبی سائز میں شائع ہوئی تھی۔ عام کتابی سائز میں نہ ہونے کی وجہ سے اِس کے بہت کم نسخے محفوظ رہ سکے۔

اگلے سال ۱۹۳۴ء میں ''آیاتِ وجدانی'' کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا گیا۔ اِس سے قدرے سلیقے کا اظہار ہوتا تھا کہ سوائے انتساب کے اِس میں نثر نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ مگر معلوم نہیں، اِس پر کیا گزری کہ اِس کی اشاعت کی کانوں کان کسی کو خبر نہ ہوئی۔ کسی کتب خانے میں یہ موجود نہیں ہے۔ اگر یگانہ اِس کا ایک نسخہ پروفیسر سیّد مسعود حسن رضوی ادیبؔ کو نہ دیتے تو میرے لیے اِس سے استفادہ کرنا ناممکن تھا۔

۱۹۴۵ء (دراصل ۱۹۴۶ء) میں ''آیاتِ وجدانی'' کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ اِس کی حالت پہلے ایڈیشن سے بھی زیادہ ابتر تھی۔ یگانؔہ نے مرزا مراد بیگ (جو طبعِ اوّل میں ''شیرازی'' تھے اور طبعِ سوم میں ''چغتائی'' ہوگئے) کے ''محاضرات'' کے ساتھ اپنے ایک نہ دو، اکٹھے دس مضامین بھی اس میں شامل کر دیے اور ایسی بدسلیقگی سے کہ اُنھیں کلام اور ''محاضرات'' کے درمیان بغیر کسی ترتیب کا خیال رکھے، جزوِ کتاب بنا دیا۔ حد یہ ہے کہ ایک طویل مضمون اِس طرح درجِ کتاب کیا کہ وہ مسلسل بارہ صفحوں کے حاشیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ مزید حیرت اس پر ہوتی ہے کہ سوائے دو مضامین (آپ بیتی اور مکتوب بنام فراق گورکھپوری) کے باقی آٹھ مضامین کا یگانہ کی ذات یا شاعری سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے ''مجموعۂ کلام'' میں کلام کی اہمیت اُس طرح ثانوی بھی نہیں رہ سکی جس طرح ''آیاتِ وجدانی'' کے پہلے ایڈیشن میں تھی۔ طبعِ سوم میں یگانہ کا کچھ نیا کلام بھی ہے لیکن اُس کی نشان دہی نہیں کی گئی اور وہ بھی نثر کے جنگل میں گم کردہ راہ مسافروں کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ البتہ یگانہ نے مرزا مراد بیگ چغتائی / شیرازی کے ''محاضرات'' پر ازسرِ نو محنت کی، بعض مطالب کا اضافہ کیا اور بعض میں ترمیم کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یگانہ اپنے کلام سے زیادہ اپنی نثر کی اشاعت کی فکر میں تھے۔ یہ مجموعہ یگانہ نے اپنی مفلوک الحالی کے زمانے میں خود چھاپا، بہت کم

تعداد میں، اور بقول آغا جان، مطبوعہ نسخوں کا بڑا حصہ حیدرآباد دکن ہی میں جلد ساز کے پاس پڑا رہ گیا۔ یہ مجموعہ بھی زیادہ عام نہ ہوسکا، اور اب اِس کا شمار نوادر میں ہوتا ہے۔

۱۹۴۶ء میں یگانہ بمبئی گئے تو اُن کی ملاقات سیّد سجاد ظہیر سے ہوئی۔ اُن کے لیے یگانہ نے اپنے تمام مجموعوں میں شامل کلام کو ''گنجینہ'' کے نام سے مرتب کر دیا۔ یہ مجموعہ کمیونسٹ پارٹی کے اشاعتی ادارے قومی دارالاشاعت کی شاخ لاہور کی طرف سے ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا۔ اس کی اشاعت کے فوراً بعد تقسیم ہند عمل میں آئی اور بڑے پیمانے پر فسادات شروع ہوگئے۔ اِس مجموعے کی محدود تعداد ہی قارئین تک پہنچ سکی، تاہم یہی وہ واحد مجموعہ ہے جس کے نسخے کم کم سہی، دستیاب ہوجاتے ہیں۔ یگانہ اس مجموعے سے مطمئن نہیں تھے۔ مالک رام کے نام مکتوب مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۵۱ء میں لکھتے ہیں:

> ''گنجینہ میں طباعت کی بعض افسوس ناک غلطیاں رہ گئی ہیں اور بعض مقام پر تو معلوم ہوتا ہے کہ پبلشر صاحب نے اشعار پر اصلاح بھی دے دی ہے۔ اور بعض بعض اشعار اپنی خوش ذوقی جتانے کے لیے خارج بھی کردیے ہیں۔''[☆۲]

''گنجینہ'' ہی میں نہیں، اُن نسخوں میں بھی کتابت کی غلطیاں موجود ہیں جو خود یگانہ نے طبع کرائے تھے۔ مختصر یہ کہ کلامِ یگانہ کی طباعت کبھی سلیقے سے نہیں ہوئی اور بعض اتفاقات کی بنا پر اشاعت کا دائرہ بھی محدود رہا۔ نتیجہ یہ ہے کہ شاعر یگانہ بڑی حد تک مکمل طور پر سامنے نہ آسکا۔

(۲)

کلامِ یگانہ کی یہ ابتری دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ یگانہ کا کلّیات مرتب کر دیا جائے۔ اگر صرف مطبوعہ نسخوں کو یک جا کرنا ہوتا تو یہ کام بہت آسان تھا، لیکن اس میں یہ امر مانع ہوا کہ ''گنجینہ'' کی اشاعت کے بعد یگانہ تقریباً آٹھ نو برس زندہ

رہے، اُس زمانے کا کلام شامل کیے بغیر کلیات مکمل نہیں ہوسکتا۔ اِس سلسلے میں میں نے یگانہ کے بڑے بیٹے آغا جان سے رابطہ کیا تو اُنھوں نے بتایا کہ اُن کے پاس کچھ نہیں ہے، البتہ اُن کی بڑی بہن بلند اقبال بیگم کے پاس کچھ بیاضیں ہیں۔ میں اُن محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُنھوں نے از راہِ شفقت بھرپور تعاون فرمایا۔ اُن کے پاس دو بیاضیں تھیں۔ ایک ۳۵۔۱۹۳۴ء کے زمانے کی تھی اور بخطِ یگانہ تھی۔ دوسری جس میں آخری زمانے کا کلام تھا، بخطِ یگانہ بیاض کی نقل تھی۔ (بقول بلند اقبال بیگم) اصل بیاض بمبئی کے ہاشم اسماعیل کو بھیجی گئی تھی۔ اُنھوں نے بتایا کہ اُن کے پاس تین اور بیاضیں تھیں جو آغا جان لے گئے تھے۔ مذکورہ دونوں بیاضوں کے عکس میں نے حاصل کیے اور آغا جان سے دوبارہ رابطہ کیا۔ اُنھوں نے بتایا کہ بھائی ابا (یگانہ) کی وفات کے بعد اُنھوں نے یہ بیاضیں قومی عجائب گھر کراچی میں جمع کرادی تھیں، لہٰذا اب اُن کے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں قومی عجائب گھر پہنچا، وہاں نہ صرف یہ تینوں بیاضیں مل گئیں بلکہ اور بہت کچھ بھی ملا۔

اس ''اور بہت کچھ'' کی تفصیل یہ ہے: جناب ممتاز حسن جو پاکستان کے سیکریٹری مالیات تھے، قومی عجائب گھر کی مشاورتی کمیٹی کے چیرمین بھی تھے۔ اِس حیثیت میں وہ عجائب گھر کے لیے نوادر کی خریداری کرتے تھے۔ عجائب گھر میں موجود نوادر کا بڑا حصہ اُنھیں کی کوششوں سے حاصل ہوا ہے۔ یگانہ کے شاگرد دوارکا داس شعلہ سے ممتاز حسن کے مراسم تھے۔ اُنھیں جب معلوم ہوا کہ شعلہ کے پاس یگانہ کے خطوط اور دیگر کاغذات ہیں تو اُنھوں نے ۱۹۶۳ء میں یہ سارا ذخیرہ قومی عجائب گھر کے لیے حاصل کرلیا۔ اس ذخیرے میں خاصی تعداد میں یگانہ کے خطوط تھے جن کے ساتھ مختلف کاغذوں پر لکھا ہوا کلامِ یگانہ (بخطِ یگانہ) بھی تھا۔ یگانہ خطوں کے ساتھ شعلہ کو اپنا کلام بھی بھیجا کرتے تھے۔ اسی ذخیرے سے ''ترانہ'' کا مسودہ بھی دستیاب ہوا۔

اسی دوران مجھے معلوم ہوا کہ ۱۹۵۱ء میں یگانہ نے گنجینہ کو از سرِ نو مرتب کیا تھا اور اُس کا مسودہ جناب مالک رام کے پاس ہے۔ میں نے اس کا عکس اُن سے

منگوایا۔ عکس کے بعض صفحات ناخوانا تھے، اس لیے اصل کو دیکھنا ضروری تھا۔ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں جب میں دہلی گیا اور مالک رام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُنھوں نے کلامِ یگانہ سے میری دلچسپی کی تفصیلات سن کر ''گنجینہ'' قلمی کا نسخہ یہ کہتے ہوئے میرے حوالے کردیا کہ آپ سے بڑھ کر اِس کا کوئی مستحق نہیں۔ میں تصور بھی نہیں کرسکتا کہ کوئی اِس حد تک بھی مہربان ہوسکتا ہے!

''گنجینہ'' قلمی میں یگانہ نے ''آیاتِ وجدانی'' سے لے کر ''گنجینہ'' مطبوعہ تک کے تمام مجموعوں میں شامل کلام ہی کو یک جا نہیں کیا بلکہ ایسا کلام بھی شامل کیا ہے جو اِن مجموعوں سے پہلے کا ہے اور کسی بھی مجموعے میں شامل نہیں کیا گیا تھا، نیز ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۱ء تک جو کچھ کہا تھا، وہ بھی اِس میں شامل کرلیا۔ یہی نہیں، اُنھوں نے بعض جگہ کلام میں ترامیم بھی کی ہیں اور متعدد غزلوں کے اشعار کی ترتیب میں بھی تبدیلی کی ہے۔ ''گنجینہ'' قلمی یگانہ کے کلام کا اہم ترین مجموعہ ہے۔ جتنا کلام اِس میں شامل ہے، اُتنا کسی دوسرے مجموعے میں نہیں ملتا۔

اتنا بہت کچھ مل جانے کے بعد بھی میرا دستِ طلب دراز ہی رہا۔ جویندہ یابندہ کے مصداق دو اور اہم مآخذ تک میری رسائی ہوئی۔ ایک تو ''خودنوشتِ یاس'' ہے اور دوسرا '''کچکول۔'' یگانہ کے ایک دوست تھے سیّد ضیغم حسین جو تھانہ بھون کے رئیس تھے۔ حیدرآباد دکن جانے سے کچھ عرصہ پہلے یگانہ تھانہ بھون گئے اور اپنے دوست کے ساتھ رہے۔ وہاں سے اُنھیں اچانک اور فوری طور پر رخصت ہونا پڑا۔ اپنی کچھ کتابیں اور کاغذات وہ اپنے دوست ہی کے ہاں چھوڑ گئے۔ اور پھر یہ چیزیں کبھی واپس نہ لیں۔ سیّد ضیغم حسین کے نواسے سیّد احمد زیدی نے خودنوشت کا کچھ حصہ اپنی طالب علمی کے زمانے میں علی گڑھ میگزین کے شمارہ بابت ۶۱-۱۹۵۹ء میں چھپوا دیا تھا۔ مکمل مسودہ کچھ دنوں پروفیسر آلِ احمد سرور کی تحویل میں رہا جن سے لے کر راہی معصوم رضا نے اپنی کتاب ''یاس یگانہ چنگیزی'' میں اس سے استفادہ کیا تھا۔ میں ایک عرصے تک اِس خودنوشت کی تلاش میں رہا۔ میری گزارش پر میرے غائبانہ کرم فرما

مولانا نورالحسن راشد کاندھلہ سے تھانہ بھون جاکر سیّد ضیغم حسین کے صاحب زادے سیّد حامد حسین سے ملے۔ یگانہ کے مسودات اور دیگر کاغذات کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کا بڑا حصّہ مکان میں آگ لگ جانے سے ضائع ہوگیا، جو کچھ بچا تھا وہ سیّد احمد زیدی (مکمل نام: سیّد احمد صغیر زیدی) کی تحویل میں ہے اور وہ رائے بریلی میں رہتے ہیں۔ اُن کا پتا یا فون نمبر کچھ نہ ملا۔ اب میں نے اپنے فاضل دوست ڈاکٹر اصغر عباس (صدر شعبۂ اردو، مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ) کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ اُنھوں نے کسی نہ کسی طرح سیّد احمد زیدی صاحب کا سراغ لگا کر اُن سے ''خودنوشتِ یاس'' ہی کا نہیں ''کجکول'' کا بھی عکس حاصل کیا۔ ''کجکول'' کے بارے میں مجھے پہلے سے کوئی علم نہیں تھا۔ یہ ایک بیاض ہے جس میں یگانہ نے علمی و ادبی نکات، لطائف، پسندیدہ اردو فارسی اشعار وغیرہ لکھے ہیں۔ اس بیاض کا زمانۂ تحریر ۱۸۔ ۱۹۱۶ء ہے۔ خودنوشت اور کجکول دونوں میں یگانہ کا کلام بھی ہے۔ خودنوشت کے حصول کا ذکر میں نے اتنی تفصیل سے اس لیے کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہوسکے، کلامِ یگانہ کے مآخذ کے حصول میں مجھے کس حد تک اپنے کرم فرماؤں کا تعاون حاصل رہا۔

کلامِ یگانہ کا ایک اہم ماخذ ادبی رسائل بھی ہیں۔ یگانہ اپنے دور کے شعرا میں رسائل میں سب سے زیادہ چھپنے والے شاعر تھے۔ شاید ہی کوئی قابلِ ذکر ادبی رسالہ ہوگا جس میں اُن کا کلام یا مضامین نہ چھپتے ہوں بلکہ وہ بعض ایسے رسائل میں بھی تسلسل سے چھپتے رہے ہیں جن کے ناموں سے آج کوئی واقف نہیں ہے۔ جب بعض رسائل میں یگانہ کا ایسا کلام نظر آیا جو اُن کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے تو میں نے طے کیا کہ یگانہ کی زندگی میں شائع ہونے والے تمام ادبی رسائل کو دیکھا جائے۔ بیسویں صدی کی دوسری دہائی سے لے کر پانچویں دہائی تک کے جو ادبی رسائل دست یاب ہوسکے، میں نے دیکھے۔ یہ رسائل ڈیڑھ سو سے کم کیا ہوں اور ان کے جو شمارے میری نظر سے گزرے وہ تقریباً چار ہزار تھے۔ افسوس کہ برصغیر کے کتب خانوں میں دو چار سے زیادہ ادبی رسائل کی مکمل جلدیں موجود نہیں ہیں۔ مختلف

شمارے مختلف مقامات کے ذخیروں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے میں تمام کتب خانوں سے استفادہ نہیں کرسکتا تھا، لیکن پاکستان کی حد تک میں نے امکان بھر کوشش کی۔ ہندوستان کے کتب خانوں سے بھی بعض کرم فرماؤں کے ذریعے استفادہ کیا۔ یگانہ پر کام کرنے کے لیے دو رسالے ماہنامہ ''خیال'' ہاپوڑ و میرٹھ اور ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ سے استفادہ کرنا بے حد ضروری تھا۔ کسی کتب خانے میں اِن کی مکمل جلدیں موجود نہیں اور بیشتر کتب خانوں میں ایک شمارہ بھی نہیں۔ کراچی، لاہور، گجرانوالہ، علی گڑھ، دہلی اور لکھنؤ کے بعض ذاتی اور عوامی کتب خانوں میں ان رسالوں کے متفرق شمارے بکھرے ہوئے ہیں۔ میں نے اِن دونوں رسالوں کے متفرق شماروں کے عکس مختلف ذخیروں سے ریزہ ریزہ جمع کیے اور اب میرے پاس ان دونوں کی مکمل جلدیں ہیں۔

رسالوں سے نہ صرف یگانہ کا غیر مدوّن کلام ملا بلکہ کلام کا زمانۂ تصنیف متعین کرنے میں بھی مدد ملی۔ ضمنی فائدہ یہ ہوا کہ یگانہ کے درجنوں علمی و ادبی مضامین دست یاب ہوئے۔ رسالوں سے استفادہ کرنے کے سلسلے میں مجھے اپنے مرحوم دوست سیّد سعید احمد کا بے مثال تعاون حاصل رہا۔ اتنے بہت سے رسالوں کی ورق گردانی کرنا مجھ اکیلے کے بس کی بات نہیں تھی۔ مرحوم اکثر میری گزارش پر بہاولپور سے (جہاں وہ ایک کالج میں فارسی کے استاد تھے) کراچی آجاتے اور ہفتوں میرے ساتھ مختلف کتب خانوں میں پرانے رسالوں کی ورق گردانی کرتے۔ میں اُن کی مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔

یہاں میں نے کلامِ یگانہ کے مآخذ کا اجمالی تذکرہ کیا ہے، مفصل تذکرہ ''مآخذ'' کے عنوان کے تحت اگلے صفحات میں ملے گا۔

زیرِ نظر کلیات میں یگانہ کا سارا کلام ہے مگر بعض شعر مجبوراً شامل نہیں کیے۔ یہ وہ شعر ہیں جن سے اہلِ مذہب یا کسی خاص مذہبی فرقے یا کسی ایک خطّے کے باشندوں کی دل آزاری کا پہلو نکلتا ہے یا بعض شخصیات کے حوالے سے فحاشی کی حدوں

کو چھو لیا گیا ہے۔ ۱۹۵۳ء میں یگانہ کی اِسی ''مستانہ روی'' کا خوف ناک نتیجہ سامنے آیا تھا۔ ایسے اشعار (جن کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے) یگانہ کے دامنِ سخن پر ایک بدنما دھبّے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اِس لیے میں نے نقلِ کفر کو بھی کفر ہی سمجھا ہے اور متنازع اشعار کلّیات میں شامل نہیں کیے۔ ہاں میں نے یہ احتیاط کی ہے کہ کسی غزل کا کوئی شعر یا کوئی رباعی حذف کی ہے تو حواشی میں صراحت کردی ہے کہ ''بوجوہ'' ایسا کیا گیا۔

(۳)

اب جب کہ اتنا کچھ جمع ہوگیا تو سوال پیدا ہوا کہ کلّیات کو کس طرح مرتّب کیا جائے۔ ایک انداز تو وہ ہے جو خود یگانہ نے گنجینہ مطبوعہ وقلمی میں اختیار کیا ہے کہ سارے کلام کو دو حصّوں میں تقسیم کردیا ہے۔ غزلیات الگ ہیں اور رباعیات الگ۔ اس میں یہ قباحت ہے کہ مجموعوں کی انفرادیت ختم ہوجاتی ہے اور تاریخی ترتیب بھی برقرار نہیں رہتی۔ بہت سوچ بچار کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ تمام مجموعے جس ترتیب سے چھپے ہیں، اُسی ترتیب سے کلّیات میں شامل کیے جائیں اور شروع میں تمام غزلیات و رباعیات کی ردیف وار فہرستیں دے دی جائیں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ کلام اُسی ترتیب سے سامنے آئے گا جس ترتیب سے (بڑی حد تک) لکھا گیا اور پھر مجموعوں کی صورت میں شائع ہوا۔

اب مکررات کا مسئلہ پیدا۔ ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل میں کچھ کلام ''نشترِ یاس'' کا بھی شامل ہے۔ اور بعد کے مجموعوں میں ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل کا کم و بیش سارا کلام، اضافوں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ اگر کلّیات میں تمام مجموعے بہ تمام و کمال شامل کیے جاتے تو کلام کا بڑا حصّہ مجموعوں میں مشترک ہوتا اور یہ بات مضحکہ خیز ہوتی کہ ہر غزل یا رباعی کلّیات میں پانچ سے سات مرتبہ تک موجود ہو۔ اس کا حل میں نے یہ نکالا کہ ''نشترِ یاس'' کو تو کلّیات میں مکمل طور پر شامل کیا ہے، ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل میں ''نشترِ یاس'' کے جو شعر یا غزلیں شامل تھیں، انھیں حذف کردیا ہے۔ متعلقہ مقامات پر اس کی صراحت کردی ہے اور حواشی میں بھی حوالہ

دے دیا ہے۔ یگانہ نے صرف ''گنجینہ'' مطبوعہ و قلمی میں غزلوں اور رباعیوں پر نمبر شمار درج کیے ہیں۔ میں نے تمام مجموعوں کے مندرجات کے نمبر شمار اُن کی ترتیب کے مطابق فرض کر لیے ہیں۔ یہی نمبر ہر غزل یا رباعی کے شروع میں درج کیے ہیں اور حواشی میں جہاں کہیں بھی اِن نمبروں کا حوالہ دیا ہے، بقیدِ صفحہ دیا ہے تاکہ جن قارئین کے پاس اصل مجموعہ ہائے کلام ہوں، اُنھیں متعلقہ تخلیق کے شمار کرنے میں آسانی ہو۔ اِن نمبر شمار کا ایک ضمنی فائدہ یہ بھی ہے کہ ہر مجموعے میں شامل تخلیقات کی تعداد معلوم ہوجاتی ہے۔

''آیاتِ وجدانی'' طبع دوم اور اُس کے بعد کے تمام مجموعوں میں ایسا کلام بہت زیادہ ہے جو پہلے کے مجموعوں میں آچکا ہے، اِس لیے ان مجموعوں کے متون میں خارج شدہ تخلیقات کی فرداً فرداً نشان دہی نہیں کی گئی۔ نمبر شمار ہی سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کون کون سی تخلیقات سابقہ مجموعوں آچکی ہیں۔ البتہ حواشی میں ان تخلیقات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ مثلاً ''آیاتِ وجدانی'' طبع دوم میں غزل:۱ کے بعد غزل: ۲۳ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ درمیانی ۲۱ غزلیں ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل یا ''نشترِ یاس'' میں میں شامل ہیں۔ تفصیل حواشی سے معلوم ہوگی کہ کون سی غزل مذکورہ دونوں مجموعوں میں سے کس میں شامل ہے۔ اگر کسی غزل کے چند شعر کسی سابقہ مجموعے میں آچکے ہیں تو بعد کے مجموعے میں صرف وہی اشعار شامل کیے گئے ہیں جو سابقہ مجموعے میں نہیں تھے۔ حواشی میں تفصیل درج کردی گئی ہے۔ اس طریقِ کار کے نتیجے میں ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ اوّل کے بعد کے مجموعوں میں کلام بتدریج کم ہوتا گیا ہے، یہاں تک کہ ''گنجینہ'' مطبوعہ میں صرف ایک غزل اور ۲۳ رباعیات باقی رہ جاتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مجموعے میں صرف وہی تخلیقات باقی رہ جاتی ہیں جو سابقہ مجموعوں میں نہیں ملتیں۔

حواشی ہر مجموعے کے صفحات کے حوالے سے لکھے گئے ہیں، لہٰذا ان سے تمام مجموعوں کے مندرجات کی تفصیل معلوم ہوجاتی ہے۔ اگر کوئی قاری یہ جاننا چاہے کہ

ہر مجموعے میں کون کون سی تخلیقات کس ترتیب سے شامل ہیں تو حواشی مندرجات کی مکمل فہرست کا کام دیتے ہیں۔ ''گنجینہ'' مطبوعہ کے بعد کلیات میں ''گنجینہ'' قلمی ہے۔ اس میں شامل ایسی تخلیقات خاصی تعداد میں ہیں جو اِس سے پہلے کے کسی مجموعے میں نہیں ملتیں۔ اس اعتبار سے یہ یگانہ کا ''نیا کلام'' ہے اور مجموعے کی صورت میں پہلی مرتبہ زیرِ نظر کلیات ہی کے ذریعے منظرِ عام پر آ رہا ہے۔

کلیات دس حصوں پر مشتمل ہے۔ ابتدائی سات حصوں میں تو مجموعہ ہائے کلام ہیں جن کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے، باقی تین حصے یہ ہیں:

۱۔ غیر مدوّن کلام

۲۔ باقیات

۳۔ ضمائم

''غیر مدوّن کلام'' کے عنوان کے تحت وہ کلام جمع کیا گیا ہے جو یگانہ کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے اور شاعر کی بیاضوں اور ادبی رسالوں سے دست یاب ہوا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک حصے میں رباعیات ہیں اور دوسرے میں دیگر کلام۔ رباعیات کا حصہ سنہ وار مرتب کیا گیا ہے۔ اِس میں بھی چار ذیلی حصے ہیں جو ان ادوار میں منقسم ہیں۔

۱۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۲ء تک

۲۔ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۵ء تک

۳۔ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۸ء تک

۴۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۶ء تک

جن رباعیات کے انفرادی طور پر حتمی سنینِ تصنیف مل گئے ہیں، وہ ہر رباعی کے آخر میں درج کردیے گئے ہیں۔ مذکورہ چاروں حصوں میں رباعیوں کی اندرونی ترتیب ردیف وار ہے۔ مگر دیگر کلام میں یہ اہتمام نہیں کیا گیا کیوں کہ اس قسم کا کلام مقدار میں بہت کم ہے اور یہ جس ترتیب سے دست یاب ہوا، اُسی ترتیب سے کلیات

میں شامل کرلیا گیا۔

''باقیات'' کے تحت غزلوں کے وہ متفرق اشعار ہیں جو بیاضوں اور رسالوں میں تو ملتے ہیں لیکن متعلقہ غزلوں کو مجموعوں میں شامل کرتے وقت خارج کر دیے گئے تھے۔ گویا یہ شاعر کے رد کردہ اشعار ہیں، لیکن اِس سلسلے میں یگانہ کا کوئی اصول نہیں، اُنھوں نے متعدد رد کردہ شعروں کو دوبارہ قبول بھی کیا ہے اور اُنھیں اپنے مجموعوں میں شامل کیا ہے۔ اس لیے میں نے بھی ان شعروں کو محفوظ کرنا مناسب سمجھا۔

کلّیات کی ترتیب کا کام مکمل ہوجانے کے بعد بھی مجھے کچھ ایسا کلام ملا جسے ''غیر مدوّن کلام'' کے تحت یا ''باقیات'' میں شامل کیا جاسکتا تھا۔ لیکن ایسا کرنا ممکن نہ تھا کیوں کہ حواشی میں جلیبائی حوالوں کی کثرت کی وجہ سے حواشی کے نمبروں میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا، خاصا پیچیدہ کام تھا۔ اور یہ بھی ممکن نہ تھا کہ نو دست یاب کلام کو نظرانداز کردیا جاتا۔ لہٰذا میں نے اسے کلّیات کے آخر میں دو ضمیموں کی صورت میں شامل کر دیا۔ پہلا ''غیر مدوّن کلام'' اور دوسرا ''باقیات''۔

(۴)

یگانہ کے مجموعوں میں شامل دیباچے، تعارفی تحریریں اور انتسابات وغیرہ بھی میں نے کلّیات میں شامل کیے ہیں مگر کچھ تحریریں ایسی ہیں جنھیں شامل نہیں کیا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ''نشترِ یاس'' میں ''ماہیتِ شاعری'' کے عنوان سے ایک مضمون بھی شامل ہے جس کا کتاب سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں۔ اسے یگانہ کے مضامین کے زیرِ ترتیب مجموعے میں شامل کیا جائے گا۔

۲۔ ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ اوّل میں مرزا مراد بیگ شیرازی کے ''محاضرات'' اگرچہ بہت دلچسپ ہیں، لیکن طوالت کی بنا پر ایک علاحدہ تصنیف کا درجہ رکھتے ہیں۔ کلّیات میں اُن کی شمولیت ضخامت میں غیرضروری اضافے کا باعث ہوتی۔

۳۔ یہی ''محاضرات'' ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ سوم میں بھی ترامیم اور اضافوں

کے ساتھ شامل ہیں۔ یہی نہیں، یگانہ نے اپنے متعدد ایسے مضامین بھی اِس میں شامل کردیے ہیں جن کو کسی شعری مجموعے میں شامل کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ میں نے یہ تمام مضامین مع ''محاضرات'' کلیات میں شامل نہیں کیے۔

کلیات میں جو نثر پارے شامل کیے ہیں، اُن میں سے مندرجۂ ذیل تین یگانہ کے حالاتِ زندگی سے متعلق ہیں:

۱۔ مرزا واجد حسین یاس۔ دیباچہ ''نشترِ یاس'' از حامد علی خان

۲۔ دیباچہ ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ اوّل از میرزا مراد بیگ شیرازی

۳۔ میرزا یگانہ چنگیزی۔ خود نوشت حالات۔ ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ سوم

ان تینوں تحریروں میں بیشتر مطالب مشترک ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ حامد علی خاں کو یگانہ نے اپنے حالات خود فراہم کیے تھے اور باقی دونوں تحریریں یگانہ کی نوشتہ ہیں۔ تکرارِ مطالب ایسی نہیں ہے کہ طبعِ قاری پر گراں گزرے بلکہ یہ جاننے میں آسانی ہوتی ہے کہ یگانہ اپنے بارے میں کن امور کے بیان کو اہمیت دیتے تھے۔ ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ اوّل کے دیباچے کے کچھ حصے میں نے حذف کیے ہیں کہ اِن میں یگانہ نے اپنا موازنہ بعض ایسی شخصیات سے کیا ہے، جو ایک خاص نقطۂ نظر سے انتہائی قابلِ اعتراض سمجھا جائے گا۔ میں کلیات میں کوئی ایسی تحریر شامل نہیں کرنا چاہتا جس سے قارئین کا کوئی طبقہ مشتعل ہو۔

اگرچہ کلیات میں حالاتِ یگانہ سے متعلق تین تحریریں شامل ہیں، مگر ان میں صرف خاندانی شجرے ہیں اور ابتدائی زندگی کی کچھ تفصیلات ہیں۔ لکھنؤ سے نکلنے کے بعد کے حالات بالکل نہیں ملتے۔ میں نے اس کمی کو ایک مختصر سوانحی خاکے سے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یگانہ کی شاعری کے بارے میں میں نے کہیں اظہارِ خیال نہیں کیا۔ شاعری کی تنقید ایک الگ موضوع ہے اور تدوینِ متن سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس سلسلے میں میں جناب رشید حسن خان کا پیرو ہوں کہ کسی متن کے مرتب کو صرف صحتِ متن پر توجہ دینی چاہیے، تنقیدی رائے دینا اُس کے فرائض میں شامل نہیں۔

(۵)

یگانہ نے اپنے کلام میں اصلاح کا عمل مسلسل جاری رکھا۔ کہیں کوئی ایک لفظ یا چند الفاظ تبدیل کیے ہیں، کہیں پورا مصرع بدل دیا ہے اور کہیں دو شعروں کے دو مصرعے قلم زد کر کے باقی دو مصرعوں سے ایک نیا شعر بنالیا ہے۔ یہ بھی کیا ہے کہ غزلوں کے اشعار کی ترتیب بدل دی ہے۔ اس صورتِ حال میں یہ سوال سامنے آیا کہ کلیات میں کلام کا متن اصل مجموعے کے مطابق ہو یا بعد کی تبدیلیوں کے مطابق۔ میں نے بہت سوچ بچار کے بعد یہ طے کیا کہ ''گنجینہ'' قلمی کو کلام یگانہ کا بنیادی متن قرار دیا جائے، کیوں کہ کسی مصنف کا نظرِ ثانی شدہ متن ہی آخری اور مستند متن ہوتا ہے اور یہی منشائے مصنف کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ ''گنجینہ'' قلمی میں مصنف کا آخری مرتبہ نظرثانی کیا ہوا متن ہے۔ اِس لیے اِسی کو بنیادی متن سمجھنا چاہیے۔ کلّیات میں شامل تمام وہ کلام جو ''گنجینہ'' قلمی میں ملتا ہے، وہ اِسی مجموعے کے مطابق ہے۔ یہاں تک کہ غزلوں کے اشعار کی ترتیب بھی اِسی مجموعے کے مطابق رکھی گئی ہے۔ بعض غزلوں کے اشعار کی ترتیب اصل مجموعوں کے مطابق ہے اور ایسا کرنا ناگزیر تھا۔ اس کا سبب حواشی میں بتا دیا ہے۔ حواشی میں تمام اصلاحوں، ترمیموں اور اضافوں وغیرہ کی تفصیل بھی دے دی ہے۔ وہ غزلیں اور رباعیاں جو ''گنجینہ'' قلمی میں نہیں ہیں، اُن کا آخری متن جس مجموعے میں ملتا ہے، اُسی کے مطابق اُنھیں کلّیات میں درج کیا ہے۔

''گنجینہ'' قلمی کی ترتیب کا کام یگانہ نے ۱۱/اپریل ۱۹۵۱ء کو ختم کیا تھا۔ اس کے بعد بھی اُنھوں نے کہیں کہیں اپنے کلام میں ترمیم کی ہے۔ اس کی مثالیں مذکورہ تاریخ کے بعد کے خطوط میں ملتی ہیں نیز ''گنجینہ'' مطبوعہ کے نسخۂ رضوی (تفصیل کے لیے رک: مآخذ) میں بھی یگانہ نے اپنی وفات سے صرف پچاس روز پہلے ۱۵/دسمبر ۱۹۵۵ء کو نظرثانی کی تھی۔ میں نے ۱۱/اپریل ۱۹۵۱ء کے بعد کی ترمیموں کو مصنف کے آخری متن کو سامنے رکھنے کے اصول کے تحت، کلّیات میں جگہ دی ہے۔

(۶)

اب چند باتیں حواشی کے بارے میں:

کلیات میں تمام حصوں کے حواشی الگ الگ لکھے گئے ہیں۔ سب سے پہلے نمبر شمار درج کیا ہے اور پھر متعلقہ مجموعے کا صفحہ نمبر۔ اس کے بعد ''مآخذ'' کے عنوان کے تحت اُن تمام مآخذ کی فہرست بقیدِ صفحہ دی ہے جن میں یہ تخلیق ملتی ہے۔ اِس فہرست میں پہلے یگانہ کی تصانیف ہیں، پھر دیگر کتابیں اور رسالے۔ اس کے بعد بتایا ہے کہ کس ماخذ میں زیرِ بحث تخلیق مکمل طور پر شامل ہے اور کس میں جزواً۔ اگر کسی غزل کے صرف چند اشعار کسی مجموعے میں شامل ہیں تو جو شامل نہیں کیے گئے، اُن کی نشان دہی کی ہے۔ اِس مقصد کے لیے زیرِ نظر کلیات ہی کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ رسائل کا حوالہ دیتے ہوئے اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ صرف اُنھیں کا حوالہ دیا جائے جن میں متعلقہ تخلیق کا متن قدرے مختلف ہے یا اِن رسائل میں اشاعت سے متعلقہ تخلیق کے زمانۂ تصنیف کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ اگر کسی رسالے میں کسی تخلیق کا متن وہی ہے جو کسی مجموعے میں ملتا ہے اور زمانۂ تصنیف کے تعین میں بھی کوئی مدد نہیں ملتی تو ایسے تمام رسالوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو حواشی غیر ضروری حوالوں سے گراں بار ہو جاتے۔

''نشترِ یاس'' میں ایسی غزلیں بھی شامل ہیں جن میں یگانہ کے بعض اساتذہ نے اصلاحیں دی تھیں۔ جن اصلاحوں کا مختلف ذرائع سے علم ہوا ہے، اُن کی تفصیل ''اصلاحِ استاد'' کے عنوان کے تحت درج کر دی گئی ہے۔ لیکن بعد کے مجموعوں میں خود یگانہ نے خاصی ترمیمیں کی ہیں، ایسی تمام ترمیموں کی تفصیل ''اختلافِ نسخ'' کے تحت دی گئی ہے۔ اس طرح ایک نظر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ شاعر نے مختلف اوقات میں اپنے کلام میں کیا کیا تبدیلیاں کی ہیں۔

تقریباً سبھی مجموعہ ہائے کلام میں کتابت کی غلطیاں موجود ہیں۔ ان سب غلطیوں کی نشان دہی حواشی میں ''س۔ک'' (سہوِ کتابت) کے عنوان کے تحت کی گئی ہے۔

حواشی میں آخری عنوان ''زمانۂ تصنیف'' ہے جس کے تحت تخلیقات کا زمانۂ تصنیف متعین کیا گیا ہے۔ یگانہ کی بیشتر غزلیں مشاعروں کی طرح میں ہیں۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ یگانہ کی بہترین غزلیں بھی طرحی ہیں۔ ایک دو بیاضوں میں یگانہ نے متعدد غزلوں کے ساتھ یہ صراحت کردی ہے کہ یہ کب اور کس مشاعرے کے لیے لکھی گئیں لیکن بیشتر غزلوں کے بارے میں اس قسم کی کوئی صراحت نہیں کی گئی۔ اس لیے میں نے ان کا زمانۂ تصنیف دیگر ذرائع سے متعین کیا ہے۔ مثلاً کوئی ''تازہ'' غزل کسی خط کے ساتھ بھیجی گئی یا یگانہ کی کسی تحریر میں کسی غزل کے لکھنے کا حوالہ آ گیا تو اُس سے زمانہ متعین کرنے میں مدد ملی ہے۔ لیکن اس سلسلے میں سب سے زیادہ فائدہ میں نے رسائل سے اُٹھایا ہے۔ جیسا کہ اوپر کہیں عرض کیا جاچکا ہے کہ یگانہ رسائل میں اپنے زمانے کے سب سے زیادہ چھپنے والے شاعر تھے اور کلام کی فوری اشاعت کے خواہاں ہوتے تھے۔ یگانہ کی یہ عادت کلام کا زمانۂ تصنیف متعین کرنے میں خاصی معاون ثابت ہوئی ہے۔ لیکن اس طریقِ کار کے نتیجے کو حتمی نہیں سمجھنا چاہیے، کسی حد تک قیاسی ہی کہنا چاہیے۔ لیکن یہ بات حتمی ہے کہ کسی رسالے میں شائع شدہ کلام، اُس رسالے کی تاریخِ اشاعت کے بعد کا نہیں ہوسکتا۔ اور یہ بات تعینِ زمانہ کے سلسلے میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

جن غزلوں کے سنینِ تصنیف معلوم ہوئے وہ اُن کے آخر میں درج کردیے گئے ہیں، لیکن جن غزلوں کے ساتھ ایسے سنین نہیں ہیں، اُن کے زمانۂ تصنیف کا تعین کرنا مشکل نہیں ہے۔ مثلاً ''نشترِ یاس'' میں ۱۹۱۳ء تک کا کلام ہے اور ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ اول میں ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۶ء تک کا۔ ''ترانہ'' کی بیشتر رباعیاں ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء تک کے دوران لکھی گئی ہیں۔ ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ دوم میں ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۳ء تک کا ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ سوم میں ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۵ء تک کا اور ''گنجینہ'' مطبوعہ میں ۴۷-۱۹۴۶ء کا کلام ہے۔ یہاں ''کلام'' سے مراد صرف وہ کلام ہے جو کسی مجموعے میں پہلی بار شامل کیا گیا ہو۔ زیرِ نظر کلیات میں ہر مجموعے میں ایسا ''کلام'' ہی شامل کیا

گیا ہے۔ ''گنجینہ'' قلمی پر یہ اصول منطبق نہیں ہوتا کیوں کہ اِس میں شامل متعدد رباعیات ایسی بھی ہیں جو زمانۂ تصنیف کے اعتبار سے ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل یا طبع دوم میں شامل ہونی چاہیے تھیں۔

(۷)

کسی ہم عصر شاعر کے کلام کے ساتھ فرہنگ شائع کرنا عجیب سی بات ہے کیوں کہ غزل کی لفظیات تو روزمرہ گفتگو کا حصہ بن چکی ہے اور شاذ ہی کوئی شاعر کوئی ایسا لفظ استعمال کرتا ہے جس کے معنی جاننے کے لیے لغت دیکھنے کی ضرورت پڑے۔ مگر یگانہ کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ اُس نے اپنے لکھنوی حریفوں کو اپنی زبان دانی سے مرعوب کرنے کے لیے ایسے الفاظ اور محاورے استعمال کیے ہیں جن کے مفاہیم سے لکھنؤ کے عوام تو کیا خواص بھی کم کم ہی واقف تھے۔ اگرچہ زبان دانی کا یہ رویّہ یگانہ کی نثر میں زیادہ ظاہر ہوا ہے تاہم نظم بھی اِس سے خالی نہیں ہے۔ الفاظ کے ساتھ محاوروں کے استعمال کا شوق بھی یگانہ کو جنون کی حد تک تھا۔ بعض اوقات تو وہ رباعی کے چار مصرعوں میں چار سے زیادہ محاورے استعمال کر جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے قاری کو یگانہ کا کلام پڑھتے ہوئے کہیں کہیں اُلجھن محسوس ہوتی ہے۔ میں اپنی اس بات کی وضاحت کے لیے ایک مثال دینا چاہوں گا۔ ایک رباعی ہے:

آندھی اُٹھ کر پہاڑ کے دامن سے
ہاتھی کو اُڑا لے گئی کجلی بن سے
اب کون سی طاقت کرے پامال اُس کو
پتّاتا پھرے جو اپنے ہلکے پن سے

تین مصرعوں میں یگانہ نے جو بات کہی ہے، چوتھے مصرعے تک پہنچتے پہنچتے مبہم سی ہو جاتی ہے۔ اس کا سبب لفظ ''پتّاتا'' ہے جو آج کے قاری کے لیے بڑی حد تک اجنبی ہے۔ اور شاید آتش کے بعد یگانہ ہی نے اسے استعمال کیا ہے[۲۸]۔ جب تک قاری کو اس لفظ کے معنی معلوم نہیں ہوں گے تو وہ کیسے جان سکے گا کہ یگانہ نے کیسی

خوب صورت بات کہی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ روزمرّہ زبان میں اِس لفظ کا متبادل نہیں ہے۔ دراصل یگانہ نے زبان دانی کی مہارت ظاہر کرنے کے لیے سامنے کے ایک لفظ کے مقابلے پر ایک اجنبی لفظ کے استعمال کو فوقیت دی ہے۔ یگاؔنہ چاہتے تو چوتھا مصرع اِس طرح بھی لکھ سکتے تھے:

شرمندہ رہے جو اپنے ہلکے پن سے

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر میں نے یہ مناسب سمجھا کہ کلّیات میں فرہنگ بھی شامل کی جائے۔ لیکن ذرا محدود پیمانے پر۔ میں نے غزل کی مخصوص اور مروّج لفظیات اور تلمیحات کو فرہنگ میں شامل نہیں کیا کہ اِن سے شاعری کا مطالعہ کرنے والے عام طور پر واقف ہیں۔ صرف وہی الفاظ و محاورات شامل کیے ہیں جو آج کے قارئین کے لیے کسی حد تک اجنبی ہیں۔ معانی کے اندراج کے سلسلے میں یہ طریقِ کار اختیار کیا ہے کہ کثیر المعانی الفاظ کے تمام معانی نہیں لکھے، صرف وہی معانی فرہنگ میں درج کیے ہیں جو مطلوب و مرادِ شاعر ہیں۔

میں نے پہلے تو کلّیات کے تمام الفاظ و محاورات جمع کیے اور پھر اِن کا انتخاب کیا اور متعدد مستند لغات سے استفادہ کرکے معانی لکھے۔ فرہنگ کا مسودہ میں نے اردو کے ممتاز محقق اور زبان دان جناب رشید حسن خان کی خدمت میں رہنمائی کے لیے ارسال کیا۔ اُنھوں نے فرہنگ کے الفاظ میں مزید کمی کی اور میرے تحریر کردہ معانی کو اغلاط سے پاک کیا۔ یہی نہیں، جن الفاظ کے معانی مجھے لغات میں نہیں ملے تھے، خان صاحب نے اُن کے معانی متعین کیے۔ یہی وجہ ہے کہ فرہنگ میں متعدد مقامات پر خان صاحب کے حوالے سے اور اُنھیں کے الفاظ میں معانی درج کیے گئے ہیں۔ یہ تمام نکات اُن خطوط سے ماخوذ ہیں جو اِس فرہنگ کے سلسلے میں خان صاحب نے میرے نام لکھے۔ موصوف نے جس توجہ سے فرہنگ کی تیاری میں میری مدد کی، اس کے لیے میں اُن کا بے حد شکر گزار ہوں۔

اشاعت سے پہلے یہ فرہنگ جناب محمد سلیم الرحمٰن کی نظر سے بھی گزری ہے۔

اُنھوں نے اس سلسلے میں مفید مشوروں سے نوازا۔

فرہنگ کے بارے میں بعض ضروری امور، فرہنگ کے شروع میں درج کیے جا رہے ہیں۔

(۸)

جب تدوینِ متن کا کام میں نے مکمل کرلیا تو مناسب سمجھا کہ یہ کام اشاعت سے پہلے، اُن اہلِ نظر کی نظر سے بھی گزر جائے جو اِس قسم کے کاموں کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔ میں نے پورے متن کی دو نقلیں تیار کیں اور مظفر علی سیّد مرحوم اور جناب شان الحق حقی کی خدمت میں پیش کیں۔ ان دونوں کرم فرماؤں نے نہایت توجہ کے ساتھ متن کو دیکھا اور متعدد ایسے مقامات کی نشان دہی کی جہاں مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی تھی۔ افسوس کہ اب مظفر علی سیّد ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ اُنھیں کلّیات کی اشاعت کا شدید انتظار تھا۔ کاش یہ کتاب اُن کی زندگی میں چھپ سکتی!

(۹)

کلّیات کی تدوین کے سلسلے میں جن کرم فرماؤں نے میری مدد کی، اُن میں سے بعض کا ذکر اوپر کی سطروں میں آچکا ہے لیکن: ''طبع حسرت نے اُٹھایا ہے ہر استاد سے فیض'' کے مصداق میرے کرم فرماؤں کی فہرست خاصی طویل ہے۔ سرِ فہرست ڈاکٹر نیّر مسعود صاحب (لکھنؤ) کا نام ہے۔ اُنھوں نے نہ صرف یہ کہ ''آیاتِ وجدانی'' طبع دوم کے واحد معلومہ نسخے کا عکس عنایت کیا بلکہ یگانہ سے متعلق کچھ نوادر سے بھی نوازا۔ میں نے جب بھی یگانہ سے متعلق کسی مسئلے پر اُنھیں خط لکھا، اُنھوں نے فوراً جواب دیا۔ کاش اُن کی عنایتوں کا شکریہ ادا کیا جاسکتا!

ڈاکٹر مختار الدین احمد (علی گڑھ) نے بعض مشکلات کے حل میں اور یگانہ کی بعض تحریروں کے حصول میں میری مدد کی۔ جناب خلیل الرحمٰن داؤدی مرحوم (لاہور) نے یگانہ کی بعض نادر تصانیف ہی عنایت نہیں کیں بلکہ ''آیات وجدانی'' طبع اول کے وہ پریس پروف بھی مرحمت فرمائے جو یگانہ کی نظر سے گزرے تھے اور جن پر یگانہ کے

قلم سے تصحیحات ہیں۔ یہ اپنی نوعیت کی واحد مثال ہے کہ کسی کتاب کے پریس پروف اور وہ بھی پتھر کے چھاپے والے پریس کے پروف تقریباً پون صدی تک محفوظ رہ گئے ہوں۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل سے ''آیاتِ وجدانی'' کا تیسرا ایڈیشن ملا۔ سیّد اطہر حسین رضوی (ابنِ زیبا ردولوی مرحوم) نے ''گنجینہ'' مطبوعہ کے اُس نسخے سے استفادے کا موقع دیا جو خود یگانہ نے اُن کے عمِ محترم سید باقر حسنین رضوی کو پیش کیا تھا اور جس میں متعدد مقامات پر بقلمِ یگانہ تصحیحات و ترمیمات ہیں۔

پرانے رسالوں میں شائع شدہ یگانہ کی تحریروں کے حاصل کرنے میں سید انصار ناصری مرحوم، حکیم سیّد ظل الرحمٰن (علی گڑھ)، ڈاکٹر اصغر عباس (علی گڑھ)، ڈاکٹر انور معظم (حیدرآباد دکن)، ڈاکٹر گوہر نوشاہی (اسلام آباد)، رفاقت علی شاہد (لاہور)، ضیاء اللہ کھوکھر (گجرانوالہ) نے میری بے حد مدد کی۔ کھوکھر صاحب نے سیکڑوں صفحات کے فوٹو اسٹیٹ عنایت کیے اور ''حساب دوستاں در دل'' پر عمل کرتے ہوئے مجھے شرمندہ کیا۔ اس سلسلے میں ذوالفقار مصطفٰی صاحب (کراچی) کا بے مثال تعاون بھی مجھے حاصل رہا۔ خدا جانے وہ ایسے پرانے رسالے کہاں کہاں سے ڈھونڈ کر لاتے تھے جن میں یگانہ کا کلام ہوتا۔

کلّیات کے متن کی کمپوزنگ عزیزی جعفر رضا کے ذوق و شوق کا نتیجہ ہے۔ انھوں نے سمندروں کے سفر کی پیشہ ورانہ مصروفیات کے باوجود جس توجہ سے یہ کام انجام دیا، اُسے میں اپنے بزرگ دوست اور کرم فرما ڈاکٹر سہیل بخاری مرحوم کی کرم فرمائیوں کا تسلسل سمجھتا ہوں کہ جعفر رضا انھیں کے فرزند ہیں۔ کلیات میں کلام کے علاوہ جو کچھ ہے، اُس کی کمپوزنگ اور پھر طباعت مبین مرزا صاحب کی نگرانی میں ہوئی، اُن کا شکریہ کیا ادا کروں کہ اس قسم کی نیکیاں اُن کا روزمرّہ کا معمول ہیں۔

پروف ریڈنگ میں نے خود کی ہے۔ حتی الامکان کوشش کی ہے کہ غلطیاں نہ رہیں۔ جو دو چار غلطیاں میری گرفت میں نہ آئیں، وہ رفیق احمد نقش صاحب کی دور رس نظروں سے نہ بچ سکیں۔ اس کے لیے میں اُن کا شکر گزار ہوں۔

امروہہ اور کراچی کی تاریخوں کے فاضل مصنف احمد حسین صدیقی کی کمپیوٹر میں مہارت میرے بہت کام آئی۔ کلیات کے ہر حصے میں کتابوں کے سرورق کے اور یگانہ کی تحریروں کے جتنے بھی عکس ہیں، اُن کے داغ دھبّے صدیقی صاحب ہی کی مہارت سے دُور ہوئے ہیں۔ سرورق پر یگانہ کی تصویر وہی ہے جو ''گنجینہ'' مطبوعہ میں شامل ہے۔ یہ تصویر علی سردار جعفری نے ۱۹۴۶ء میں کمیونسٹ پارٹی بمبئی کے دفتر میں چھاجد نامی فوٹوگرافر سے کھنچوائی تھی۔ یگانہ کی یہ واحد تصویر ہے جس میں چہرے پر مسکراہٹ کے آثار ملتے ہیں۔ ''گنجینہ'' میں تصویر خاصی دھندلی تھی۔ صدیقی صاحب نے اپنے کمپیوٹر کے ذریعے یگانہ کے اصل خدوخال واضح کیے ہیں۔ سیاہ و سفید تصویر کو رنگین بنا دینا بھی صدیقی صاحب ہی کا کمال ہے۔

اپنے کرم فرما اور یگانہ کے قدردان و قدر شناس سعید محمود صاحب کا بھی شکریہ واجب ہے کہ اُنھوں نے اس کلیات کی اشاعت میں اتنی دلچسپی لی کہ گزشتہ چار پانچ برسوں میں شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا گزرا ہو کہ اُنھوں نے بوقتِ ملاقات یا فون کرکے یہ نہ پوچھا ہو کہ یگانہ صاحب کا کیا حال ہے۔ ان کے اس سوال سے پریشان ہوکر میں کوئی نہ کوئی عذر لنگ پیش کردیتا تھا تاہم کام کی رفتار قدرے تیز ہوجاتی تھی، اور یہ اُن کا ایسا کرم ہے جس کی اُنھیں خود بھی خبر نہیں۔

آمنہ کا شکریہ کیا ادا کروں کہ وہ تو میرے ہر کام میں شریکِ غالب ہوتی ہیں۔ کلّیات کا متن تیار کرنے میں مختلف مآخذ سے استفادے کا کام اُنھیں کی مدد سے تکمیل کو پہنچا۔

اور آخر میں ایک اہم بات جو مجھے شروع ہی میں عرض کرنی چاہیے تھی لیکن جی چاہا کہ خاتمۂ کلام اِسی پر ہو۔ یگانہ سے میری دلچسپی کا سبب میرے دو اساتذہ ہیں۔ کالج میں ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی اور کالج سے باہر جناب خلیق ابراہیم خلیق نے میرے ادبی ذوق کی تربیت کی۔ یگانہ کے بارے میں ان دونوں کی فکر انگیز گفتگوؤں نے مجھے اِس منفرد شاعر سے دلچسپی لینے کا راستہ دکھایا۔ کلّیات کی تدوین کے اِس کام کو انھیں

دونوں کا فیضان سمجھنا چاہیے۔

مشفق خواجہ

۳۔ ڈی، ۹/ ۲۶

ناظم آباد۔ کراچی

یکم ستمبر ۲۰۰۲ء

حواشی

۱۔ یاسؔ ۲۱-۱۹۲۰ء میں یاسؔ یگانہ ہوئے اور پھر صرف یگانؔہ رہ گئے۔ اصولاً تو جس دور کا تذکرہ ہو، اُس کے مطابق تخلص استعمال کرنا چاہیے۔ مگر میں نے یکسانیت کے خیال سے اپنی تحریروں میں صرف یگانہ لکھا ہے۔ اُس دور کے حالات بیان کرتے ہوئے بھی جب وہ یگانہ نہیں تھے۔ (مرتب)

۲۔ رسالہ ''نقوش'' لاہور، مکاتیب نمبر جلد دوم، شمارہ: ۶۵ ۔ ۶۶ ۔ نومبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۰۷

۳۔ صنوبر سے جو کرتا قد کشی تو

نہ گڑ جاتا تو پتایا تو ہوتا (آتش)

یگانہ... سوانحی خاکہ

(۱)

زیرِ نظر کلیات میں مختلف مجموعہ ہائے کلام کے جو دیباچے شامل ہیں، اُن میں سے مندرجۂ ذیل تین میں یگانہ کے حالات ملتے ہیں:

۱۔ نشترِ یاس۔ دیباچہ نوشتۂ حامد علی خان

۲۔ آیاتِ وجدانی، طبع اوّل۔ دیباچہ نوشتۂ مرزا مراد بیگ شیرازی

۳۔ آیاتِ وجدانی، طبع سوم۔ خودنوشت یگانہ

حامد علی خاں کو شاعر نے خود حالات فراہم کیے تھے، مرزا مراد بیگ شیرازی کے پردے میں بھی یگانہ خود ہیں۔ گویا تینوں جگہ یگانہ ہی کے بیان کردہ حالات ہیں۔ ان میں بیشتر امور کی تکرار ہے۔ حیرت ہے کہ ۱۹۱۴ء (''نشترِ یاس'') میں لکھے گئے اور ۱۹۴۶ء (آیاتِ وجدانی، طبع سوم) میں لکھے گئے حالات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تقریباً ایک تہائی صدی کے حالات نظر انداز کیے گئے ہیں۔ ان تحریروں میں آخری اہم واقعہ جو بیان کیا گیا ہے، وہ یگانہ کی شادی کا ہے۔ بہرحال یگانہ کے ابتدائی اور خاندانی حالات انھیں تحریروں میں ملتے ہیں، جنھیں یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

یگانہ بقولِ خود ۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۷ر اکتوبر ۱۸۸۴ء کو پٹنے کے محلّے مغل پورے میں پیدا ہوئے۔ مدرسے اور اسکول کی تعلیم اسی شہر میں حاصل کی۔ ۱۹۰۳ء میں انٹرنس پاس کیا۔ ۱۹۰۴ء میں کلکتے کا سفر کیا۔ مٹیا بُرج میں واجد علی شاہ کے خاندان کے دو افراد کی معلّمی کی۔ وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی، اس لیے پٹنے واپس آگئے۔ یہاں بھی صحت بحال نہ ہوئی تو ۱۹۰۵ء میں علاج کی غرض سے لکھنؤ کا عزم کیا۔ خاکِ لکھنؤ ایسی دامن گیر ہوئی کہ زندگی کا بڑا حصہ یہیں گزار دیا۔ ۱۹۱۳ء میں حکیم مرزا محمد شفیع کی بیٹی کنیز حسین سے شادی ہوئی۔ حکیم صاحب لکھنؤ کے نامور حکما میں سے تھے۔ علم و ادب سے بھی گہرا شغف تھا۔ مشہور کتاب ''مباحثۂ گلزارِ نسیم یعنی معرکۂ چکبست و شرر'' (مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۹۱۳ء) اُنھیں کی مرتبہ ہے۔ اس کے آخر میں مثنوی ''گلزارِ نسیم'' کا مکمل متن بھی ہے جسے حکیم صاحب نے بہت محنت سے مرتّب کیا ہے۔

ابتداءً شعرائے لکھنؤ کے ساتھ یگاؔنہ کے تعلقات خوشگوار تھے اور وہ عزیز، صفی، ثاقبؔ و محشرؔ کے ساتھ مشاعرے پڑھتے تھے۔ جب عزیز وغیرہ کی سرپرستی میں رسالہ ''معیار'' جاری ہوا اور معیار پارٹی وجود میں آئی تو یگانہ بھی اس پارٹی کے مشاعروں میں غالبؔ کی زمینوں میں غزلیں پڑھتے تھے۔ ان طرحی مشاعروں کی جو غزلیں رسالہ ''معیار'' میں شائع ہوئی ہیں، اُن میں یگاؔنہ کی غزلیں بھی شامل ہیں۔ لیکن یگانہ اور شعرائے لکھنؤ کے درمیان موانست کا یہ رشتہ زیادہ عرصے تک باقی نہ رہ سکا اور معاصرانہ چشمک کا آغاز ہوگیا۔ اس کا سبب بقولِ یگانہ یہ تھا کہ معیار پارٹی کے مشاعروں میں اُن کے کلام پر خندہ زنی کی جاتی تھی اور بے سر و پا اعتراض کیے جاتے تھے۔ مگر یہ سب کچھ زبانی تھا۔ یگاؔنہ نے تحریری جنگ کا آغاز کیا اور ''۱۹۱۲ء میں میرے ایک دوست کی طرف سے کچھ اعتراضات اہلِ معیار کے کلام پر 'اودھ اخبار' میں شائع ہوئے۔'' (خود نوشتِ یاس، قلمی، ص۶)۔ یہ مضمون دراصل خود یاس نے لکھا تھا، اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ خود نوشت میں جہاں اس مضمون کا تذکرہ ہے، وہاں حاشیے پر بقلمِ یاس یہ عنوان بھی ہے: ''میری طرف سے پہلی چشم نمائی۔'' اس کے بعد ایک دوسرے

کے خلاف لکھنے کا سلسلہ جاری ہوگیا جس کی انتہا یگانہ کی کتاب ''شہرتِ کاذبہ'' ہے۔

شعرائے لکھنؤ غالب کے معتقد تھے، اس لیے یگانہ کے لیے لازم ٹھہرا کہ وہ غالب کی مخالفت بھی کریں۔ شعرائے لکھنؤ کے مقابلے پر اُنھوں نے اپنے آپ کو ''آتش کا معتقد'' کہنا شروع کردیا۔ ''نشترِ یاس'' (۱۹۱۴ء) کے سرورق پر اُنھوں نے اپنے نام سے پہلے ''خاکِ پائے آتش'' لکھا اور جب سال بھر بعد ''چراغِ سخن'' شائع ہوئی تو اپنے آپ کو ''آتش پرست'' کے درجے تک پہنچا دیا۔

غالب دشمنی کا آغاز بھی ''نشترِ یاس'' ہی سے ہوتا ہے۔ اس میں انھوں نے یہ لکھا: ''مختصر سا دیوان بھی ہزاروں پیچیدگیوں اور خامیوں سے بھرا پڑا ہے۔'' (صفحہ ک) لیکن ''چراغِ سخن'' میں مخالفت کی یہ لے تیز ہوجاتی ہے۔ اُنھوں نے رسالہ ''خیال'' باپوڑ (بابت نومبر ۱۹۱۵ء) میں ''آتش و غالب'' کے عنوان سے غالب کے خلاف پہلا باقاعدہ مضمون لکھا۔ اور پھر یہ سلسلہ ایک طویل عرصے تک جاری رہا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ کسی بھی موضوع پر لکھتے، تان غالب پر ٹوٹتی۔ ۱۹۲۷ء میں جب ''آیاتِ وجدانی'' کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا تو اُس میں بھی جابجا غالب پر مشقِ ستم کی گئی تھی۔ اور یہ مشق اس حد تک بڑھی کہ اُنھوں نے اپنے ہم زاد مرزا مراد بیگ شیرازی کی زبان سے یہ اعلان کردیا: ''اب دیوانِ غالب میزانِ انصاف و خرد میں کلامِ یاس کے برابر نہیں تل سکتا۔''

اس سلسلے کی انتہا وہ رسالہ تھا جو ''غالب شکن'' کے نام سے پہلی مرتبہ ۱۹۳۴ء میں اور اضافوں کے ساتھ دوسری مرتبہ ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔ یگانہ نے ایک طویل عرصہ غالب اور شعرائے لکھنؤ کی مخالفت میں لکھنے میں صرف کیا۔ اس سے غالب اور شعرائے لکھنؤ کو تو کوئی نقصان نہ پہنچا، لیکن یگانہ خود خاصے خسارے میں رہے کہ اپنی شاعری کو پوری توجہ نہ دے سکے۔

ایسا نہیں ہے کہ شعرائے معاصر خصوصاً معیار پارٹی سے جھگڑے کی بنا پر یگانہ لکھنؤ میں ادبی سطح پر الگ تھلگ زندگی بسر کرتے رہے ہوں۔ وہاں کے متعدد شعرا

سے اُن کے خوشگوار مراسم تھے۔ ۱۹۱۹ء میں اُنھوں نے ''انجمنِ خاصانِ ادب'' کے نام سے ایک ادبی انجمن بنائی۔ اِس کے بارے میں اُنھوں نے رسالہ ''مخزن'' لاہور کے جولائی ۱۹۱۹ء کے شمارے میں ایک مختصر مضمون لکھا جس میں اس انجمن کے اغراض و مقاصد بیان کیے گئے تھے۔ اس کے صدر بے خود موہانی تھے، سیکریٹری یگانہ اور جوائنٹ سیکریٹری عبدالباری آسی، اس کے سرپرستوں، اراکینِ اعزازی اور اراکینِ خاص میں فصاحت لکھنوی اور سیّد مسعود حسن رضوی ادیب جیسے لکھنوی اہلِ قلم شامل تھے۔ اِس انجمن کی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ زیادہ معلوم نہیں ہو سکا۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ ستمبر ۱۹۱۹ء تک اِس کے تین ماہانہ مشاعرے منعقد ہوئے تھے۔ (مکتوبِ بے خود موہانی بنام سیّد مسعود حسن رضوی ادیب، مشمولہ ''خطوطِ بے خودؔ'' مرتبہ سیّد زائر حسین کاظمی، لکھنؤ ۱۹۷۷ء، ص ۴۸)

(۲)

یہ تو یقینی ہے کہ یگانہ ایک طویل عرصے تک ''اودھ اخبار'' سے وابستہ رہے، لیکن کب سے کب تک؟ اِس سلسلے میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔ ''سوانح منشی نول کشور'' از امیر حسن نورانی (خدا بخش پبلک اورینٹل لائبریری، پٹنہ ۱۹۹۵ء) میں ''اودھ اخبار'' کے آخری دور کے مدیروں میں یگانہ کا نام بھی شامل ہے (ص ۱۴۳)۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کے مضمون ''منشی نول کشور کا مطبع'' (ماہنامہ ''نیا دور'' لکھنؤ، نومبر دسمبر ۱۹۸۰ء) میں بھی ''اودھ اخبار'' کے ایڈیٹروں کی فہرست میں یگانہ کا نام شامل ہے۔ (ص ۶۳)

گمانِ غالب ہے کہ یگانہ کو ''اودھ اخبار'' میں ملازمت اپنے خسر حکیم مرزا محمد شفیع شیرازی کے ذریعے ملی ہوگی جن کے نول کشور پریس والوں سے گہرے تعلقات تھے۔ ''اودھ اخبار'' سے یگانہ کے تعلقات کا سراغ ۱۹۱۲ء سے ملتا ہے جب اُنھوں نے اپنے مخالفوں کے خلاف ایک مضمون چھپوایا تھا۔ (جس کا ذکر اوپر کی سطور میں آچکا ہے)۔ ۱۹۱۴ء میں ''نشترِ یاس'' شائع ہوئی تو اِسی سال ۲۳/ اپریل کے شمارے میں اس

پر ایک تعریفی تبصرہ شائع ہوا تھا۔ اِس کی نقل ماہ نامہ ''نقاد'' آگرہ، بابت اکتوبر ۱۹۱۴ء میں شائع ہوئی۔ اِس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ۱۹۱۲ء سے یگانہ کا ''اودھ اخبار'' سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور رہا ہے۔

یگانہ نے اپنی تحریروں میں دو جگہ ''اودھ اخبار'' سے اپنی وابستگی کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو ۴/ نومبر ۱۹۲۰ء کے اُس مطبوعہ گشتی مراسلے میں جو یگانہ نے رسالہ ''کارِ امروز'' کے اِجرا کے سلسلے میں لکھا تھا اور جس میں ''اودھ اخبار'' کی ملازمت کی وجہ سے اپنے عدیم الفرصت ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۹۲۰ء کے آخر تک وہ لازماً اس اخبار سے منسلک تھے۔ دوسری مرتبہ ''غالب شکن'' (طبع اوّل ۱۹۳۴ء) کے دیباچے میں اِس اخبار کا ذکر ملتا ہے جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ لکھنوی حریفوں کی وجہ سے اُنھیں ''اودھ اخبار'' کی ملازمت چھوڑنی پڑی۔ ضمناً یہ بھی بتا دیا ہے کہ اُن کی تنخواہ ساٹھ روپے ماہوار تھی۔

یگانہ نے واضح طور پر کہیں یہ نہیں لکھا کہ ''اودھ اخبار'' میں اُن کے ذمّے کیا خدمت تھی۔ اِس سلسلے میں واحد بیان منوّر لکھنوی کا ملتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''... یاس عظیم آبادی لکھنؤ میں کافی عرصے تک اودھ اخبار لکھنؤ کے اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی رہے جس کی چیف ایڈیٹری اُس وقت میرے رہنمائے سخن منشی نوبت رائے نظر کے سپرد تھی۔ یہ زمانہ ۲۰-۱۹۱۹ء کا تھا۔ اودھ اخبار میں میرا کلام چھپتا رہتا تھا۔''[۱۱]

(۳)

۴/ نومبر ۱۹۲۰ء کے محوّلۂ بالا گشتی مراسلے میں یگانہ نے ''اودھ اخبار'' کی ملازمت کی وجہ سے اپنے عدیم الفرصت ہونے کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ اُنھوں نے خدمتِ زبان و ادب کے خیال سے یہ رسالہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس مراسلے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ یگانہ کی انتہائی پریشانی کا زمانہ تھا۔ اُنھوں نے معاصرینِ لکھنؤ کی مخالفانہ کارروائیوں کا ذکر کرنے کے بعد اپنی

پریشانیوں کا ذکر اِن الفاظ میں کیا ہے:

''میری زندگی کچھ ایسے تلخ و ناگوار واقعات کے سلسلۂ ناتمناہی میں جکڑی ہوئی ہے اور ایسی بے سر و سامانی، تنگ دستی، پراگندہ دلی و مکروہاتِ گوناگوں اور صعوباتِ روزافزوں کا سامنا رہتا ہے کہ جمعیتِ خاطر کی امید بڑھتی [بندھتی؟] نہیں دکھائی دیتی... اطمینان و فراغ نہ پہلے حاصل تھا نہ اب میسّر ہے۔ پھر آیندہ کی کیا اُمید کی جاسکتی ہے۔ پراگندگیِ خاطر کا سلسلہ یوماً فیوماً بڑھتا ہی جاتا ہے، زمانۂ حال کی روش دیکھتے ہوئے مستقبل اور بھی تاریک نظر آتا ہے۔''[۲۷]

یگانہ نے اپنے جو کوائف بیان کیے ہیں، اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''اودھ اخبار'' کی ملازمت چھوٹنے سے پہلے بھی وہ انتہائی تکلیف دہ اور ناخوشگوار حالات میں زندگی بسر کررہے تھے۔ بہرحال یہ حالات تھے جب بقول بلند اقبال بیگم ۱۹۲۳ء میں ''اودھ اخبار'' کی ملازمت جاتی رہی۔ اس کے بعد پورے سات برس کا عرصہ بڑا پُرآشوب تھا۔ یگانہ کا ستارہ گردش میں رہا۔[۲۸]

''اودھ اخبار'' کی ملازمت ختم ہونے کے بعد یگانہ نے کچھ دنوں ریلوے میں بطور کلرک ملازمت بھی کی۔ منوّر لکھنوی جو ریلوے ہی کے محکمے میں ملازم تھے، لکھتے ہیں:

''... یاس عظیم آبادی... کچھ دنوں ریلوے آفس میں ملازم رہے لیکن سرکاری نوکری اُن کے بس کی نہ تھی۔ شاید ریلوے آفس کی کلرکی کا کام اُن کی افتادِ طبع کے مطابق نہ تھا۔ یہ تو یاد نہیں کہ اُنھوں نے ریلوے اکاؤنٹس آفس میں کتنے دنوں کام کیا، لیکن دفتر میں اُن سے اکثر ملاقات رہتی تھی۔''[۲۹]

(۴)

۱۹۲۴ء میں یگانہ اٹاوہ چلے گئے جہاں اُنھیں اسلامیہ ہائی اسکول میں

ملازمت مل گئی۔ یہیں سے اُنھوں نے رسالہ ''صحیفہ'' جاری کیا جس کا پہلا اور آخری شمارہ جنوری ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔ اُسی زمانے میں اٹاوے میں فانی اور جگر بھی موجود تھے، اُن کے ساتھ یگانہ کے مراسم رہے۔ یہ تینوں شاعر مشاعروں میں ہم طرح غزلیں پڑھتے رہے۔☆[5] اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ کے ہیڈ ماسٹر مولوی الطاف حسین یگانہ کے بڑے قدردان تھے۔ اُنھیں کی وجہ سے یگانہ اٹاوہ گئے تھے اور ان سے یگانہ کے زندگی بھر نہایت خوشگوار تعلقات رہے۔ یہاں تک کہ جب ماسٹر الطاف حسین پاکستان آگئے تو اُن سے خط و کتابت کے ذریعے رابطہ رہا۔ یگانہ کسی کی مدح ذرا کم ہی کرتے تھے مگر مولوی الطاف حسین کی مدح میں دو رباعیاں لکھیں۔☆[6] مگر معلوم نہیں کیا حالات ہوئے کہ اٹاوہ میں یگانہ کا دماغ پراگندہ اور دل بے ٹھکانا رہنے لگا۔☆[7] اور بالآخر اُنھوں نے یہاں سے کوچ کیا۔ اٹاوہ میں یگانہ کا قیام مختصر رہا۔ ستمبر ۱۹۲۴ء سے مارچ ۱۹۲۵ء تک وہ لازماً اٹاوہ ہی میں تھے۔

اٹاوے سے یگانہ علی گڑھ گئے جہاں بقول بلند اقبال بیگم اُن کا قیام چھ ماہ تک رہا۔ وہاں ایک پریس میں اُنھیں ملازمت مل گئی تھی۔☆[8] اِس دوران وہ مختلف مقامات پر مشاعرے پڑھتے رہے۔ ''شہرتِ کاذبہ'' کی اشاعت کی تکمیل بھی علی گڑھ میں ہوئی۔ اِس کتاب کا متن لکھنؤ میں اور سرورق علی گڑھ میں چھپا۔

(۵)

۱۹۲۶ء میں لاہور کے مشہور اشاعتی ادارے عطر چند کپور اینڈ سنز کی مالی سرپرستی میں مولانا تاجور نجیب آبادی نے ''اردو مرکز'' کے نام سے ایک علمی ادارہ قائم کیا جس کا مقصد اُردو ادب کی تمام اصناف کے انتخابات ڈیڑھ سو جلدوں میں شائع کرنا تھا۔☆[9] اُردو مرکز کی طرف سے کارکنوں کی بعض اسامیوں کا اشتہار شائع کرایا گیا جس کے جواب میں لاہور سے باہر کے لوگوں کی درخواستیں بھی آئیں۔ ان میں سے اصغر گونڈوی، جگر مراد آبادی اور یگانہ کا انتخاب کیا گیا۔☆[10] اور یہ تینوں ۱۹۲۶ء کے شروع میں لاہور آگئے اور ایک ہی مکان میں مقیم ہوئے۔ بعد میں جب یگانہ نے اہل خانہ کو لاہور بلا لیا تو وہ الگ مکان میں منتقل ہوگئے۔

لاہور میں یگانہ کا قیام اُن کی زندگی کا نہایت اہم واقعہ ہے۔ لاہور میں موجود تقریباً تمام اہم ادیبوں سے تعلقات قائم ہوئے۔ اشاعتی اداروں خصوصاً رسالوں سے اُن کا رابطہ ہوا۔ ''آیاتِ وجدانی'' اور ''ترانہ'' کی طباعت کی سبیل پیدا ہوئی۔ ''نیرنگِ خیال''، ''عالم گیر'' اور ''شبابِ اردو'' اور دیگر اہم رسائل میں وہ چھپنے لگے اور اِس طرح اُنھیں ہندوستان گیر شہرت حاصل ہوئی۔ اختر شیرانی اُن کے بڑے قدردان تھے۔ اُنھوں نے اپنا رسالہ ''بہارستان'' ۱۹۲۶ء میں جاری کیا۔ مئی سے اکتوبر تک کے تقریباً ہر شمارے میں اُن کی غزلیں شائع ہوئیں۔ لاہور کے جن ادیبوں سے اُن کے خصوصی مراسم تھے اُن میں بقول بلند اقبال بیگم، عبداللطیف تپش، ڈاکٹر محمد دین تاثیر، خواجہ دل محمد وغیرہ شامل تھے۔☆[11] اِن کے علاوہ عابد علی عابد اور صوفی غلام مصطفیٰ تبسم سے بھی تعلقات قائم ہوئے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ دوارکا داس شعلہ اور مالک رام سے مراسم کا آغاز ہوا۔ یہ دونوں یگانہ کے محسنوں میں تھے کہ اوّل الذکر نے تمام عمر اور ثانی الذکر نے آخری زمانے میں اُن کی مسلسل مالی مدد کی اور آڑے وقت میں کام آئے۔

لاہور میں قیام کے دوران یگانہ علامہ اقبال سے بھی ملتے رہے۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی ۱۹۲۶ء میں لاہور کی ادبی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''علامہ اقبال کے دولت کدے پر بھی گاہے گاہے جگر، اصغر، یاسؔ اور سیماب جمع ہوتے تھے۔''☆[12]

یگانہ اُس زمانے میں اقبال کے خلاف نہیں تھے۔ ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل (۱۹۲۷ء) میں اُنھوں نے اقبالؔ کا نام بڑے ادب سے ''ڈاکٹر سر محمد اقبال بالقابہٗ'' لکھا ہے اور یہ بھی:

> ''ڈاکٹر اقبال نے فلسفۂ خودی کی جو تعلیم دی ہے، وہ محض نظری حیثیت رکھتی ہے، اِس اعتبار سے اُن کی مثنوی اسرارِ خودی ہمارے علم و ادب کے لیے مایۂ ناز ہے...''☆[13]

اقبال بھی یگانہ کے قدردان تھے خصوصاً اُن کی زبان دانی کے معترف تھے۔ ایک مرتبہ زبان کے کسی معاملے میں کسی نے رہنمائی چاہی تو اقبال نے جواب میں یاسؔ اور عزیزؔ لکھنوی کے پتے لکھے اور کہا کہ ان سے رہنمائی حاصل کی جائے۔☆۱۴

اردو مرکز سے یگانہ کی وابستگی ۱۹۲۷ء کے اوائل تک رہی۔ اِس تعلق کے ختم ہونے کا سبب یہ ہے کہ میسرز عطر چند کپور نے مالی سرپرستی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور اِس ادارے کا قائم رہنا مشکل ہوگیا۔ لیکن عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ اصغرؔ اور جگرؔ سے یگانہؔ کا بگاڑ ہوگیا تھا جس کے نتیجے میں آخرالذکر کی اردو مرکز سے علاحدگی عمل میں آئی۔ خود یگانہ نے بھی ایک جگہ اِس طرف اشارہ کیا ہے۔ ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ اوّل میں فارسی غزل... گوش بر دیوارِ ما، پر تبصرہ کرتے ہوئے یگانہ اپنے ہم زاد مرزا مراد بیگ شیرازی کی زبان میں کہتے ہیں:

> ''اوّل کے تین اشعار میں غالباً اُن مکّار حاسدوں کی چشم نمائی کی گئی ہے جو یوپی سے لاہور آکر مرزا صاحب کے خلاف سازشیں کررہے تھے۔'' (ص ۱۰۵)

اردو مرکز سے علاحدگی کے بعد بھی یگانہ کچھ عرصے تک لاہور میں رہے۔ ایک صاحب تھے مولانا حفظ الرحمٰن منہاس۔ اُنھوں نے ''حفظ العلوم'' کے نام سے (اور اپنے نام کی رعایت سے بھی) ایک اُردو ان سائی کلو پی ڈیا کی ترتیب کا کام شروع کر رکھا تھا۔ اُنھوں نے چنگڑ محلے (لاہور) میں اپنا ایک مکان یگانہ کو رہائش کے لیے دیا اور اُن سے اپنے ان سائی کلو پی ڈیا کے لیے کام لینے لگے۔ مرزا فہیم بیگ چغتائی بھی منہاس صاحب کے پاس ملازم تھے۔ اور شاید اُنھیں کے ایما پر یگانہ کو یہ کام ملا تھا۔ یگانہ ان سائی کلو پی ڈیا کا کام بھی کرتے رہے اور گاہے گاہے لکھنؤ بھی جاتے رہے۔ بہ حال جولائی ۱۹۲۷ء تک لاہور میں اُن کا قیام یقینی ہے کیونکہ اس مہینے کے رسالہ ''نیرنگ خیال'' میں ''آیات وجدانی'' پر جو تبصرہ شائع ہوا ہے۔ اُس میں کتاب ملنے کے دو پتے چھپے ہیں۔ ایک تو ناشر کا پتا ہے اور دوسرا یگانہ کی قیام گاہ کا۔ مکان کا پتا

کتاب پر نہیں چھپا لہٰذا تبصرے میں یہ پتا لازماً یگانہ نے خود چھپوایا ہوگا۔ یگانہ کے قیامِ لاہور کا ایک اہم واقعہ یہ بھی ہے کہ اُن کی دوسری بیٹی مریم جہاں ۲۴/ جولائی ۱۹۲۶ء کو یہیں پیدا ہوئی۔

(۷)

گمانِ غالب ہے کہ ۱۹۲۷ء کے آخر میں یگانہ حیدرآباد دکن چلے گئے۔ حیدرآباد کے ایک شاعر مرزا محمد بہادر یاور کے دیوان ''جذباتِ یاور'' پر یگانہ نے تقریظ لکھی ہے۔ اس کے آخر میں تاریخ ۲۵/ جنوری ۱۹۲۸ء درج ہے۔ اس تقریظ میں یگانہ نے لکھا ہے:

''خاکسار نے سفر کی رواروی میں جنابِ موصوف کے دیوان کا جستہ جستہ مطالعہ کیا...''[15]

ظاہر ہے یہ تقریظ یگانہ نے حیدرآباد ہی میں لکھی ہوگی جہاں وہ ''سفر کی رواروی'' میں تھے۔ یعنی تازہ وارد تھے۔

نثار احمد مزاج (جو بعد میں نواب نثار یار جنگ ہوئے) اُس وقت رائچور کے اوّل تعلقدار تھے۔ اُن کی سفارش پر محکمۂ رجسٹریشن کے ناظم بشیر یار جنگ[16] نے انھیں عثمان آباد میں اپنے محکمے میں نقل نویس مقرر کردیا۔ ۱۸/ خورداد ۱۳۳۷ ف [= یکم ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ = ۲۲/ اپریل ۱۹۲۸ء] سے چار پانچ روز پہلے یگانہ عثمان آباد پہنچے۔[17] نقل نویسی کی خدمت باقاعدہ ملازمت نہیں تھی۔ کام کے مطابق اُجرت ملتی تھی۔ اوسط آمدنی ۲۵۔ ۳۰ روپے ماہ وار تھی۔ کبھی کبھی زیادہ بھی ہوجاتی تھی۔ یکم مئی ۱۹۲۹ء کو دوارکا داس شعلہ کو لکھتے ہیں کہ اس مہینے دو سو روپے کی آمدنی ہوئی۔[18]

۱۹۳۱ء میں کسی وقت یگانہ محکمۂ رجسٹریشن میں باقاعدہ ملازم ہوگئے۔ یہ جگہ سب رجسٹرار کی تھی۔ ایک زمانے میں یہ عہدہ اُن کے نام کا لازمی حصہ بن گیا تھا۔ جب بھی کسی رسالے میں اُن کی غزل یا مضمون چھپتا تھا، نام کے ساتھ یہ عہدہ ضرور لکھا جاتا تھا۔ یہ ایک معمولی عہدہ تھا جس کی تنخواہ آغاز میں چالیس روپے اور ۱۹۳۹ء

میں پچھتر روپے تھی۔[19]

عثمان آباد میں یگانہ ۱۹۳۳ء تک رہے۔ پھر اُن کا تبادلہ لاتور ہوگیا جہاں ۱۹۳۷ء تک اُن کا قیام رہا۔ ۱۹۳۸ء میں سیلو چلے گئے۔ ۴۲-۱۹۴۱ء میں وہ یادگیر میں تھے۔ ۱۹۴۲ء میں وہ ۵۵ برس کی عمر میں ریٹائر ہوگئے۔ (اپنے بیان کردہ سالِ پیدائش کے لحاظ سے اُنھیں ۱۹۳۹ء میں ریٹائر ہونا چاہیے تھا۔ لیکن ۱۹۴۲ء میں ریٹائر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُنھوں نے سرکاری کاغذات میں عمر تین سال کم لکھوائی ہوگی)۔

ریٹائرمنٹ کے بعد اُن کی پنشن پندرہ روپے ماہ وار مقرر ہوئی۔[20] ظاہر ہے اتنی حقیر رقم میں گھر نہیں چل سکتا تھا۔ معقول آمدنی کا کوئی ذریعہ ہونا ضروری تھا۔ لہٰذا روزگار کی تلاش میں یگانہ نے ایک مرتبہ پھر حیدرآباد دکن کا رُخ کیا۔ توقع تھی کہ یہاں کسی معقول ذریعۂ آمدنی کا انتظام ہوجائے گا مگر کئی برس امید و بیم کی کشمکش میں گزر گئے۔ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۹ء کے آخر تک کے زمانے کا بڑا حصہ اُنھوں نے حیدرآباد میں گزارا۔ چونکہ اہل و عیال لکھنؤ میں تھے، اِس لیے وہاں آتے جاتے رہے۔

۱۹۴۶ء میں وسط اپریل سے وسطِ مئی تک یگانہ بمبئی میں رہے۔ وہاں ذوالفقار علی بخاری سے کہہ کر اپنے بڑے بیٹے آغا جان کو ریڈیو میں ملازمت دلوائی اور ''گنجینہ'' کا مسودہ تیار کرکے سجاد ظہیر کو دیا تاکہ اسے کمیونسٹ پارٹی کے قومی دارالاشاعت سے چھاپا جاسکے۔ بمبئی سے وہ واپس حیدرآباد آئے۔ یہاں وہ اکتوبر کے آخر تک رہے۔ اِس دوران ''آیاتِ وجدانی'' کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا جس کی طباعت کا کام ۱۹۴۵ء سے ہو رہا تھا۔ یگانہ اکتوبر (۱۹۴۶ء) کے آخر تک حیدرآباد میں رہے اور پھر لکھنؤ چلے گئے۔

یگانہ کے بار بار حیدرآباد آنے سے خیال ہوتا ہے کہ اس میں اُن کا کوئی مالی مفاد ضرور ہوگا۔ ۸/ جون ۱۹۴۹ء کے خط میں لکھنؤ سے شعلہ کے نام لکھتے ہیں:

> ''بھئی اب تو میں پھر واپس [حیدرآباد] چلا، اگرچہ ہاتھ پاؤں کمزور ہوچکے ہیں۔ بات یہ ہے کہ تمھاری والدہ پر بہت

سختیاں گزر رہی ہیں۔ میری پنشن وہی پندرہ روپے۔ لڑکے [پاکستان میں] نوکر تو ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ بہت کم توجہ کرتے ہیں۔

میرے واپس [حیدرآباد] جانے کا بڑا سبب یہ ہے کہ کرایہ مکان دو سال -/۲۴۰ روپے کا سخت تقاضا ہو رہا ہے۔ ۲۱ر جولائی تک مہلت مانگی ہے۔ جا تو رہا ہوں لیکن یہ نہیں معلوم کہ وہاں یہ رقم کیوں کر فراہم کرسکوں گا۔ حالات بالکل بدل گئے ہیں۔ غالباً ۱۵ر جون تک روانہ ہو جاؤں گا۔''☆۲۱

حیدرآباد میں یگانہ کو کسی نہ کسی طرح تھوڑی بہت مالی آسودگی حاصل ہو جاتی ہوگی مگر مجموعی طور پر صورتِ حال نہایت مایوس کن رہی۔ مالک رام کے نام ۱۶ر جولائی ۱۹۴۶ء کے خط میں لکھتے ہیں:

''حیدرآباد میں بعض بعض حکام سے مجھ سے بھی شناسائی ہے۔ مگر یہ لوگ بس تھوڑی بہت میری شاعری ہی کی تعریف کر دیا کرتے ہیں۔ کسی کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ اس بات پر غور کرتا کہ یگانہ آخر زندہ کیوں کر ہیں۔ حالاں کہ توجہ کرتے تو کوئی نہ کوئی وظیفہ یا مدد معاش کی صورت پیدا ہوسکتی تھی۔''☆۲۲

اسی طرح ۳ر دسمبر ۱۹۴۶ء کو شعلہ کے نام کے خط میں لکھتے ہیں!

حیدرآباد میں چار سال کی مسلسل کوششوں کے باوجود کچھ بن نہ پڑا۔ مدد معاش کی کوئی صورت نہ نکلی۔ خالی ہاتھ آیا۔ اک شاعر اور مجھ ایسے شاعر کے حصے میں روایاتی ناکامی کے سوا اور کیا آ سکتا۔''☆۲۳

حیدرآباد میں روزگار کی اُمید میں یگانہ نے جو سات برس گزارے، وہ دربدری کے عالم میں گزرے۔ کبھی نواب شہید یار جنگ کے مکان کے سرونٹس کوارٹر

میں قیام رہا، کبھی غلام پنجتن کے ہاں، کبھی علی اختر حیدرآبادی کے ہاں اور کبھی سرکاری مسافر خانے میں۔ جن لوگوں سے اُمیدیں وابستہ تھیں اور پھر مایوسی ہوئی، اُن کے حوالے سے شعروں میں دل کا غبار نکال لینے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ مثلاً شہید یار جنگ لمبے تڑنگے آدمی تھے۔ حیدرآباد میں قیام کے دوران ایک غزل لکھی، اُس کا ایک شعر ہے:

قد ہُوا اتنا بڑا تو کیا ہوا
جب کوئی مشکل پڑی لمبا پڑا

یہ غزل پہلی مرتبہ رسالہ ''عالمگیر'' لاہور[☆۲۴] میں شائع ہوئی تو اِس شعر پر یہ حاشیہ لکھا:
''نو فٹے نواب اتنے لمبے تڑنگے مگر...''

یگانہ کی ایک پرانی غزل کا شعر ہے:

کس سادگی سے میں نے بڑھایا تھا دستِ شوق
ہتھے سے بدمزاج یکایک اکھڑ گیا

اس پر حیدرآباد میں بیٹھ کر یہ حاشیہ لکھا:

''اچھا تخلص ہے بدمزاج۔ شاعر بننے کا اتنا شوق ہو! کون کہتا ہے تخلص بھی نیا ملتا نہیں۔''[☆۲۵]

''بدمزاج'' کا اشارہ نواب نثار جنگ مزاج کی طرف ہے۔ یگانہ کو محکمۂ رجسٹریشن میں ملازمت انھیں کی سفارش پر ملی تھی۔ مگر ریٹائرمنٹ کے بعد شاید یہ کام نہ آئے اور ممکن ہے کسی موقع پر یگانہ نے بدمزاجی کا مظاہرہ کیا ہو۔

ریٹائرمنٹ کے بعد حیدرآباد میں جو زمانہ گزرا، اُس میں کچھ نئے لوگوں سے میل ملاقات کی صورت پیدا ہوئی جیسے علی اختر حیدآبادی، علامہ رشید ترابی، زیبا ردولوی وغیرہ۔ پرانے جاننے والوں میں فانیؔ اور نجم آفندی سے تجدید ملاقات ہوئی۔ ضیاء الحسن موسوی، نجم آفندی کے ذکر میں لکھتے ہیں:

''شام کو حکیم محمد عباس صاحب موسوی کے گھر واقع دارالشفا

کی محفلوں میں حصّہ لیتے تھے جہاں نواب شہید یار جنگ، سیّد علی رضا صاحب، سیّد علی بن کاظم صاحب، زیبا ردولوی، یگانہ چنگیزی، مہذب لکھنوی، غرض مختلف مہمان اور مقامی اہلِ کمال ادیب اور شاعر جمع ہوتے اور ہر قسم کی پرتکلف اور بے تکلف نشستیں ہوا کرتیں۔"[26]

(۸)

حیدرآباد سے واپس لکھنؤ آ کر مارچ ۱۹۵۰ء میں یگانہ نے اپنی بیٹی عامرہ بیگم کی شادی کی۔ وہ بہت خوش تھے لیکن یہ خوشی بیٹی کی شادی کی تھی، مالی حالات کی خرابی بدستور تھی۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ان کی زندگی کے آخری پانچ سال (۱۹۵۱ء تا وفات) نہایت کس مپرسی کے عالم میں گزرے۔ گوناگوں عوارض نے جن میں دمہ سرِ فہرست تھا، ان کی زندگی اجیرن کردی تھی۔ برائے نام پنشن کیا ساتھ دیتی۔ البتہ جوش ملیح آبادی کی کوششوں سے حکومت ہند نے سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کردیا، جس سے قدرے اشک شوئی ہوگئی۔

۱۹۵۱ء میں پریشانیوں میں ایک اور کا اضافہ ہوا اور وہ تھی کرب ناک تنہائی۔ دونوں بیٹے اور بڑی بیٹی پاکستان جاچکے تھے۔ باقی دونوں بیٹیاں اپنے اپنے گھروں میں تھیں۔ ۲۳؍ جولائی ۱۹۵۱ء کو بیگم یگانہ بھی پاکستان چلی گئیں۔ یگانہ اس تنہائی کی تاب نہ لا سکے اور ۲۸؍ اگست ۱۹۵۱ء کو وہ خود بھی پاکستان جاپہنچے۔[27] کچھ دنوں کراچی میں رہے اور پھر بڑے بیٹے آغا جان سے ملنے پشاور گئے (جو ریڈیو پاکستان پشاور میں کام کرتے تھے) اور پھر چھوٹے بیٹے مرزا حیدر بیگ سے ملنے کاکول گئے (جو ملٹری اکیڈمی کاکول میں لیبارٹری اسسٹنٹ تھے)۔ وہیں فیصلہ کیا کہ لاہور کے راستے ہندوستان واپس چلے جائیں۔ لیکن جب وہ لاہور پہنچے تو انھیں گرفتار کرلیا گیا کیونکہ انھیں پاکستان آنے کا جو پرمٹ ملا تھا وہ صرف کراچی کے لیے تھا۔ انھیں کراچی ہی سے کھوکھراپار کے راستے ہندوستان جانا چاہیے تھا۔ لاہور میں ان کی موجودگی غیر قانونی

تھی۔ یگانہ ۲۱/ روز جیل میں رہے۔[۲۸] اِس کے بعد ۲/ دسمبر ۱۹۵۱ء کو اُنھیں عدالت میں پیش کیا گیا۔ جرم ثابت ہونے پر اُنھیں قید تا برخاستِ عدالت کی سزا ہوئی۔[۲۹]

رہائی کے بعد یگانہ لاہور سے کراچی واپس آگئے۔ اِس دوران پرمٹ کی میعاد ختم ہوچکی تھی۔ اُس زمانے کے قانون کے مطابق ہندوستانی شہریوں کا پرمٹ کی میعاد ختم ہونے سے پہلے ہندوستان واپس جانا ضروری تھا، ورنہ اُن کی ہندوستانی شہریت ختم ہوجاتی تھی۔ اب یہ نئی صورتِ حال بے حد پریشان کُن تھی۔ یگانہ اپنے وطن واپس جانا چاہتے تھے لیکن وہ اب اپنے وطن کی شہریت گنوا چکے تھے۔ اُنھوں نے واپسی کے لیے تگ و دو شروع کی۔ ہندوستانی ہائی کمیشن کے ایک ہمدرد پرمٹ آفیسر کے ذریعے یگانہ نے ہندوستان واپسی کا اجازت نامہ منگوایا اور بعد از خرابیِ بسیار ۱۷/ اپریل ۱۹۵۲ء کو بذریعہ ہوائی جہاز دہلی پہنچے۔ وہاں ایک روز ٹھہرنے کے بعد ۱۹/ اپریل کو لکھنؤ پہنچ گئے۔[۳۰]

پاکستان میں تقریباً سات ماہ کے قیام نے اُن کی صحت کو بے حد نقصان پہنچایا۔ مکتوب مورخہ ۱۹/ مئی ۱۹۵۲ء بنام مالک رامؔ میں لکھتے ہیں:

> ''۲۷/ اپریل سے بخار آنے لگا۔ ڈاکٹر کا علاج شروع کیا۔ بخار تو خیر جاتا رہا مگر کھانسی اور تنفس کا جو مرض ہے، جو سات مہینے تک پاکستان میں اور زور پکڑتا گیا، اُس میں کوئی افاقہ محسوس نہیں ہوتا۔ سینہ نہایت کمزور، ٹانگوں میں معلوم ہوتا ہے دم نہیں رہا... میں اب تک اپنے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ بہرحال تنہا ہوں، آس پاس کوئی نہیں مگر خوشی سے مرنے کے لیے تیار ہوں۔ بن پڑے تو کچھ خرچ کے لیے بھی بھیج دیجیے...''[۳۱]

بیماری، تنہائی اور مالی پریشانیوں نے یگانہ کی انا اور کج کلاہی کو بھی ختم کردیا۔ مالک رام کے سامنے وہ دستِ سوال اس طرح دراز کرتے ہیں جیسے یہ کوئی خاص بات نہ ہو!

۱۹۵۳ء آیا تو یہ یگانہ کی زندگی کا بدترین سال تھا۔ بڑھاپے، تنہائی اور مسلسل بیماری نے یگانہ کی ذہنی صحت کو بھی متاثر کیا۔ اسی متزلزل ذہنی کیفیت میں اُنھوں نے کچھ قابلِ اعتراض رباعیاں لکھیں اور مختلف اخبارات کو بھیج دیں۔ ایک ہفتہ وار اخبار نے یگانہ کی قابلِ اعتراض رباعیاں جزواً شائع کر دیں اور سخت مذمتی اداریہ لکھا۔ ایک روزنامے نے اِس معاملے کو اُچھالا جس کا نہایت افسوس ناک نتیجہ نکلا۔ ۷۰ سالہ بوڑھے اور بیمار شخص کو جس ذہنی حالت بھی درست نہیں تھی، سرِ بازار رسوا کیا گیا۔ پولیس کی مداخلت سے جان بچ گئی ورنہ رسوا کرنے والوں نے معاملے کو آخری حد تک پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

مصیبت پر مصیبت یہ آئی کہ یگانہ لکھنؤ کے جس مکان (سلطان بہادر روڈ، منصور نگر) میں سولہ برسوں سے قیام پذیر تھے، اُسے اہلِ محلہ کے خراب رویے کی وجہ سے چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ ۲؍ جولائی ۱۹۵۳ء کو وہ مکان کو مقفل کر کے اپنے ہم زلف نثار حسین کے مکان (واقع شاہ گنج) میں منتقل ہو گئے۔ ۱۲؍ جولائی کو اہلِ محلہ نے تالا توڑ کر یگانہ کے مکان پر قبضہ کر لیا اور تمام سامان لوٹ لیا۔ اس سامان میں یگانہ کی کتابیں اور مسودات بھی تھے۔[۲۲]

بیگم یگانہ پاکستان میں تھیں۔ یگانہ چاہتے تھے کہ وہ لکھنؤ واپس آ جائیں۔ ۴؍ اپریل ۱۹۵۳ء کو وہ لکھنؤ واپس آئیں۔ اُس وقت تک وہ ہندوستانی قومیت ترک کر کے پاکستانی شہری بن چکی تھیں۔ اس حیثیت میں وہ ہندوستان میں بلا روک ٹوک مستقل طور پر قیام نہیں کر سکتی تھیں۔ قیام کی اجازت ایک محدود عرصے کے لیے ہوتی تھی جس میں توسیع کی ضرورت رہتی تھی۔ یہ سال اور اگلا پورا سال (۱۹۵۴ء) انھیں پریشانیوں میں گزرا۔ یگانہ کی صحت بھی خراب سے خراب تر ہوتی گئی۔

۱۹۵۵ء کا آغاز نئی پریشانیوں سے ہوا۔ ۱۳؍ مارچ ۱۹۵۵ء کو یگانہ شعلہ کے نام خط میں لکھتے ہیں:

"جلد آؤ اور آ کر دیکھو کہ میں جسمانی آزمائشوں کے علاوہ

رہائش اور اپنے حالات کے اعتبار سے کیا کیا امتحان دے رہا ہوں اور بحمداللہ اب تک ثابت قدم ہوں۔ کتنا خوف ناک مستقبل ہے۔"☆۴۴

اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بیگم یگانہ کا رویہ تبدیل ہوگیا اور اُن کا سلوک یگانہ کے لیے ناقابلِ برداشت ہوگیا۔ یہ درد ناک داستان یگانہ ہی کی زبان سے سُننے کے لائق ہے۔ اپنے بڑے بیٹے آغا جان کے نام ۲۲ر ستمبر ۱۹۵۵ء کے خط میں لکھتے ہیں:

تمھاری اماں جان نے مجھے اتنا عاجز کیا کہ میں تنگ ہوکر پروفیسر مسعود حسن صاحب کے باغ کے ایک حجرے میں آگے چھپّر ڈال کر ٹھہر گیا۔ ۱۵ر جون [۱۹۵۵ء] کو... آخرِ جولائی سے بارش کی شدت ہونے لگی۔ اور یہاں طبیعت کا یہ حال کہ دو قدم چل نہیں سکتا۔ پیٹ میں سانس نہیں سماتی۔ گھڑی گھڑی نڈھال ہوکر پلنگ پر کروٹیں بدلتا رہتا ہوں۔ ایک بڈھا نوکر مل گیا جو خبرگیری کرتا تھا۔ مگر جب کھانے پینے کے لیے باہر چلا جاتا تھا تو پھر میں اکیلا رہ جاتا، پھر خدا یاد آجاتا۔ آس پاس کوئی نہیں۔ جب حالت زیادہ خراب ہوگئی تو پھر میں یہیں پہلے مکان میں واپس آگیا... تمھاری اماں میری اس چند روزہ زندگی سے اتنی بیزار ہیں کہ میرا ساتھ رہنا انھیں گوارا ہی نہیں۔ تم یہاں کیوں آئے، میرے ٹھکانے پر کیوں آئے، جب جانتے تھے کہ میں یہاں رہتی ہوں تو کیوں آئے... میں شہنشاہ حسین وکیل کے مکان میں... رہتا تھا، وہاں سے دو بار مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی آئیں۔ خیر اب شہر میں سجاد حسین کی بیوی کراچی جانے لگیں تو تمھاری اماں بھی اُٹھ کھڑی ہوئیں اور ہمیشہ کے لیے مجھے تنہا چھوڑ گئیں... اس سن میں ایسے مریض کو اس طرح مارنا چاہا کہ پانی

دینے والا بھی نہ ہو۔ بار بار فرماتی تھیں کہ اب مزہ مل جائے گا تنہائی کا۔ نہایت کرب و ایذا میں ہوں...[۳۴]

یہ اُس بیوی کا رویّہ تھا جس کی محبت میں یگانہ زندگی بھر سرشار رہے اور جس کی مدح سرائی اُنھوں نے اپنی متعدد تحریروں میں کی ہے۔ خدا جانے ایسے کیا حالات ہوئے جو بیوی کا رویہ یکسر بدل گیا۔

یگانہ ۱۵/ جون سے ۹/ اگست ۱۹۵۵ء تک پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کے گھر پر رہے۔ ۹/ ستمبر ۱۹۵۵ء کو شعلہ کے نام کے خط میں لکھتے ہیں:

"وہاں پروفیسر مسعود حسن کے باغ میں چھپر ڈال کر ایک مہینہ چوبیس دن رہا مگر برسات کا زور بندھا تو پھر میں زمین پر نہ تھا، آب و گل میں پڑا تھا اور مرض کی شدت نے اور زیادہ پریشان کیا۔ آخر مجبور ہوکر ۹/ اگست کو پھر یہاں چلا آیا۔ کیا کہوں صبح سے شام اور شام سے صبح کیوں کر ہوتی ہے۔ دن میں کئی بار حالت خراب ہوجاتی ہے۔ وہ تو چالیس برس کا ساتھ چھوڑ کر کراچی روانہ ہوگئیں... دن کو خیر ایک آدھ آدمی خبر گیری کر لیتے ہیں مگر ہر وقت کون خبر لے۔ حالت نازک ہوتی جارہی ہے..."[۳۵]

یگانہ کی حالت نازک سے نازک تر ہوتی گئی۔ ۱۹۵۶ء طلوع ہوا تو اُنھوں نے نئے سال کا پہلا اور زندگی کا آخری خط ۱۴/ جنوری کو آغا جان کے نام لکھا:

"جانِ پدر، سلامت رہو۔

پاؤں میں ورم آگیا گھٹنوں تک۔ موت کے سوا کوئی مسئلہ پیشِ نظر نہیں ہے۔ خدا حافظ۔ یگانہ۔"[۳۶]

لیکن موت مسئلہ نہیں تھی، یگانہ کو درپیش تمام مسائل کا حل تھی۔ سو وہ لمحہ بھی مذکورہ خط لکھنے کے صرف بیس دن بعد آ ہی گیا!

راہی معصوم رضا نے سیّد مسعود حسن رضوی کے حوالے سے لکھا ہے:

> ''آخری رات آئی تو اُس وقت یگانہ کے ساتھ تین حضرات تھے۔ یہ لوگ رات کو ٹھہرنا چاہتے تھے مگر یگانہ نے اُنھیں رخصت کردیا۔ ہاں جانے سے پہلے اُن کی موجودگی میں کلمہ پڑھ کر اُنھوں نے سوال کیا: میں مسلمان ہوں؟ میں شیعہ ہوں؟ جب اِن تینوں حضرات نے اقرار کرلیا تب اُنھوں نے اُن لوگوں کو رخصت کر دیا۔''☆۳۷

یہ آخری رات ۳ و ۴ فروری ۱۹۵۶ء کی درمیانی رات تھی۔ ۴؍ فروری کو کربلائے منشی تفضّل حسین (وکٹوریا گنج) میں تدفین عمل میں آئی۔ ''جنازے میں بمشکل بارہ آدمی شریک تھے۔''☆۳۸

(۱۰)

یگانہ نے اپنی ایک بیاض (بیاض شمار:۲، مملوکۂ بلند اقبال بیگم) میں ''تفصیلِ ولادت'' کے عنوان کے تحت اپنے بچوں کی ولادت کے بارے میں مندرجۂ ذیل تفصیلات درج کی ہیں (ایک جگہ قلابین میں عیسوی تاریخ راقم کا اضافہ ہے):

۱۔ بلند اقبال حُسن بانو۔ ۴/۵ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ مطابق ۳؍ اکتوبر ۱۹۱۶ء، وقت آٹھ بجے دن، یوم سہ شنبہ، مقام جھوائی ٹولہ، لکھنؤ۔

۲۔ آغا جان۔ ۲۳؍ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء، یوم دوشنبہ، ۹ بجے شب، مقام باغ قاضی، لکھنؤ۔

۳۔ اُمِ صغریٰ۔ یکم فروری ۱۹۲۴ء مطابق ۱۳۴۲ھ، یوم جمعہ، وقت صبح، مقام شاہ گنج، لکھنؤ۔ وفات یکم محرم ۱۳۴۸ھ [مطابق ۹؍ جون ۱۹۲۹ء] شاہ گنج، لکھنؤ۔

۴۔ مریم جہاں۔ ۱۳؍ محرم ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۴؍ جولائی ۲۶ء، یوم شنبہ، دو بجے دن، لاہور۔

۵۔ حیدر بیگ۔ شب یک شنبہ، ۱۷؍ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۷؍ مئی ۱۹۳۰ء، عثمان آباد۔

۶۔ عامرہ بیگم۔ یوم سہ شنبہ پونے پانچ بجے صبح، ۱۴؍محرم ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۷؍جون ۱۹۳۱ء مطابق ۲؍تیر ۴۰ ف، الٰہی مقام، عثمان آباد۔

ایک بچہ آغا شکوہ نامی، بلند اقبال حُسن بانو سے پہلے پیدا ہوا تھا، بروایت بلند اقبال، وہ ۱۵۔ ۲۰ دن کا ہوکر رحلت پا گیا۔ یگانہ نے اپنی اولاد کی مذکورہ فہرست میں اُسے شامل نہیں کیا۔ لیکن آیاتِ وجدانی طبع اوّل وطبع سوم میں جو خاندانی شجرے دیے ہیں، اُن میں آغا شکوہ کا نام شامل ہے۔

بلند اقبال بیگم، یگانہ کی بڑی بیٹی ہیں۔ بقولِ خود اُن کا نام حُسن بانو اور عرفیت بلند اقبال ہے۔ وہ ادبی حلقوں میں اپنے مضمون ''بھائی ابا'' کے حوالے سے اچھی طرح پہچانی جاتی ہیں۔ یہ یگانہ کا بہترین شخصی خاکہ ہے۔ اس مضمون پر اُنھوں نے اپنا نام ''بلند اقبال بیگم'' لکھا ہے۔ اُن کی شادی شہریار مرزا چغتائی سے ہوئی تھی اور وہ قیامِ پاکستان کے کچھ عرصے بعد اپنے خاندان کے ساتھ کراچی آ گئی تھیں۔ پاکستان ایئرفورس کے ایئر مارشل پرویز اقبال مرزا انھیں کے بیٹے ہیں۔ بلند اقبال بیگم کی وفات مارچ ۲۰۰۰ء میں کراچی میں ہوئی۔

بلند اقبال بیگم کے بعد آغا جان تھے۔ یگانہ نے مذکورہ بیاض میں آغا جان کی پیدائش کی ہجری تاریخ بقید تاریخ و ماہ و سنہ مکمل لکھی ہے لیکن عیسوی صرف سنہ (۱۹۲۰ء) لکھا ہے۔ یہ سنِ عیسوی، سنہ ہجری سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ہجری تاریخ کی مطابقت ۲۸؍اگست ۱۹۲۱ء سے ہوتی ہے۔ اور یہی درست ہے کیونکہ بقول بلند اقبال بیگم، آغا جان اُن سے پانچ سال چھوٹے تھے۔ آغا جان آل انڈیا ریڈیو اور پھر ریڈیو پاکستان سے بطور براڈ کاسٹر (اناؤنسر) وابستہ رہے۔ جولائی ۱۹۸۵ء میں ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ بعد میں بھی ۱۹۸۹ء تک ریڈیو پاکستان سے کسی نہ کسی طرح کی وابستگی رہی۔ طویل علالت کے بعد یکم مئی ۱۹۹۰ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔ انھیں علمی و ادبی ذوق ورثے میں ملا تھا۔ خصوصاً زبان وقواعدِ زبان کے مسائل پر گہری نظر تھی۔ اُن کے متعدد مضامین رسائل میں شائع ہوئے ہیں جو زیادہ تر زبان وقواعد سے متعلق ہیں۔

امِ صغریٰ پانچ برس کی تھی کہ لکھنؤ میں اُس کا انتقال ہوگیا۔ یگانہ اُس وقت عثمان آباد میں تھے۔ یگانہ کو اِس بچی کی موت کا قلق ساری زندگی رہا۔ اُنھوں نے اُس کی یاد میں غزل کے چند شعر (آیاتِ وجدانی، طبع سوم، غزل : ۵۴) اور ایک رباعی (غیر مدوّن کلام، رباعی : ۳۳) لکھی ہے۔

مریم جہاں کی شادی ابنِ علی سے ہوئی۔ یہ اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ پونے میں مقیم ہیں۔

مرزا حیدر بیگ یگانہ کے دوسرے بیٹے ہیں۔ یہ ۱۹۴۹ء میں پاکستان آگئے تھے۔ اب ایک عرصے سے کنیڈا میں مقیم ہیں۔

عامرہ بیگم سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔ ان کی شادی اپنے ماموں زاد مرزا محمد عالم سے ہوئی تھی۔ یہ بھی پاکستان آگئی تھیں۔

(۱۱)

یگانہ نے عجیب طبیعت پائی تھی۔ اُنھیں اہلِ زبان ہونے پر اصرار تھا اور اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ وہ اہلِ زبان تھے، لیکن اس پر بھی اصرار تھا کہ اُنھیں لکھنوی سمجھا جائے۔ پہلے وہ اپنے نام کے ساتھ صرف ''عظیم آبادی'' لکھا کرتے تھے۔ پھر اِس کے ساتھ لکھنوی بھی لکھنے لگے اور آگے چل کر صرف لکھنوی رہ گئے۔ (آیاتِ وجدانی، طبع اوّل کے سرورق پر ''میرزا یگانہ لکھنوی'' ہی لکھا ہے)۔ لکھنؤ میں ایک طویل عرصے تک قیام کے بعد اُنھیں لکھنوی کہلانے کا حق حاصل تھا، مگر اُن کا عظیم آبادی ہونے سے انکار کرنا، ایک سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ عظیم آبادی ہونے سے اپنی برأت کا اظہار اُنھوں نے ۱۸۔ ۱۹۱۷ء ہی میں کردیا تھا جب اُنھوں نے اپنی خود نوشت لکھی تھی۔ لکھتے ہیں:

> ''جن لوگوں کو مجھ سے بات چیت کا اتفاق ہوا ہے، وہ کیا فرما سکتے ہیں کہ میرے لب و لہجہ اور میری گفتگو میں اور اہلِ زبان کی بول چال میں کوئی فرق ہے۔ آج تیرہ برس سے لکھنؤ

میں رہتا ہوں اور میرے ساتھ عظیم آباد کا کوئی شخص بھی لکھنؤ نہیں آیا۔ مجھے تو جن لوگوں سے معاشرت ہے، وہ یا تو میرے اعزہ ہیں جو شرفائے لکھنؤ میں سے ہیں یا میرے احباب جو شعرائے لکھنؤ میں ہیں۔ مجھے تو اب عظیم آباد کا کوئی محاورہ بھی یاد نہیں رہا۔'' ☆۳۹

اپنے وطن اور وہاں کی زبان سے برأت کا یہ اظہار احساسِ کمتری کا غماز ہے۔ اہلِ زبان ہونے کا دعویٰ عظیم آبادی ہوتے ہوئے بھی کیا جاسکتا تھا۔ یگانہ جیسے لوگ کسی خطے سے بھی تعلق رکھیں، اُن کی قدر و قیمت اُن کی اپنی ذات سے ہوتی ہے۔ کسی مخصوص خطے سے تعلق ہونا نہ ہونا، کوئی معنی نہیں رکھتا۔

(۱۲)

جس طرح شعرائے لکھنؤ کی مخالفت نے یگانہ کو ''عظیم آبادی'' سے ''لکھنوی'' بنا دیا، کچھ اسی قسم کا معاملہ تخلص کے ساتھ بھی پیش آیا۔ پہلے ''یاس'' تھے، پھر ''یاس یگانہ'' ہوئے اور آخر میں صرف ''یگانہ'' رہ گئے۔ یگانہ کے ہم زاد مرزا مراد بیگ شیرازی لکھتے ہیں:

''پہلے یاس تخلص کرتے تھے مگر بعد میں شعرائے لکھنؤ کی لاگ یگانہ تخلص کرنے کا باعث ہوئی۔'' ☆۴۰

مرزا مراد بیگ شیرازی یہ بھی بتاتے ہیں کہ ۱۹۲۰ء میں یگانہ نے مشہور ''قطعۂ فخریہ'' لکھ کر اخبار ''ہمدم'' لکھنؤ میں چھپوایا تو شعرائے لکھنؤ چراغ پا ہوگئے۔ یگانہ نے اُنھیں مزید جلانے کے لیے قطعے میں اِس شعر کا اضافہ کردیا:

لکھنؤ کے فیض سے دو دو ہیں سہرے میرے سر
اک تو استادِ یگانہ دوسرے داماد ہوں

''یاس کے ساتھ یگانہ تخلص کرنے کی بنیاد یہیں سے پڑتی ہے۔'' ☆۴۱ گویا ۲۱-۱۹۲۰ء میں تخلص کی تبدیلی عمل میں آئی۔ لیکن اسے ''تبدیلی'' نہیں ''اضافہ'' کہنا چاہیے

کیوں کہ دونوں تخلص بیک وقت استعمال ہوتے رہے۔ جنوری ۱۹۲۵ء میں مارہرہ سے رسالہ ''صحیفہ'' شائع کیا تو اُس پر ''یاس یگانہ لکھنوی عظیم آبادی'' ہی لکھا تھا۔ لیکن ۱۹۲۷ء (سالِ اشاعت ''آیات وجدانی'' طبع اوّل) میں یاسؔ تخلص بالکل ترک کردیا۔ آخر آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ کوئی انھیں ''یاس'' لکھتا تھا تو پسند نہیں کرتے تھے۔ من موہن تلخ کے نام کے ایک خط میں یاسؔ لکھنے سے منع کیا ہے۔[☆۴۲]

(۱۳)

یگانہ کو اپنے نام کے ساتھ طرح طرح کے سابقے اور لاحقے استعمال کرنے کا بے حد شوق تھا۔ کبھی وہ امام الغزل بن جاتے، کبھی خداوندِ معانی اور کبھی ابوالمعانی۔ اپنے آپ کو مجاہد العصر اور غالب جنگ بھی کہتے تھے۔ لیکن ''ابوالمعانی'' اور ''امام الغزل'' پسندیدہ القابات تھے۔ ''ابوالمعانی'' وہ ۱۹۲۳ء میں بن گئے تھے جب رسالہ ''صلائے عام'' دہلی کے اپریل ۱۹۲۳ء کے شمارے میں اُن کا ایک مراسلہ شائع ہوا تھا۔ ''غالب شکن'' کی دونوں اشاعتوں میں اُن کے نام سے پہلے ''امام الغزل'' لکھا ہے۔ ۱۹۵۱ء میں جب اُنھوں نے ''گنجینہ'' (قلمی) کا مسودہ تیار کیا تو اُس کے سرورق پر اپنے قلم سے اپنے نام سے پہلے یہی لقب لکھا۔ اسی مسودے میں شامل ایک غزل کا مقطع ہے:

یگانہ بنے یا امام الغزل
وہ جو کچھ بنے، بنتے بنتے بنے

نام کے ساتھ ''چنگیزی'' کا اضافہ پہلی مرتبہ ۱۹۳۲ء میں نظر آتا ہے۔[☆۴۳] پھر ۱۹۳۳ء میں ''ترانہ'' کے سرورق پر وہ ''چنگیزی'' بن کر سامنے آئے۔ ''ترانہ'' کا انتساب بھی چنگیز خاں کے نام ہے جسے یگانہ ''پیغمبر قہر و عذاب'' اور ''شہنشاہِ بنی آدم'' سمجھتے تھے۔ دراصل چنگیز خاں سے عقیدت اور وابستگی کا یہ اظہار حریفوں کو دہلانے کا ایک حربہ تھا۔ اس سلسلے میں ایک مرتبہ یگانہ نے یہ دلچسپ بات کہی تھی:

''جس طرح چنگیز نے اپنی تلوار سے دنیا کا صفایا کردیا تھا، اسی طرح جب سے میں نے غالب پرستوں کا صفایا کرنے کا تہیہ کیا ہے، یہ لقب اختیار کرلیا ہے۔''[☆۴۴]

(۱۴)

یگانہ مشاعروں کے بے حد شائق تھے۔ وہ نہ صرف لکھنؤ اور مضافاتِ لکھنؤ کے بلکہ دوسرے شہروں کے مشاعروں میں بھی کثرت سے شرکت کرتے تھے۔ اور بعض اوقات دور دراز کے سفر سے بھی اجتناب نہ کرتے تھے۔ یہ مشاعرے طرحی بھی ہوتے تھے اور غیرطرحی بھی۔ ''نشترِ یاس'' اور ''آیاتِ وجدانی'' (طبع اوّل) کی غزلوں کا بڑا حصہ مشاعروں کی طرحوں ہی میں طبع آزمائی کا نتیجہ ہے۔ حد تو یہ ہے کہ یگانہ کی بہترین غزلیں بھی مشاعروں کی طرحوں میں ہیں۔

اِسی طرح رسائل میں بھی وہ کثرت سے شائع ہوتے تھے۔ کلام کے علاوہ بے شمار مضامین اِنھیں رسالوں کے ذریعے منظرِ عام پر آئے۔ برصغیر کے مختلف شہروں سے نکلنے والے رسائل سے یگانہ کا مستقل رابطہ تھا اور بعض رسائل کے تو تقریباً ہر شمارے میں لکھتے تھے۔ جیسے رسالہ ''نظارہ'' میرٹھ اور رسالہ ''جادو'' ہاپوڑ و میرٹھ۔

(۱۵)

کلیات میں ''مآخذ'' کے عنوان کے تحت یگانہ کی تصانیف کی مفصل سنہ وار فہرست دی جارہی ہے۔ یہاں بعض دوسرے امور کا ذکر کیا جاتا ہے۔

شاعری کے ساتھ مضمون نگاری کا شغل بھی زندگی بھر جاری رہا۔ یگانہ نے علمی و ادبی موضوعات پر خاصی تعداد میں مضامین لکھے ہیں۔ انگریزی کی بعض تحریروں کو اردو میں منتقل بھی کیا ہے۔ نیز انشائیہ نما تحریریں بھی خاصی تعداد میں ملتی ہیں۔ اپنے نام ہی سے نہیں، فرضی ناموں سے بھی یگانہ لکھتے رہتے تھے۔ اور یہ ضرورت عموماً اُس وقت پیش آتی تھی جب اُنھیں اپنی تعریف کرنا ہوتی تھی۔ یگانہ نے فرضی ناموں سے اپنی تعریف میں اتنا کچھ لکھا ہے کہ ''در مدحِ خود'' کے نام سے ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

یگانہ کے بعض علمی مضامین اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد ہیں، خصوصاً وہ مضامین جو میر تقی میرؔ اور عرفیؔ کے مطبوعہ کلام کی تصحیح سے متعلق ہیں۔ زبان و قواعد کے

مسائل پر بھی یگانہ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ شعرائے بہار پر بھی کئی عمدہ تنقیدی و تحقیقی مضامین موجود ہیں۔ راقم الحروف نے اب تک یگانہ کے ایک سو سے زاید مضامین جمع کرلیے ہیں اور متعدد مضامین کی اشاعت کا سراغ مل چکا ہے مگر ابھی تک دستیاب نہیں ہوئے۔

یگانہ کی دو مستقبل تصانیف بھی غیر مطبوعہ ہیں۔ ایک تو خودنوشت ہے جس کا تفصیلی تعارف ''مآخذ'' کے تحت کرایا گیا ہے اور دوسری اقبال کے بارے میں ''غالب شکن'' جیسا کتابچہ ہے جس میں یگانہ نے اقبال سے متعلق اپنی چند تحریریں اور رباعیات یکجا کی ہیں مگر افسوس اِس کتابچے میں شایستگی ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ خصوصاً رباعیات میں فحاشی کا عنصر انھیں بازاری اور عامیانہ بنا دیتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ کتابچے کا نام بھی فحاشی کا آئینہ دار ہے۔

یگانہ کے خطوط بھی خاصی تعداد میں دستیاب ہوئے ہیں۔ دوارکا داس شعلہؔ کے نام ۹۵ خط راقم الحروف نے ''تخلیقی ادب'' ۲: میں شایع کردیے تھے۔ بہت سے خطوط مختلف کتابوں اور رسالوں میں ملتے ہیں اور ایک خاصی بڑی تعداد غیر مطبوعہ خطوط کی بھی ہے۔ راقم نے تقریباً تین سو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ خطوط جمع کیے ہیں، مزید کی توقع ہے۔ یہ معلوم ہے کہ خطوط کہاں کہاں سے دستیاب ہوسکتے ہیں مگر ابھی اُن تک رسائی نہیں ہوئی۔

حواشی

۱۔ مضمون: ''مرزا یگانہ چنگیزی۔ میرا ذاتی تاثر'' از منور لکھنوی، ماہنامہ ''ہمایوں'' دہلی (ایڈیٹر: تاجور سامری) اپریل ۱۹۶۷ء، ص۲۴۳۔

۲۔ مراسلہ بہ عنوان: ''کار امروز (لکھنؤ کا ماہانہ ادبی رسالہ) پیغام عمل'' مورخہ ۴؍ نومبر ۱۹۲۰ء، اصح المطابع، لکھنؤ۔ ص۲

۳۔ مضمون: ''بھائی ابا'' از بلند اقبال بیگم، کتابی سلسلہ ''تخلیقی ادب'' شمارہ ۲، کراچی ۱۹۸۰ء، ص۳۹۷۔

۴۔ مضمون: ''مرزا یگانہ چنگیزی۔ میرا ذاتی تاثر'' محولۂ بالا، ص ۲۴۱

۵۔ ''فانی بدایونی، حیات، شخصیت اور شاعری'' از: ڈاکٹر مغنی تبسم، حیدرآباد دکن، ۱۹۶۹ء، ص ۵۱۔۵۰

۶۔ رک: زیر نظر کلیات۔ گنجینہ قلمی، رباعی: ۵۔۲۷۔ غیر مدوّن کلام، رباعی: ۳۲۔

۷۔ مکتوب یگانہ بنام جگر بریلوی از اٹاوہ، مورخہ ۱۱؍ فروری ۱۹۲۵ء، مملوکہ شمس بدایونی (یہ خط عکس کی صورت میں راقم کے پیش نظر ہے)

۸۔ مضمون: ''بھائی ابا'' محولۂ بالا، ص۳۹۸

۹۔ اشتہار منجانب میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز، لاہور، ماہ نامہ ''زمانہ'' کان پور، شمارہ دسمبر ۱۹۲۹ء (آخری صفحات میں جن پر کوئی صفحہ نمبر درج نہیں ہے)

۱۰۔ مضمون: ''جگر لاہور میں'' از رام منوہر سہائے انور، ماہ نامہ ''نگارش'' امرت سر، جگر نمبر ۱۹۶۱ء، ص۳۲۔۳۶

۱۱۔ مضمون: ''بھائی ابا'' از بلند اقبال بیگم، محولۂ بالا، ص۳۹۸

۱۲۔ شخصی خاکہ: ''اختر شیرانی'' مشمولہ کتاب ''چند یادیں چند تاثرات'' از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص۹۶

۱۳۔ آیاتِ وجدانی، طبع اوّل، لاہور ۱۹۲۷ء، ص۵۶

۱۴۔ مکتوبِ اقبال بنام ماسٹر طالع محمد، مورخہ ۱۸؍ جون ۱۹۳۱ء، اقبال نامہ مرتبہ شیخ عطاء اللہ، حصہ دوم، لاہور، ۱۹۵۱ء، ص ۲۲۷

۱۵۔ ''جذبات یاور'' از مرزا بہادر یاور، مطبع انوار الاسلام حیدر آباد دکن، ۱۹۲۷ء، ص۲۶۲ (تقریظ کتاب کے آخر میں ہے۔ کتاب پر سال طباعت ۱۹۲۷ء درج ہے۔ یگانہ نے مطبوعہ کتاب دیکھ کر ہی تقریظ لکھی ہوگی۔ اس لیے اس پر ۲۵؍ جنوری ۱۹۲۸ء کی تاریخ درج ہے)

۱۶۔ ۱۹۳۳ء میں بشیر یار جنگ کا انتقال ہوا تو یگانہ نے اُن کی یاد میں دو رباعیاں لکھیں۔ (رک: زیرنظر کلیات، آیاتِ وجدانی، طبع دوم، رباعی شمار: ۱۲۳ و ۱۲۴)

۱۷۔ مکتوب یاور علی تنخج، مورخہ ۱۹؍ خورداد ۱۳۴۳ ف بنام صفی اورنگ آبادی، مخزونہ ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد دکن (میرے پیش نظر اس خط کا عکس ہے جو جناب شفقت رضوی نے جناب محمد نورالدین خان (حیدر آباد دکن) کے ذریعے حاصل کر کے عنایت کیا۔ میں ان دونوں کرم فرماؤں کا شکر گزار ہوں۔ فصلی تاریخ کی ہجری و عیسوی تاریخوں سے مطابقت بھی جناب شفقت رضوی نے کی ہے۔

۱۸۔ تخلیقی ادب، محولۂ بالا، ص۴۷۵

۱۹۔ مضمون: ''یہ تیس برس کا قصہ ہے'' از دوارکا داس شعلہ، مشمولہ ''تخلیقی ادب'' محولۂ بالا، ص۴۲۲ و ۴۲۹

۲۰۔ خط بنام دوارکا داس شعلہ مورخہ ۲۰؍ مارچ ۱۹۴۹ء، ''تخلیقی ادب'' محولۂ بالا، ص۴۹۶

۲۱۔ تخلیقی ادب، محولۂ بالا، ص۴۹۷۔۹۸

۲۲۔ رسالہ ''نقوش'' لاہور 'مکاتیب نمبر' جلد دوم، شمارہ: ۶۵ و ۶۶، نومبر ۱۹۵۷ء، ص۷۰۔۸

۲۳۔ تخلیقی ادب، محولۂ بالا، ص۴۹۱

۲۴۔ ''خاص نمبر'' ۱۹۴۴ء، ص۲۹

۲۵۔ آیات وجدانی، طبع سوم، ص۸۱

۲۶۔ مضمون: ''نجم آفندی ایک مطالعہ'' مشمولہ مجلہ ''انجم'' کراچی، ۱۹۷۷ء، ص۱۲۸۔۹

۲۷۔ خط بنام مالک رام مورخہ ۱۹؍ مئی ۱۹۵۲ء، رسالہ ''نقوش'' لاہور 'مکاتیب نمبر' جلد دوم، محولۂ بالا، ص۷۱۱

۲۸۔ شخصی خاکہ: ''یگانہ چنگیزی'' مشمولہ کتاب ''جناب'' از محمد طفیل، لاہور، ۱۹۶۱ء، ص۱۴۷

۲۹۔ عدالت میں یگانہ کی پیشی اور سزا کی خبر روزنامہ ''جنگ'' کراچی میں ۵/ دسمبر ۱۹۵۱ء کو شائع ہوئی تھی جو روزنامہ ''احسان'' لاہور سے نقل کی گئی تھی۔ ظاہر ہے یہ خبر ۴/ دسمبر کے ''احسان'' میں چھپی ہوگی جو دراصل ۳/ دسمبر کو شائع ہوا تھا کیونکہ اُس زمانے میں اخبارات پر ایک دن بعد کی تاریخ کی درج کی جاتی تھی۔ ۳/ دسمبر کو شائع ہونے والے اخبار میں اُسی روز کے کسی واقعے کی خبر شائع نہیں ہوسکتی۔ اِس لیے گمانِ غالب ہے کہ عدالتی کارروائی ۲/ دسمبر کو ہوئی ہوگی۔

۳۰۔ یادداشت نوشتۂ یگانہ بر کلیات صائب مملوکۂ بلند اقبال بیگم۔

۳۱۔ مطابق حاشیہ: ۲۷، مندرجۂ بالا۔

۳۲۔ مکتوب یگانہ، بنام دوارکا داس شعلہ، مورخہ ۱۸/ جولائی ۱۹۵۳ء، تخلیقی ادب، محولۂ بالا، ص ۵۱۳

۳۳۔ تخلیقی ادب، محولۂ بالا، ص ۵۲۷

۳۴۔ رسالہ ''نقوش'' لاہور، 'خطوط نمبر'، حصہ اوّل، شمارہ: ۱۰۹، اپریل مئی ۱۹۶۸ء، ص ۲۵۵

۳۵۔ تخلیقی ادب، محولۂ بالا، ص ۵۲۸

۳۶۔ پوسٹ کارڈ بنام آغا جان مملوکۂ بلند اقبال بیگم۔ راقم کے پیشِ نظر اس کی نقل ہے جو اصل خط کو سامنے رکھ کر تیار کی گئی ہے۔

۳۷۔ ''یاس یگانہ چنگیزی'' از راہی معصوم رضا، الٰہ آباد، ۱۹۶۷ء، ص ۶۵

۳۸۔ ''یاس یگانہ چنگیزی'' از راہی معصوم رضا، محولۂ بالا، ص ۱۹

۳۹۔ خودنوشتِ یاس (قلمی) ص ۴۱۔

۴۰۔ دیباچہ، آیاتِ وجدانی، طبع اوّل، محولۂ بالا، ص ۶

۴۱۔ آیاتِ وجدانی، طبع اوّل، محولۂ بالا، ص ۲۱۵

۴۲۔ مکتوب مورخہ ۱۹/ مئی ۱۹۵۴ء (غیر مطبوعہ) اصل خط مرتبِ کلیات کے پاس ہے۔

۴۳۔ خطوطِ یگانہ بنام شعلہ مورخہ ۴/ نومبر ۱۹۳۲ء و مورخہ ۱۱/ نومبر ۱۹۳۲ء، تخلیقی ادب: ۲، محولۂ بالا ص ۴۸۰-۴۷۹

۴۴۔ حیاتِ جاوداں (سوانح عمری ماسٹر الطاف حسین) از احمد الدین مارہروی، کراچی، سالِ طبع ندارد، ص ۲۶۸

مآخذ

متنِ کلیات کی تدوین اور حواشی و سوانحِ یگانہ لکھنے میں بڑے پیانے پر کتابوں اور رسالوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ طوالت سے بچنے کے لیے اِن مآخذ کی کوئی علاحدہ فہرست مرتب نہیں کی گئی، جہاں کسی ماخذ سے استفادہ کیا ہے، وہیں حوالہ دے دیا ہے۔ تاہم تصانیف و مرتباتِ یگانہ کی مفصّل فہرست مرتب کی گئی ہے کیونکہ تدوینِ کلام کے سلسلے میں یہی بنیادی مآخذ ہیں۔ یہ فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اس فہرست کی موجودگی میں سوانحی حصے میں تصانیفِ یگانہ کی الگ فہرست دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ گویا زیرِ نظر فہرست کو سوانحِ یگانہ ہی کا حصہ سمجھنا چاہیے۔

مطبوعہ مجموعے

نشترِ یاس:

یہ پہلا مطبوعہ مجموعۂ کلام ہے جو اپریل ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا تھا۔ جب یاسؔ ''مرزا واجد حسین یاسؔ عظیم آبادی، ساکنِ حال لکھنؤ'' تھے اور ''آیاتِ وجدانی'' کے ''میرزا یگانہ لکھنوی'' بننے میں پورے ۱۳ برس باقی تھے۔ یاسؔ نے یہ مجموعہ نور المطابع لکھنؤ سے خود چھپوایا تھا اور خود ہی فروخت کرتے تھے۔ سرورق پر ''حصہ اوّل'' لکھا ہے،

لیکن حصہ دوم کبھی شائع نہیں ہوا۔

یہ ۲۳×۱۴½، س م سائز کے ۶۰ (۲۰+۴۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ اِس میں بیشتر کلام یاسؔ کی آمدِ لکھنؤ (۱۹۰۵ء) کے بعد کا ہے۔ صرف تین غزلیں ابتدائی مشق کے زمانے کی ہیں (شمار: ۲۳، ۴۷، ۴۸)۔ اِن پر ''فکرِ قدیم'' لکھا ہے۔ بیشتر غزلیں طرحی ہیں اور بعض اساتذہ (سوداؔ، آتشؔ، غالبؔ، شہیدیؔ، داغؔ اور جلالؔ) کی زمینوں میں لکھی گئی ہیں۔ اِس مجموعے کے مشمولات کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ اساتذۂ لکھنؤ کی رائیں۔ بلا نمبر شمار چار صفحات۔

۲۔ غلط نامہ — اساتذہ کی رایوں کے آخر میں کچھ جگہ بچ گئی تھی، اُس میں کتاب کی چند غلطیوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ (زیرِ نظر کلیات میں غلط نامے کے مطابق تصحیح کر دی گئی ہے)

۳۔ مرزا واجد حسین یاسؔ — دیباچہ از حامد علی خاں بیرسٹر ایٹ لا، صفحہ الف تا واوَ۔

۴۔ ماہیتِ شاعری — مقالہ از یاسؔ، صفحہ ز تا ع

۵۔ نوٹ — صفحہ ح۔ اِس میں یاسؔ نے اپنے فضائل بیان کر کے لکھا ہے کہ اُنھیں اہلِ زبان تسلیم کیا جائے۔

۶۔ غزلیات — ص ۱ تا ۳۷ (تعداد غزلیات: ۵۲۔ تعداد اشعار: ۵۶۲)

۷۔ متفرقات — ص ۳۷۔ متفرق غزلوں کے اشعار (تعداد: ۸)

۸۔ رباعیات — ص ۳۸ تا ۴۰ (تعداد: ۱۲)

۹۔ سہرا — ص ۴۰ (تعدادِ اشعار: ۱۱)

۱۰۔ نذر — عقبی سرورق۔ انتساب بنام نواب محمد حامد علی خان، والیِ رام پور۔

''ماہیت شاعری'' تنقیدی مقالہ ہے جس میں مولانا حالیؔ کے مقدمہ شعر و شاعری سے وسیع استفادہ کیا گیا ہے۔ اس مقالے اور غلط نامے کے سوا باقی تمام

مشمولات زیرِ نظر کلیات میں شامل ہیں۔

''نشترِ یاس'' کی ایک منفرد اور دلچسپ خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اکثر اشعار پر صاد بنائے گئے ہیں۔ کسی پر ایک، کسی پر دو اور کسی پر تین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کو اپنا کوئی شعر کس حد تک پسند ہے۔ کلیات میں یہ صاد اصل کے مطابق باقی رکھے گئے ہیں۔

آیاتِ وجدانی (طبعِ اوّل):

یہ دوسرا مجموعۂ کلام ہے جو ۱۹۲۷ء میں شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور کی فرمائش پر مطبعِ کریمی لاہور میں میر قدرت اللہ کے زیرِ اہتمام طبع ہوا۔ طباعت کا کام لازماً مارچ کے مہینے تک مکمل ہو چکا تھا کیونکہ لاہور کے دو رسالوں ''نیرنگِ خیال'' اور ''بہارستان'' کے اپریل ۱۹۲۷ء کے شماروں میں اس کی اشاعت کی خبر شائع ہوئی ہے۔

یہ ۲/۱ ۲۰ × ۱۲، س م سائز کے ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے شروع میں (ص ۵ تا ص۳۳) دیباچہ ہے جس کے آخر میں ''میرزا مراد بیگ شیرازی'' کا نام درج ہے جو دراصل یگانہ خود ہیں۔ اس کے بعد غزلیات ہیں جن کے ساتھ میرزا مراد بیگ شیرازی کے ''محاضرات'' ہیں جن میں کہیں کسی شعر کی شرح کی ہے، کہیں کسی شعر کے محاسن بیان کیے ہیں اور جگہ جگہ یگانہ کی مبالغہ آمیز تعریف کی گئی ہے۔ آخر میں ''متفرقات'' کے تحت کچھ مختلف اشعار ہیں جو محاضرات کے بغیر ہیں۔

اس کے مندرجات کی تفصیل یہ ہے:

اردو کلام:

۱۔ غزلیات (تعداد: ۶۴۔ تعداد اشعار: ۵۱۷)

۲۔ رباعی (ایک عدد)

۳۔ مثلث (ایک عدد۔ تعداد بند: ۶)

۴۔ قطعہ (فخریہ۔ ۷ شعر)

۵۔ متفرق اشعار (تعداد: ۲۹)

فارسی کلام:

۱۔ غزلیات (تعداد: ۷۔ تعدادِ اشعار: ۷۲)

۲۔ رباعی (ایک عدد)

۳۔ نظم (ترانۂ شقشقیہ۔ تعدادِ اشعار: ۱۰)

اِس فہرست میں وہ کلام شامل نہیں جو ''نشترِ یاس'' سے لیا گیا ہے۔ اِس کی تفصیل کے لیے رک: حواشی نشترِ یاس۔

ترانہ:

یگانہ کا تیسرا مجموعۂ کلام جو صرف رباعیات پر مشتمل ہے۔ جیبی سائز (۱۳×۱/۲ ۱۰، س م) کے ۲۱۰ صفحات ہیں اور رباعیاں تعداد میں ۲۰۵ ہیں۔ اِن میں سے ۱۵ رباعیاں فارسی میں ہیں۔ آخری ۳۱ رباعیاں (شمار: ۱۷۵ تا ۲۰۵) عنوان ''مزاحیہ'' کے تحت ہیں۔ (بعد کے مجموعوں میں شامل کرتے وقت اِن رباعیوں کو ''مزاحیہ'' قرار نہیں دیا گیا۔ انھیں سنجیدہ کلام کا درجہ دیا گیا ہے)۔ شروع میں ''مغالطہ'' کے عنوان سے چار صفحوں کا مختصر دیباچہ بھی ہے۔

آیاتِ وجدانی (طبع دوم):

آیاتِ وجدانی کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۴ء میں دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی سے ۱۹۳۴ء میں طبع ہوا تھا۔ یہ ۱۲×۱۸، س م سائز کے ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ایڈیشن ''محاضرات'' کے بغیر ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ چند سطری انتساب کے سوا، اس میں نثر بالکل نہیں ہے۔ اس میں کم و بیش وہ سارا کلام موجود ہے جو ''آیاتِ وجدانی'' طبعِ اوّل میں ہے۔ مندرجۂ ذیل کلام سابقہ مجموعوں سے زائد ہے:

۱۔ مثلّث — ایک عدد (چار بند)

۲۔ اردو غزلیں — ۱۱ عدد (۱۱۲ شعر)

۳۔ فارسی غزلیں — ۴ عدد (۳۴ شعر)

۴۔ فرد، فارسی — ایک عدد

۵۔ نعت، اردو   ایک عدد (۶ بند)

۶۔ رباعیات، اردو   ۱۸ عدد

۷۔ فرد، اردو   ایک عدد

آیاتِ وجدانی (طبعِ سوم):

''آیاتِ وجدانی'' کا تیسرا ایڈیشن ''آیاتِ وجدانی (جدید)'' کے نام سے حیدرآباد اسٹیم پریس، حیدرآباد (دکن) میں طبع ہوا تھا۔ اِس پر سالِ طباعت ۱۹۴۵ء درج ہے لیکن طباعت کا کام اگست ۱۹۴۶ء میں مکمل ہوا تھا۔ دوارکا داس شعلہؔ کے نام مکتوب مورخہ یکم اگست ۱۹۴۶ء میں یگانہ لکھتے ہیں:

> میں آیاتِ وجدانی کی طباعت کی دُھن میں ہوں۔ طباعت کا کام قریب ختم آپہنچا۔ اب جلد سازی کا انتظام کرنا ہے۔[☆۱]

یگانہ نے اِس مجموعے کا جو دستخطی نسخہ پروفیسر سیّد مسعود حسن رضوی ادیب کو پیش کیا تھا، اُس پر ۲۸ر اگست ۱۹۴۶ء کی تاریخ درج ہے۔[☆۲] اِس سے ثابت ہے کہ یہ مجموعہ اگست ۱۹۴۶ء میں جلد بندی کے مرحلے سے گزر کر شائع ہوا تھا۔

یہ ۱۷×۱۲، س م سائز کے ۴۰۴ (۲+۴۰۰+۲) صفحات پر مشتمل ہے۔ سرورق پر یگانہ نے اپنے نام سے پہلے ''امام الغزل'' کا خود ساختہ خطاب لکھا ہے۔ سرورق پر ہی یہ بھی درج ہے: ''مع محاضرات از میرزا مراد بیگ چغتائی''۔ (یہ ''میرزا صاحب'' آیاتِ وجدانی، طبعِ اوّل کے سرورق پر ''چغتائی'' کی بجائے ''شیرازی'' تھے)۔ طبعِ اوّل و ثالث کے ''محاضرات'' کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بہت سی ترمیمیں اور اضافے کیے گئے ہیں۔ کلام اور محاضرات کے علاوہ اِس میں مندرجۂ ذیل تحریریں بھی ہیں:

۱۔ تبصرہ از مجنوں گورکھپوری، ص ۱ و ۲

۲۔ میرزا یگانہ چنگیزی: (آپ بیتی)، ص ۳ تا ۹

۳۔ یگانہ آرٹ۔ مضمون از میرزا مراد بیگ چغتائی، ص ۱۰ تا ۴۲

۴۔ آرٹ و مذہب۔ مضمون از یگانہ، ص ۶۱ تا ۶۹

۵۔ شعرائے حال میں یگانہ کا درجہ۔ مکتوبِ یگانہ بنام فراق گورکھپوری، ص۱۸۹ تا ۲۶۴

۶۔ جگر کی شاعری، جاپانی مال۔ مضمون از یگانہ، برحاشیہ ص۲۲۵ تا ص ۲۳۵

۷۔ اک نوجوان ترقی پسند کے مضمون کا جواب۔ از یگانہ، ص ۲۸۲ تا ص۲۸۶

۸۔ ادبِ خبیث (۱)، مضمون از یگانہ، ص۲۸۷ تا ۳۰۶

۹۔ ادبِ خبیث (۲)، مضمون از یگانہ، ص ۳۰۶ تا ص ۳۱۹

۱۰۔ زیٹ زپٹ۔ مضمون از یگانہ، ص ۳۲۰ تا ص ۳۲۸

۱۱۔ دخترانِ حوا کا کورس۔ مضمون از یگانہ، ص ۳۲۹ تا ص۳۵۱

اِن گیارہ تحریروں میں سے صرف ابتدائی دو ایسی ہیں جن کو مجموعۂ کلام میں شامل کیا جاسکتا تھا، ورنہ باقی تمام تحریریں کسی الگ مجموعے میں ہوتیں تو بہتر تھا۔ ''محاضرات'' نیز مذکورہ تحریروں کی وجہ سے کلامِ یگانہ کی اہمیت ثانوی ہوگئی ہے اور کتاب کا بڑا حصہ انھیں غیر ضروری متفرقات کی نذر ہوگیا ہے۔

طبعِ سوم میں وہ سارا کلام ہے جو طبعِ دوم میں موجود ہے۔ زائد کلام کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ غزلیات ۳۷ (۴۲۶ شعر)

۲۔ متفرق اشعار ۴

۳۔ رباعیات ۸

۴۔ منظومات ۲

طبعِ سوم میں فارسی کا کوئی نیا شعر شامل نہیں ہے۔

گنجینہ:

یہ ۲/۱ ۲۱ × ۲/۱ ۱۳، س م سائز کے ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں آیاتِ وجدانی کی تینوں طباعتوں میں شامل کلام کے علاوہ ''ترانہ'' کی تمام رباعیات بھی شامل ہیں۔ ان تمام مجموعوں میں شامل کلام سے زائد جو کلام ''گنجینہ'' میں شامل ہے، اُس کی

تفصیل یہ ہے:

غزل ایک (۱۳ شعر)

رباعیات ۲۳

یہ مجموعہ قومی دارالاشاعت (وائی ایم سی اے بلڈنگ، دی مال) لاہور سے شائع ہوا تھا۔ پرنٹ لائن یہ ہے: "کواپریٹو پرنٹنگ پریس، وطن بلڈنگ لاہور میں چھپی اور محمد کلیم اللہ[☆۳] پرنٹر و پبلشر نے پروگریسو بک کلب لاہور سے شائع کیا۔"

یہ مجموعہ یگانہ نے قیامِ بمبئی کے دوران مرتب کیا تھا جب وہ ذوالفقار علی بخاری (آل انڈیا ریڈیو، بمبئی) کے مہمان تھے اور اُنھیں کے مکان پر قیام پذیر تھے۔[☆۴] دوارکا داس شعلہ کے نام یگانہ کے خطوں سے یگانہ کے قیامِ بمبئی کا زمانہ متعین کیا جاسکتا ہے۔ حیدرآباد دکن سے ۱۳ر جون ۱۹۴۶ء کے خط میں یگانہ لکھتے ہیں:

> "میں جلد سے جلد لکھنؤ پہنچنا چاہتا ہوں اور بخاری [ذوالفقار علی] نے ابھی ایک مہینہ ہوا کوئی آٹھ سو روپے دلوا کر (جس میں ایک معقول حصہ بمبئی ہی میں خرچ ہوگیا، حالات ہی ایسے ہوتے گئے) لکھنؤ پہنچنے کا انتظام کردیا ہے مگر میں ابھی حیدرآباد میں اٹکا ہوں۔"[☆۵]

۱۳ر جون سے ایک ماہ پہلے یعنی مئی کے وسط میں یگانہ بمبئی میں تھے۔ شعلہ کے نام یکم اپریل ۱۹۴۶ء کا خط حیدرآباد سے لکھا گیا ہے۔[☆۶] اس کا مطلب یہ ہے کہ یکم اپریل ۱۹۴۶ء کے بعد کسی وقت یگانہ بمبئی گئے اور ۱۳ر جون ۱۹۴۶ء سے پہلے واپس حیدرآباد آگئے۔ اِسی دوران اُنھوں نے "گنجینہ" مرتب کرکے اور اشاعت کے لیے سجاد ظہیر کو دی۔ اُس زمانے میں کمیونسٹ پارٹی کے اشاعتی ادارے قومی دارالاشاعت کی شاخ لاہور کی طرف سے اردو کتابوں کی اشاعت کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ "گنجینہ" کا مسودہ لاہور بھیجا گیا۔ اِس کی کتابت اور طباعت میں خاصا وقت صرف ہوا ہوگا۔ اس لیے گمانِ غالب ہے کہ یہ مجموعہ ۱۹۴۷ء کے شروع میں شائع ہوا ہوگا۔ اِس کی تصدیق

عبدالرؤف ملک کے بیان سے بھی ہوتی ہے جو قیامِ پاکستان کے بعد قومی دارالاشاعت لاہور کے مہتمم تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''۱۹۴۶ء اور ۱۹۴۷ء کے اوائل میں مذکورہ ادارے [قومی دارالاشاعت] نے کئی اہم کتابیں شائع کیں جن میں یگانہ کی 'گنجینہ' اور جوش کی 'رامش و رنگ' شامل ہیں''۔☆۷

''رامش و رنگ'' پر سالِ طباعت ۱۹۴۵ء درج ہے۔ یہ بمبئی سے چھپی تھی کیونکہ اُس وقت تک قومی دارالاشاعت کی کتابوں کو لاہور سے چھاپنے کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ ''گنجینہ'' کی طباعت ۱۹۴۷ء کے اوائل ہی میں ممکن ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد اِس کی طباعت کا سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اُس وقت تک قومی دارالاشاعت لاہور کی اشاعتی سرگرمیاں معطّل ہو چکی تھیں۔☆۸

اِس مجموعے کی طباعت سے یگانہؔ خوش نہیں تھے کیونکہ اِس میں کتابت کی غلطیاں بہت تھیں۔ (رک: نوٹ بر گنجینہ قلمی، اقتباسِ مکتوبِ یگانہؔ بنام مالک رام)

گنجینہ (مطبوعہ، نسخۂ رضوی):

''گنجینہ'' مطبوعہ کا ایک دستخطی نسخہ یگانہؔ نے سیّد باقر حسنین رضوی (برادر زیبا ردولوی) کو دیا تھا۔ اِس میں یگانہؔ نے اپنے قلم سے نہ صرف کتابت کی غلطیاں درست کی ہیں بلکہ بعض جگہ ترامیم بھی کی ہیں۔ اِس کے پہلے صفحے پر ۱۵؍ دسمبر ۱۹۵۵ء کی تاریخ ہے اور آخری صفحے پر ۱۸؍ دسمبر ۱۹۵۵ء کی۔ گویا تصحیح و ترمیم کا کام تین دنوں میں انجام دیا گیا۔ تدوینِ کلیات میں اس نسخے کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

قلمی مجموعے

ترانہ:

یہ مجموعہ یگانہؔ نے دوارکا داس شعلہؔ کو دیا تھا جو اب قومی عجائب گھر کراچی میں ہے۔ اس کا داخلہ نمبر این ایم ۱۹۶۳۔ ۲۱۹ ہے۔ سائز ۲۰×۱۶، س م۔ اوراق ۱۰۲۔

(مصنف نے خود اس پر صفحات نمبر درج کیے ہیں جو صفحہ ۱ سے صفحہ ۲۰۴ تک ہیں۔)
ص۲۰۴ پر شعلہ نے لکھا ہے: ''میرزا نے ۱۹۲۶ء میں یہ مسودہ مجھے بھیجا تھا۔'' راقم الحروف نے اپنی کتاب ''جائزہ، مخطوطات اردو'' (جلد اوّل، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص۷۷۵) میں اس بیان کی بنا پر ہی ترانہ (قلمی) کو ۱۹۲۶ء کا مکتوبہ خیال کیا تھا، لیکن یہ درست نہیں ہے۔ اس میں شامل رباعیات کی بڑی تعداد ''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل کی طباعت (۱۹۲۷ء) کے بعد کی ہے اور زیادہ تر ۱۹۳۱ء کی تصنیف ہیں۔ گمانِ غالب ہے کہ یگانہ نے یہ مسودہ طباعت کے لیے تیار کیا ہوگا، لیکن نظر ثانی کے بعد دوسرے مسودے سے طباعت ہوئی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ زیرِ نظر قلمی نسخے اور مطبوعہ نسخے میں خاصا اختلاف ہے۔ مثلاً کئی رباعیاں ایسی ہیں جو ایک میں موجود ہیں اور دوسرے میں نہیں۔ بعض رباعیوں کے متن میں ترمیم کی گئی ہے۔ رباعیوں پر کچھ حواشی قلمی نسخے میں اور کچھ مطبوعہ نسخے میں موجود نہیں ہیں۔ ان تمام اختلافات کی تفصیل کلّیات کے حواشی میں دی گئی ہے۔

گنجینہ:

یہ مجموعہ ۱/۲ ۱۹ × ۱/۲ ۱۶، س م سائز کے ۱۶۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ نیلگوں، لکیردار جو اسکولوں کی کاپیوں میں استعمال ہوتا ہے۔ سرورق پر یگانہ نے یہ عبارت (جس کا عکس زیرِ نظر کلّیات میں ص۵۱۶ پر موجود ہے) بڑے اہتمام سے لکھی ہے:

گنجینہ
امام الغزل
میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

اسے گنجینہ مطبوعہ کے انداز پر مرتب کیا گیا ہے، غزلیات الگ ہیں اور رباعیات الگ۔ فرق یہ ہے کہ مطبوعہ میں غزلیات پہلے ہیں اور رباعیات بعد میں۔ قلمی میں اس کے برعکس۔ تمام صفحات نمبر پنسل سے درج کیے گئے ہیں۔ ص ۱ سے ص ۱۰ تک

رباعیات کی فہرست ہے جس میں ہر رباعی کا تیسرا اور چوتھا مصرع درج کیا گیا ہے۔ اِن کے شروع میں نمبر شمار ہیں اور آخر میں صفحہ نمبر۔ یہ فہرست مکمل نہیں ہے اور رباعی: ۱۸۰ پر ختم ہوجاتی ہے جب کہ مجموعے میں کل ۲۷۵ رباعیاں ہیں۔ (متن میں ہر رباعی پر نمبر شمار بھی درج ہے)۔ رباعیات ص ۶۵ پر ختم ہوجاتی ہیں۔ ص ۶۶ خالی تھا جس پر بعد میں دوارکار داس شعلؔہ کے قلم سے ایک رباعی (ہوگا کوئی شریف عالی گوہر) درج کی گئی ہے۔ (یہ نسخہ شعلؔہ نے مالک رام سے مستعار لے کر دیکھا تھا)۔ رباعیات کی ترتیب ردیف وار نہیں ہے۔

ص ۶۷ سے غزلوں کی فہرست شروع ہوتی ہے۔ غزلوں کی ترتیب بڑی حد تک ردیف وار ہے لیکن صرف حرفِ آخر کی پابندی کی گئی ہے۔ تاہم بعض غزلیں اِس ترتیب کے خلاف بھی شامل ہیں۔ ص ۱۶۶ پر ''متفرقات'' کے عنوان کے تحت متفرق اشعار ہیں اور آخر میں ''غزل یک قافیہ''۔ اِسی صفحے پر دائیں حاشیے میں صفحے کی چوڑان میں یگانؔہ کے دستخط، تاریخ اور پتا درج ہے:

''میرزا یگانؔہ چنگیزی۔ ۱۱ر اپریل ۱۹۵۱ء۔ سلطان بہادر روڈ، منصور نگر، لکھنؤ۔''

(اس صفحے کا عکس زیرِ نظر کلیات میں ص ۵۵۸ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے)

اِس مسودے کی ایک سے زائد مرتبہ جلد سازی ہوچکی ہے۔ آخری جلد سازی میں ہر ورق پر پشتے کی جانب سفید کاغذ کی پٹی لگائی گئی ہے۔ اب تمام اوراق منتشر ہیں۔ شیرازہ بندی بھی ختم ہوچکی ہے۔ لہٰذا اُنھیں ترتیب وار پلاسٹک کے شفاف (Transparent) لفافوں میں رکھ دیا گیا ہے۔

اس مجموعے میں آیاتِ وجدانی کے تینوں ایڈیشنوں، ترانہ اور گنجینہ مطبوعہ کا تقریباً سارا کلام شامل ہے۔ اس کے علاوہ بھی نیا اور پرانا خاصا کلام ہے جو یگانؔہ کے کسی سابقہ مطبوعہ مجموعے میں نہیں ہے۔ نئے کلام سے مراد وہ کلام ہے جو گنجینہ کی اشاعت (۱۹۴۷ء) کے بعد کا ہے۔ اس سارے زائد کلام کی تفصیل یہ ہے:

رباعیات : ۹۷

غزلیات : ۹ (تعداد اشعار: ۱۰۵)

متفرق اشعار : ۱۱

غزلِ یک قافیہ : ۸ شعر

یہ نسخہ مالک رام کی فرمایش پر مرتب کیا گیا تھا۔ مالک رام لکھتے ہیں:

''میرے پاس آیاتِ وجدانی کا کوئی نسخہ نہیں تھا۔ میں نے یگانہ کو لکھا کہ اگر کہیں سے ایک جلد مل سکے تو بھجوا دیجیے۔ خدا معلوم اُن کے جی میں کیا آئی، اُنھوں نے پورا کلّیات جس میں آیاتِ وجدانی اور ترانہ (رباعیات) کے بعد کا کلام بھی تھا، اپنے ہاتھ سے نقل کر کے بھیج دیا۔''[۹]

یگانہ ۱۰ر فروری ۱۹۵۱ء کے خط بنام مالک رام میں لکھتے ہیں:

''میں چاہتا ہوں آپ کی آخری فرمایش پہلے پوری کر دوں، یعنی گنجینہ (مجموعۂ رباعیات و غزلیات) کی ایک نقل (جو چھپے ہوئے نسخے سے بہت کچھ تازگی و صحت میں بہتر ہوگی) آپ کو بھیج دوں تاکہ آپ کسی وقت اُس کی طباعت و اشاعت کا انتظام کرسکیں تو کرلیں۔ اِس قلمی نسخے میں بعض ایسی غزلیں اور رباعیاں بھی ہوں گی جو مطبوعہ نسخے میں نہیں ہیں۔ گنجینہ میں طباعت کی بعض افسوس ناک غلطیاں رہ گئی ہیں اور بعض مقام پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پبلشر صاحب نے اشعار پر اصلاح بھی دے دی ہے اور بعض اشعار اپنی خوش ذوقی جتانے کے لیے خارج بھی کردیے ہیں۔''[۱۰]

مالک رام نے، جیسا کہ دیباچے میں عرض کیا گیا، یہ قلمی نسخہ مجھے عنایت فرمادیا۔ اور اِس طرح یگانہ کی یہ توقع کہ مالک رام اس نسخے کی طباعت و اشاعت کا انتظام کردیں گے، زیرِنظر کلّیات کی صورت میں پوری ہوگئی۔

بیاضیں

کجکول:

اس کا اصل قلمی نسخہ جو فل اسکیپ سائز (۲/۱ ۲۶×۱۸، س م) کے ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے، جناب احمد صغیر زیدی (رائے بریلی) کی ملکیت ہے اور عکس میرے پاس ہے۔ صفحات پر نمبر شمار درج ہیں جو ص ۱ سے ص ۱۰۷ تک ہیں، آخری صفحہ سادہ ہے، اِس لیے اُس پر نمبر شمار درج نہیں۔ شروع میں ایک ورق الگ سے لگایا ہے، اُس کے پہلے صفحے پر یہ عبارت ہے:

کجکول

مرزا واحد حسین یاسؔ، لکھنؤ جھوائی ٹولہ

۸/ ستمبر ۱۹۱۶ء

یہ تاریخ آغازِ بیاض کی ہے۔ اندرونی صفحات پر ۱۵/ دسمبر ۱۹۱۶ء (ص ۸۴) اور ۱۶/ جولائی ۱۹۱۸ء (ص ۱۰۰) کی تاریخیں بھی ملتی ہیں جن سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس بیاض کا زمانۂ تحریر ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۸ء تک پھیلا ہوا ہے۔

اس بیاض میں اردو فارسی کے پسندیدہ اشعار، نکاتِ علمیہ، لطائفِ شعرا اور بعض اہم شخصیات سے متعلق خاص خاص واقعات درج کیے گئے ہیں۔ اِسی ضمن میں یگانہؔ نے متعدد مقامات پر اپنے شعر بھی لکھے ہیں۔ اس قسم کی بیاضیں گزشتہ صدی کے اوائل تک عام تھیں، اہلِ ذوق اپنے پسندیدہ اشعار اور اہم واقعات سے متعلق یادداشتیں ان بیاضوں میں محفوظ کرلیا کرتے تھے۔

بیاض: ۱

یگانہؔ کی یہ بیاض قومی عجائب گھر کراچی میں محفوظ ہے۔ اس کا نمبر داخلہ یہ ہے: این ایم ۱۹۵۷۔۱۰۳۔۱۰۔ سائز ۲/۱ ۱۰× ۷ س م۔ اوراق ۷۰۔ یہ اردو کتابوں کی روش پر نہیں بلکہ انگریزی اور ہندی کتابوں کی طرح لکھی ہوئی ہے۔ یعنی مندرجات کا

تسلسل بائیں سے دائیں جانب ہے۔ اسی حساب سے اوراق نمبر بھی درج ہیں۔ اس میں ''نشترِ یاسؔ'' کی اشاعت کے بعد کا کلام ہے جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۲ء تک کے زمانے پر محیط ہے۔ اس بیاض کی خاص اہمیت یہ ہے کہ تقریباً ہر غزل کے ساتھ یہ صراحت کی گئی ہے کہ یہ کس مشاعرے کے لیے اور کب لکھی گئی تھی۔ چوں کہ مشاعروں میں لازماً طرح میں کہی گئی غزلیں پڑھی جاتی تھیں، اس لیے اس بیاض میں درج بیشتر غزلوں کی تاریخ ہائے تصنیف معلوم ہو جاتی ہیں۔

ورق ۱ سے پہلے ایک ورق الگ سے لگایا گیا ہے، اس کے رُخ الف پر یہ اندراج:

یگانہؔ لکھنوی

مرزا یاس لکھنوی

لکھنؤ شاہ گنج

بخطِ یگانہ موجود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آغازِ بیاض کے وقت دوسری اور تیسری سطریں لکھی گئی تھیں، جب یاسؔ نے یگانہ تخلص اختیار کیا تو اُس وقت پہلی سطر اضافہ کی گئی۔ اسی صفحے پر یگانہؔ کے بیٹے آغا جان کے دستخط بھی ہیں۔ انھوں نے اپنا نام اور تاریخ اس طرح لکھی ہے: ''آغا جان ابن یگانہ، مورخہ ۶ رمئی ۱۹۵۷ء''۔ یہ وہ تاریخ ہے جب یہ بیاض قومی عجائب گھر کراچی میں داخل کی گئی۔

اس بیاض میں غزلوں کے ساتھ رباعیاں بھی خاصی تعداد میں ہیں۔ حواشی سے تمام مندرجات کی تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے۔

بیاض: ۲

مملوکۂ بلند اقبال بیگم بنت یگانہؔ۔ سائز ۱/۲ ۱۰×۷ س م۔ اوراق ۱۰۹۔ ورق ۸۴ ب کے بعد اوراق سادہ ہیں۔ درمیان میں بھی کچھ ورق سادہ ہیں۔ اور کئی مقامات سے ورق کم بھی ہیں۔ جو ورق نکالے گئے ہیں، پشتے کی طرف اُن کے کچھ حصے اب بھی باقی ہیں۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ سادہ اوراق تھے جنھیں الگ کیا گیا۔ اس بیاض

میں ایسے مندرجات بھی ہیں جن سے یگانہ کی زندگی کے بعض گوشوں پر روشنی پڑتی ہے نیز بعض دوسرے شعرا کا کلام ہے لیکن زیادہ تر یگانہ ہی کا کلام ہے۔

کلام میں کوئی ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ کہیں کچھ رباعیاں لکھ دی ہیں اور کہیں کچھ غزلیں۔ رباعیوں کے درمیان ایک آدھ غزل ہے اور غزلوں کے درمیان ایک دو رباعیاں۔

ورق ۱، الف پر یگانہ کے دستخط، پتا اور تاریخ ہے جو اِس طرح ہے:

مرزا یگانہ چنگیزی

سب رجسٹرار

لاتور، دکن

۲۴ر مارچ ۱۹۳۴ء بمقام بمبئی

اِس سے واضح ہے کہ یگانہ مذکورہ تاریخ کو بمبئی میں تھے اور وہیں اُنھوں نے اِس بیاض کا آغاز کیا تھا۔ لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اِس بیاض میں صرف مذکورہ تاریخ کے بعد کا کلام ہے۔ اِس میں ۱۹۳۳ء کا کلام بھی ہے جیسے ''غالب شکن'' طبعِ اوّل میں شامل رباعیات۔ اِس میں ۱۹۳۶ء کا کلام بھی ملتا ہے۔ بعض رباعیات کے ساتھ رسالوں کے نام بھی لکھے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رباعیاں کن کن رسالوں کو اشاعت کے لیے بھیجی گئیں یا اُن میں شائع ہوئیں۔

بیاض: ۳

آغا جان نے یہ بیاض بھی بیاض: ۱ کے ساتھ قومی عجائب گھر، کراچی کو دی تھی۔ اس کا نمبر داخلہ یہ ہے: این ایم ۱۹۵۷ء ۹۰۲۔ سائز ۱/۲ ۱۳×۸ س م۔ اوراق ۱۰۴ (اس کے بعد ۳۷، اوراق مزید ہیں مگر وہ سب سادہ ہیں)۔ ورق ۱، الف پر بخطِ یگانہ یہ اندراج ملتا ہے:

''میرزا یگانہ چنگیزی۔ سب رجسٹرار

لاتور، دکن۔ ۴ر اپریل ۱۹۳۶ء''

اِس کے نیچے آغا جان کے دستخط مع تاریخ اِس طرح ثبت ہیں:

"آغا جان ابنِ یگانہ

مورخہ ۶ رمئی ۱۹۵۷ء"

یہ وہ تاریخ ہے جب یہ بیاض قومی عجائب گھر میں داخل کی گئی۔ یہ بیاض درمیان سے کئی جگہ سے ناقص ہے۔ ورق ۸۴ و ۸۵، ورق ۹۵ و ۹۶ اور ورق ۱۰۰ و ۱۰۱ کے درمیان کے کچھ ورق موجود نہیں ہیں۔ پشتے کی طرف اِن اوراق کے کچھ حصے اب بھی باقی ہیں۔ یگانہ کے دستخطوں کے ساتھ جو تاریخ درج ہے، وہ لازماً بیاض کے آغاز کی ہے لیکن اِس میں اِس تاریخ سے پہلے کا کلام بھی ہے، جیسے اُمِ صغریٰ (بنتِ یگانہ) کے انتقال (۱۹۲۹ء) پر کہی گئی رباعی۔ اس بیاض میں ۱۹۳۹ء تک کا کلام ملتا ہے۔ مثلاً مشاعرۂ بھوپال منعقدہ ۹رجنوری ۱۹۳۹ء کی غزل (ورق ۱۰۱، الف)۔

بیاض: ۴

یہ بیاض بھی قومی عجائب گھر، کراچی میں ہے اور اس کا نمبر داخلہ یہ ہے: این ایم ۱۹۵۷ء ۲۴۹۔ سائز ۱/۲ ۱۲× ۱/۲ ۷ س م۔ اوراق ۹۷۔ یہ بیاض اس اعتبار سے دوسری بیاضوں سے مختلف ہے کہ اس میں غزلوں اور رباعیوں کو الگ الگ مرتّب کیا گیا ہے۔ لیکن یہ ترتیب ردیف وار ہے نہ سنہ وار۔ ابتداءً غزلوں کو ردیف وار مرتّب کرنے کی کوشش نظر آتی ہے لیکن چند غزلوں کے بعد ہی یہ کوشش ترک کردی گئی ہے۔ یہ بیاض گنجینہ مطبوعہ وقلمی کا نقشِ اوّل ہے۔ اسی کو سامنے رکھ کر یہ دونوں مجموعے مرتّب کیے گئے ہیں۔ تاہم غزلیات و رباعیات کی ترتیب میں خاصی تبدیلی کی گئی ہے۔ عام کتابوں کی طرح یہ بیاض دائیں سے بائیں نہیں بلکہ پرانی بیاضوں اور پوتھیوں کی طرح اوپر سے نیچے کی طرف لکھی گئی ہے۔ بیاض میں ایک طرف غزلیات ہیں اور دوسری طرف رباعیات۔ گویا دونوں اصناف متضاد اطراف سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ واحد بیاض ہے جس میں مشمولات پر نمبر شمار درج ہیں۔ (باقی بیاضوں میں مرتبِ کلیات نے نمبر شمار درج کیے ہیں) غزلیات کی تعداد ۱۱۷ ہے اور رباعیات کی

۲۳۰۔ گنجینہ مطبوعہ میں اِس بیاض سے چار غزلیں زیادہ ہیں لیکن رباعیات خاصی کم ہیں یعنی صرف ۴۳۔ گنجینہ قلمی میں اِس بیاض کی تمام رباعیوں کے ساتھ ۴۵ زائد رباعیاں بھی ہیں۔ گنجینہ قلمی میں اِس بیاض سے ۱۰ غزلیں زیادہ ہیں۔

بیاض: ۵

یہ بیاض بلند اقبال بیگم بنت یگانہ کی ملکیت ہے۔ سائز ۱/۲×۹ ۱/۲ ۷ س م۔ اوراق ۸۱ (اِس کے بعد بھی ۹ ورق ہیں جو سادہ ہیں)۔ اِس میں صرف رباعیاں ہیں جو تعداد میں ۲۶۸ ہیں۔ ان پر نمبر شمار درج ہیں۔ یہ بقلم یگانہ بیاض کی نقل ہے۔ اصل بیاض بمبئی کے ہاشم اسماعیل کو بھیجی گئی تھی۔ بقول بلند اقبال بیگم، ہاشم اسماعیل کو بیاض بھیجنے سے پہلے اِسے نقل کرالیا گیا تھا۔ یہ کام ایک کم عمر طالبہ نے کیا تھا، اُس کا خط ناپختہ ہے اور اصل بیاض کے پڑھنے میں اُس نے غلطیاں بھی بہت کی ہیں۔ لہٰذا اِس بیاض کو دوسری بیاضوں کی طرح بطور ماخذ استعمال نہیں کیا گیا یعنی اِس کے حوالے نہیں دیے گئے۔ تاہم اِس میں چند رباعیاں ایسی ہیں جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ اِن رباعیوں کے متن کے درست ہونے کا پوری طرح اطمینان کرنے کے بعد اِنھیں غیر مدوّن کلام میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ بیاض گنجینہ قلمی (اختتامِ کتابت: ۱۱/ اپریل ۱۹۵۱ء) سے پہلے کی ہے جس کے متعدد داخلی شواہد ملتے ہیں۔ مثلاً گنجینہ قلمی کی رباعی: ۱۱۹ کا مصرع ۲ (ہر خطرے پہ لاحول ہی پڑھتا جائے) اِس صورت میں ہے: الحمد قدم قدم پہ پڑھتا جائے۔ یگانہ نے یہ رباعی رسالہ ''آج کل'' دہلی (شمارہ جولائی ۱۹۵۱ء، ص۲۱) میں شائع کرائی تو اِس مصرعے کا متن گنجینہ قلمی کے مطابق تھا۔ اگر زیرِ نظر بیاض، گنجینہ قلمی کے بعد مرتب ہوئی تو لازماً مذکورہ مصرعے کا متن ہی ''آج کل'' میں چھپوایا جاتا۔

دیگر تصانیف و مرتّبات

خود نوشتِ یاسؔ (قلمی)

اِس کا اصل قلمی نسخہ جناب احمد صغیر زیدی (رائے بریلی) کی ملکیت ہے اور

عکس راقم الحروف کے پاس ہے۔ یہ فل اسکیپ سائز (۲۸×۱۸، س م) کے ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلے صفحے پر بقلم یگانہ یہ عبارت درج ہے:

AUTOBIOGRAPHY
OF
MIRZA YAS
27.1.17

خود نوشتِ یاسؔ

اس کے بعد کے صفحات پر ۱ سے ۷۴ تک کے نمبر درج ہیں۔ مذکورۂ بالا تاریخ (۲۷ر جنوری ۱۹۱۷ء) کو تاریخِ آغاز سمجھنا چاہیے۔ اس آپ بیتی کا سلسلۂ تحریر کم و بیش دو سال تک جاری رہا۔ ایسے داخلی شواہد موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۱۸ء میں بھی آپ بیتی لکھی جاتی رہی۔ مثلاً ص ۳۸ پر ۲۶ر مارچ ۱۹۱۸ء کے ایک واقعے کو ڈیڑھ ماہ پہلے کا بتایا گیا ہے۔ گویا یہ اندراج ۱۱ر فروری ۱۹۱۸ء کا ہے۔ اس آپ بیتی کے صرف ابتدائی تین صفحات میں خاندانی و ذاتی حالات ملتے ہیں، باقی جو کچھ ہے وہ شعرائے لکھنؤ سے یاسؔ کی معرکہ آرائیوں کی داستان ہے۔ اپنی اور دوسروں کی مطبوعہ تحریریں جا بجا نقل کی ہیں۔ اسی ضمن میں یاسؔ کے بعض اشعار بھی نقل ہوئے ہیں جن سے زیرِ نظر کلیات میں استفادہ کیا گیا ہے۔ سیّد احمد صغیر زیدی (قلمی نام: سیّد احمد زیدی) نے اس خودنوشت کا خلاصہ علی گڑھ میگزین، شمارہ بابت ۶۱-۱۹۵۹ء میں بہ عنوان ''یگانہ کی خودنوشت'' شائع کرایا تھا۔ (ص ۷۴-۱۵۵)

چراغِ سخن (طبعِ اوّل):

''چراغِ سخن'' تاریخی نام ہے جس سے ۱۹۱۴ء برآمد ہوتا ہے۔ یہ سالِ تصنیف ہے۔ طباعت مارچ ۱۹۱۵ء میں ہوئی۔ پرنٹ لائن کے مطابق یہ کتاب مرزا محمد رضی لکھنوی کی فرمایش پر مطبع گلشنِ ابراہیمی، امین آباد، لکھنؤ میں چھپی۔ یہ ۱۸½×۱۱½ س م سائز کے ۹۶+۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ (آخری چار صفحوں میں کلامِ یاسؔ کے بارے میں اساتذۂ لکھنؤ کی رائیں ہیں جو ''نشترِ یاسؔ'' میں بھی موجود ہیں)۔ اس کتاب کا موضوع علمِ عروض و قوافی ہے، لیکن کتاب کے شروع اور آخر میں شامل دو

مضامین (''شعر و سخن'' اور ''اہلِ زبان و زبان داں'') ایسے بھی شامل کیے ہیں جن میں یاسؔ نے شعرائے لکھنؤ سے اپنے اختلافات کی تفصیل بیان کی ہے۔ اِسی سلسلے میں غالبؔ کے خلاف بھی بہت کچھ لکھا ہے۔

چراغ سخن (طبعِ دوم):

اِس کتاب کا دوسرا ایڈیشن دسمبر ۱۹۲۱ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے چھپا۔ یہ ۲/۱ ۱۵× ۲/۱ ۱۲، س م سائز کے ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ایڈیشن پہلے کے مقابلے میں خاصا ضخیم ہے۔ بعض عروضی مباحث کا اضافہ کیا گیا ہے لیکن ضخامت کا اصل سبب یہ ہے کہ یاسؔ نے اپنے چار مقالے بھی شامل کردیے ہیں۔ اِن میں سے تین ثاقبؔ لکھنوی کے خلاف ہیں۔ یاسؔ نے اپنے اُن دو مضامین میں بھی اضافے کیے ہیں جو طبعِ اوّل میں شامل تھے۔ ''چراغ سخن'' کے دونوں ایڈیشنوں میں یاسؔ کے اشعار بھی ملتے ہیں۔

شہرتِ کاذبہ:

اِس کا پورا نام ''شہرتِ کاذبہ المعروف بہ خرافاتِ عزیز'' ہے۔ یہ ۱۶×۱۲، س م سائز کے ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ۱۹۲۰ء میں لکھی گئی اور ۱۹۲۳ء میں پریس بھیجی گئی (خاتمہ، ص۹۵)۔ متن اصح المطابع لکھنؤ میں چھپا۔ سرورق النور پریس علی گڑھ میں طبع ہوا اور اس پر سالِ طباعت ۱۹۲۵ء درج ہے۔ اِس کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلا دیباچہ پر مشتمل ہے جو یاسؔ کے ہم زاد غازی الدین بلخی نے لکھا ہے اور جس میں شعرائے لکھنؤ سے یاسؔ کی معرکہ آرائیوں کی تفصیل ہے۔ سب سے زیادہ عزیزؔ لکھنوی کے خلاف لکھا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں ناطقؔ لکھنوی کے اُن اعتراضات کا جواب ہے جو اُس نے یاسؔ کی ایک غزل پر کیے تھے۔

کتاب کا تیسرا حصہ ''شہرتِ کاذبہ'' کے عنوان سے ہے اور اس کی وجہِ تصنیف یہ ہے کہ یاسؔ نے ''اندھی نگری'' کے عنوان سے رسالہ ''نظارہ'' میرٹھ کے اپریل تا جولائی ۱۹۱۸ء کے مشترکہ شمارے میں ایک مقالہ لکھا تھا جس میں عزیزؔ لکھنوی

کے قصائد پر ۷۵ اعتراضات کیے گئے تھے۔ اِن اعتراضات کا جواب اشہر لکھنوی نے مذکورہ رسالے ہی میں دیا تھا۔ اشہر کا جواب رسالہ ''نظارہ'' میں جنوری ۱۹۱۹ء سے اپریل۔ مئی ۱۹۱۹ء تک کے چار شماروں میں ''کحل البصر'' کے عنوان سے قسط وار چھپا تھا۔ ''شہرتِ کاذبہ'' کے تیسرے حصّے میں یاسؔ کا جواب الجواب ہے۔

خاتمۂ کتاب میں بتایا گیا ہے کہ یہ ''خرافاتِ عزیز'' کا حصّۂ اوّل ہے۔ لیکن اس کتاب کا دوسرا حصّہ کبھی شائع نہیں ہوا۔

شہرتِ کاذبہ میں یاسؔ کا کلام بھی ملتا ہے۔

غالب شکن (طبع اوّل):

یہ کتابچہ پہلی مرتبہ آرٹ پریس، دیال باغ، آگرہ سے بہ اہتمام سیتا رام ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ ۱۶×۱۱، س م سائز کے ۳۲ صفحات ہیں۔ اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ ۱۹۳۳ء میں یگانہؔ کی رباعیات کا مجموعہ ''ترانہ'' شائع ہوا۔ اُس میں کچھ مزاحیہ رباعیاں غالبؔ کے بارے میں تھیں۔ اس پر پروفیسر سیّد مسعود حسن رضوی ادیبؔ نے یگانہ کو لکھا کہ ان رباعیوں کو مجموعے میں شامل نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس کے جواب میں یگانہؔ نے اُنھیں ایک خط لکھا جس میں اُنھوں نے اپنی دانست میں یہ ثابت کیا ہے کہ اُن کا اقدام بلاجواز نہیں ہے اور غالبؔ ایسے شاعر نہیں ہیں کہ اُن کی خامیوں کی پردہ پوشی کی جائے۔ اس خط کو یگانہ نے ''غالبؔ شکن'' کے نام سے چھپوا دیا۔ ''ترانہ'' میں تو غالبؔ کے خلاف ۹ (آٹھ اردو میں اور ایک فارسی میں) رباعیاں تھیں ''غالب شکن'' میں ۲۴ رباعیاں ہیں۔

غالب شکن (طبعِ دوم):

اگلے سال ۱۹۳۵ء میں یہ کتابچہ ''غالبؔ شکن (دو آتشہ)'' کے نام سے آرٹ پریس، دیال باغ، آگرہ ہی سے طبع ہوا۔ اس میں یگانہ نے خاصا اضافہ کیا ہے، اس لیے ضخامت ۳۲ صفحات سے بڑھ کر ۸۰ ہوگئی ہے (سائز طبع اوّل کے مطابق ہے) رباعیوں کی تعداد بھی ۲۴ سے بڑھ کر ۳۲ ہوگئی ہے۔

ماہ نامہ ''کارِ امروز'' لکھنؤ:

اِس رسالے کا اجرا جنوری ۱۹۲۱ء میں عمل میں آیا۔ اِس کے صرف پانچ شمارے شائع ہوئے۔ (اشتہار در ''شہرتِ کاذبہ'' محولۂ بالا، ص ۴۳) مرتبِ کلیات کو اِس کا صرف ایک شمارہ دستیاب ہوا ہے جو فروری مارچ ۱۹۲۱ء کا ہے۔ اِس کے اداریے (''گزارش'') سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اِس رسالے کا دوسرا شمارہ ہے۔ اِسی بِنا پر اِس کی تاریخِ اجرا جنوری ۱۹۲۱ء متعین کی گئی ہے۔ ۲۰ر نومبر ۱۹۲۰ء کو یاسؔ نے اِس رسالے کے اجرا کے سلسلے میں ایک گشتی مراسلہ چھپوا کر تقسیم کیا تھا۔ اُس میں یہ اطلاع دی گئی ہے: ''اِس کا حجم کم از کم ۶۴ صفحوں کا ہوگا جو ۲۰×۲۶ کی ۱/۱۶ تقطیع پر خفی قلم سے لکھوایا جائے گا''۔ پیشِ نظر شمارہ اِس کے مطابق ہے۔ اِس میں یاسؔ کی ایک غزل کا ابتدائی متن ملتا ہے۔

ماہ نامہ ''صحیفہ'' اٹاوہ:

یہ رسالہ یاسؔ نے جو اَب یگانہؔ بھی بن چکے تھے، اٹاوہ کے دورانِ قیام جاری کیا تھا۔ اِس کا پہلا شمارہ جنوری ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا تھا اور یہی آخری شمارہ بھی تھا۔ یہ ۲۴½×۱۶، س م سائز کے ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اِس شمارے کے تمام مضامین یگانہ نے خود لکھے ہیں۔ چار اصلی نام سے اور دو فرضی ناموں سے۔ اِن میں سے ایک مضمون ''اساطینِ لکھنؤ'' میں یگانہ کا کلام بھی ہے۔

مکاتیب و مضامین:

دوارکا داس شعلہؔ کے نام یگانہؔ کے ۹۵ خطوط راقم الحروف نے کتابی سلسلہ ''تخلیقی ادب'': ۲ (کراچی، ۱۹۸۰ء) میں شائع کیے تھے۔ ان کے علاوہ بھی راقم نے تقریباً دو سو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ خطوط جمع کیے ہیں۔ ان میں بھی یگانہ کا کلام ملتا ہے۔ یگانہؔ نے اپنے متعدد مضامین میں اپنی مکمل غزلیں اور متفرق اشعار کثرت سے درج کیے ہیں۔ کلّیات میں ان مضامین سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مکاتیب و مضامین سے جو فائدہ اٹھایا گیا ہے، اُس کی تفصیل حواشی سے معلوم ہوسکتی ہے۔

حواشی:

۱۔ کتابی سلسلہ ''تخلیقی ادب'' کراچی، شمارہ: ۲، ۱۹۸۰ء، ص ۴۸۹

۲۔ ''بیسویں صدی کے بعض لکھنوی ادیب، اپنے تہذیبی پس منظر میں'' از مرزا جعفر حسین، لکھنؤ، ۱۹۷۸ء، ص ۱۱۴

۳۔ ''قومی دارالاشاعت لاہور، کمیونسٹ پارٹی کے پبلشنگ ہاؤس کی شاخ تھی۔ پرنٹر اور پبلشر محمد کلیم اللہ کمیونسٹ پارٹی کے ممبر تھے اور حیدرآباد کے رہنے والے تھے''۔ (علی سردار جعفری، مکتوب بنام ڈاکٹر نیر مسعود، مورخہ ۲۶ر اگست ۱۹۹۵ء، مطبوعہ ہفت روزہ ''ہماری زبان'' دہلی، شمارہ: ۱۵ و ۲۲ ستمبر ۱۹۹۵ء، ص ۷)

۴۔ ''سرگزشت'' از ذوالفقار علی بخاری، کراچی ۱۹۶۶ء، ص ۱۷۸

۵ و ۶۔ کتابی سلسلہ ''تخلیقی ادب'' محولۂ بالا، ص ۴۸۸

۷۔ کتابچہ ''قصہ ایک دکان اور دکان دار کا'' لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۷۔۸

۸۔ یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ چوں کہ قومی دارالاشاعت کی طرف سے کتابیں پہلے بمبئی سے چھپتی تھیں، اس لیے سردار جعفری کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ ''گنجینہ'' پہلی بار بمبئی سے چھپی تھی۔ انھوں نے اپنے محولۂ بالا خط میں جو ڈاکٹر نیر مسعود کی کتاب ''یگانہ: احوال و آثار'' کے بارے میں لکھا گیا تھا، تحریر کیا ہے:

> ''آپ نے ص ۹۳ پر گنجینہ کا سرورق چھاپا ہے اور رسالہ 'شاعر' کے حوالے سے تاریخ اشاعت ۱۹۴۸ء لکھی ہے۔ یہ دراصل گنجینہ کے دوسرے یا تیسرے ایڈیشن کا سرورق ہے۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۴۶ء میں کمیونسٹ پارٹی کے قومی دارالاشاعت نے بمبئی سے شائع کیا تھا۔''

''گنجینہ'' ایک ہی بار لاہور سے چھپی ہے۔ اس کا کوئی اور ایڈیشن شائع نہیں ہوا۔ ڈاکٹر نیر مسعود کی کتاب میں اسی کا سرورق ہے۔ ڈاکٹر نیر مسعود نے رسالہ ''شاعر'' کے حوالے سے سال اشاعت ۱۹۴۸ء لکھا ہے۔ دراصل ''شاعر'' میں یہ غلط سال اشاعت ''تخلیقی ادب'' محولۂ بالا (ص ۴۳۴) کی تمہید میں لکھا گیا ہے۔ اس وقت تک راقم الحروف کو صحیح سال اشاعت کا علم نہ تھا۔ آغا جان ابن یگانہ نے جو بتایا تھا، وہی لکھ دیا تھا۔

۹۔ شخصی خاکہ ''میرزا یگانہ چنگیزی'' مشمولہ کتاب ''وہ صورتیں الٰہی'' از مالک رام، دہلی، ۱۹۷۰ء، ص ۱۶۱۔۱۶۲

۱۰۔ رسالہ ''نقوش'' لاہور، مکاتیب نمبر، جلد دوم، شمارہ: ۶۵ و ۶۶، نومبر ۱۹۵۷ء، ص ۱۰

نوٹ

ابنِ خلدون کہتا ہے کہ ''ایک عجمی فصحاے عرب کے کلام کی ممارست سے اہلِ زبان میں شمار کرنے کے لائق ہوسکتا ہے۔'' لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ یاسؔ کو (جس کی زبانِ مادری اردو ہے، جس کی زندگی ہمیشہ سے فصحا اور شعراے باکمال کی صحبت میں گزری ہے، اساتذہ کے کلام جس کے پیشِ نظر ہیں، جس کو لکھنؤ کے اساتذۂ عصر کی صحبت کا شرف حاصل ہے، خاندانِ انیسؔ و دبیرؔ و تعشقؔ اور دیگر خاندانی شعراے باکمال جس کے کلام کو اساتذۂ سابق کا صحیح نمونہ مانیں، جس کا کلام قادر الکلامی اور زبان دانی کے جوہر خود دکھاتا ہو) لکھنؤ اہلِ زبان نہ مانے۔ جب خاندانی شعرا اور اہلِ زبان نے مان لیا تو معاصرینِ حال اور آیندہ نسلوں پر فرض ہے کہ یاس کی زبان اور اجتہادی تصرّفات سے سند لیں۔ آج کئی دن ہوئے کہ مسٹر ربندر ناتھ ٹگور کو کلکتے میں بادشاہِ سوئڈن کی طرف سے اسی [اس کی؟] ادبی خدمات کے صلے میں طلائی تمغہ عطا ہوا۔ مگر لکھنؤ کے اکثر نافہم دوسروں کے حقوق کو نہایت بے دردی سے پامال کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اہلِ انصاف کی نگاہوں میں خود ذلیل ہوتے ہیں۔ یورپ کو دیکھیے کہ ایک ہندوستانی شاعر کی قدر کس آزادی سے کی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

ناچیز۔ یاسؔ

(''نشترِ یاس''، صفحہ ح)

نشترِ یاس

۱۹۱۴ء

اثر پیدا کیا چاہو سخن مین طرزِ دلکش سے
تو اندازِ بیان سیکھو انیس و میر و آتش سے

حصۂ اوّل

نشترِ یاس

یعنی

دیوان خاکپائے آتش مرزا واجد حسین یاس عظیم آبادی
ساکن حال لکھنؤ - جھوائی ٹولہ

باہتمام

احقر الزمن سید نور الحسن مالک مطبع
نور المطابع لکھنؤ جھوائی ٹولہ مین چھپا

بماہ اپریل سنہ ۱۹۱۴ء

قیمت فی جلد ۸ر بذریعۂ وی پی مصنف سے طلب فرمایئے

"نشترِ یاس" کا سرورق (عکس)

نذر

بندۂ احقر نشانۂ چرخ ستمگر اِس مرقعِ دل صد چاک و مجموعۂ جذبات حسرتناک کو قدر شناس اہل دل۔ ہمدرد بندگان عاجز و مضمحل سلیمان حشمت سکندر صولت مطاعِ جہان زینت بخش اورنگِ عزّ و شان ناصر الدین معین المومنین۔ تاج جہانبانی ظل سبحانی۔ حامیِ ملت اعلیٰ حضرت۔ حضور پُر نور فرزند دلپذیر دولتِ انگلشیہ ہز ہائینس میجر سر نواب محمد حامد علیخان بہادر۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ ادام اللہ سلطنتہ فرمانروائے دار السرور رام پور کے حضور میں بصد خلوص و ادب نذر دیتا ہے۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

گزرانیدۂ احقر الناس مرزا واجد حسین یاس عظیم آبادی

ساکن حال لکھنؤ۔ جھوائی ٹولہ

"نشترِ یاس" انتساب کا صفحہ (عکس)

اساتذۂ لکھنؤ کی رائیں ☆

(بحساب حروف تہجی)

جناب نواب انجم صاحب مدظلہٗ یادگارِ اسیرؔ مرحوم

عالی جناب مرزا واجد حسین صاحب یاسؔ دام مکارمہم کا کلام جلالتِ تخئیل، لطفِ زبان اور تمام شاعرانہ خوبیوں کے اعتبار سے حضرتِ آتشؔ کے کلام سے بالکل ملتا ہے۔ بے شک اس رنگ کو خوب فرماتے ہیں۔ ایسے زبردست مصرع لگانے والے بہت کم دیکھے۔ لکھنؤ میں ان کا دم غنیمت ہے۔

سیّد بہادر حسین خان انجم لکھنوی

حضرت اوج مدظلہٗ خلفِ ارشد حضرتِ دبیر اعلی اللہ مقامہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ شانہٗ اللھم صل علی محمد وآلہ الطاہرین۔

طائرِ فکر کی بلند پروازی، قوتِ متخیلہ کی سخن سازی ہر وہبی شاعر میں پائی جاسکتی ہے۔ مگر جن باریکیوں کو اور نزاکتوں کو عام لوگ دقیق و پیچیدہ طریق سے ادا کرتے ہیں، خاص اہل زبان انھیں خیالات کو اپنے روزمرہ میں نہایت صفائی سے باندھ دیتے ہیں۔ پیش پا افتادہ مضامین کو اگر اور لوگ محض سادہ و سُست لفظوں میں لاتے ہیں تو اہل زبان انھیں باتوں کو پاکیزہ اور نرالے انداز سے ادا کرتے ہیں۔ انھیں محاورات کی

☆ لکھنؤ کے اساتذہ حق پوچھیے تو یہی ہیں جن کی رائیں درج کی جاتی ہیں۔ یاس۔

برجستگی، تازگی، شوخی اور صرفِ بامحل کی وجہ سے اہلِ زبان کو غیر اہلِ زبان پر شرفِ امتیاز حاصل ہے۔ اِن باتوں کو پیشِ نظر رکھ کر میں کہتا ہوں کہ عزیزِ باتمیز مرزا واجد حسین صاحب سلمہ اللہ الواہب متخلص بہ یاسؔ محاوراتِ اردو پر پوری مہارت رکھتے ہیں۔ دو مصرعوں میں مطالب کثیر کو بمجاورتِ محاورتِ اردو اِس حسن سے ادا کرتے ہیں جو اہلِ زبان و قادر الکلام کا حق ہے۔ شستہ رفتہ زبان میں نزاکتِ معنوی پیدا کرنا، تخیّل میں تازگی و جدت سے کام لینا، حشو و زوائد سے بچنا اور اُن کی جگہ معنی خیز ٹکڑے رکھنا اور اِن سب باتوں کے ساتھ ابتذال و تعقیب و تعقید سے محفوظ رہنا، یہی وہی جوہر ہیں جن کی وجہ سے عزیزِ موصوف کا کلام لکھنؤ میں اک خاص درجے پر فائز ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا یاسؔ سلمہ نے جناب خواجہ آتشؔ مغفور کے رنگِ تغزل کو پھر سے تازہ کیا ہے۔ اُن کے کلام میں بھی وہی عبرت خیز، نشاط انگیز، حسرت آمیز مضامین ہیں، وہی سوز و گداز وہی حسنِ تخیّل وہی طرزِ بیان وہی بانکپن وہی آمد ہے۔ حق یہ ہے کہ اُن کے اشعار میں آتشِ مغفور کا سوز و ساز پایا جاتا ہے۔ عزیزِ موصوف شرفائے عظیم آباد سے ہیں اور ہمارے خاندان میں ہمارے پیر بھائی جناب شاد صاحب عظیم آبادی سے تلمذ رکھتے ہیں۔ اب اک عرصے سے لکھنؤ میں مقیم ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اُنھیں خوش رکھے اور اُن کی عمر میں برکت دے۔ فقط۔

کتبہ اقل الخلیقہ بل لاشیٔ فی الحقیقہ
محمد جعفر اوج عفی عنہ
۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ عید نوروز

حضرتِ جاوید مدظلہٗ خلف حضرتِ اُمید مرحوم

میں نے کلامِ بلاغت نظامِ جنابِ مرزا واجد حسین صاحب یاسؔ کو دیکھا اور سُنا۔ فی الواقع جنابِ موصوف کا کلام حضرتِ آتشؔ کے کلام سے اس قدر ملتا ہے کہ تختۂ قرطاس سے عشق و محبت کے شرر اُڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بے شک اِس رنگ کو خوب فرماتے

ہیں۔ ایک ایک نقطہ رُوکشِ مہرِ تاباں ہے اور ایک ایک حرف برقِ معانی کی جلوہ گاہ۔ اجتہادی و استنباطی خوبیاں، آتش بیانی و زبان دانی کے کرشمے جو جانِ شاعری سمجھے جاتے ہیں، آپ کے کلام میں بکثرت موجود ہیں۔

راقم آثم

سیّد محمد کاظم جاوید

حضرتِ رشید مدظلہٗ العالی نبیرۂ میر انیس اعلیٰ اللہ مقامہ

سبحان اللہ، کیا کہنا ہے۔ جناب مرزا واجد حسین صاحب یاسؔ دام مجدہم کا کلام جنابِ آتش مرحوم سے بہت ملتا ہے۔ بے شک اس رنگ کو خوب فرماتے ہیں۔

ہیچ مدان رشید عفی عنہ

ہیچ میرز میر حمید عفی عنہ

حضرتِ عارف مدظلہٗ نبیرۂ میر نفیس مرحوم

حامداً و مصلیاً

دنیا کے باغ میں یوں تو طرح طرح کے پھول کھلا ہی کرتے ہیں اور ایک وقت تک کھلتے رہیں گے لیکن نوعِ انسانی کے باغ میں پیدا کرنے والی قوت جب کوئی نیا پھول کھلاتی ہے اور وہ پھول مشیت و قدرت کی معتدل آب و ہوا سے نشو ونما پا کر ایک نہ ایک کمال کی نکہت دیتا ہوا پہلے پہل اپنے اصلی رنگ کی جھلک دکھاتا ہے اور اُس پر سیر کرنے والوں کی نظر جا پڑتی ہے تو اُس سے پہلے کہ اُس کے اثرات، کیفیات، خواص، افعال معلوم ہوں، بے ساختہ درود پڑھنے لگتے ہیں، کوئی سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ کے وجد کرتا ہے، کوئی فتبارک اللہ احسن الخالقین کا دم بھرتا ہے۔ ایسا کیوں کر نہ ہو اس لیے کہ

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار

ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

[illegible] حاصلِ کلام یہ ہے کہ میرے شفیق و دوست، صاحب فضل و

کمال، شاعرِ نازک خیال جناب مرزا واجد حسین صاحب یاسؔ زادت افضالہم و کمالاتہم کا کلامِ فصاحت و بلاغت نظام نظرِ قاصر سے گزرا اور بعض مقامات سے دیکھ کر میں نے پسند کیا اور بلا روے رعایت تحسین کی۔ درحقیقت اساتذہ کی تخئیل و زبان کا صحیح نمونہ ہے۔ لیکن بہ نسبت اور اساتذہ کے حضرتِ آتشؔ کے کلام کی گرما گرمی زیادہ پائی جاتی ہے کیوں کہ جنابِ یاسؔ نے تقلید بھی جنابِ خواجہ صاحب ہی کی اختیار کی ہے۔

یقین واثق ہے کہ اربابِ کمال ''نشترِ یاس'' کو بنظرِ قدر ملاحظہ فرمائیں گے اور تحسین و آفرین کے بیش بہا خلعت دے کر مصنفِ ممدوح کا دل بڑھائیں گے۔ اس لیے کہ ہر کمال کی ترقی قدر شناسوں کی توجہ پر منحصر ہے۔

حررہ جاہل المعارف اقل السادات

علی محمد عارف عفی اللہ عنہ وعن السوالف

حضرت فصاحت مدظلہٗ

ہیں ہند میں جس قدر سخنور — اور قدر شناسِ اہلِ جوہر

واقف ہیں اس سے اور ماہر — مخفی نہیں امر ہے یہ ظاہر

مرزا واجد حسین صاحب — ہے عقل و رائے ان کی صائب

سب ہیں آگہ نہیں یہ مستور — ہے یاس تخلص ان کا مشہور

میں نے بھی کلام ان کا دیکھا — کیا خوب ہے لطف شاعری کا

غزلیں ہیں وہ عاشقانہ ان کی — آتش ہوتے تو داد ملتی

کس حسن سے نظم ہیں غزل میں — اردو کے محاورے مثالیں

ہر بیت میں آبداری ایسی — گویا کہ لڑی ہے موتیوں کی

مضمون میں نازکی بھری ہے — یا شیشے میں جلوہ گر پری ہے

دیکھیں سب اہلِ فہم و ادراک — اشعار ہیں نقص و عیب سے پاک

انصاف کی وجہ سے بہ عجلت — یہ لکھ دیے شعر اے فصاحت

سیّد عباس حسن فصاحت

مرزا واجد حسین یاسؔ

[دیباچہ از حامد علی خان بیرسٹر ایٹ لا]

ناظرین! خدا تم کو خوش رکھے، طولِ عمر عطا کرے اور دلی مرادیں بر لائے۔
بسترِ بیماری پر لیٹا ہوا ہوں۔ چند قدم چلنا محال ہے اور اپنے یہ شعر جو حسب حال ہیں، پڑھ رہا ہوں:

تسلّی غم گساروں کو دلِ درد آشنا دینا
ہجومِ غم میں بھی جب بات کرنا مسکرا دینا

ایسا لٹا ہوں میں کسی قابل نہیں رہا
جس دل میں تیری یاد تھی وہ دل نہیں رہا

کچھ نشاں صدموں کے ہیں کچھ حسرتوں کے داغ ہیں
ڈھونڈتی ہیں جس کو آنکھیں ہائے اب وہ دل کہاں

یہ بختی کی بھی کچھ انتہا المختصر ہوگی
ہمارا دم سلامت ہے تو اس شب کی سحر ہوگی

اسی حالت میں یہ خبر مسرت اثر پہنچی کہ جناب یاسؔ کا مجموعۂ اشعار مسمّٰی بہ

''نشترِ یاس'' زیرِ طبع ہے۔ میں کہاں اور اِس زمانے میں نظم و نثر کی فکر کہاں، دماغ میں قوت نہیں، دل میں طاقت نہیں لیکن جنابِ یاسؔ کے نام اور اُن کے کلام نے جو میرے سامنے موجود ہے، بے چین کردیا اور جو خیالات دل میں گزر رہے ہیں لکھوا رہا ہوں۔ آج کل کا یہ رنگ ہے کہ جب ناظرین کسی کلام کو دیکھتے ہیں تو صاحبِ کلام کے حالات بھی جاننا چاہتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ مرزا یاسؔ صاحب کے نام و نسب اور مختصر حالات بھی لکھوا دوں۔

نام اور خاندان وغیرہ:

مرزا واجد حسین نام تخلص یاسؔ ابن مرزا پیارے صاحب ابن مرزا آغا جان صاحب ابن حاجی احمد علی صاحب ابن مرزا روشن علی ابن مرزا حسن بیگ۔ موخرالذکر بزرگ اطرافِ ایران سے زمانۂ شاہی میں ہندوستان تشریف لائے اور سرکار دہلی کی فوج میں ملازم ہوئے۔ اُنھیں خدمات کے صلے میں چند جاگیریں پرگنہ حویلی عظیم آباد میں بادشاہ کی طرف سے عطا ہوئیں۔ انھیں جاگیروں میں ایک موضع رسول پور بھی تھا جو وراثتاً مرزا یاس کو پہنچا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی مواضعات مرزا یاس کو ملے جو حاجی احمد علی صاحب کے حاصل کیے ہوئے تھے۔ انھیں مواضعات کے محاصل پر مرزا یاسؔ کی معاش ہے۔ مرزا صاحب کے نانا مرزا علی حسن صاحب عرف بڑے بابو صاحب اور پرنانا نواب آغا جان صاحب شہر عظیم آباد کے ممتاز رئیسوں میں تھے۔ نانہالی بزرگوں کا سلسلہ لکھنؤ سے تھا مگر غدر کے بعد پھر کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔

سنہ ولادت و تعلیم وغیرہ:

مرزا یاسؔ کی ولادت آخر ذی الحجہ ۱۳۰۱ ہجری محلہ مغل پورہ شہر عظیم آباد میں ہوئی۔ پانچ چھ برس کے سن سے مکتب میں داخل ہوئے۔ فارسی کی چند درسیات کے بعد عظیم آباد کے محمڈن اینگلو عربک اسکول میں نام لکھوایا گیا۔ اسکول میں ہمیشہ سب سے اول رہے۔ ہر سال وظیفہ اور انعام پاتے رہے۔ ۱۹۰۳ء میں دوسرے درجے میں انٹرنس پاس کیا۔ انٹرنس

پاس کرنے کے بعد مٹیا برج میں شہزادہ مرزا مقیم بہادر (شہزادہ مرزا جہاں قدر بہادر کے خویش) کے صاحب زادوں یعنی شہزادہ محمد یعقوب علی مرزا اور شہزادہ محمد یوسف علی مرزا کی انگریزی تعلیم پر مقرر ہوئے مگر آب و ہوا کی ناموافقت سے تھوڑے دنوں کے بعد اپنے وطن واپس آئے اور دہلی آگرہ اجمیر الہ آباد بنارس وغیرہ کی سیر و سیاحت کرتے رہے۔ آخر کار لکھنؤ کو اپنا مسکن بنالیا اور حال میں لکھنؤ کے ایک معزز خاندان میں شادی کرلی ہے۔ نخاس کے قریب جناب حکیم آغائی صاحب مرحوم کے دو بیٹے حکیم مرزا محمد تقی صاحب و حکیم مرزا محمد شفیع صاحب رہتے ہیں۔ حکیم مرزا محمد شفیع صاحب کی پہلی بیوی سے دو بیٹیاں ہیں۔ چھوٹی صاحب زادی مرزا یاس صاحب سے منسوب ہیں۔

مرزا یاس کی شاعری:

عظیم آباد میں خان بہادر سید علی محمد صاحب مدظلہٗ المتخلص بہ شاد سے کامل اور ماہرِ فن کی خدمت میں بالمرّہ حاضر ہوا کرتے تھے اور اُن کے کلامِ بلاغت نظام اور علم و فضل سے مستفید ہوتے رہے۔ جب شاعری کا شوق پیدا ہوا تو ابتدا میں جناب مولوی سید علی خاں صاحب بےتابؔ عظیم آبادی نے شاعری کے مختلف رموز و نکات ذہن نشین کر کے مذاق سلیم کے سیدھے راستے پر لگا دیا۔ جنابِ شاد مدظلہٗ نے بھی مرزا یاس کی تین چار غزلوں کو اصلاح سے مزیّن فرمایا۔ اِس کے بعد آب و دانہ کی کشش مرزا صاحب کو لکھنؤ کھینچ لائی۔ یہاں آ کر جناب پیارے صاحب رشید مدظلہٗ العالی سے استفادہ کرنے لگے اور مشاعروں میں شریک ہونے لگے۔ مرزا صاحب کا مذاق سلیم ہے، زبان شستہ اور بیان صاف ہے۔ کیوں کہ وطن مرزا صاحب کا اگرچہ عظیم آباد ہے مگر اُن کی شاعری کا وطن سچ پوچھیے تو لکھنؤ ہے۔ یہ میں نے کیا کہا کہ ''اگرچہ عظیم آباد ہے''۔ عظیم آباد میں ہر فن کے باکمال پیدا ہوتے رہے ہیں۔ مثلاً مرزا عبدالقادر بیدلؔ، خواجہ امین الدین امیںؔ، شیخ محمد روشن جوششؔ، شیخ غلام علی راسخؔ، میر وزیر علی عبرتیؔ، مرزا امان علی ذبیحؔ، جناب خان بہادر سیّد علی محمد صاحب شادؔ، جناب شمس العلما نواب سیّد امداد امام صاحب اثرؔ جو ہر علم و فن میں

یکتا ہیں۔ راسخ وہی راسخ ہیں جو مرزا سودا کے پاس شاگرد ہونے کو آئے تھے، مرزا سودا نے کہا کوئی شعر سنایئے۔ راسخ نے یہ مطلع پڑھا:

ہوئے ہیں پیر ہم اب دیدنی رونا ہمارا ہے
پلک پر اپنی آنسو صبحِ پیری کا ستارا ہے

مرزا سودا نے اٹھ کر گلے لگالیا (دیکھو صفحہ ۱۷۴ آب حیات از پروفیسر آزاد، مطبع مفید عام لاہور) راسخ کا دیوان بھی عظیم آباد میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔

سنا گیا ہے کہ مرزا یاسؔ کا بہت سا کلام ضائع ہوگیا۔ ''نشتر یاس'' اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن اشعار کی خوبی دیکھنی چاہیے نہ کہ کثرت۔ میری یہ رائے ہے کہ اگر ایک شعر بھی کوئی اچھا کہہ دے تو وہ شاعر ہے۔ نقادِ سخن خود پرکھ لیں گے۔ جیسے خواجہ حیدر علی آتشؔ نے فرمایا ہے:

بازارِ مصر میں چل یوسف کا سامنا کر
کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن میں

انتخاب اشعار میں اختصار اس لیے کیا گیا کہ شایقین ''نشتر یاس'' کو خود پڑھیں۔ اندیشہ ہے کہ انتخاب میں مرزا یاسؔ کے مذاق سے قطع نظر کر کے میری طبیعت کا مذاق نہ کھل جائے۔ بقول حضرت غالب:

کُھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

''نشتر یاس'' کے دیکھنے کے بعد ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کلام یاسؔ دو حصوں پر منقسم ہے۔ فکر قدیم اور فکر جدید۔ طرزِ اوّل الذکر کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

خزاں کے جور سے واقف کوئی بہار نہ ہو
کسی کا پیرہنِ حسن تار تار نہ ہو
برنگِ سبزۂ بیگانہ روند ڈالے فلک
مجھے بہار بھی آئے تو سازوار نہ ہو

خزاں کے آتے ہی گلچیں نے پھیر لیں آنکھیں
کسی سے کوئی وفا کا اُمیدوار نہ ہو
حیا کی بات ہے اب تک قفس میں زندہ ہوں
چمن میں جاؤں تو نرگس سے آنکھ چار نہ ہو
اسیرِ دام نہ ہونا ذرا سنبھل اے دل
خیالِ گیسوے پُرخم گلے کا ہار نہ ہو

فکر جدید میں اکثر وہ غزلیں ہیں جو یہاں کے مشاعروں کے لیے کہی گئی ہیں۔ مثلاً:

روشن تمام کعبہ و بت خانہ ہوگیا
گھر گھر جمالِ یار کا افسانہ ہوگیا
اب چین گنہ گاروں کو دم بھر نہیں ملتا
پیاسے ہیں اور آبِ دمِ خنجر نہیں ملتا
جب حسنِ بے مثال پر اتنا غرور تھا
آئینہ دیکھنا تمھیں پھر کیا ضرور تھا
چلے چلو جہاں لے جائے ولولہ دل کا
دلیلِ راہِ محبت ہے فیصلہ دل کا

اسی زمین میں مجھ کو ایک شعر اپنا یاد آگیا:

جہاںؔ خدا کے سوا اور کچھ نہیں حامد
وہاں پہ جا کے ٹھہرتا ہے سلسلہ دل کا

مرزا صاحب نے اپنی فکرِ جدید میں جن طرحوں میں غزلیں کہی ہیں جو یہاں کے مشاعروں میں پڑھی گئیں اور جن میں سے چار شعر منتخب کر کے اوپر لکھے گئے، اُن مشاعروں کے سنہ و ماہ و تاریخ اور طرح کے مصرعے اور حاضرینِ مشاعرہ پوری طرح سے میری یادداشت میں درج ہیں۔ اُن طرحوں میں یہاں کے شعرا کی بھی غزلیں ہیں اور میں نے بھی کچھ کہا ہے۔ قریب دو برس کے ہوئے مرزا کاظم حسین صاحب محشر کے یہاں

طرح ہوئی تھی ''ادھر بھی'' اور ''کدھر بھی'' جس میں حضرتِ سودا کی مشہور غزل ہے۔ اس زمین میں جنابِ یاسؔ نے بھی فکر کی تھی۔ یہ دو شعر اُس غزل کے بھی درج کیے جاتے ہیں:

کس شان سے آتی ہے مری شامِ مصیبت
وہ دیکھو جلو میں ہے قیامت کی سحر بھی
دیکھے کوئی جاتی ہوئی دنیا کا تماشا
بیمار بھی سر دُھنتا ہے اور شمعِ سحر بھی

سنتا ہوں کہ جب مولوی سید بندہ کاظم صاحب جاویدؔ نے دوسرا یہ شعر سنا تو وجد کرنے لگے۔ اپنی بیاض میں لکھ لیا اور یہ فرمایا کہ ''ایسا شعر میرؔ ہی کے دل سے نکل سکتا ہے''۔ کسی شعر کی اس سے بڑھ کر تعریف نہیں ہوسکتی اور مرزا یاسؔ صاحب جس قدر فخر کریں بجا اور درست ہے۔ مرزا یاسؔ کی غزل ہے ''در کھلا'' ''دفتر کھلا'' اُس میں کہتے ہیں:

گر پڑے تیورا کے آنکھوں میں اندھیرا آگیا
واں نقابِ رخ اُٹھی یاں راز سر تا سر کُھلا
اشکِ خوں سے زرد چہرے پر ہے اک طرفہ بہار
دیکھیے رنگِ جنوں کیسا مرے مُنھ پر کُھلا
صحبتِ واعظ میں بھی انگڑائیاں آنے لگیں
راز اپنی مے کشی کا کیا کہیں کیوں کر کُھلا

ان شعروں کی خوبی سمجھنے والوں سے پوشیدہ نہیں۔ اشعار مندرجۂ ذیل ملاحظہ ہوں:

زندگی بھر تک تو شرمندہ نہ تھے یاروں سے ہم
لاش اُٹھانے کا مگر آخر اک احساں رہ گیا
چل رہی تھی سانس اپنی خود چھری کی طرح سے
تیغِ قاتل کا عبث گردن پہ احساں رہ گیا
فکرِ انجام نہ آغاز کا کچھ ہوش رہا
چار دن تک تو جوانی کا عجب جوش رہا

اپنے سر سے بھی کسی روز گزر جائے گا
آبِ شمشیر کو قاتل جو یہی جوش رہا

اِس موقع پر خواجہ حیدر علی صاحب آتش یاد آگئے۔ فرماتے ہیں:

آبِ شمشیر جو یہ تا کمرِ قاتل ہے
جوش میں آ کے الٰہی مرے سر تک پہنچے

مرزا یاس نے ذیل کے مضمون کو کس حسن سے باندھا ہے:

تصویرِ نزع دیکھنا چاہو تو دیکھ لو
رہ رہ کے جھلملانا چراغ مزار کا
دیکھو تو اپنے وحشیوں کی جامہ زیبیاں
اللہ رے حسن پیرہنِ تار تار کا

دل اِس شعر کے مزے اٹھا رہا تھا کہ غالب یاد آگئے:

زباں پہ بار خدایا یہ، کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے۔

فرماتے ہیں:

اک خوں چکاں کفن میں کروروں بناؤ ہیں
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

پڑھنے کا انداز:

بقول استاذی پروفیسر چارلس ہارڈیلی [؟] صاحب آواز کے تین حصے ہیں۔ ہائیر پچ اعلیٰ درجہ، مڈل پچ اوسط درجہ، لوئر پچ ادنیٰ درجہ۔ معمولی گفتگو میں انسان مڈل پچ سے کام لیتا ہے، ہائیر اور لوئر پچ سے بہت کم۔ میں نے جناب سیّد مہر علی صاحب انس مرحوم، جناب سید خورشید علی صاحب نفیس مرحوم، جناب سید محمد صاحب سلیس مرحوم، جناب سید ابو محمد صاحب جلیس مرحوم، جناب سید خورشید حسن صاحب عروج، جناب پیارے

صاحب رشید، جناب سید علی محمد صاحب عارف، جناب مرزا محمد جعفر صاحب اوج، ان بزرگوں کو مرثیہ پڑھتے ہوئے سُنا ہے۔ ان سب حضرات کو مڈل پچ میں پڑھتے سُنا۔ جو لوگ ہائیر پچ اور لوئر پچ سے زیادہ کام لیتے ہیں، اُن کی آواز تھوڑی دیر میں بھرا جاتی ہے اور آخر کو بیٹھ جاتی ہے۔ آواز کی پختگی صرف مڈل پچ میں پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ آواز کے متعلق کچھ لکھ کر سمجھا دینا مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے (اِس کے مدارج کا تعلق سماعت سے ہے، ادا کرنے والے کے بتانے کے بغیر سُننے والا خود سمجھ جاتا ہے) بڑی سی بڑی مجلسوں میں جہاں ہزارہا آدمی جناب میر نفیس کو سُننے جمع ہوتے تھے، وہاں بھی مڈل پچ ہی میں پڑھتے سُنا۔ کہیں کہیں ہائیر پچ سے کام لیتے تھے۔ بعض الفاظ ایسے واقع ہوئے ہیں کہ جو کھینچ کر اور ہائیر پچ میں پڑھے جائیں تو زیادہ لطف دیتے ہیں۔ مثلاً لفظ ''دور'' مرثیہ میں، اور بعض ایسے ہیں کہ جن کی کیفیت لوئر پچ میں پڑھنے سے دو چند ہو جائے گی۔ جیسے لفظ ''نیچے''۔ مرثیے میں ہاتھ سے زیادہ بتانا ممنوع ہے۔ البتہ کہیں کہیں موقع سے آنکھ کی گردش اور اشارے سے کام لیتے ہیں۔ پڑھنے والے کی سب سے زیادہ خوبی تو یہ ہے کہ سراپا اُس مضمون کی تصویر بندھ جائے جس کو وہ نظم میں پڑھ رہا ہے۔ لیکن یہ بات بہت مشکل ہے۔ اور یہی بہترین اور سب سے اعلیٰ درجہ پڑھنے کا ہے۔ اور اسی وجہ سے روئے زمین میں بہترین پڑھنے والوں کی تعداد بہترین شاعروں سے کم ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ الفاظ کو مناسب طریقے سے پڑھنا یعنی جو الفاظ کھینچ کر پڑھنا چاہیے اُن کو کھینچ کر پڑھنا اور جو حزن و مسرت، پریشانی، خوشی، نفرت، جرأت، تہوّر کی آواز سے ادا کرنا ہیں، ان کو اسی طرح کی آواز سے ادا کرنا چاہیے۔ مشکل اُس وقت پڑتی ہے جب متناقض الفاظ قریب قریب آجاتے ہیں۔ جیسے شادی و غم۔ شادی کو خوشی کی آواز سے پڑھنا اور فوراً ہی آواز کو بدل کر غم کا لفظ دردناک آواز سے پڑھنا اور اس طرح پڑھنا کہ بناوٹ اور تصنع نہ معلوم ہو، کچھ آسان کام نہیں ہے۔ مرثیے میں جناب انیس اعلیٰ اللہ مقامہ کو جو مرتبہ حاصل ہوا وہ کسی کو میسّر نہ ہوا۔ آواز میں چند قدرتی خوبیاں ہوتی ہیں۔ شیریں ہو، بلند ہو، پاٹ دار ہو، کرخت نہ ہو، چھوٹی آواز نہ ہو، باریک نہ ہو۔ جناب حافظ مولوی قاری سید جعفر علی

صاحب مرحوم کو اور مسٹر براڈ صاحب اور مسٹر فاسٹ صاحب کو لندن میں اور کلکتے کے مسٹر لال موہن گھوش کو میں نے سُنا ہے۔ اِن سے شیریں تر آواز کسی کی نہیں سُنی۔ مسز اینی بسنٹ جو مشہور و معروف اسپیکر ہے، اُس کی آواز بھی شیریں ہے مگر مسز اینی بسنٹ عورت ہے اور عورتوں کی آواز قدرتاً شیریں ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے میر انیس صاحب مغفور کو سُنا تھا، وہ سب متفق اللفظ ہیں کہ اُن سے بہتر مرثیہ پڑھنے والا (یہاں صرف پڑھنے کی بحث ہے) ہندوستان میں نہیں گزرا۔ میری عمر اُس زمانے میں کم تھی۔ افسوس ہے کہ مجھے اُن کے سُننے کا شرف نہ حاصل ہوا۔ "حیاتِ دبیر" میں جو مضمون میں نے حضرت دبیر پر لکھا ہے، اُس میں پڑھنے کا ذکر لکھ چکا ہوں جو "حیات دبیر" کا پندرھواں باب ہے۔ چند خیالات جو اُس میں نہیں بیان کیے تھے، ضمناً یہاں درج کر دیے۔ اب مقصودِ اصلی غزل کی طرزِ ادا سے ہے۔ میں نے معمر لوگوں کی زبانی سُنا ہے کہ غزل پڑھنے کا حق حضرتِ غالب دہلوی اور حضرتِ آتش لکھنوی خوب ادا فرماتے تھے۔ جتنے غزل پڑھنے والے میں نے سُنے ہیں، اُن میں سب سے بہتر جناب محمد جان صاحب شاد لکھنوی تھے۔ پڑھنے میں بنوٹ کم تھی۔ حزن کی آواز سے دردناک مضمون ادا کرتے تھے جو الفاظ کھینچ کر پڑھنا چاہییں اُن کو کھینچ کر پڑھتے تھے اور بہت لطف سے پڑھتے تھے۔ اِس کہنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ مرثیہ اور غزل کے پڑھنے میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ دو کوچے ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں۔ مرزا واجد حسین صاحب یاسؔ ایک خاص لحن* میں غزل پڑھتے ہیں اور پڑھنے میں ایک خاص کیفیت اُن پر طاری ہوتی ہے۔ غزل کے اکثر شعر مکرر پڑھتے ہیں اور علاوہ حاضرین کے اپنے پڑھنے کا مزہ خود بھی خاص طور پر اٹھاتے ہیں۔ خداوند عالم عمر طویل عطا کرے۔

دستخط خاکسار دارین

حامد علی (خان بیرسٹر ایٹ لا)

---

* مرثیہ گو جتنے ہیں فن کی حیثیت سے پڑھنے کی مشق کرتے ہیں اور سیکھتے ہیں مگر غزل کو پڑھنے کی مشق نہیں کرتے جس طرح جی چاہتا ہے پڑھتے ہیں لہٰذا تنقیدی نظر ڈالنا ضروری نہیں۔ ۱۲ (یاسؔ)

غزلیات

(۱)

ص

واں نقاب اُٹھی کہ صبحِ حشر کا منظر کھُلا
یا کسی کے حسنِ عالم تاب کا دفتر کھُلا

غیب سے پچھلے پہر آتی ہے کانوں میں صدا
اُٹھو اُٹھو رحمتِ ربِّ عُلا کا در کھُلا

آنکھ جھپکی تھی تصوّر بندھ چکا تھا یار کا
چونکتے ہی حسرتِ دیدار کا دفتر کھُلا

کُوئے جاناں کا سماں آنکھوں کے آگے پھر گیا
صبحِ جنّت کا جو اپنے سامنے منظر کھُلا

رنگ بدلا پھر ہوا کا، مے کشوں کے دن پھرے
پھر چلی بادِ صبا پھر مے کدے کا در کھُلا

؎ حسرتِ پرواز میں پر تولتے ہیں یاں اسیر
وہ صبا مستانہ آئی، وہ چمن کا در کھُلا

؎ گر پڑے تیورا کے، آنکھوں میں اندھیرا آ گیا
واں نقابِ رُخ اُٹھی یاں راز سر تا سر کھُلا

؎ بند آنکھیں ہو گئیں بے تاب ہو ہو کر گرے
سامنے پیاسوں کے کس نے رکھ دیا ساغر کھُلا

آ رہی ہے صاف بُوئے سنبلِ باغِ جناں
گیسوے محبوب شاید میری میّت پر کھُلا

چار دیوارِ عناصر پھاند کر پہنچے کہاں
آج اپنا زورِ وحشت عرشِ اعظم پر کھُلا

؎ چپ لگی مجھ کو، گناہِ عشق ثابت ہو گیا
رنگ چہرے کا اُڑا رازِ دلِ مضطر کھُلا

؎؎؎ اشکِ خوں سے زرد چہرے پر ہے کیا طُرفہ بہار
دیکھیے رنگِ جنوں کیسا مرے مُنھ پر کھُلا

؎ خنجرِ قاتل سے جنّت کی ہوا آنے لگی
اور بہارِ زخم سے فردوس کا منظر کھُلا

؎؎ نیم جاں چھوڑا تری تلوار نے اچھا کیا
ایڑیاں بسمل نے رگڑیں صبر کا جوہر کھُلا

۴۴ صحبتِ واعظ میں بھی انگڑائیاں آنے لگیں
راز اپنی مےکشی کا کیا کہیں کیوں کر کھُلا

۴۴ ہاتھ اُلجھا ہے گریباں میں تو گھبراؤ نہ یاسؔ
بیڑیاں کیوں کر کٹیں زنداں کا در کیوں کر کھُلا
(۱۹۱۲ء)

(۲)

۴۴ جلوۂ قاتل سے کچھ ایسا میں حیراں رہ گیا
اک تڑپنے کا تھا ارماں وہ بھی ارماں رہ گیا
شکر ہے لاشہ مرا مقتل میں عریاں رہ گیا
مرحبا اے عشق، تیرے ہاتھ میداں رہ گیا

۴ رازِ الفت داغ بن کر دل میں پنہاں رہ گیا
آہ تک میں نے نہ کی گھُٹ گھُٹ کے ارماں رہ گیا
تجھ سے اے اشکِ ندامت، کیا یہی اُمّید تھی
دامنِ دل پر جو اپنے داغِ عصیاں رہ گیا
انتظارِ یار میں آنکھیں کھُلی ہیں رات دن
یہ وہی در ہیں کہ جن کو شوقِ مہماں رہ گیا
اہلِ محفل دید کے قابل ہے نازِ اُس شوخ کا
دل میں آ بیٹھا مگر آنکھوں سے پنہاں رہ گیا

م زندگی بھر تک تو شرمندہ نہ تھے یاروں سے ہم
لاش اٹھانے کا مگر آخر اک احساں رہ گیا

چل رہی تھی سانس اپنی خود چھُری کی طرح سے
تیغِ قاتل کا عبث گردن پہ احساں رہ گیا

م مرنے والے جذبِ دل کی نارسائی دیکھ لیں
آنکھ اُٹھا کر وہ سُوئے گورِ غریباں رہ گیا

خاک چھانی عمر بھر کوئے بتاں میں یاسؔ نے
وائے ناکامی کہ اِس پر بھی مسلماں رہ گیا

(۵ ۔ ۱۹۰۴ء)

(۳)

اگر اپنی چشمِ نم پر مجھے اختیار ہوتا
تو بھلا یہ رازِ الفت کبھی آشکار ہوتا!

ہے تنک مزاج صیّاد کچھ اپنا بس نہیں ہے
میں قفس کو لے کے اُڑتا اگر اختیار ہوتا

یہ ذرا سی اِک جھلک نے دل و جاں کو یوں جلایا
تری برقِ حسن سے پھر کوئی کیا دوچار ہوتا

م اجی توبہ اِس گریباں کی بھلا بساط کیا تھی
یہ کہو کہ ہاتھ اُلجھا نہیں تار تار ہوتا

وہ نہ آتے فاتحہ کو ذرا مڑ کے دیکھ لیتے
تو ہجوم یاس اتنا نہ سرِ مزار ہوتا
(۱۹۱۱ء)

(۴)

ص فکرِ انجام نہ آغاز کا کچھ ہوش رہا
چار دن تک تو جوانی کا عجب جوش رہا

ص میں قفس میں بھی کسی روز نہ خاموش رہا
کشمکش میں بھی طبیعت کا وہی جوش رہا

نشۂ الفتِ ساقی کا عجب جوش رہا
ہولِ صحرائے قیامت بھی فراموش رہا

غیر ہوں جرعہ کشِ بزمِ تمنا افسوس
خون کے گھونٹ میں پیتا رہا، خاموش رہا

"ہیچ آفت نرسد گوشۂ تنہائی را"
دشتِ غربت میں میں یہ سوچ کے رُوپوش رہا

موسمِ گل کی ہوا دارُوے بے ہوشی تھی
سر اُٹھانے کا بھی سبزے کو نہ کچھ ہوش رہا

نکہتِ گل کی طرح جامے سے باہر ہوں گا
فصلِ گل کا جو گلستاں میں یہی جوش رہا

بحرِ رحمت میں بہت ہوگا تلاطم برپا
تجھ کو اے اشکِ ندامت جو یہی جوش رہا
اپنے سر سے بھی کسی روز گزر جائے گا
آبِ شمشیر کو قاتل جو یہی جوش رہا

سایۂ دامنِ قاتل میں جو نیند آئی مجھے
پھر تو کروٹ بھی بدلنے کا نہ کچھ ہوش رہا
دھوم سُنتا رہا اب آتے ہیں، اب آتے ہیں
حشر تک میں یُونہی کھولے ہوئے آغوش رہا
دُور کھنچتی ہی گئی منزلِ مقصود مگر
رہروِ عشق کی ہمّت کا وہی جوش رہا
رحمتِ حق رہی ہم عاصیوں پر سایہ فگن
سر پہ چھایا ہوا اِک ابرِ خطا پوش رہا

اُٹھتے اُٹھتے تھی وہی بزم کی مستانہ روش
چلتے چلتے بھی خُمِ مے کو وہی جوش رہا

پھر گئیں آنکھیں مری کوچۂ جاناں کی طرف
شکر ہے مرتے دم اِتنا تو مجھے ہوش رہا
(۱۹۰۴ء۔۵)

(۵)

سایہ اگر نصیب ہو دیوارِ یار کا
کیا مرتبہ بلند ہو اپنے مزار کا

وہ دشتِ ہول ناک وہ حبِّ وطن کا جوش
پھر پھر کے دیکھنا وہ کسی بے دیار کا

لَو دے رہی ہے شام سے آج آہِ آتشیں
شعلہ بھڑک رہا ہے دلِ داغ دار کا

ص تصویرِ نزع دیکھنا چاہو تو دیکھ لو
رہ رہ کے جھلملانا چراغِ مزار کا

ص پر تولنے لگے پھر اسیرانِ بدنصیب
شاید قریب آ گیا موسم بہار کا

مُوئے سفید، کانپتے ہاتھ اور جامِ مے
دکھلا رہے ہیں رنگ خزاں میں بہار کا

ص انگڑائیوں کے ساتھ کہیں دم نکل نہ جائے
آساں نہیں ہے رنج اُٹھانا خمار کا

ص ساقی گرا نہ دیجیو یہ جامِ آخری
دل ٹوٹ جائے گا کسی اُمّیدوار کا

مستوں کی روحیں بھٹکیں گی، اچھا نہیں ہے اب
گھر گھر کے آنا قبروں پر ابرِ بہار کا

۴۴ دیکھو تو اپنے وحشیوں کی جامہ زیبیاں
اللہ رے حُسن پیرہنِ تار تار کا

۴ "جُرمِ گزشتہ عفو کن و ماجرا مپرس"
مارا ہوا ہوں اِس دلِ بے اختیار کا

۴ دنیا سے یاس جانے کو جی چاہتا نہیں
اللہ رے حُسن گلشنِ ناپائدار کا

(۶)

۴۴۴ وحشت تھی، ہم تھے، سایۂ دیوارِ یار تھا
یا یہ کہو کہ سر پہ کوئی جِن سوار تھا

ق: بگڑا چمن میں کل ترے وحشی کا جب مزاج
جھونکا نسیم کا بھی اُسے ناگوار تھا
لالے کا داغ دیکھ کے چتون بدل گئی
تیور سے صاف رازِ جنوں آشکار تھا
پہلے تو آنکھیں پھاڑ کے دیکھا اِدھر اُدھر
دامن پھر اِک اشارے میں بس تار تار تھا

ﮧ اللہ رے توڑ نیچی نگاہوں کے تیر کا
اُف بھی نہ کرنے پائے تھے اور دل کے پار تھا
ٹھوکر جو آج کھائی ہے اُس مستِ ناز نے
برہم ہے اب کہ بیچ میں کس کا مزار تھا
نیرنگِ حُسن و عشق کی وہ آخری بہار
تربت تھی میری اور کوئی اشک بار تھا
جُھک جُھک کے دیکھتا ہے فلک آج تک اُسے
جس سرزمیں پہ میرا نشانِ مزار تھا
لو اَب کُھلا، بہار کے پردے میں تھی خزاں
دھوکے کی ٹٹّی یہ چمنِ روزگار تھا

ﮧ ساحل کے پاس یاس نے ہمت بھی ہار دی
کچھ ہاتھ پاؤں مارتا ظالم تو پار تھا

(۷)

ﮧ جو دل نہیں رکھتا کوئی مشکل نہیں رکھتا
مشکل نہیں رکھتا کوئی، جو دل نہیں رکھتا
کھینچے لیے جاتا ہے کہیں شوقِ شہادت
دم لینے کی تاب اب دلِ بسمل نہیں رکھتا

ہوں ریگ کے مانند شب و روز سفر میں
آوارۂ وحشت کوئی منزل نہیں رکھتا

مجبور ہوں، کیا زور چلے جوشِ جنوں سے
زنجیر کوئی پاؤں کے قابل نہیں رکھتا

۴ کعبے سے ہو یا دَیر سے، منزل پہ پہنچ جاؤں
اک دُھن ہے تمیزِ حق و باطل نہیں رکھتا

مے خانے کو دیکھے کوئی اِن آنکھوں سے غافل
اک نور کا دریا ہے کہ ساحل نہیں رکھتا

۴۴ کوثر بھی کھنچ آئے تو یہ نیت نہیں بھرتی
دریائے ہوس وہ ہے کہ ساحل نہیں رکھتا

آیا نہ کوئی خواب میں بھی ملکِ عدم سے
افسوس کہ اِتنی بھی کشش دل نہیں رکھتا

۴۴۴ لیلیٰ کو بھلا دیکھے گا کِن آنکھوں سے مجنوں
جب طاقتِ نظّارۂ محمل نہیں رکھتا

کیوں یاسؔ قفس میں بھی وہی زمزمہ سنجی
ایسا تو زمانے میں کوئی دل نہیں رکھتا

(۸)

جب حُسن بے مثال پر اتنا غرور تھا ؎
آئینہ دیکھنا تمھیں پھر کیا ضرور تھا
چھُپ چھُپ کے غیر تک تمھیں جانا ضرور تھا
تھا پیچھے پیچھے میں بھی مگر دُور دُور تھا
ملکِ عدم کی راہ تھی، مشکل سے طے ہوئی
منزل تک آتے آتے بدن چوُر چوُر تھا
دو گھونٹ بھی نہ پی سکے اور آنکھ کھُل گئی
پھر بزمِ عیش تھی نہ وہ جامِ سرور تھا
واعظ کی آنکھیں کھُل گئیں پیتے ہی ساقیا
یہ جامِ مے تھا یا کوئی دریائے نور تھا

کیوں بیٹھے ہاتھ ملتے ہو اب، یاسؔ کیا ہوا
اِس بے وفا شباب پر اِتنا غرور تھا

(۱۹۱۳ء)

(۹)

چلے چلو جہاں لے جائے ولولہ دل کا ؎
دلیلِ راہِ محبت ہے فیصلہ دل کا

ہوائے کوچۂ قاتل سے بس نہیں چلتا
کشاں کشاں لیے جاتا ہے ولولہ دل کا

؎ گلہ کسے ہے کہ قاتل نے نیم جاں چھوڑا
تڑپ تڑپ کے نکالوں گا حوصلہ دل کا

خدا بچائے کہ نازک ہے اِن میں ایک سے ایک
تنک مزاجوں سے ٹھہرا معاملہ دل کا

؎ دکھا رہا ہے یہ دونوں جہاں کی کیفیت
کرے گا ساغرِ جم کیا مقابلہ دل کا

؎ ہوا سے وادیِ وحشت میں باتیں کرتے ہو
بھلا یہاں کوئی سُنتا بھی ہے گلہ دل کا

؎ قیامت آئی کھلا رازِ عشق کا دفتر
بڑا غضب ہوا، پھوٹا ہے آبلہ دل کا

؎؎؎ کسی کے ہو رہو اچھی نہیں یہ آزادی
کسی کی زلف سے لازم ہے سلسلہ دل کا

؎ پیالہ خالی اٹھا کر لگا لیا مُنھ سے
کہ یاس کچھ تو نکل جائے حوصلہ دل کا

(۱۹۱۲ء)

بستیوں کو ترے دیوانے نے ویراں سمجھا
گلشنِ دہر کو پُرہول بیاباں سمجھا

کوچے کٹوا کے سرِ راہ گزر بیٹھا ہوں
خاک اُڑانے سے میں اے قیس اِسے آساں سمجھا

قیس و فرہاد سے پوچھے کوئی ایذائے فراق
کوئی مشکل اِسے سمجھا کوئی آساں سمجھا

سخت جانوں کو کہاں چھوڑ چلا او قاتل!
تُو نے شاید کوئی دم کا ہمیں مہماں سمجھا

پھر یہ سر ہوگا نہ یہ سجدۂ شوق او کافر!
آج سے تُو نے اگر مجھ کو مسلماں سمجھا

کیا دل آویز ہے نظّارۂ خونِ شہدا
دامنِ یار کو میں صحنِ گلستاں سمجھا

شاہدِ گُل پہ کبھی آنکھ نہ ڈالی میں نے
عارضی حُسن کو دو روز کا مہماں سمجھا

تھی بہرحال مجھے خاطرِ صیّاد عزیز
میں نے اِس کنجِ قفس کو بھی گلستاں سمجھا

کون سا راز ہے اِس خاک کے پُتلے سے نہاں
لیکن اپنے خطِ قسمت کو نہ انساں سمجھا

۴ ہوش جاتے رہے ساقی اِنھیں آنکھوں کی قسم
گردشِ چشم کو میں گردشِ دوراں سمجھا

۴۴ آپ کو جس نے محبت کی نظر سے دیکھا
ستم و لطف کو ہر طرح وہ یکساں سمجھا

۴ وعدۂ دید کجا اور دلِ بے تاب کجا
فقط اُمید پہ کم بخت نے آساں سمجھا

دھوپ میں تشنۂ دیدار کھڑے ہیں لاکھوں
کوچۂ یار کو میں حشر کا میداں سمجھا

وہ زمانے کے حوادث کا اثر کیوں لیتا
شادی و غم کو جو اِک خوابِ پریشاں سمجھا

۴ زندگی کشمکشِ رنج و محن میں گزری
چار دیوارِ عناصر کو میں زنداں سمجھا

۴۴۴ یاس اچھی نہیں گستاخیِ دستِ وحشت
دامنِ یار کو کیا اپنا گریباں سمجھا

(۱۹۱۲ء)

(۱۱)

اب چین گنہ گاروں کو دم بھر نہیں ملتا
پیاسے ہیں اور آبِ دمِ خنجر نہیں ملتا

خنجر اُنھیں ملتا ہے تو ہم کو نہیں پاتے
جب ہم کو وہ پاتے ہیں تو خنجر نہیں ملتا

اب ٹھوکریں کھانے کو بھی موجود ہے یہ سر
جھنجلاتے ہیں کیوں آپ جو خنجر نہیں ملتا

حیران ہوں پھر قبر میں نیند آتی ہے کیوں کر
تکیہ نہیں ملتا کوئی بستر نہیں ملتا

ص آئی ہے نہ آئے گی کبھی نیند شبِ ہجر
جب تک ہمیں اب خاک کا بستر نہیں ملتا

آرام سے سونے کی جگہ ہے تو لحد ہے
دنیا میں تو راحت کا کوئی گھر نہیں ملتا

ص رستے سے پلٹ جاتی ہے موت آکے شبِ ہجر
اندھیر ہے اِس کو بھی مرا گھر نہیں ملتا

ص کسریٰ کا محل بھی ہے ہمیں قبر سے بدتر
آرام کہیں گھر کے برابر نہیں ملتا

حیران ہیں آوارۂ صحرائے محبت
اِس دشتِ بلا میں کوئی رہبر نہیں ملتا

کیوں نقشِ قدم دیکھ کے کھاتے ہو پچھاڑیں
کیا قافلے سے کوئی بچھڑ کر نہیں ملتا

بس اِس کے سوا اور نہیں کوئی شکایت
ملتا ہے مگر دل سے ستم گر نہیں ملتا

آخر نگہِ شوق اثر کر گئی ظالم
دل تھا، کوئی پتّھر نہ تھا، کیوں کر نہیں ملتا

اب زخمِ جگر کاش بگڑ جائے تو اچھا
خود چھیڑ دوں لیکن کوئی نشتر نہیں ملتا

لِلّٰہ سوئے خُم مجھے کروٹ ہی لِوا دے
ساغر تو کوئی اے دلِ مضطر نہیں ملتا

کچھ دل کی لگی اور بھڑک جاتی ہے ساقی
ملتا بھی ہے اِک جام تو بھر کر نہیں ملتا

کیوں یاسؔ یُونہی دُور سے مُنھ تکتے رہو گے
بے مانگے تو اِس بزم میں ساغر نہیں ملتا

انساں کو رہے حفظِ مراتب کا بھی کچھ دھیان
کیوں اُس سے ملو یاسؔ جو جھک کر نہیں ملتا

(۱۲)

مم دلِ بے تاب کو کب وصل کا یارا ہوتا
شادیِ دولتِ دیدار نے مارا ہوتا

شبِ غم زہر ہی کھانے کا مزہ تھا ورنہ
انتظارِ سحرِ وصل نے مارا ہوتا

م شبِ ہجراں کی بلا ٹالے نہیں ٹلتی ہے
بھور کر دیتے اگر زور ہمارا ہوتا

مم آئی جس شان سے مدفن میں سواری میری
دیکھتے غیر تو مرنا ہی گوارا ہوتا

کیوں نہ سینے سے لگی رہتی امانت تیری
داغِ دل کیوں نہ ہمیں جان سے پیارا ہوتا

سر جھکائے تری اُمید پہ بیٹھے ہیں ہم
قاتل اِس بارِ امانت کو اُتارا ہوتا

م ایک ہو جاتی ابھی کافر و دیں دار کی راہ
اگر اُن جُٹی بھووں کا اک اشارا ہوتا

م بھیگتی جاتی ہے رات اور ابھی صحبت ہے گرم
جام لب ریز اِسی عالم میں ہمارا ہوتا

م نگہِ لطف سے محروم ہوں اب تک ساقی
صفِ آخر کی طرف بھی اک اشارا ہوتا

مم دُور سے ساغر و مینا کو کھڑا تکتا ہوں
دل کوئی رکھتا تو مجھ کو بھی پکارا ہوتا

ممم دُور اتنی نہ کبھی کھنچتی عدم کی منزل
کاش کچھ نقشِ قدم ہی کا سہارا ہوتا

م یاسؔ اب آپ کہاں اور کہاں بانگِ جرس
کون اِس وادیِ غربت میں تمھارا ہوتا

م دیکھتے رہ گئے یاسؔ آپ نے اچھا نہ کیا
ڈوبتے وقت کسی کو تو پکارا ہوتا

مم صورتِ ظاہری اک پردۂ تاریک تھی یاسؔ
حُسنِ معنی کا کِن آنکھوں سے نظارا ہوتا

(۱۹۱۳ء)

(۱۳)

م روشن تمام کعبہ و بُت خانہ ہوگیا
گھر گھر جمالِ یار کا افسانہ ہوگیا

مم صورت پرست کب ہُوئے معنی سے آشنا
عالم فریب طور کا افسانہ ہوگیا

۴۴ چشمِ ہوس ہے شیفتۂ حُسنِ ظاہری
دل آشنائے معنیِ بیگانہ ہوگیا

۴۴ اعجازِ عشق دیکھو، وہی پُرغبار دل
آئینہ دارِ جلوۂ جانانہ ہوگیا

۴ تکتا ہے یار ہر طرف آئینہ خانے میں
شاید کسی پر آپ بھی دیوانہ ہوگیا

۴۴ پرچھاواں اپنا مجھ پہ نہ ڈالیں جنابِ عشق
جس گھر میں جلوہ گر ہُوئے ویرانہ ہوگیا

۴ آساں نہیں ہے آگ میں دانستہ کُودنا
دیوانہ شوقِ وصل میں پروانہ ہوگیا

۴۴ کیفیتِ حیات تھی دم بھر کی میہماں
لب ریز پیتے ہی مرا پیمانہ ہوگیا
اشکوں سے جام بھر گئے ساقی کی یاد میں
کچھ تو مآلِ مجلسِ رندانہ ہوگیا

۴ دیر و حرم بھی ڈھہ گئے جب دل نہیں رہا
سب دیکھتے ہی دیکھتے ویرانہ ہوگیا

۴۴۴ کل کی ہے بات جوش پہ تھا عالمِ شباب
یادش بخیر، آج اِک افسانہ ہوگیا

۴۴ زنجیر پھر ہلا دی نسیمِ بہار نے
پھر باہر آپ سے ترا دیوانہ ہو گیا

۴۴۴ آئینہ دیکھتا ہے گریباں کو پھاڑ کر
وحشی اب اپنا آپ ہی دیوانہ ہو گیا

کیا جانے آج خواب میں کیا دیکھا یاسؔ نے
کیوں چونکتے ہی آپ سے بیگانہ ہو گیا
(۱۹۱۳ء)

(۱۴)

بر غزلِ غالبؔ

پیشِ خیمہ موت کا خوابِ گراں ہو جائے گا
سیکڑوں فرسنگ آگے کارواں ہو جائے گا

۴ قالبِ خاکی کہاں تک ساتھ دے گا روح کا
وقت آ جانے دو اِک دن امتحاں ہو جائے گا

۴ چُپکے چُپکے ناصحا، پچھلے پہر رو لینے دے
کچھ تو ظالم، چارۂ دردِ نہاں ہو جائے گا

۴۴ شب کی شب مہماں ہے یہ ہنگامۂ عبرت سرا
صبح تک سب نقشِ پائے کارواں ہو جائے گا

۴۴ چشمِ نامحرم کجا اور جلوۂ محشر کجا
پردۂ عصمت وہاں بھی درمیاں ہو جائے گا

۴۴ اشک ٹپکے یا نہ ٹپکے دل بھر آئے گا ضرور
آہ کرنے دیجیے آپ امتحاں ہو جائے گا

۴۴۴ سایۂ دیوار سے لپٹے پڑے ہو خاک پر
اُٹھ چلو ورنہ وہ کافر بدگماں ہو جائے گا

یاسؔ اِس چرخِ زمانہ ساز کا کیا اعتبار
مہرباں ہے آج، کل نامہرباں ہو جائے گا

(۱۵)

۴ آپ سے آپ عیاں شاہدِ معنی ہو گا
ایک دن گردشِ افلاک سے یہ بھی ہو گا

۴۴ آنکھیں بنوایئے پہلے ذرا اے حضرتِ قیس!
کیا اِنھیں آنکھوں سے نظّارۂ لیلیٰ ہو گا

خلوتِ خاص کجا اور کجا اہلِ ہوس
وعدۂ دید فقط بہرِ تسلّی ہو گا

۴ شوق میں دامنِ یوسف کے اُڑیں گے ٹکڑے
دستِ گستاخ سے کیا دُور ہے، یہ بھی ہو گا

لاکھوں اِس حُسن پہ مر جائیں گے دیکھا دیکھی
کوئی غش ہو گا کوئی محوِ تجلّی ہو گا

حُسنِ ذاتی بھی چھُپائے سے کہیں چھُپتا ہے
سات پردوں سے عیاں شاہدِ معنی ہوگا

ص اپنی اپنی سب اسیرانِ قفس گاتے ہیں کیوں
فصلِ گل آئی تو کیا حکمِ رہائی ہوگا؟

ہوش اڑیں گے جو زمانے کی ہوا بگڑے گی
چار ہی دن میں خزاں گلشنِ ہستی ہوگا

داغِ احباب مرا ساتھ نہ چھوڑے گا کبھی
ہو نہ ہو گوشۂ دل میں کہیں مخفی ہوگا

ص چشمِ خوں بار سے شرما گئی ساون کی جھڑی
مگر اے چرخ ترا دل کبھی خالی ہوگا؟

صصص اور اُڈے گا دلِ زار جہاں تک چھیڑو
یہ بھی کیا کوئی خزانہ ہے کہ خالی ہوگا

صص دل ہے اک جامِ خدا ساز پُر از کیفیت
شادی و غم سے کسی حال نہ خالی ہوگا

دل دھڑکنے لگا پھر صبحِ جدائی آئی
پھر وہی درد وہی پہلو سے خالی ہوگا

صص کالے کوسوں نظر آتی ہے عدم کی منزل
دوشِ احباب پہ مُردہ مرا بھاری ہوگا

یہ تو فرمایئے کیا ہم میں رہے گا باقی
دل اگر دردِ محبت سے بھی خالی ہو گا

ایک چُلّو سے بھی کیا یاس رہو گے محروم
بزمِ مے ہے تو کوئی صاحبِ دل بھی ہو گا

(۱۹۱۳ء)

(۱۶)

۴۴۴ اجل کو کیا خبر دل میں اسیروں کے جو ارماں تھا
نکلتے پیٹھتے دن تھے، بہار آنے کا ساماں تھا

۴۴ نگاہِ واپسیں نے کیا بھیانک سین دیکھے ہیں
تمام اِک ہُو کا عالم تھا بیاباں ہی بیاباں تھا

۴۴ بہت تڑپی بہت شرمائی روح اُس وقت اے قاتل!
لہو اپنا ترے دامن سے جب دست و گریباں تھا

وہی سر ہے کہ اب سنگِ حوادث کا نشانہ ہے
یہی سر تھا کہ جس پر سایۂ دیوارِ جاناں تھا

ذری خاطر نہ کی افسوس، ظالم فاقہ مستوں نے
شباب اِن مفلسوں کا کیا کوئی ناخواندہ مہماں تھا

قفس کا در کھلا لیکن کسے ہے رخصتِ پرواز
خیالِ خام تھا، دل میں اسیروں کے جو ارماں تھا

۴۴ نہ پوچھو ڈھونڈتے ہی ڈھونڈتے حیراں ہوئیں آنکھیں
عدم کا قافلہ تھا یا کوئی خوابِ پریشاں تھا

۴۴۴ سہانی[1] چھاؤں تاروں کی، وہ سناٹا، وہ محویت
مری جاں، یاد آیا ہے کہ شب کی شب تو مہماں تھا

۴۴ کہاں ممکن تھی جیتے جی یہ سیرِ عالمِ بالا
طلسماتِ عناصر یاس اِک تاریک زنداں تھا

(۱۷)

۴۴ نقاب اُن کا اُلٹنا، وحشیوں کی رُت[2] بدل جانا
گریباں پھاڑ لینا اور صحرا کو نکل جانا
نہیں معلوم کیا جادو بھرا تھا چشمِ پُرفن میں
پلٹ کر دیکھ لینا اور فریبِ حُسن چل جانا
غرورِ حُسن، کیا کہنا ترے اِس نازِ بے جا کا
کسی محوِ طلب کو دیکھ کر تیور بدل جانا

۴ تماشائے چمن سے چشمِ آخر بیں کو کیا حاصل
فقط انجامِ حسرت پر کفِ افسوس مَل جانا

۱۔ ممکن ہے معترض یہاں دھوکا کھا جائے۔ یاس

۲۔ "وحشیوں کی رت بدل جانا" مجازاً کہا گیا ہے اور میرا تصرف ہے۔ یاس

۴۴ غضب کی بولتی تصویریں ہیں یہ خاک کے پُتلے
دلِ ناداں، ستم ہے اِن کی باتوں میں بہل جانا

۴ نگاہِ واپسیں، ایسا تماشا پھر کہاں ممکن
تمام احباب کا بالیں سے ایک اِک کر کے ٹل جانا

۴ پڑا رہنا بُرا کیا تھا ذرا تسکین تھی دل کو
بلائے جاں ہُوا بیمار کا غش سے سنبھل جانا

دیارِ بے خودی میں ٹھوکریں کھانے دو مستوں کو
غضب ہے آپ میں آنا قیامت ہے سنبھل جانا

اسیروں کے لیے اِک حسرتِ پرواز کیا کم تھی
مگر بادِ صبا کا پھر چُھری کی طرح چل جانا

۴۴۴ کسے اُمید تھی ظالم کہ ہو گا خاتمہ بالخیر
ترا کروٹ لِوانا اور میرا دم نکل جانا

یہ سب کشتِ ہوس مٹی ہے سرسبزی سے کیا حاصل
مآلِ خرمنِ حسرت ہے یاسؔ آخر کو جل جانا

(۱۸)

۴ عشق کا ہرگز نہ لیتا نام مجنوں عمر بھر
پھوڑتا سر کو جو سُنتا کوہکن کی سرگزشت

۴ دشت نے دامن اُڑھایا، غُسل شبنم نے دیا
بس یہ ہے تیرے شہیدِ بے کفن کی سرگزشت

کون اِس دنیا کا قصہ کہہ سکا تا انتہا
ہے ادھوری آج تک اِس پیرزن کی سرگزشت

(۱۹)

دیتی ہے وحشتِ دل پھر مجھے تعبیرِ بہار
جلوہ گر خواب میں رہنے لگی تصویرِ بہار

سلسلہ چھڑ گیا پھر دل کی گرفتاری کا
پھر نسیم آج ہلانے لگی زنجیرِ بہار

حسن اور عشق کی دنیا میں پڑے گی ہلچل
فتنہ انگیز و جنوں خیز ہے تاثیرِ بہار

۴۴ تنگ آنے لگے دیوانے گریبانوں سے
کچھ تو اے دستِ جنوں، چاہیے تدبیرِ بہار

۴۴ دوڑی جاتی ہے گھٹا سُوئے چمن بادہ کشو!
پردۂ غیب سے ہونے لگی تدبیرِ بہار

(۱۹۱۳ء)

* قفس نصیبوں کو تڑپا گئی ادائے بہار
چھُری سی دل پہ چلی، جب چلی ہوائے بہار
کوئی تو جرعہ کشِ جامِ ارغوانی ہو
کسی کو ہجر کے غم میں لہو رُلائے بہار

** ہوا میں آج کل اِک دھیمی وحشت ہے
اِسی زمانے سے شاید ہے ابتدائے بہار
نسیم صحنِ چمن میں پچھاڑیں کھاتی ہے
تو دل کو اور بھی تڑپاتی ہے ادائے بہار

* قفس پہ رکھیو نہ صیّاد ہار پھولوں کا
کہیں اسیروں کو ظالم نہ یاد آئے بہار

** کھڑی ہوئی ہے عصا ٹیکے نرگسِ بیمار
اِس انتظار میں ہے، دیکھیے کب آئے بہار

سفید بالوں پہ کیا رنگ دے رہا ہے خضاب
اب ابتدائے خزاں ہے اور انتہائے بہار

(١٩١٢ء)

** ہوا میں دہشت اور دھیمی وحشت۔ کوئی مانے یا نہ مانے مگر یہ میرا تصرف ہے۔ یٰس

(۲۱)

دیتی ہے وحشتِ دل فصلِ بہاراں کی خبر
اب کہاں وحشیوں کو جیب و گریباں کی خبر

اے نسیمِ سحری، ساتھ مرا کیا دے گی
باغ سے نکلا تو لاؤں گا بیاباں کی خبر

چشمِ پُرفن نے زمانے پہ کیا وہ جادو
ہوش ہے دیں کا کسی کو نہ ہے ایماں کی خبر

۴۴ گل پریشانیٔ سنبل پہ ہنسا کرتے ہیں
اور رکھتے نہیں خود چاکِ گریباں کی خبر

۴۴ گلشنِ دہر میں راحت بھی ہے اور رنج بھی ہے
دیتی ہے صبحِ وطن شامِ غریباں کی خبر

(۲۲)

وحشتِ دل بڑھ چلی فصلِ بہاراں دیکھ کر
ہر گھڑی رہ جاتا ہوں سُوئے گریباں دیکھ کر

پاؤں رکھتے ہیں کہیں، وحشت میں پڑتا ہے کہیں
سیرِ صحرا کو چلے سیرِ گلستاں دیکھ کر

جام و مینا و سبو سب خونِ دل سے بھر گئے
ہم لہو روئے جو مے خانے کو ویراں دیکھ کر

جامِ مے ہونٹوں تک اپنے آتے آتے گر گیا
رہ گئے خاموش سُوئے چرخِ گرداں دیکھ کر

وصل کی شب میں جو یاد آئی مصیبت ہجر کی
چونک چونک اٹھتے ہیں ہم خوابِ پریشاں دیکھ کر

م گر گئی نظروں سے دنیا جب سرِ بالیں وہ آئے
پھر نہ کھولی آنکھ میں نے رُوئے جاناں دیکھ کر

مم لوگ کہتے ہیں کہ ذکرِ عیش نصفِ عیش ہے
یاد کر صبحِ وطن ، شامِ غریباں دیکھ کر

(۱۹۱۰ء)

(۲۳)

برغزلِ جلالؔ

اُڑتے ہیں ہوش گردشِ لیل و نہار دیکھ کر
آج وہی قفس ہے پھر سیرِ بہار دیکھ کر

مم چونکا ہوں خواب سے ابھی محفلِ یار دیکھ کر
سکتے میں ہوں دو رنگیِ لیل و نہار دیکھ کر

م سیرِ بہارِ آخری پھر کہیں یاد آ نہ جائے
پٹکیں گے سر قفس پہ ہم پھولوں کے ہار دیکھ کر

۴۳ عالمِ شوق میں اسیر ہو گئے باہر آپ سے
چل بسے آمد آمدِ فصلِ بہار دیکھ کر

۴۴ مستوں کی خاک کو فلک فیضِ کرم سے رکھ معاف
بھٹکے گی روح سایۂ ابرِ بہار دیکھ کر

۴۵ کاش مرا چراغِ زیست قبلِ سحر خموش ہو
آنکھیں نہ جانے کیا دکھائیں محفلِ یار دیکھ کر

۴۶ خوب ہوا کہ اہلِ بزم پیتے ہی پیتے مر گئے
جورِ فلک اٹھاتے کیوں رنگِ خمار دیکھ کر

۴۷ ہول یہی ہے ساقیا، مستوں کا دم نکل نہ جائے
صبح کو تیری آنکھ میں کیفِ خمار دیکھ کر

۴۸ ایسی پلا کہ ساقیا فکر نہ ہو نجات کی
نشّہ کہیں اُتر نہ جائے روزِ شمار دیکھ کر

۴۹ مرنے کے بعد بھی مری پیٹھ لگی نہ قبر سے
کھاتے ہو کیوں پچھاڑیں اب سُوئے مزار دیکھ کر

۵۰ منظرِ یاس نے تمھیں آج لہو رُلا دیا
شعلۂ دل بھڑک اٹھا شمعِ مزار دیکھ کر

۵۱ آنکھیں بھی کھلتے ہیں مگر سوجھتا کچھ نہیں ہے اب
چونکے ہیں خواب سے جو ہم، جلوۂ یار دیکھ کر

مم آئینۂ سکندری ، جامِ جم اور قلبِ صاف
آنکھوں سے آج گر گئے رُوئے نگار دیکھ کر

ممم آنکھیں دکھاتے ہیں حباب چشمِ ہوس کو بار بار
محوِ طلسم بندیِ نقش و نگار دیکھ کر

ممم اہلِ ہوس کجا ، کجا جلوۂ صبر آزما
تاب نہ لائے غش ہُوئے آخرِ کار دیکھ کر

ممم آبلہ پا نکل گئے کانٹوں کو روندتے ہُوئے
سوجھا پھر آنکھ سے نہ کچھ منزلِ یار دیکھ کر

م دیکھتے دیکھتے ہی یاس بال سفید ہو چلے
چونکو ذرا دو رنگیِ لیل و نہار دیکھ کر

(۱۹۰۹ء)

(۲۴)

مم آنکھ کا مارا مرے نزدیک آزاری نہیں
اور جو سچ پوچھو تو اچھّی کوئی بیماری نہیں

مم کہہ رہا ہوں قابلِ مرہم نہیں زخمِ جگر
چارہ سازو یہ دل آزاری ہے غم خواری نہیں

م پھینک دو آئینۂ دل کو جو گاہک اُٹھ گئے
اب کہیں بازار میں اِس کی خریداری نہیں

کیسے کیسے رنگ لاتی ہے بہار آنے تو دو
چشمِ نرگس کی یہ عیّاری ہے بیماری نہیں

م دیکھتے ہی دیکھتے بدلا زمانے کا یہ رنگ
پھولوں میں خوشبو، حسینوں میں وفاداری نہیں

م چھوڑ کر جائیں کہاں اب اپنے ویرانے کو ہم
کون سی جا ہے جہاں حکمِ خزاں جاری نہیں

مم او دلِ مضطر ٹھہر، اِک آہ کی بس دیر ہے
یا ہمیں باقی نہیں یا چرخِ زنگاری نہیں

مم صبر کہتا ہے کہ رفتہ رفتہ مٹ جائے گا داغ
دل یہ کہتا ہے کہ بُجھنے کی یہ چنگاری نہیں

مم جلوہ گر رہنے لگا چشمِ تصوّر میں کوئی
حضرتِ دل، بے سبب راتوں کی بیداری نہیں

م عالمِ رویا میں اپنے پاس آیا ہے کوئی
او دلِ وحشی ٹھہر، یہ وقتِ بیداری نہیں

مم دردِ دل صیّاد کو کچھ کچھ سنایا چاہیے
گھُٹ کے مر جاؤں تو پھر لطفِ گرفتاری نہیں

مم جھیل لیں گے ہجر کے مارے قیامت کا بھی دن
آج کی شب تو کٹے پھر کوئی دشواری نہیں

منزلِ مقصود تک اللہ پہنچائے گا یاسؔ
تھوڑی ہمت شرط ہے پھر کوئی دشواری نہیں

(۱۹۱۱ء)

(۲۵)

ع گلے میں باہیں ڈالے چین سے سونا جوانی میں
کہاں ممکن پھر ایسا خواب دیکھوں زندگانی میں

ع دلِ بے تابِ عاشق کو جلا کر خاک کر ڈالا
اثر تھا برقِ سوزاں کا صدائے لن ترانی میں

ع گلے شوقِ شہادت میں ہوئے ہیں خشک او قاتل!
خبر لے، بسملوں کا دم ہے اب خنجر کے پانی میں

ع جُھکے ہیں دونوں مارے شوق کے تصویرِ ابرو پر
کہیں تلواریں کھنچ جائیں نہ اب بہزاد و مانی میں

ع اُڑا کر خاکِ تربت لے گئی بادِ صبا آخر
پہنچنا یار تک مشکل تھا ایسی ناتوانی میں

ع جو رو رو کر کہا میں نے تو سمجھے تم کہ شکوہ تھا
اِسی کو اپنی بیتی لوگ کہتے ہیں کہانی میں

ع گریباں میں مُنھ اپنا ڈال کر اب شب کو روتے ہیں
نہیں معلوم کیا کرتے رہے عہدِ جوانی میں

۵ گرفتاری کو ہم بہتر سمجھتے ہیں رہائی سے

نہیں معلوم کیا دیکھا طلسمِ زندگانی میں

۵۵۴ غنیمت جان اُس کوچے میں تھک کر بیٹھ جانے کو

کسے دم بھر بلا آرام دورِ آسمانی میں

۵۵۵ جو پہلے درد تھا اب داغ بن کر دل میں روشن ہے

بس اتنا فرق پاتا ہوں ضعیفی اور جوانی میں

تڑپ جاتے ہیں حسن و عشق کا جب نام آتا ہے

اِسی سے بس سمجھ لو یاسؔ کیا ہوں گے جوانی میں

(۲۶)

بر غزلِ آتشؔ

خدا معلوم، کیسا سحر تھا اُس بُت کی چتون میں

چلے جاتی ہیں اب تک چشمکیں شیخ و برہمن میں

چھپیں گے کیا اسیرانِ بلا صحرا کے دامن میں

محبت دام کی پھر کھینچ کر لائے گی گلشن میں

۵ حجاب اُٹھا، زمیں سے آسماں تک چاندنی چھٹکی

گہن میں چاند تھا جب تک چھُپے بیٹھے تھے چلمن میں

۵۵ کنکھیوں سے جو ہم کو بزم میں تم دیکھ لیتے ہو

کھٹک جاتے ہیں کانٹے کی طرح ہم چشمِ دشمن میں

م کنارِ آب جُو بیٹھے ہیں مستِ نکہتِ ساغر
نظر سُوئے فلک اور ہاتھ ہے مینا کی گردن میں

م گلا گھٹنے لگا اب تنگ آیا ہوں گریباں سے
جنوں نے واہ کیا پھانسی لگائی میری گردن میں

م بہت دستِ جنوں نے گدگدایا جب تو کیا کرتے
اتاریں بیڑیاں اور پہنے دُہرے طوق گردن میں

مم بتاؤ سیرِ صحرا کی کوئی تدبیر وحشی کو
گریباں میں تو ہاتھ اُلجھا، پھنسا ہے پاؤں دامن میں

م ملادے خاک میں اے چرخ اِس اُجڑے ہُوئے گھر کو
کہ اپنی روح تک بے چین ہے اب خانۂ تن میں

مم تھکے ماندے سفر کے، سو رہے ہیں پاؤں پھیلائے
یہ سب مر مر کے پہنچے ہیں بڑی مشکل سے مدفن میں

مم جو ہر دم جھانکتے تھے روزنِ دیوارِ زنداں سے
اُنھیں پھر چین آیا کس طرح تاریک مدفن میں

م کسے معلوم داغِ آتشیں سے دل پہ کیا گزری
سدھارے ٹھنڈے ٹھنڈے سونپ کر سب ہم کو مدفن میں

مم کجا موسیٰ، کجا مقصودِ سبحان الذی اسریٰ
رگڑ کر ایڑیاں بس رہ گئے وادیِ ایمن میں

۴۴ حجابِ نازِ بے جا یاس جس دن بیچ میں آیا
اُسی دن سے لڑائی ٹھن گئی شیخ و برہمن میں

(۱۹۱۲ء)

(۲۷)

کچھ زرد زرد پتّے نشاں جو خزاں کے ہیں
نیرنگِ دل فریب یہ سب آسماں کے ہیں

۴ اِک آگ سی لگی ہے زمانے میں ہر طرف
کیا جانے زمزمے یہ کس آتش زباں کے ہیں

۴ ہم دل جلوں کو حزن و الم سے ہے سوز و ساز
انداز زمزموں میں بھی آہ و فغاں کے ہیں

۴ یہ بھی تو ہیں خراب اُسی چشمِ مست کے
پرہیزگار حضرتِ واعظ کہاں کے ہیں

۴ اُٹھ اُٹھ کے بیٹھ جاتا ہے بانگِ جرس پہ دل
دیکھ اے فلک، یہ حوصلے اِس ناتواں کے ہیں

۴۴ گزرے ہوئے زمانے کی اب یاد کیا ضرور
چرچے قفس نصیبوں میں کیوں آشیاں کے ہیں

(۲۸)

بر غزلِ سودا

یکساں کبھی کسی کی نہ گزری زمانے میں
یادش بخیر، بیٹھے تھے کل آشیانے میں

۴۴ صدمے دیے تو صبر کی دولت بھی دے گا وہ
کس چیز کی کمی ہے سخی کے خزانے میں

۴ غربت کی موت بھی سببِ ذکرِ خیر ہے
گر ہم نہیں تو نام رہے گا زمانے میں

۴ دم بھر میں اب مریض کا قصہ تمام ہے
کیوں کر کہوں، یہ رات کٹے گی فسانے میں

۴ نکلی اب اپنی روح طلسمِ کثیف سے
ہیں جلوہ گر ہم آج اِک آئینہ خانے میں

۴ ساقی میں دیکھتا ہوں زمیں آسماں کا فرق
عرشِ بریں میں اور ترے آستانے میں

۴ کیا مے کدے کی آب و ہوا راس آ گئی
مرکر بھی دفن ہیں ہم اِسی آستانے میں

۴ دل میں بہارِ چہرۂ رنگیں کا دھیان ہے
یا جلوۂ بہشت ہے آئینہ خانے میں

م اب کیا چھڑاؤ گے اِس اسیرِ ہوس کو تم
زلفوں سے دل نکل کے پھر اٹکے گا شانے میں

م فصلِ شباب آتے ہی دیوانے بن گئے
کیا کیا نہ سانگ لاتے ہیں لوگ اِس زمانے میں

م دیواریں پھاند پھاند کے دیوانے چل بسے
خاک اُڑ رہی ہے چار طرف قید خانے میں

م صیّاد اِس اسیریؔ٭ پہ سو جاں سے میں فدا
دل بستگی قفس کی کہاں آشیانے میں

مم رہ رہ کے جیسے کان میں کہتا ہے یہ کوئی
ہوں گے قفس میں کل جو ہیں آج آشیانے میں

ممم افسردہ خاطروں کی خزاں کیا، بہار کیا
کنجِ قفس میں مر رہے یا آشیانے میں

ممم ہم ایسے بدنصیب کہ اب تک نہ مر گئے
آنکھوں کے آگے آگ لگی آشیانے میں

مم دیوانے بن کے اُن کے گلے سے لپٹ بھی جاؤ
کام اپنا کر لو یاسؔ بہانے بہانے میں

(۱۹۱۲ء)

٭ اسیری کی ی اصلی نہیں ہے لہٰذا گرانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ میں نے یہ پابندی اپنے اوپر لازم نہیں لی ہے۔ نہ اساتذہ نے اس کی پابندی لی ہے۔ یاسؔ

ساقیا، آج یہ کیا ظلم و ستم دیکھتے ہیں
پہلوے خُم میں ہیں غیر، آنکھ سے ہم دیکھتے ہیں

اپنے دامن سے وہ ساغر کو چھپا کر دینا
ساقیا، ہم تو یہ اندازِ کرم دیکھتے ہیں

کیا ہوا چلتی ہے مے خانے میں سبحان اللہ
ہر طرف چھایا ہوا ابرِ کرم دیکھتے ہیں

طرفہ کیفیت اُٹھاتے ہیں خرابات میں رند
نشے میں سیرِ گلستانِ ارم دیکھتے ہیں

سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں کس شوق سے رند
جام پر گردنِ مینا کو جو خم دیکھتے ہیں

ہے جہاں یادِ خدا دل میں وہیں یادِ صنم
ایک جا کیفیتِ دَیر و حرم دیکھتے ہیں

جلوہ گر چشمِ تصوّر میں ہے نیرنگِ جہاں
دل میں ہم کیفیتِ ساغرِ جم دیکھتے ہیں

خاک اُڑانے پہ جو ہنستے تھے ترے کوچے میں
اب وہ جنت میں مرا جاہ و حشم دیکھتے ہیں

جلوۂ شاہدِ مقصود نظر آتا ہے
جس گھڑی چہرۂ زیبائے صنم دیکھتے ہیں

بزم میں بھولے سے لڑ جاتی ہے جس وقت نظر
وہ ہمیں دیکھتے ہیں اور اُنھیں ہم دیکھتے ہیں

۵ وائے حسرت کہ شبِ وصل بھی جاگے نہ نصیب
بے خبر سوتے ہیں وہ، آنکھ سے ہم دیکھتے ہیں

۵ دل دھڑکتا ہے کہ دم بھر میں اِسے بھی ہے زوال
سر پہ جب سایۂ دیوارِ صنم دیکھتے ہیں

۵ روح گھبراتی ہے جب موت کا دھیان آتا ہے
چونک چونک اُٹھتے ہیں جب خوابِ عدم دیکھتے ہیں

۵۵ آخری وقت ہے اور گور میں لٹکائے ہیں پاؤں
منزلِ عمر کو اب زیرِ قدم دیکھتے ہیں

۵۵ کیا دبے پاؤں نکل جاتا ہے یہ عہدِ شباب
پیر جُھک جُھک کے عبث نقشِ قدم دیکھتے ہیں

لے اُڑی نکہتِ مے بادہ کشوں کو ساقی
فرش سے عرش تک اب زیرِ قدم دیکھتے ہیں

۵۵۵ ہاتھ بڑھتا نہیں تقدیر کی کوتاہی سے
آخری جام ہے اور دُور سے ہم دیکھتے ہیں

گلشنِ دہر ہے یا کوئی طلسمِ حیرت
شادی و غم کو جہاں یاس ہم دیکھتے ہیں

(۱۹۱۲ء)

(۳۰)

شکوۂ دردِ جگر اے مہرباں، کیوں کر کریں
آپ سُن کیوں کر سکیں اور ہم بیاں کیوں کر کریں

اپنی بیتی پھر سنائیں گے کبھی اے مہرباں!
شب کی شب میں ختم ساری داستاں کیوں کر کریں

سیکڑوں ہی فتنۂ خوابیدہ جاگ اُٹھیں گے پھر
نیند سے چونکا کے اُن کو سرگراں کیوں کر کریں

پھر گیا تلوار کا مُنھ اَم گئے بازوئے دوست
کیوں اجل اِس کی تلافی سخت جاں کیوں کر کریں

آتی ہے پچھلے پہر بس دل دھڑکنے کی صدا
رازدارانِ وفا آہ و فغاں کیوں کر کریں

پھاندنا دیوارِ جنّت کا تو آساں ہے مگر
آپ کے دل میں جگہ اے مہرباں، کیوں کر کریں

انقلابِ دہر نے آنکھوں کو اندھا کر دیا
آخر اب نظارۂ فصلِ خزاں کیوں کر کریں

ناتوانی کا بُرا ہو، آہ کر سکتے نہیں
کیوں فلک، اب جذبِ دل کا امتحاں کیوں کر کریں

اِس طلسمِ دہر میں سر بھی اُٹھا سکتے نہیں
کشمکش میں سیرِ نیرنگِ جہاں کیوں کر کریں

سر پٹکتے ہیں عبث نقشِ قدم پر دیر سے
آبلہ پا جستجوئے کارواں کیوں کر کریں

ہوش میں پھر کون تھا جب دُرد کا ساغر چلا
آخرِ شب کی وہ کیفیّت بیاں کیوں کر کریں

ہاتھ پھیلایا نہ جائے گا بھری محفل میں آج
صبر کی دولت کو ساقی رائگاں کیوں کر کریں

جھوم کر اُٹھتے ہیں لیکن پھر سنبھل جاتے ہیں مست
سامنا ساقی کا ہے گستاخیاں کیوں کر کریں

پھاڑے کھاتی ہے ہمیں یہ ململی پوشاک یاس
جامۂ تن کی بتاؤ دھجیاں کیوں کر کریں

(۳۱)

پچھلے کو اُٹھ کھڑا نہ ہو دردِ جگر کہیں
پہنچے نہ اُڑتے اُڑتے کہیں سے خبر کہیں

م کیفیتِ حیات سے خالی ہوا ہے دل
او ساقیِ ازل، مرا پیمانہ بھر کہیں!

مم مر جائیں گے تڑپ کے اسیرانِ بدنصیب
سُن پائیں گے جو مُژدۂ وحشت اثر کہیں

م بھڑکا کیے مرقعِ عالم کے حُسن پر
ٹھہری کبھی نہ اہلِ ہوس کی نظر کہیں

مم آخر حجاب و شرم کی حد بھی ہے مہرباں
پردہ اُلٹ نہ دے مری آہِ سحر کہیں

مم دن وعدۂ وصال کا نزدیک آ چکا
پھر دیر کیا ہے یاس ارے کمبخت مر کہیں

(۱۹۱۳ء)

(۳۲)

م کیسی کیسی بستیاں دو دن میں ویراں ہوگئیں
دیکھتے ہی دیکھتے گردِ پریشاں ہوگئیں

مم شغلِ مے کب تک یہ ساقی آنکھیں جُھک آئیں بہت
رات بھیگی اور زلفیں بھی پریشاں ہوگئیں

پھرتی ہیں آنکھوں میں ساقی شب کی وہ کیفیتیں
دیکھتے ہی دیکھتے خوابِ پریشاں ہوگئیں

۴۴ طاقتِ مجنوں کجا، نظارۂ لیلیٰ کجا
پردۂ محمل اُٹھا اور آنکھیں حیراں ہوگئیں

۴۴۴ عرصۂ قیدِ حیات اب وحشیوں پر تنگ ہے
چار دیوارِ عناصر مل کے زنداں ہوگئیں

راس آئی ہے نہ آئے گی زمانے کی ہوا
یاس کیا کیا صحبتیں گردِ پریشاں ہوگئیں
(۱۹۱۴ء)

(۳۳)

فکرِ قدیم

خزاں کے جوَر سے واقف کوئی بہار نہ ہو
کسی کا پیرہنِ حُسن تار تار نہ ہو

برنگِ سبزۂ بیگانہ روند ڈالے فلک
مجھے، بہار بھی آئے تو سازوار نہ ہو

خزاں کے آتے ہی گلچیں نے پھیر لیں آنکھیں
کسی سے کوئی وفا کا اُمیدوار نہ ہو

ٹھہر ٹھہر دلِ وحشی، بہار آنے دے
ابھی سے بہرِ خدا اتنا بے قرار نہ ہو

ٹپک کے آنکھوں سے آئے لہو جو دامن تک
تو اِس بہار سے بہتر کوئی بہار نہ ہو

حیا کی بات ہے اب تک قفس میں زندہ ہوں
چمن میں جاؤں تو نرگس سے آنکھ چار نہ ہو

بہار آئی ہے گھُٹ گھُٹ کے جان دے بُلبل
قفس میں نکہتِ گُل کی اُمیدوار نہ ہو

اشارۂ گل و بلبل پہ چشمکِ نرگس
الٰہی٭٭ راز کسی کا بھی آشکار نہ ہو

بچھا ہے دامِ تمنا اسیر ہو بُلبل
قفس کی یاد میں اِس طرح بے قرار نہ ہو

اسیرِ دام نہ ہونا ذرا سنبھل اے دل!
خیالِ گیسوے پُرخم گلے کا ہار نہ ہو

جو دیکھ لے مجھے ساقی نشیلی آنکھوں سے
یہ مست پھر کبھی شرمندۂ خمار نہ ہو

عبث ہے ذکرِ شرابِ طہور او واعظ!
وہ بات کر جو کسی دل کو ناگوار نہ ہو

وصال جب نہیں ممکن تو دل پہ جبر اچھا
وہ کیا کرے جسے دل ہی پر اختیار نہ ہو

وہ تیر کیا جو کسی کو نہ کر سکے بسمل
نگاہِ ناز وہ کیا ہے جو دل کے پار نہ ہو

٭٭ میں نے بھی مثل اساتذۂ سابق کے اِس کی پابندی نہیں کی ہے۔ یاسؔ

ص مزاجِ یار مکدر نہ ہونے پائے یاسؔ

بلند دامنِ زیں سے مرا غبار نہ ہو

(۳۴)

ص پیری ہے، قبر اے دلِ مضطر قریب ہے

مرتا تھا جس کے شوق میں وہ گھر قریب ہے

پھیلا کے پاؤں سوئیں گے تربت میں آج ہم

بس اب سفر تمام ہوا، گھر قریب ہے

صص اُلٹی ہوا زمانے میں چلتی ہے آج کل

آثار کہہ رہے ہیں کہ محشر قریب ہے

ص سچ پوچھیے تو وہ رگِ گردن سے ہے قریب

پر کس طرح بتاؤں کہ کیوں کر قریب ہے

ص مُنھ اُن کے مُنھ کے پاس ہے دل کو سِوا ہے شوق

پیاس اور بڑھ گئی ہے جو کوثر قریب ہے

صصص کیا جانے ہم تک آئے گا محفل میں یا نہیں

اتنا تو دیکھتے ہیں کہ ساغر قریب ہے

پاسِ ادب سے جاتے ہیں اب یاسؔ سر کے بَل

شاید کہ آستانۂ دلبر قریب ہے

(۱۲-۱۹۱۱ء)

(۳۵)

بر غزلِ داغؔ

۴۴ دردِ دل روئیں کس اُمید پہ بیگانے سے
صبح ہونے کی نہیں یاس اِس افسانے سے

۴ کوئی اِتنا بھی نہیں آپ سے غیبت ہی کرے
کانٹے پڑتے ہیں زباں میں مرے افسانے سے

دستِ گستاخ سے ممکن نہیں آرائشِ حُسن
گیسوے یار سنورنے کے نہیں شانے سے

۴۴ دامنِ بادِ بہاری ہے گریباں پہ نثار
آتی ہے بوے محبت ترے دیوانے سے

۴۴ پھر وہی کوچہ، وہی در، وہی سودا، وہی سر
کھینچ لایا ہے یہ دل پھر مجھے ویرانے سے

۴۴ آج ہی چھُوٹے جو کل چھُٹتا ہو یہ دَیرِ خراب
وحشت آبادِ جہاں کم نہیں ویرانے سے

۴۴ ہوسِ عالمِ بالا نے کیا ہے دل تنگ
روح گھبرا گئی اب جسم کے کاشانے سے

۴۴ اپنی پرچھائیں سے دیوانوں کو نفرت ہی رہی
جیتے جی نکلے نہ زنداں کے سیہ خانے سے

۴۴ حُسنِ معنی کے جو شیدا ہیں، اُدھر کیا دیکھیں
صورت آبادِ جہاں کم نہیں ویرانے سے

۴۴ جانِ من، معرفت اِس حُسن کی آسان نہیں
داد کیا چاہتے ہو تم کسی بیگانے سے

۴۴ کیفیت سے کبھی خالی نہیں دل مستوں کا
ہُو بہو ملتا ہے ساقی ترے پیمانے سے

۴۴ ساقیا، دل کی ہوس مٹ نہ سکی پیری میں
پیاس بجھتی نہیں ٹوٹے ہوئے پیمانے سے

۴۴۴ آگ میں کُود پڑا دل کی لگی وہ شے ہے
آتشِ شوق کو پوچھے کوئی پروانے سے

۴۴۴ اور پردے کی ملاقات کرے گی اندھیر
شمع کیوں چھپتی ہے فانوس میں پروانے سے

۴۴۴ ناصحا! ہے کوئی ایسا کہ سنبھالے مجھ کو
لڑ گئی آنکھ مری پھر کسی مستانے سے

۴۴ دُور سے دیکھنے کے پاس گنہگار ہیں بس
آشنا تک نہ ہوئے لب کبھی پیمانے سے

جام لب ریز ہوا ہے کسی مجبور کا آج
بوئے خوں آتی ہے ساقی ترے پیمانے سے٭

٭، دیکھیے اگلی غزل کا شعر : ۱۰ ۔ تفصیل حواشی میں۔ (مرتب)

۴۴ پہلے سرگوشیاں تھیں چھا گیا اب سناٹا
بزم میں صبح ہوئی یاسؔ کے افسانے سے

مسندِ آتشِ مغفور مبارک ہو یاسؔ
آئے سنائے میں غالبؔ ترے افسانے سے

(۳۶)

بر غزلِ شہیدیؔ

آ رہی ہے یہ صدا کان میں ویرانوں سے
کل کی ہے بات کہ آباد تھے دیوانوں سے

۲ لے چلی وحشتِ دل کھینچ کے صحرا کی طرف
ٹھنڈی ٹھنڈی جو ہوا آئی بیابانوں سے

۳ پاؤں پکڑے نہ کہیں کوچۂ جاناں کی زمیں
خاک اُڑاتا جو نکل آؤں بیابانوں سے

۴ تنکے چُن جا کے کسی کوچے میں او دست جنوں!
کیوں اُلجھتا ہے عبث چاک گریبانوں سے

۴۴۴ آج ہی کل میں ہے چلنے کو نسیمِ وحشت
تنگ آنے لگے دیوانے گریبانوں سے

۵ لڑکھڑا کر ذرا کاندھے پہ سہارا جو کیا
ہاتھ کٹوائے ہیں ظالم نے مرے شانوں سے

م چُور تھے نشّے میں اور رات بھی آئی تھی بہت
ہو گئے اور وہ غافل مرے افسانوں سے

م زمزموں سے مرے ہل جائے نہ صیّاد کا دل
چوٹ آئے نہ کہیں درد کے افسانوں سے

م چارہ گر قابلِ مرہم نہیں اب زخمِ جگر
بس مرے دوست میں باز آیا اِن احسانوں سے

مم جام لب ریز ہوا ہے کسی مجبور کا آج
بُوئے خوں آتی ہے ساقی مجھے پیمانوں سے

مم نہیں معلوم، اُن آنکھوں کا اشارہ کیا تھا
جنگ پر تُل گئے کفّار مسلمانوں سے

ممم چلتے چلتے تو گلے شمع سے مِل لیں اُٹھ کر
اب سحر ہوتی ہے کہہ دے کوئی پروانوں سے

ممم آنکھ اُٹھا کر نہ کسی سمت قفس سے دیکھا
موسمِ گُل کی خبر سُنتے رہے کانوں سے

مم لیا کوئی پوچھنے والا بھی اب اپنا نہ رہا
درد دل رونے لگے یاس جو بیگانوں سے

(۱۹۱۳ء)

٭٭ دیکھیے غزل: ۳۵ کا شعر: ۱۰۔ (مرتب)

(۳۷)

ص برگشتہ اور وہ بتِ بے پیر ہو نہ جائے
اُلٹی کہیں دعاؤں کی تاثیر ہو نہ جائے

ص دل جل کے خاک ہو تو پھر اکسیر ہو نہ جائے
جاں سوز ہوں جو نالے تو تاثیر ہو نہ جائے

کس سادگی سے مجرموں نے سر جُھکا لیا
مجبوب کیوں وہ مالکِ تقدیر ہو نہ جائے

دستِ دعا تک اُٹھ نہ سکے فرطِ شرم سے
یا رب، کسی سے ایسی بھی تقصیر ہو نہ جائے

مستوں کی ٹھوکر اور مرا سر ہے ساقیا!
دشمن کسی کا یوں فلکِ پیر ہو نہ جائے

ص اُٹھنے ہی کو ہے بیچ سے پردہ حجاب کا
محفل تمام عالمِ تصویر ہو نہ جائے

غفلت نہ کیجیو کبھی قاتل کی یاد میں
اے دل، کوئی کمی تہِ شمشیر ہو نہ جائے

بیٹھا ہے لَو لگائے کوئی تیغِ ناز سے
قاتل، کسی کے کام میں تاخیر ہو نہ جائے

ص جلدی سبُو کو توڑ کے ساغر بنالے اب
ساقی اِس امرِ خیر میں تاخیر ہو نہ جائے

صص نالوں نے زور باندھا ہے پھر پچھلی رات سے
اے چرخ، چلتے چلتے کوئی تیر ہو نہ جائے

صص دل سے بہت شکایتیں کرتے ہو یار کی
دیکھو، قلم سے کچھ کبھی تحریر ہو نہ جائے

صصص سیرِ چمن سے دل نہ لگاؤ، چلے چلو
فصلِ بہار پاؤں کی زنجیر ہو نہ جائے

انجامِ کار پر نہیں کچھ اختیار یاسؔ
تقدیر سے خجل مری تدبیر ہو نہ جائے
(۱۹۱۲ء)

(۳۸)

التجاؤں سے ہُوا کچھ نہ مناجاتوں سے
نہیں معلوم، پسیجیں گے وہ کن باتوں سے

ق

صبر سے کام لو، اُلفت میں جو ناکام رہے
آبرو عشق کی اب کھوتے ہو کیوں باتوں سے

جو کہیں ڈوب مرے اور بھی ہو گے رُسوا
منع کرتے تھے اِسی دن کو بُری باتوں سے

گِر کے جب ٹوٹ گیا آنکھوں کے آگے ساغر
ہم وہیں بیٹھ گئے تھام کے دل ہاتوں سے

۴۴ اہلِ مرقد پہ یہ سختی ہے نہ بیماروں پر
ہجر کی رات کٹھن ہوتی ہے سب راتوں سے

۵ بے نیازی کی کوئی حد بھی ہے آخر کب تک
ہاتھ اُٹھاؤ بھی کہیں یاسؔ مناجاتوں سے

(۳۹)

آنکھ دکھلانے لگا ہے وہ فسوں ساز مجھے
کہیں اب خاک نہ چھنوائے یہ انداز مجھے

کیسے حیراں تھے تم آئینے میں جب آنکھ لڑی
آج تک یاد ہے اِس عشق کا آغاز مجھے

۵ سامنے آ نہیں سکتے کہ حجاب آتا ہے
پردۂ دل سے سُناتے ہیں وہ آواز مجھے

تیلیاں توڑ کے نکلے سب اسیرانِ قفس
مگر اب تک نہ ملی رخصتِ پرواز مجھے

ؔ پر کتر دے ارے صیاد چُھری پھیرنا کیا
مار ڈالے گی یونہی حسرتِ پرواز مجھے

ؔ زیرِ دیوارِ صنم قبر میں سوتا ہوں فلک!
کیوں نہ ہو طالعِ بیدار پر اب ناز مجھے

ؔ بے دھڑک آئے نہ زنداں میں نسیمِ وحشت
مست کر دیتی ہے زنجیر کی آواز مجھے

ؔ پردۂ ہجر وہی ہستیِ موہوم تھی یاسؔ
سچ ہے، پہلے نہیں معلوم تھا یہ راز مجھے

(۴۰)

بر غزلِ غالب

یار کی تصویر ہی دکھلا دے اَے مانی مجھے
کچھ تو ہو اِس نزع کی مشکل میں آسانی مجھے

ؔؔ اُف بھی کر سکتا نہیں اب، کروٹیں لینا کجا
زخمِ پہلو سے ہے وہ تکلیفِ روحانی مجھے

ؔ زاہدِ مغرور رونے پر مرے ہنستا ہے کیا
بخشوائے گا یہی اشکِ پشیمانی مجھے

م

دل کو اُس پردہ نشیں سے غائبانہ لاگ ہے
کھینچ لے گا اِک نہ اِک دن جذبِ روحانی مجھے

م

یارب، آغازِ محبت کا بخیر انجام ہو
دل لگا کر ہو رہی ہے کیا پشیمانی مجھے

م

لَو لگی ہے یار سے، اپنی طرف کھینچے گا کیا
جلوۂ نقش و نگارِ عالمِ فانی مجھے

وحشیوں کے واسطے قیدِ لباس اچھی نہیں
زیب دیتا ہے یہی تشریفِ عریانی مجھے

م

جوشِ وحشت میں زمیں پر پاؤں پڑنے کا نہیں
لے اُڑے گی نکہتِ گل کی پریشانی مجھے

مم

خاک ہو جانے پہ بھی ممکن نہ ہو گا دسترس
ہاتھ مَلوائے گی تیری پاک دامانی مجھے

م

دُرد کا ساغر بھی ساقی میری قسمت میں نہ تھا
شوق میں کرنا پڑا آخر لہو پانی مجھے

مردِ جاہل ہوں، کچھ میں اور کچھ اہلِ کمال
یاد تھی کیا معلوم اندازِ غزل خوانی مجھے

(۱۹۰۶ء)

(۴۱)

کام دیوانوں کو شہروں سے نہ بازاروں سے
مست ہیں عالمِ ایجاد کے نظّاروں سے

نیچی نظروں میں وہ کہتے ہیں گنہ گاروں سے
بچ کے جاؤ گے کہاں ظلم کی تلواروں سے

لے گئے آئینۂ دل کو حَسیں ہاتھوں ہاتھ
بچ بھی سکتا تھا کہیں ایسے خریداروں سے

کیا کہوں، زلفِ دل آویز میں کیسی تھی کشش
پوچھو اِس دامِ تمنّا کے گرفتاروں سے

زلفیں بل کھاتی ہیں یا جھومتی ہے کالی گھٹا
بارشِ نُور ہے ہر سُو ترے رخساروں سے

واں نقاب اُٹھی یہاں چاندنی نے کھیت کیا
کٹ گئی ظلمتِ شب چاند سے رخساروں سے

دیکھتا رہ گیا آئینہ کسی کی صورت
زلفیں اٹکھیلیاں کرتی رہیں رخساروں سے

دیکھیں کس طرح بسر ہوتے ہیں ایّامِ جنوں
یاں تو ہے سامنا ہر دم اِنھیں غم خواروں سے

ہاتھ اُلجھا ہے گریباں میں، کھڑے دیکھتے ہیں
اور اُمید کوئی کیا کرے غم خواروں سے

کششِ دشتِ بلا، حُبِّ وطن دامن گیر
آج گھر چھُٹتا ہے پہلے پہل آواروں سے

مرتے دم تک تری تلوار کا دم بھرتے رہے
حق ادا ہو نہ سکا پھر بھی وفاداروں سے

بے دھڑک پچھلے پہر نالہ و شیون نہ کریں
کہہ دے اِتنا تو کوئی تازہ گرفتاروں سے

موسمِ گُل نہیں، پیغامِ اجل تھا صیّاد
دیکھ، خالی ہے قفس آج گرفتاروں سے

کیا بُرا حال ہے انگڑائیاں لیتے لیتے
ساقیا، ناز اب اچھا نہیں مے خواروں سے

کانپتے ہاتھوں سے ساغر کو بچایا تو بہت
کیا کہیں، خود ہی نہ سنبھلا گیا مے خواروں سے

سر کو ٹکرا کے گیا ہے کوئی صحرا کی طرف
خون ثابت ہے ابھی شہر کی دیواروں سے

ایڑیاں وادیِ غربت میں رگڑتے ہی رہے
دُور کھِنچتی گئی منزل وطن آواروں سے

۴۴ کان میں پچھلے پہر آئی اک آوازِ حزیں
اب تو غم خوار بھی دق ہیں ترے بیماروں سے

جھلملانے لگا جب یاس چراغِ سحری
پھر تو ٹھہرا نہ گیا ہجر کے بیماروں سے

(۴۲)

بر غزلِ سودا

محرومِ شہادت کی ہے کچھ تجھ کو خبر بھی
او دشمنِ جاں، دیکھ ذرا پھر کے اِدھر بھی
ہے جان کے ساتھ اور اِک ایمان کا ڈر بھی
وہ شوخ کہیں دیکھ نہ لے مُڑ کے اِدھر بھی

۴ وہ ہم سے نہیں ملتے، ہم اُن سے نہیں ملتے
اِک نازِ دل آویز اِدھر بھی ہے اُدھر بھی

۴ ٹھنڈا ہو کلیجا مرا اِس آہِ سحر سے
جب دل کی طرح جلنے لگے غیر کا گھر بھی

۴ اللہ ری بیتابیِ دل، وصل کی شب کو
کچھ کشمکشِ شوق بھی کچھ صبح کا ڈر بھی

۴۴ انگڑائیاں لے لے کے اُٹھے صاحبِ محفل
کچھ نیند بھی آنکھوں میں ہے کچھ مے کا اثر بھی

ہم مانگتے ہی کیوں جو یہی جانتے ساقی
پھر جائے گی قسمت کی طرح تیری نظر بھی

ہم ہاتھ سے دل تھامے ہوئے دُور کھڑے ہیں
دیکھیں تو کوئی لیتا ہے کچھ اِس کا اثر بھی

اے جذبۂ دل، دیکھ بہت تُو نے کمی کی
ہاں، آہوں میں اب چاہیے تھوڑا سا اثر بھی

اب چُپ رہو، جو دل پہ گزرنی تھی وہ گزری
ایسا نہ ہو پھٹ جائے کہیں زخمِ جگر بھی

محرومِ شہادت، تجھے کچھ شرم نہ آئی
کم بخت! گلا کاٹ کے جلدی کہیں مر بھی

بھاری ہے مسافر پہ بہت گور کی منزل
سُنتے ہیں کہ اِس راہ میں ہے جان کا ڈر بھی

وہ کشمکشِ غم ہے کہ میں کہہ نہیں سکتا
آغاز کا افسوس اور انجام کا ڈر بھی

کھول آنکھیں ذرا، مست ہے کیا ساغرِ جم سے
ہے گردشِ ایام کی کچھ تجھ کو خبر بھی

لیلیِ شبِ ہجر نے بکھرا دیے گیسو
ماتم میں مرے چاک گریباں ہے سحر بھی

۴۴۴ کس شان سے آتی ہے مری شامِ مصیبت
وہ دیکھو، جِلو میں ہے قیامت کی سحر بھی

۴۴۴ بجھتی ہوئی اِک شمع ہوں کیا دَم کا بھروسا
دشمن ہے مری جان کی اب آہِ سحر بھی

۴۴۴ دیکھے کوئی جاتی ہوئی دنیا کا تماشا
بیمار بھی سَر دُھنتا ہے اور شمعِ سحر بھی

۴۴۴ صحرا کی ہوا کھینچے لیے جاتی ہے مجھ کو
کہتا ہے وطن، دیکھ ذرا پھر کے اِدھر بھی

۴۴۴ ہاں، کٹ گئی شاید ترے دیوانے کی بیڑی
پچھلے پہر آئی تھی کچھ آواز اِدھر بھی

۴۴ کیا وعدۂ دیدار کو سچ جانتے ہو یاسؔ
لو فرض کرو آئی قیامت کی سحر بھی

۴۴ اللہ مبارک کرے پیری کی سحر یاسؔ
مرنے کی تمنا تھی تو لے اب کہیں مر بھی

(۱۹۱۲ء)

(۴۳)

۴ دامنِ قاتل جو اُڑ اُڑ کر ہوا دینے لگے
کیا بتاؤں، زخمِ دل کیا کیا دعا دینے لگے

م واے ناکامی کہاں سفاک نے روکا ہے ہاتھ
زخم ہائے شوق جب کچھ کچھ مزا دینے لگے

م چارہ سازو، مجھ سے رُسوا جاں بلب بیمار کو
زہر دینا چاہیے تھا، تم دوا دینے لگے

یاس و حرماں، آہِ سوزاں، اشکِ خوں، داغِ جنوں
حضرتِ عشق اور کیا اِس کے سِوا دینے لگے

م آج ہو شاید کسی کو آتشِ غم کی خبر
شکر ہے اب اُستخواں بوئے وفا دینے لگے

کیا مخالف ہو گئی ہم سے زمانے کی ہوا
یاسؔ دیکھو، حضرتِ دل بھی دغا دینے لگے

(۱۹۱۱ء)

(۴۴)

کُھل نہیں سکتی گرہ تقدیر کی
کیا چلے تقدیر سے تدبیر کی

مُنکروں کو جس نے قائل کر دیا
کیا بیاں ہو لذّت اُس تقریر کی

اک اشارے میں کٹے سو سو گلے
ہائے ری بُرِش تری شمشیر کی

آتے آتے راہ سے وہ پھر گئے
دیکھیے تو چال چرخِ پیر کی

ع مجھ کو دکھلانے لگا نیرنگیاں
شامتیں آئی ہیں چرخِ پیر کی

ع پھر کسی وحشی کا بگڑا ہے مزاج
آ رہی ہے پھر صدا زنجیر کی

کپڑے پھٹتے ہیں جنوں کا جوش ہے
دل ہلاتی ہے صدا زنجیر کی

اللہ اللہ زورِ وحشت دیکھیے
ہر کڑی کھُل کھُل گئی زنجیر کی

ع آنکھیں جھپکی جاتی ہیں بے اختیار
کیا ہوا ہے دامنِ شمشیر کی

عع آ رہی ہیں دیر سے انگڑائیاں
ساقیا، تو نے بڑی تاخیر کی

خندۂ گل کی صدا آنے لگی
یاسؔ اب سنتے نہیں زنجیر کی

(۴۵)

محرومِ شہادت جو گلا کاٹ کے مر جائے
مرنے کو تو مر جائے مگر مر کے کدھر جائے

اندھیر ہو، وہ زلف اگر تا بہ کمر جائے
پھر کیا ہو کمر سے بھی اگر اور اُتر جائے

مظلوم کی فریاد کو کچھ کم نہ سمجھنا
دل سے جو نکل جائے تو دل ہی میں اُتر جائے

راحت میں ہو یا رنج میں، غم میں کہ خوشی میں
جس طرح گزرنی ہے کہیں جلد گزر جائے

جنت تو یہی ہے کہ فراموش ہیں سب غم
یا رب، اِسی مے خانے میں یہ عمر گزر جائے

مطلب ہے یہ ساقی کہ رہوں حشر میں بدمست
ایسا نہ ہو یہ نشہ اُسی روز اُتر جائے

رہ جائے کوئی جامِ شہادت سے جو محروم
بہتر ہے وہ دریا میں کہیں ڈوب کے مر جائے

مے خانے میں اے شیخ کوئی بیٹھ کے دیکھے
اِک نور کا دریا ہے جہاں تک کہ نظر جائے

ساقی کی جدائی میں ہو کیا اشکوں سے تسکین
اتنا تو لہو روؤں کہ ساغر مرا بھر جائے

کیوں طالبِ دیدار کی اُمید کو توڑو
کل مرتا ہو کم بخت تو وہ آج ہی مر جائے

اس مدرسۂ غم سے نکلنا نہ کبھی یاسؔ
یاروں کی نصیحت کہیں تاثیر نہ کر جائے

(۴۶)

گر یاد میں ساقی کی، ساغر نظر آجائے
پیمانۂ دل چھلکے، مُنھ کو جگر آجائے

عکسِ رخِ ساقی کو گر دیکھ لوں ساغر میں
کچھ دل کے بہلنے کی صورت نظر آجائے

تیّار رہو ہر دم مرنے پہ کمر باندھے
درپیش خدا جانے کب یہ سفر آجائے

ہاں، سیر تو کر غافل اِس گورِ غریباں کی
انجام تجھے اپنا شاید نظر آجائے

پھر جائیں ہمیشہ کو دنیا سے مری آنکھیں
مرتے دم اگر جلوہ تیرا نظر آجائے

شورِ نفسِ بلبل سے ہوش اُڑیں سب کے
گر زمزمہ سنجی پر یہ مشتِ پر آجائے

بیمارِ محبت کی اب ہے یہ دعا ہر دم
پھر شام نہ ہو جس کی ایسی سحر آجائے

بہتر ہے خُم و ساغر آنکھوں سے رہیں اوجھل
ایسا نہ ہو شیشے پر دل ٹوٹ کر آجائے

یاسؔ آپ کی بے جرمی آڑے نہیں آ سکتی
گر بات پر اپنی وہ بیداد گر آجائے

(۴۷)

فکرِ قدیم

کس غضب کی یاسؔ بزش خنجرِ قاتل میں ہے
ساتھ دل کے زخم کھاتی ہے جو حسرت دل میں ہے

یاس و حرماں، حسرت و اندوہ و غم سب جمع ہیں
اِک تمنا بھی چھُپی بیٹھی اِسی محفل میں ہے

جان دے دینا فقط آتا ہے پروانے کو بس
آتشِ فرقت کو سہنا میرے آب و گِل میں ہے

مثلِ مجنوں سیکڑوں آوارۂ صحرا ہوئے
پر وہ لیلیٰ جس طرح محمل میں تھی، محمل میں ہے

جامِ جم بھی آئنہ تھا کوئی قابلِ ناز کے؟

جس میں وہ منھ دیکھ لیں وہ آئنہ اِس دل میں ہے

(۴۸)

فکرِ قدیم

ہنوز دردِ جدائیِ یار باقی ہے
کھٹک رہا تھا جو دل میں وہ خار باقی ہے

نہ قیس ہے نہ وہ محمل سوار باقی ہے
بس اِک غبار فقط یادگار باقی ہے

شرابِ عیش کبھی شب ہوئی تھی مجھ کو نصیب
اُسی شراب کا اب تک خمار باقی ہے

کبھی تو شامِ مصیبت کی صبح آئے گی
اگر یہ گردشِ لیل و نہار باقی ہے

نگاہِ لطف سے ساقی ہمیں رہیں محروم
اِدھر بھی دیکھ اِک اُمیدوار باقی ہے

بہار آئے گی پھر یاس نااُمید نہ ہو
ابھی تو گلشنِ ناپائدار باقی ہے

یار ہے ، آئنہ ہے ، شانہ ہے

چشمِ بد دُور، کیا زمانہ ہے

جھانکنے تاکنے کا وقت گیا

اب وہ ہم ہیں نہ وہ زمانہ ہے

وحشت انگیز ہے نسیمِ بہار

کیا جنوں خیز یہ زمانہ ہے

تھک کے بیٹھے ہو کوئے جاناں میں

واہ کیا خوب یہ بہانہ ہے

ساقیا، عرش پر ہے اپنا دماغ

سر ہے اور تیرا آستانہ ہے

داغِ حسرت سے دل ہو مالامال

یہی دولت ، یہی خزانہ ہے

محشرستانِ آرزوئے وصال

دل ہے کیا، ایک کارخانہ ہے

اُٹھو اُٹھو ، مسافرو اُٹھو

صبح تک کارواں روانہ ہے

لو بجھا چاہتا ہے دل کا کنول
ختم اب عشق کا فسانہ ہے
کیا کہیں اُڑ کے جا نہیں سکتے
وہ چمن ہے، وہ آشیانہ ہے

یاس اب آپ میں نہ آئیں گے
وصل اک موت کا بہانہ ہے

(۵۰)

کون دن ہو گا الٰہی گردشِ افلاک سے
جام و خُم جس دن بنیں گے میری خاکِ پاک سے
ہاتھ اپنا پھر گریباں کی طرف بڑھنے لگا
لڑ گئی پھر آنکھ اِک دیوانۂ بے باک سے
چار دیوارِ عناصر پھاند کر نکلو کہیں
جسمِ خاکی کم نہیں زندانِ وحشت ناک سے
دیکھیے، لب ریز ہو کِس مست کا پیمانہ آج
بوئے خوں آتی ہے ساقی مے کدے کی خاک سے

یاس یوں حشو و زوائد کو سمیٹے تو کوئی
پاک ہو باغِ سخن سارے خس و خاشاک سے

(۵۱)

جاتے ہیں یاس چوٹ سی دل پر لیے ہوے
آئے تھے بزمِ غیر میں ساغر لیے ہوے

بس چھیڑتے ہی پھوٹ بہے دل کے آبلے
بیٹھے تھے رازِ عشق کا دفتر لیے ہوے

داغِ جگر محبّتِ صادق کے ہیں گواہ
جاؤں گا حشر میں یہی محضر لیے ہوے

کعبہ ہو یا کہ دَیر کہیں کے تو ہو رہیں
پھرتا ہے عشق کیوں ہمیں گھر گھر لیے ہوے

پکڑا گیا ہے عشق کی بیگار میں بشر
بارِ گراں ازل سے ہے سر پر لیے ہوے

کِس کل پہ ہے یہ خاک کا پُتلا بنا ہوا
قالب میں روح کو ہے یہ کیوں کر لیے ہوے

پیوندِ خاک ہو گئے کُوئے بتاں میں آج
پھرتے تھے کل جو دوش پہ بستر لیے ہوے

بیمارِ جاں بلب کا ہوا خاتمہ بخیر
کیا دیکھتے ہو گود میں اب سر لیے ہوے

دیکھیں اب آسماں کی طرف آنکھ اُٹھا کے مست
کیا جھومتے ہیں ہاتھ میں ساغر لیے ہوے

پچھلے پہر سے چھڑ گیا افسانۂ خمار
تھرّا کے مست گر پڑے ساغر لیے ہوے

مارے پڑے ہیں خاک پہ سب کُشتۂ خمار
پھیلائے پاؤں، ہاتھ میں ساغر لیے ہوے

بیمار کی جو آنکھ لگی پھر نہ کھُل سکی
زانو پہ اپنے رہ گئے وہ سر لیے ہوے

دیکھیں جو یاسؔ کو بھی کریں سرفراز وہ
آتے ہیں آج ہاتھ میں خنجر لیے ہوے

(۵۲)

اثر پیدا کیا چاہو سخن میں طرزِ دل کش سے
تو اندازِ بیاں سیکھو انیسؔ و میرؔ و آتشؔ سے

اسیرانِ ہوس تنگ آگئے اِس نفسِ سرکش سے
چھُٹیں گے کب طلسمِ خاک و باد و آب و آتش سے

برا ہو یا بھلا، کچھ حشر اپنا ہو چکے داور!
جہنم ہی سہی بیم و رجا کی اِس کشاکش سے

پڑا رہنا بُرا کیا ہے ذرا تسکیں تو ہوتی ہے☆
کوئی چونکائے کیوں ظالم، ترے بیمار کو غش سے

گلہ کیا نشّے میں شیشے سے شیشے لڑ ہی جاتے ہیں
مگر کھنچنا نہیں زیبا کسی مے کش کو مے کش سے

محبت میں مزہ ہے یاسؔ ایذائیں اٹھانے کا
کوئی کیفیت اس کی پوچھے مجھ ایسے ستم کش سے

☆ رک: شعر ۰، غزل ۱۰ (نشتر)۔ دونوں شعروں کا مضمون ہی نہیں، الفاظ بھی بڑی حد تک مشترک ہیں۔ (مرتب)

(۵۳)

متفرقات

(۱)

کسی مسیح نفس کی جو خاکِ پا ہوتی
تو اپنی خاک خدا جانے کیا سے کیا ہوتی
کہاں سے کھنچ کے کہاں عندلیب آ پہنچی
کشش قفس کی زیادہ اب اور کیا ہوتی
امید دامنِ دل سے لپٹ ہی جاتی یاسؔ
جو نام کو بھی یہ کم بخت بے حیا ہوتی

(۲)

ہوتی تو آئنے کی طرح رکھتے سامنے
عہدِ شباب کی کوئی تصویر بھی نہیں
کیا دیکھتے ہو یاسؔ وہ کام اپنا کر گئے
پھر ہاتھ میں کماں بھی نہیں، تیر بھی نہیں

(۳)

پھر ملے یا نہ ملے وقت کہ شب ہے آخر
دردِ دل یار سے رو لے ابھی تنہائی ہے

(۴)

کھینچ لائی آخر اِس گورِ غریباں کی فضا
دل کش ایسی بھی کوئی دنیا میں آبادی نہیں
اپنی اپنی گا رہے ہو کچھ ہماری تو سُنو
اے اسیرو! اِس برس بھی حکمِ آزادی نہیں

(۵۴)

رباعیات

(۱)

ہر روز نیا رکھتی ہے جوبن دنیا
مکار و زمانہ ساز و پُرفن دنیا
معلوم نہیں کہ کھا گئی کتنوں کو
کہتے ہیں جسے سدا سہاگن دنیا

(۲)

دن رات اُسے ہے دال روٹی کا دھیان
رہنے کو مکاں نہ خواب و خور کا سامان
مفلس کا شباب ایسا بے قدر ہوا
جیسے ہو ذلیل بے بُلایا مہمان

(۳)

کیوں خانۂ تاریک میں ہے گوشہ نشیں
ہے گلشنِ عالم بھی طلسمِ رنگیں
ہاں چونک ذرا سیر تو کر او غافل!
آنکھیں جو ہوئیں بند تو پھر کچھ بھی نہیں

(۴)

راتیں یونہی کٹ جاتی ہیں روتے روتے
دن جاتے ہیں مُنھ اشکوں سے دھوتے دھوتے
دامن کو چھڑا کر وہ گیا ہے جب سے
ہاتھوں کے اُسی دن سے اُڑے ہیں توتے ☆

☆ "توتا" ہندی ہے لہٰذا "ت" حرف روی صحیح ہے:

اُٹھ کے دیکھا جو اُن نے سوتے سے
اُڑ گئے آئنے کے توتے سے

میرؔ

(یاس)

(۵)

آنکھیں ہیں ترے ہجر میں پُرخوں ساقی
کب تک ترا انتظار کھینچوں ساقی
کیا موسمِ گل یوں ہی گزر جائے گا
کیا زہر ہی اب گھول کے پی لوں ساقی

(۶)

ساقی ترا سنسان ہوا مےخانہ
اس بزم کا رہ جائے گا اک افسانہ
لے صبح ہوئی، خُم بھی پڑے ہیں خالی
لب ریز بس اپنا بھی ہوا پیمانہ

(۷)

سُنتا ہے بھلا کون اب افسانہ مرا
برباد کیا چرخ نے مےخانہ مرا
اب گردشِ ایام سے تنگ آیا ہوں
لب ریز کہیں جلد ہو پیمانہ مرا

(۸)

ملتے نہیں پھر ہم جو بگڑ جاتے ہیں
دشمن ہو کہ دوست سب سے لڑ جاتے ہیں
ہلنے کے نہیں اپنی جگہ سے کبھی یاسؔ
ہٹتے نہیں جب بات پہ اَڑ جاتے ہیں

(۹)

آنکھوں میں ہے اشک اور چہرہ ہے اداس
دامن کا خیال اور نہ گریباں کا حواس
افسوس بگڑ گئی ہے قسمت کیسی
کیا شکل یہ بن گئی ہے تیری اے یاسؔ

(۱۰)

پچھتائے ہیں خضر بھی کچھ ایسے پی کر
آئے نہ پلٹ کے پھر کبھی اپنے گھر
رُوپوش ہوئے ہیں دامنِ صحرا میں
اے آبِ حیات، خاک تیرے سر پر

(۱۱)

جب کھو گئے پھر ہوش میں آؤ گے کیا
حالِ دلِ رنجور سناؤ گے کیا
اِس چرخ کو اب رنگ پہ کیا لاؤ گے
بگڑے ہوئے نیل کو بناؤ گے کیا

(۱۲)

تھرّاتے ہیں پاؤں، ہاتھ میں ساغر ہے
پروا نہیں کچھ، موت جو اَب سر پر ہے
آئے بھی اگر اجل تو کیا خوف اے یاسؔ
ڈر ہے تو فقط اپنے کیے کا ڈر ہے

(۵۵)

سہرا

کیا دل آویز ہے نوشاہ کے سر پہ سہرا
زیوروں میں ہے عجب شان کا زیور سہرا

رُوئے زیبا پہ کس انداز سے لہراتا ہے
دلِ بے تاب کو تڑپائے نہ کیوں کر سہرا

آتشِ رشک سے جلنے لگے دل حاسد کا
دیکھ کر اِس عرق آلودہ جبیں پر سہرا

تار تار اِس کا ہے عاشق کو رگِ جاں سے عزیز
جان کیا مال ہے جس کے ہو برابر سہرا

چشمۂ نور کی موجیں بھی ہیں لڑیوں سے خجل
غرق ہے حُسن کے دریا میں سراسر سہرا

طالبِ دید گرا پڑتا ہے اب ایک پہ ایک
حشر برپا نہ کرو رُخ سے ہٹا کر سہرا

روزِ روشن ہوا، گزری شبِ تاریکِ فراق
جلوہ دکھلا دیا جب تم نے اُلٹ کر سہرا

بار بار آتی ہے اک بوئے محبّت اِس سے
دامنِ بادِ بہاری ہے سراسر سہرا

چاندنی کھیت کرے، ماند ہو شمعِ محفل
بیٹھے مسند پہ جو نوشاہ اُلٹ کر سہرا

جھوٹ کہتا نہیں پیارے، اِسی سہرے کی قسم
جامہ زیبی کا ہے بس آج ترے سر سہرا

قابلِ دید ہے یاسؔ آج کا شاہانہ جلوس
دیکھنے والے بس اب دیکھ لیں آ کر سہرا

آیاتِ وجدانی

طبع اوّل

۱۹۲۷ء

۷۸۶

اُنظُر الیٰ ما قال ولا تنظر الیٰ من قال

آیاتِ وجدانی

مصنفہ

میرزا یگانہ لکھنوی

مع

محاضرات

از

میرزا مراد بیگ شیرازی

حسبِ فرمائش

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

کریمی پریس لاہور میں باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹر چھپا

''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل کا بیرونی سرورق (عکس)

جلوہ فرما حق ہوا باطل گیا

آیاتِ وجدانی

از

میرزا یاس یگانہ لکھنوی

مع

محاضرات

از

میرزا مراد بیگ شیرازی

بفرمائش

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

مطبع کریمی لاہور میں باہتمام میر قدرت اللہ چھپی

سنہ ۱۹۲۷ء

بار اول ایک ہزار

قیمت

''آیاتِ وجدانی'' طبع اوّل کا اندرونی سرورق (عکس)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیاتِ وجدانی

منکہ بر نمے تابم دردِ زیستن تنہا
صبحدم چساں بینم شمعِ انجمن تنہا

بیسویں صدی کے رُبع اول تک ہندوستان نے تین افراد کامل ایسے پیش کئے ہیں جن کے نامِ نامی ایشیا کے سخنوران علی الاطلاق کی فہرست میں آبِ زر سے لکھے جائیں گے یا یوں کہئے کہ ان کا نام دیگر مشاہیر ملک سخن کے گروہ میں شامل کئے جانے کے قابل نہیں۔ ان افراد سہ گانہ میں دو تو اردو زبان کیلئے سرمایہ ناز ہیں اور ایک بنگالی زبان کے لئے طرۂ امتیاز۔
اول دو شخصیتوں سے میری مراد مولانا اکبر آبادی اور حضرت میرزا یگانہ لکھنوی المعروف بہ میرزا یاس عظیم آبادی سے ہے اور تیسری شخصیت سر ربندرناتھ ٹگور کی ہے جو ذی کمال ہونے کے علاوہ مادی زندگی اور شہرت عامہ کے اعتبار

''آیات وجدانی'' طبع اول، متن کا پہلا صفحہ (عکس)

To

The German Nation, the staunch friend of the Eastern Classics.

Mirza Yas Yagana

66, Shahganj

Lucknow.

6 - 3 - 27

جلوہ فرما حق ہوا، باطل گیا

مطمحِ نظر

خود پرستی کیجیے یا حق پرستی کیجیے
یاس کس دن کے لیے ناحق پرستی کیجیے

بسمہ

دیباچہ

''آیات وجدانی'' کیا ہے اور مشرقی لٹریچر میں اِس کا کیا مرتبہ ہے؟ اِس کا صحیح فیصلہ موجودہ نسل نہیں کر سکتی۔ ہمیں بس اتنا احساسِ فخر و انبساط کافی ہے کہ مشرق کی ایک زندۂ جاوید شخصیت کا کارنامۂ زندگی پبلک کے سامنے آ گیا۔ مصنف کی زندگی کا رنگ بے رنگ دیکھ کر سخت اندیشہ تھا کہ کہیں ادبِ عالیہ کا یہ سرمایہ گردشِ روزگار سے پریشان و منتشر نہ ہو جائے۔ الحمدللہ کہ ایسا نہ ہوا۔

موجودہ زمانے کے رواج کے مطابق دیباچہ لکھنا بھی ضرور تھا۔ مگر میں نے اِس دیباچے میں نفسِ شاعری پر بحث کرنے سے دانستہ قطع نظر کی ہے کیوں کہ اردو میں حقیقتِ شاعری پر مولانا حالی، علامہ شبلی اور مرزا سلطان احمد صاحب وغیرہم کافی و وافی بحث کر چکے ہیں۔ بے شک مصنف کے خاص اندازِ سخن پر بحث کرنا ضروری تھا مگر میں اِس کام کو اوروں پر چھوڑتا ہوں۔ کلام موجود ہے اِس پر ہر وقت کچھ نہ کچھ لکھنے کا موقع ملتا رہے گا۔ سب سے زیادہ ضروری یہ امر تھا کہ مصنف کی شخصیت اور اُس کے طرزِ زندگی پر جلد سے جلد روشنی ڈالی جائے تاکہ کچھ دن گزر جانے کے بعد اُس کے سوانحِ زندگی پر پردے نہ پڑ جائیں۔ اگلے اساتذہ کے دواوین تو موجود ہیں مگر اُن کے سوانح کے متعلق ہمیں کوئی

مفصل اطلاع نہیں ہے۔ اِسی لحاظ سے میں نے اِس دیباچے میں مصنف کے حالات اور طرزِ زندگی کو واضح کرنا زیادہ مناسب سمجھا تاکہ اُس کے کیریکٹر، اُس کے مطمحِ نظر کا صحیح اندازہ کیا جاسکے۔ اِسی وجہ سے میں نے مصنف کے 'فلسفۂ خود پرستی' کو ذرا شرح و بسط سے اِس دیباچے میں بیان کردیا ہے جس سے بہت سی غلط فہمیاں رفع ہوجائیں گی۔ دیباچے کے علاوہ ''آیات وجدانی'' کے متن کے ساتھ ساتھ ''محاضرات'' کا دلچسپ اضافہ کردیا گیا ہے۔ ''محاضرات'' سے میری مراد وہ ''معلومات'' اور ''سخن ہائے گفتنی'' ہیں جو شعر اور شاعر دونوں سے متعلق ہیں۔ اشعار کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ کوئی شرح نہیں ہے بلکہ محض اشارات اور اجمالی رائیں ہیں یا وہ معلومات ہیں جو شعر پڑھ کر شاعر کے مطمحِ نظر، اُس کی شاعرانہ زندگی کے معاملات، اُس کے اخلاق و عادات کے متعلق یاد آگئیں یا وہ باتیں ہیں جو برسبیلِ تذکرہ شعر اور شاعر دونوں کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لیے ضروری معلوم ہوئیں۔

اِس تمہید کے بعد دیباچے کے سلسلے میں مصنف کے نام و نسب اور اُس کے ابتدائی حال پر اِک نظر ڈالنا چاہیے۔

نام و نسب:

راس کا نام مرزا٭ واجد حسین، تاریخی نام مرزا افضل علی بیگ اور عرف میں میرزا یاس یگانہ لکھنوی مشہور ہیں۔ پہلے یاس تخلص کرتے تھے مگر بعد میں شعرائے لکھنؤ کی لاگ یگانہ تخلص کرنے کا باعث ہوئی۔

نسب نامہ یہ ہے: مرزا واجد حسین ابن مرزا پیارے صاحب ابن مرزا آغا جان ابن مرزا احمد علی ابن مرزا روشن علی ابن مرزا حسن بیگ چغتائی۔ موخرالذکر بزرگ اپنے بھائی مرزا مراد بیگ کے ساتھ ایران سے ہندوستان آئے۔ مزید وضاحت کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی سلسلے میں مصنف کا دادیہالی نانہالی شجرہ بھی درج کردیا جائے۔

٭ اس تحریر میں کہیں ''مرزا'' لکھا ہے اور کہیں ''میرزا''۔ اسے ہر جگہ اصل کے مطابق رہنے دیا ہے۔ (مرتب)

(دادیہالی سلسلہ)

میرزا مراد بیگ چغتائی (یہ دونوں بھائی ایران سے آئے) میرزا حسن بیگ چغتائی

میرزا روشن علی

میرزا اسد علی — میرزا واحد علی — میرزا احمد علی

میرزا میاں جان — میرزا آغا جان — میرزا نواب جان

میرزا امیر حسین عرف میرزا لاڈلے صاحب — میرزا غلام حسین عرف میرزا پیارے صاحب — میرزا افضل بیگ

میرزا واجد حسین یاس یگانہ

(نانہالی سلسلہ)

نواب میرزا آغا جان

نواب میرزا علی حسین خاں عرف چھوٹے بابو صاحب — نواب میرزا علی حسن خاں عرف بڑے بابو صاحب

میرزا محمد حسین — میرزا جعفر حسین — منیر بیگم — حضرت فاطمہ بیگم

میرزا واجد حسین یاس

میرزا صاحب کی اہلیۂ محترمہ کنیز حسین صاحبہ لکھنؤ کے اک معزز گھرانے کی خاتون ہیں جن کا سلسلہ یہ ہے:

میرزا لطف علی شیرازی عرف آغائی صاحب

مولوی میرزا محمد عسکری — حکیم میرزا محمد تقی — حکیم میرزا محمد شفیع

میرزا محمد فصیح — میرزا محمد رضی — میرزا محمد وصی — کنیز رضا — میرزا یاس یگانہ = کنیز حسین

مریم جہاں — اُم صغریٰ — آغا جان — حسن بانو — آغا شکوہ

میرزا صاحب کی اہلیہ کنیز حسین صاحبہ کی والدہ ماجدہ کنیز فاطمہ صاحبہ بنارس کی تھیں جن کا سلسلہ یہ ہے:

حکیم میر محمد باقر صاحب بنارسی

حکیم محمد امیر صاحب

حکیم میرزا محمد شفیع = کنیز فاطمہ صاحبہ

میرزا یاس = کنیز حسین صاحبہ

مرزا صاحب کا مولد خاکِ پاکِ عظیم آباد ہے جو حضرت عیسیٰ سے صدیوں پہلے مرکزِ تہذیب وتمدن تھا اور اب بھی ہے۔ خلجیوں کے وقت سے عظیم آباد اسلامی تہذیب کا مرکز بن گیا۔ سلطنتِ مغلیہ کے زمانے میں صوبے کی حیثیت سے مزید ترقی پائی اور عہد عالمگیری سے اب تک مرزا عبدالقادر بیدل، مولانا راسخ عظیم آبادی، شیخ محمد روشن جوشش، راجہ شتاب رائے شتاب، راجہ رام نرائن موزون، راجہ پیارے لال الفتی، شاہ الفت حسین صاحب فریاد، مولانا محمد سعید صاحب حسرت، خان بہادر مولانا شاد عظیم آبادی جیسے اساتذۂ

فن پیدا ہوئے۔ اِسی مردم خیز خطے میں مرزا صاحب کا ظہور ہوا۔ مگر یہ شرف لکھنؤ کی قسمت میں لکھا تھا کہ مرزا صاحب کے حقیقی جوہر وہیں کھلیں گے۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء سے مرزا صاحب نے لکھنؤ کو اپنا وطن بنالیا جہاں آپ کی دماغی استعداد نے ارتقائی منزلیں طے کیں۔ لکھنؤ کی سکونت سے پہلے مرزا صاحب کی ابتدائی نشو ونما عظیم آباد ہی میں ہوئی۔ ۱۳۰۱ھ میں مرزا صاحب کی ولادت عظیم آباد کے مشہور و معروف محلہ مغل پورہ میں ہوئی جو سراسر چغتائیوں کا مسکن تھا اور جن کی دھاک شہر بھر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہی وہ محلہ ہے جہاں دہلی کے شاہزادگان و روسا رہتے تھے۔ نواب آصف الدولہ کے دو بھائی مرزا جنگلی اور مرزا مینڈو کی بھی اِسی محلّے میں سکونت تھی۔ یہی محلہ مرزا صاحب کے بزرگوں کا مسکن تھا۔ مرزا صاحب کے مورثِ اعلیٰ مرزا حسن بیگ چغتائی ایران سے ہندوستان آکر سلطنت مغلیہ کے دامنِ دولت سے بسلسلۂ سپہ گری وابستہ ہوئے اور اُن کے اخلاف کو پرگنہ حوالیِ عظیم آباد میں جاگیریں ملیں۔ دو تین پشتوں تک تو تلوار ہاتھ میں رہی پھر سرکارِ دہلی سے جاگیریں پاکر مغل پورے میں عیش و اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے۔ پہلے تو تلوریے تھے مگر آخر میں نرے جاگیردار اور گھٹتے گھٹتے زمیندار رہ گئے۔

جاگیروں میں ایک موضع فہیم پور مرزا صاحب کے ہوش سنبھالنے تک سلامت تھا مگر آئے دن کی مقدمہ بازی کے ہاتھوں خالصے لگ گیا۔ مرزا صاحب کے والدِ ماجد مرزا پیارے صاحب اِسی مقدمہ بازی میں تباہ رہے۔ اسی وجہ سے مرزا صاحب کو باپ کی طرف سے بجز چند مکانات کے حصہ نہ ملا۔ جو کچھ ملا وہ اُن کی پھوپھی امتہ الزہرا بیگم صاحبہ کی طرف سے ملا کیوں کہ پھوپھی نے لڑکپن سے مرزا صاحب کو گود لیا تھا۔ پھوپھی نے اتنی جائداد چھوڑی تھی جس سے دس بارہ برس تک فراغت سے بسر ہوتی رہی۔

ابتدائی تعلیم:

مرزا صاحب کی ابتدائی تعلیم مولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی کے مدرسے واقعہ محلّہ مغل پورہ میں ہوئی جہاں مولوی وزیر علی صاحب رنگ پوری اور مولوی محمد

عظیم صاحب پشاوری سے مرزا صاحب نے درسیات فارسی کی تکمیل کی۔ فارسی کی تکمیل کے بعد مرزا صاحب عظیم آباد کے مشہور و معروف محمڈن اینگلو عربک اسکول میں داخل ہوئے۔ اوّل سے آخر تک وظیفے اور تمغے اور انعامات پاتے رہے اور ۱۹۰۳ء میں فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔ اسکول کے ہیڈ ماسٹر مولوی اعظم علی خاں صاحب اور اُن کے استاد مولوی سیّد علی خاں صاحب بے تاؔب نے نہایت شفقت و توجہ سے مرزا صاحب کی تعلیم کی۔ مرزا صاحب کی صحیح دماغی نشو ونما، مذاق شاعرانہ کی اصلاح اور رموز فصاحت و بلاغت کی تعلیم بھی مولانا بے تاؔب ہی نے فرمائی۔ مولانا بے تاؔب کو اپنی مصروفیتوں کے باعث فرصت کم رہنے لگی تو آپ نے مرزا صاحب کو اپنے استاد مولانا شاؔد کے سپرد کر دیا۔
یہاں کی صحبت اک دریائے فیض تھی جہاں بیٹھ کر چند ہی روز میں فکرِ رسا کو پر لگ گئے۔

۱۹۰۴ء میں مرزا صاحب نے کلکتہ اور مٹیا برج کا سفر کیا۔ مٹیا برج میں شہزادہ مرزا محمد مقیم بہادر کے دو مرشد زادوں نواب محمد یوسف علی مرزا اور نواب محمد یعقوب علی مرزا کے اتالیق ہوئے۔ مگر بیٹا مٹیا برج کی آب و ہوا نے آپ کی صحت پر ایسا خراب اثر کیا کہ تھوڑے ہی دنوں میں علیل ہو کر عظیم آباد واپس چلے آئے۔ اس علالت کا سلسلہ قریباً سال بھر تک جاری رہا۔ صحت کی حالت اس درجہ سقیم ہوگئی کہ مرزا صاحب کو اُمیدِ زیست باقی نہ رہی۔ آخر کار گھبرا کر لکھنؤ تشریف لائے اور یہاں جھوائی ٹولہ میں قیام کر کے حکیم محمد عبدالعزیز صاحب لکھنوی سے رجوع کیا۔ لکھنؤ کی آب و ہوا اور وہاں کی دل چسپیوں کا مرزا صاحب پر اتنا خوش گوار اثر ہوا کہ ترکِ وطن کر کے لکھنؤ کو وطن بنا لینے کا قصدِ مصمم کر لیا۔ پھر تھوڑے دنوں بعد عظیم آباد تشریف لے گئے اور وہاں اپنی جائداد کا کچھ حصہ فروخت کر کے لکھنؤ واپس آ گئے اور یہیں مستقل طور پر رہنے لگے۔ یہاں قدرتاً شعر و شاعری کے مشغلے میں زیادہ انہماک رہنے لگا۔ مشاعروں میں مرزا یاس کی دھوم ہونے لگی۔
۱۹۱۳ء میں مرزا صاحب کی شادی لکھنؤ کے اک معزز گھرانے میں ہوئی۔ حکیم مرزا محمد شفیع شیرازی جن کا نام شجرے میں درج ہے، لکھنؤ محلہ شاہ گنج کے رہنے والے، شہر کے نہایت پرہیزگار و دین دار لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی مولوی مرزا محمد

عسکری صاحب نے کربلائے معلیٰ میں آخری زندگی بسر کی اور منجھلے بھائی حکیم مرزا محمد تقی صاحب نخاس میں مطب کرتے ہیں۔ شہر کے مشہور اطبا میں ہیں۔ حکیم محمد شفیع صاحب کی پہلی بیوی کنیز فاطمہ صاحبہ کی چھوٹی صاحب زادی کنیز حسین صاحبہ مرزا صاحب کو منسوب ہیں۔ عقد میں نواب محمد عسکری مرزا خاں صاحب عرف ببن صاحب بلیغ بھی شریک تھے۔ شادی کے متعلق اک قطعۂ تاریخ جو آپ نے فرمایا تھا، وہ ذیل میں درج ہے:

سامانِ جشنِ دید ہے مدِّ نظر کہیں
چھائی ہوئی اداسیاں ہیں چہرے پر کہیں
اللہ رے شوق گو کہ سرِ شام ہے ابھی
خلعت پہن چکا کوئی رشکِ قمر کہیں
عشرت کدے میں دل کو عروسانہ ہیں خیال
رکھا ہوا ہے شرم سے زانو پہ سر کہیں
آئی مراد گھی کے جلائے گئے چراغ
سہرے کے پھول ہنسنے لگے دیکھ کر کہیں
اب تک دماغ بستے ہیں عطرِ عروس سے
جس راہ سے ہوا ہے کسی کا گزر کہیں
لکھے ہیں بہرِ یاد سنِ عیسوی بلیغ
ہے جشنِ عقدِ یاس کا مدِّ نظر کہیں

(۱۹۱۳ء)

شادی کے بعد ۱۹۱۴ء میں مرزا صاحب نے اپنا مجموعہ ''نشترِ یاس'' شائع کرایا جس پر اساتذۂ لکھنؤ یعنی حضرت اوج، عارف، رشید وغیرہم نے پُرزور تقریظیں لکھی تھیں۔ شاعری کے میدان میں لاگ ڈانٹ تو پہلے ہی سے شروع ہوئی تھی۔ اب ان تقریظوں کو دیکھ کر تمام شعرائے لکھنؤ میں آگ لگ گئی اور یہ چرچے ہونے لگے کہ اساتذۂ لکھنؤ نے مرزا یاس کو مسلّم الثبوت سخنور مان کر اہلِ لکھنؤ کی ناک کاٹ لی۔ اس زمانے میں یورپ

کی جنگ چھڑ چکی تھی۔ اِدھر لکھنؤ میں مرزا یاس اور اہلِ لکھنؤ کی کاغذی جنگ کا بھی زور بندھ گیا۔ ۱۹۱۵ء میں مرزا یاس نے عروض و قوافی میں ایک رسالہ "چراغِ سخن" لکھ کر حریفوں کے دانت اور کھٹے کر دیے۔ غرض اب عداوت و بغض کا دروازہ کھل گیا اور روز بروز یہ فتنہ بڑھتا ہی گیا۔ مگر اِن عداوتوں کا اُلٹا اثر ہوا۔ مرزا صاحب سا شخص جس کی نگاہ میں کسی سلطنت کی مخالفت بھی سما نہیں سکتی، وہ اِن حاسدین کی مخالفتوں کو خاطر میں کیا لاتا۔ اِن حسد شعاریوں نے مرزا صاحب کے دشمنوں کی کم زوریوں کا یقین دلا دیا اور اِسی کے ساتھ اُن کی خود پرستی کی نشو و نما ہوتی گئی۔ مرزا صاحب خواجہ آتش کے فدائیوں میں ہیں۔ اور غالب کے بھی بڑے معتقد تھے مگر جب اُنھوں نے یہ دیکھا کہ اُن کے حریف جو غالب کے مرتبے سے قطعاً نا آشنا ہیں، جھوٹ موٹ غالب کی تعریفیں کیا کرتے ہیں اور خواہ مخواہ خواجہ آتش پر مُنھ آیا کرتے ہیں تو پھر مقامی ضرورتوں نے اُنھیں اِس بات پر مجبور کیا کہ غالب کی حقیقت بھی واضح کر دی جائے۔ یہیں سے غالب پر اعتراضات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور یہیں سے مرزا یاس کی خود پرستی کی بنیاد پڑتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اِس کی تمام ذمہ داری اہلِ لکھنؤ پر ہے۔ کہ انھوں نے مرزا یاس ایسے آتش پرست کو خود پرست بنا دیا۔ اب ذرا وضاحت کے ساتھ ہم مرزا صاحب کے فلسفۂ خود پرستی پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

خود پرستی کی فلاسفی:

(A Lesson for Thinkers only)

خودؔ پرستی کیجیے یا حق پرستی کیجیے

یاسؔ کس دن کے لیے ناحق پرستی کیجیے

"اظہارِ فضیلت جسے پبلک اپنی غلط فہمی و جلد بازی سے خود پرستی و خود ستائی پر محمول کرتی ہے، اک ناگوار تبلیغی فرض ہے۔ ناواقف و کوتاہ بین جماعت کی تلقین و ہدایت کے لیے یہ ناگوار تبلیغی فرض (خود پرستی) بڑے بڑے پاک باطن ریفارمروں کو بھی ادا کرنا پڑا

ہے۔“(A Thinker)

☆۱۔ استادِ فرزانہ مرزا یاس یگانہ لکھنوی عظیم آبادی کی شخصیت بھی عجیب و غریب ہے۔ دیکھنے میں اک سڑی سودائی دیوانہ مگر یکتائے زمانہ۔ بظاہر خستہ و مضمحل مگر پہلو میں شیر کا دل۔ پریشان روزگار، آوارۂ کوچہ و بازار، مگر دل کا غنی، بات کا دھنی۔ سخنورِ بالا دست، نشۂ کمال میں مست۔ بڑے بڑوں کو خطرہ [خاطر؟] میں نہیں لاتا۔ لکھنؤ میں اپنے سوا کسی کو موجود نہیں جانتا۔ لکھنؤ کے حشرات الارض کو ہیچ و پوچ سمجھنے والا، غالب ایسے استاد پر بے دھڑک نکتہ چینی کرنے والا مگر اِس کے ساتھ ہی غالب کے آخری عمر کے کلام پر مرنے والا۔ میر انیس، میر تقی میر، مرزا سودا، خواجہ آتش لکھنوی اور اکبر [الہ] آبادی کا دم بھرنے والا اور پھر بھی اتنا خود پرست سمجھا جائے! یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔ بادی النظر میں جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں، یہی اصل حقیقت ہے یا ہماری نظر کا دھوکا ہے۔

یہ راز پبلک کی سمجھ میں آیا ہے نہ آئے گا کہ یہ خود پرستی ہے یا اِس کی تہ میں کوئی گہری فلاسفی پنہاں ہے۔ اور اگر یہ خود پرستی بھی ہے تو کیسی ہے، مذموم ہے یا ممدوح۔ جو لوگ اس دیوانۂ خود شناس مرزا یاسؔ کی تحریروں کو محض سرسری نظر سے دیکھ کر بے دھڑک فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ شخص بڑا مغرور اور خود پرست ہے، اُنھیں کم از کم جھوٹی تسلی تو ضرور ہو جاتی ہے اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم صحیح نتیجے پر پہنچ گئے۔ مگر مشکل اُن لوگوں کے لیے ہے جو اِس خود پرستی کی تہ کو پہنچنا چاہتے ہیں، اُن کا دل تو یہ گواہی دیتا ہے کہ ایسا شخص جس کی ذات میں مبدءِ فیاض نے یہ جوہر سخنوری ودیعت کیے ہیں، وہ غالب یا اور کسی با کمال کا منکر ہو ہی نہیں سکتا۔ ہر سخنور دوسرے سخنور کا اعترافِ کمال کرنے پر فطرتاً مجبور ہے۔ اعترافِ کمال بھی اک قانونِ قدرت ہے جس کے عمل سے مرزا یاسؔ کی ذات مستثنیٰ نہیں ہوسکتی۔ اس اٹل قانون کو پیش نظر رکھ کر اور مرزا صاحب کے شاعرانہ فضل و کمال کو تسلیم کرتے ہوئے اُن کی خود پرستی کا معما حل نہیں ہوتا۔ اس راز کو کم سے کم موجودہ نسل تو نہ سمجھ سکے گی۔ نہ پبلک کو اتنا موقع ہے کہ اس راز کے دریافت کرنے میں کافی وقت صرف کرسکے۔ نہ اِس راز کو دریافت کرنے کی اہمیت اس زمانے کی پبلک کو محسوس ہوسکتی ہے۔

البتہ اِس نسل کے بعد آئندہ نسلوں کو اِس خود پرستی کی فلاسفی پر غور کرنے کی ضرورت محسوس ہوگی۔

عدالتوں میں روز مرہ جو چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے مقدمات پیش ہوتے رہتے ہیں، اُن کی تحقیق و تفتیش اور جانچ پڑتال میں کتنی کوششیں ہوتی ہیں، کتنا وقت صرف ہوتا ہے، کتنے دماغ مصروف رہتے ہیں، کتنی بڑی بڑی مسلیں تیار ہوتی ہیں۔ ماتحت عدالتوں سے لے کر عدالتِ عالیہ تک کتنے مرحلے طے کرنا پڑتے ہیں جب کہیں ایک مقدمے کا فیصلہ انصاف وصحت کے ساتھ ہوتا ہے۔ مرزا یاسؔ کی خود پرستی کے معاملے میں پبلک جو چاہے کہے مگر یہ واضح رہے کہ کسی امر میں محاکمہ کرنا بڑی ذمے داری کا کام ہے۔ جب تک مقدمے کی مسل کا مطالعہ شروع سے آخر تک بامعانِ نظر نہ کیا جائے گا، اُس وقت تک صحیح نتیجے پر پہنچنا محال ہے۔ پبلک جب شرائطِ تحقیق ہی بجا نہیں لاسکتی، مقدمے کی کافی تحقیقات ہی نہیں کرسکتی، پبلک کے پاس جب اتنا وقت ہی نہیں ہے کہ وہ اِس خود پرستی کے اسباب وعلل اور اِس کی فلاسفی پر غور کر سکے، پبلک کو جب یہی نہیں معلوم کہ اس خود پرستی کی ابتدا اور اِس کی نشو ونما کب اور کیوں کر اور کس ماحول میں ہوئی، پبلک کو جب اس بات کی خبر ہی نہیں کہ خود لکھنؤ کی فرعونیت اور حماقت نے مرزا یاسؔ کو آتش پرست سے خود پرست ہوجانے پر مجبور کردیا تو ایسی بے خبری و ناواقفیت کی حالت میں پبلک کو محاکمہ کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ رائے زنی کرتے وقت کوئی کسی کی زبان تو پکڑ نہیں سکتا مگر ایسی رائے زنی جو ناواقفیت یا ناقص معلومات پر مبنی ہو، کہاں تک حق بجانب کہی جاسکتی ہے۔ فقط یاسؔ صاحب کی تحریروں کو سرسری نظر سے دیکھ کر اُن کی خود پرستی کو بے جا ٹھہرانا اور اپنے ناقص فیصلے کو صحیح سمجھ لینا اہلِ تحقیق کو مطمئن نہیں کرسکتا۔ مرزا یاسؔ کی خود پرستی کے فلسفے کو سمجھنے کے لیے نگاہ میں وسعت پیدا کرنے اور صفحاتِ تاریخ سے مدد لینے کی ضرورت ہے، بغیر اس کے صحیح نتیجے پر پہنچنا معلوم!

صفحاتِ تاریخ شاہد ہیں کہ جب کبھی دنیا میں کسی مصلح یا ریفارمر کا ظہور ہوا ہے جس نے دنیا میں آکر کچھ کارنمایاں کیے ہیں، رسمیاتِ بے ہودہ، معتقداتِ فرسودہ اور

توہمات باطلہ کی اصلاح اور پبلک کے دماغ کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی ہے تو اُس کے خلاف ہمیشہ انواع و اقسام کے طوفانِ بغاوت اٹھتے رہے ہیں۔ ملک و ملت کی طرف سے اُس کو جاہل، بے ایمان، دغا باز، فتنہ پرداز وغیرہ وغیرہ خطابات ملتے رہے ہیں مگر وہ کبھی اپنے مشن کو پبلک کے خوف سے ترک یا ملتوی کرنا گوارا نہیں کرتا۔ ذلت و رسوائی گوارا کرتا ہے، ایذائیں اٹھاتا ہے، انواع و اقسام کی قربانیاں کرتا ہے مگر اپنے مشن سے باز نہیں آتا۔ اثنائے جدوجہد میں اُسے یہ ضرورت بھی پیش آتی ہے کہ وہ ناواقفوں اور کوتاہ اندیشوں کو اپنی خداداد بزرگی وفضیلت سے آگاہ کرے، وہ کھلے کھلے لفظوں میں اپنی زبان سے اپنی خداداد قابلیت کا اظہار کر کے اتمامِ حجت کرتا ہے۔ اس اتمامِ حجت و اظہار فضیلت پر وہ اپنی قوم کے ہاتھوں نشانۂ ملامت ہوتا ہے، دشنام سنتا ہے، دربدر خاک بسر ہوتا ہے مگر اپنے مشن سے باز نہیں آتا۔ اب اسے تم اُس کی خودستائی و خود پرستی سمجھو یا اک تبلیغی فرض مگر یہ ناگوار فرض ادا ہی کرنا پڑتا ہے۔

مذہبی ریفارمر ہو یا ملکی، اخلاقی ریفارمر ہو یا ادبی، ہر ایک کو اپنی زندگی میں یہ ناگوار فرض (جسے تم خودستائی سمجھو گے) ادا کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ دور کیوں جاؤ، مرزا غالبؔ ہی کو دیکھ لو۔ غالبؔ کون تھا۔ ایک ادبی ریفارمر تھا جو بدو فطرت سے دنیائے شعر و سخن میں ایک خاص مشن لے کر آیا تھا۔ کیا غالبؔ کو نادان و بے خبر پبلک کے سامنے اس ناگوار فرض (خودستائی) کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ کیا غالب نے خودستائی اور اپنے معاصرین پر حملہ کرنے اور اُن کی قلعی کھول دینے میں کوئی کسر اٹھا رکھی۔ میر تقی میر کی زندگی اسی خود پرستی کی بدولت جتنی تلخ ہوگئی، وہ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ عرفی کے فضل و کمال کا کون منکر ہوسکتا ہے مگر کیا اُس سے بڑھ کر کوئی مغرور و خود پرست گزرا ہے ......

...... پبلک کو جب یہی نہیں معلوم کہ مرزا یاسؔ نے لکھنؤ کے خطرناک و پرآشوب ماحول میں کیسی تلخ زندگی بسر کی ہے اور لکھنؤ کی فرعونیت کہاں تک مرزا یاسؔ کی خود پرستی کی محرک ہوتی رہی ہے تو اس حکیمانہ خود پرستی کی داد کیا دے سکتی ہے اور اس خود پرستی کی اہمیت اور اس کی اشد ضرورت کا کیا اندازہ کر سکتی ہے۔

......مختصر یہ ہے کہ جو شخص اپنی اصلاح و تہذیبِ نفس کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اپنا ہی سا فرض شناس دیکھنا چاہتا ہے، اُسے ابنائے زمانہ کے ہاتھوں ایذائیں اٹھانا ہی پڑتی ہیں۔ اِسی کے ساتھ اُسے یہ ضرورت بھی پیش آتی ہے کہ وہ کج فہم پبلک کو اپنے مرتبے اور اپنے مشن سے آگاہ کر کے اتمامِ حجت کر دے۔ اس ایذا پسندی میں اُسے وہ لذت ملتی ہے جس پر دنیا کی ہزار ہا لذتیں صدقے ہیں۔ یوں تو جعل ساز، دغا باز، چور، اُٹھائی گیرے بھی اپنے کرتوت سے ایذائیں اٹھاتے ہیں، رسوا ہوتے ہیں مگر اُنھیں وہ روحانی لذت کیا نصیب ہو سکتی ہے جو ایک فرض شناس کو سختیاں اُٹھا کر حاصل ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے ابنائے زمانہ کی نگاہوں میں محض جھوٹی عزت، مصنوعی اور عارضی خوشی حاصل کرنے کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا رکھا ہے، وہ اِن حکیمانہ ایذا پسندیوں کی لذتوں کا اندازہ کیا کر سکتے ہیں۔ تا درنہ آئی نہ دانی۔ یہی وہ لذتِ ایذا طلبی ہے جس کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ فرمایا:

مزے کے ساتھ ہوں اندوہ و غم تو کیا کہنا
یقیں نہ ہو تو کرے کوئی امتحان اپنا (یاسؔ)

......اس ادبی ریفارمر کو بھی مقامی ضرورتوں نے (یعنی لکھنؤ کی فرعونیت و حماقت) اظہارِ فضل و کمال اور مرزا غالب کے خلاف نکتہ چینی کرنے پر مجبور کیا ورنہ کیا مرزا صاحب اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ خود پرستی اور غالب پر نکتہ چینی لوگوں کو بُری معلوم ہوتی ہوگی۔ مگر وہ اس رازِ حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ وہی خود پرستی جو عام طور پر مذموم سمجھی جاتی ہے، ایک خاص وقت پر اور خاص خاص ہستیوں کے لیے جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہو جاتی ہے۔تم اگر مرزا صاحب کی پوزیشن میں ہوتے تو بغیر سمجھائے سمجھ جاتے کہ لکھنؤ کی فرعونیت کا علاج خود پرستی کے سوا اور کچھ نہیں۔ لکھنؤ والے اس قابل نہیں ہیں کہ اُن کی فرعونیت خاموشی کے ساتھ ٹال دی جائے بلکہ اُن کی سرکوبی فرض ہے۔

عوام کا ذکر نہیں، اہلِ تحقیق جب غور و فکر کے ساتھ مرزا یاسؔ کی شخصیت کا مطالعہ کریں گے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ شخص بد و فطرت سے دنیائے شعر و سخن کے لیے

ایک خاص مشن لے کر آیا ہے۔ پبلک کو اپنے مذاقِ سخن، اپنے معیارِ حریت و صداقت کی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ اِس مصلحانہ مشن اور احساسِ ذمہ داری کا تقاضا یہی ہونا چاہیے تھا کہ مرزا صاحب منکروں کو اپنی شخصیت سے آگاہ کر کے اتمامِ حجت کرتے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اب اِسے تم خود پرستی کہو یا ادائے فرض۔ تم کو کیا معلوم کہ فراعنۂ لکھنؤ کی چشم نمائی کے لیے خود پرستی کی اور اُن کے دماغ سے مادہائے فاسد کو خارج کرنے کے لیے کس قدر تند و تیز و تلخ جلاب دینے کی ضرورت ہے۔ اگر تم مرزا صاحب کی پوزیشن میں ہوتے اور محسودِ عصر ہو کر حاسدوں کی نگاہ میں خار بن کر کھٹکنے کی قابلیت رکھتے اور لکھنؤ میں رہ کر ایسی تلخ و خطرناک زندگی بسر کرتے، عوام کی نگاہ میں جھوٹی ہر دل عزیزی حاصل کرنے اور چین سے خود غرضانہ زندگی بسر کرنے کے بدلے تم دوسروں کے لیے کوئی اصلاحی مشن لائے ہوتے تو تم اِس حقیقت کی تہ کو پہنچ سکتے کہ مرزا صاحب کس خطرناک ماحول میں کس ثابت قدمی سے اپنے مشن پر قائم رہے ہیں اور جس ناگوار فرضِ تبلیغ کو تم خود پرستی سے موسوم کرتے ہو وہ کتنا اہم اور ضروری ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عوام کے علاوہ مرزا صاحب کے بعض سچے ہمدرد و بہی خواہ بھی اِس خود پرستی کو اُن کے حق میں مضر سمجھتے ہیں اور اِس میں شک نہیں کہ اِس خود پرستی کی بدولت مرزا صاحب نے بہت کچھ ایذائیں اُٹھائیں اور اُٹھا رہے ہیں۔ بہت سے مادی فوائد جو زمانہ سازی کی بدولت حاصل ہو سکتے تھے، وہ اِس خود پرستی کے ہاتھوں حاصل نہ ہوئے۔ مگر کیا کیجیے مرزا صاحب کی نظر آج سے زیادہ کل پر ہے۔ مولانا نثار صفوی نے کیا خوب فرمایا ہے:

خدا ہی اُس دلِ آگاہ کو صلہ بخشے
جو آج چھوڑ کے کل کا امیدوار رہے

مرزا صاحب کے دل سوز و ہمدرد جو اِس خود پرستی کو باعث مضرت سمجھتے ہیں، اُن کے خلوص و محبت میں کوئی کلام نہیں۔ مرزا صاحب کو انواع و اقسام کی ایذاؤں میں گھرا ہوا دیکھ کر اُن کا دل دُکھتا ہے، مگر اُن کے دوستوں کو اِس امر کا کافی اندازہ نہیں ہے کہ اِس شخص کو ایذا طلبی میں کیا لذت ملتی ہے۔ اُنھیں اِس کی خبر نہیں ہے کہ اِس خود پرستی و ایذا طلبی

کے کیا کیا اہم نتائج ظہور میں آنے والے ہیں۔ مرزا صاحب کی موجودہ حالتِ زار پر نظر کرتے وقت اُن کے احباب اِس حقیقت کو سہو کر جاتے ہیں کہ اِس چند روزہ زندگی کے بعد ایک حیاتِ بعدالممات بھی ملنے والی ہے جو بغیر ایذا طلبی کے ممکن نہیں۔

مرزا صاحب کے دوستوں کا جو اہم فرض ہے وہ یہ ہے کہ شعر و سخن اور طبقۂ شعرا کے لیے جو اصلاحی مشن مرزا صاحب کو انجام دینا ہے، اُس میں ہاتھ بٹائیں اور اِس مشن میں جو رکاوٹیں ہیں اُنھیں دفع کریں۔

شعر و سخن کے متعلق مرزا صاحب کا مشن یہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے لہٰذا دیگر مخلوقات سے زیادہ اور بہت زیادہ مطالعہ انسان ہی کا کرنا چاہیے۔ انسان کی اندرونی و بیرونی دنیا اور اُس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر نظر کی جائے۔ انسان کی ظاہری حالت سے زیادہ اُس کی باطنی حالت پر زورِ قلم دکھایا جائے۔ فلسفۂ فطرتِ انسانی کے باریک نکتے شاعرانہ انداز سے حوالۂ قلم کیے جائیں۔ مختصر یہ ہے کہ انسان ہی کو شاعری کا موضوع قرار دیا جائے۔ انسان کے علاوہ مچھر، کھٹمل، کتے، بلی، گائے، بھینس، بندر، ساگ پات، آم، خربوزے، دریا، سمندر، کوہ و صحرا، چاند سورج تارے اور دیگر مظاہرِ قدرت کو موضوعِ شاعری قرار دینا اور اُن پر کبھی کبھی طبع آزمائی کرنا کوئی بری بات نہیں ہے مگر مرزا صاحب کا مشن یہ ہے کہ شاعر کی توجہ کی سب سے زیادہ مستحق وہ مخلوق ہے جسے انسان کہتے ہیں۔ کیا فلسفۂ فطرتِ انسانی کا سارا ذخیرہ ختم ہوگیا، کیا ذاتِ انسانی کے جتنے حقائق و معارف ہیں سب قلم بند ہوگئے ہیں کہ اُنھیں چھوڑ کر آم خربوزوں پر نظمیں لکھی جاتی ہیں اور یہ مہملات نہایت جلی حرفوں میں زیبِ رسائل کیے جاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم ہندوستانیوں پر تقلید کا وہ جن سوار ہے کہ نیک و بد کی تمیز باقی نہیں رہی۔

شاعری کے متعلق تو مرزا صاحب کا مطمحِ نظر یہ ہے جو مختصر لفظوں میں بیان کیا گیا۔ طبقۂ شعرا کی اصلاح کے متعلق مرزا صاحب کا مشن یہ ہے کہ شعرا کو (Mental Slavery) زنجیرِ تقلید سے بالکل آزاد رہنا چاہیے۔ لکھنؤ و دہلی کی تقلید میں پھنس کر بہتیرے ہونہار افراد کی دماغی استعداد کی صحیح نشوونما نہ ہوسکی۔ خصوصاً لکھنؤ والوں نے جہاں

کسی میں دماغی استعداد کے آثار دیکھے، اُسے فنا کردینے پر تُل گئے۔ ایسی افسوس ناک حالت میں شعرائے بیرونجات کو چاہیے کہ وہ لکھنؤ اور دہلی کی غلامی سے آزاد ہوکر خود اپنی دماغی استعداد کو ترقی دیں اور آپ اپنی قدر کریں۔ اِس سے مرزا صاحب کا منشا یہ نہیں ہے کہ لکھنؤ اور دہلی کی زبان کا جو سرمایہ ہے، اُس سے بالکل قطعِ نظر کرلی جائے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ مقصد ہے کہ لکھنؤ اور دہلی کے سرمائے پر سختی اور زبردستی کے ساتھ فاتحانہ قبضہ کیا جائے۔ غلامانہ وگدایانہ طرز سے لکھنؤ اور دہلی کا دست نگر نہ رہنا چاہیے۔ یہی مشن، یہی معیارِ حریت، یہی فاتحانہ اسپرٹ ہے جس نے لکھنؤ والوں اور اُن کے سگوں سوتیلوں کو مرزا صاحب کے خلاف بغاوت وشرارت پر آمادہ کیا۔ یہ بغض وعناد محض اِس جرم پر تھا کہ مرزا صاحب لکھنؤ والوں کی شاعری کو اِس قدر ہیچ و پوچ کیوں سمجھتے ہیں۔ اُن کے کرتوت کا پردہ وہ کیوں فاش کرتے ہیں۔ لکھنؤ والوں کے کلام پر ایسے دندان شکن اعتراضات کیوں کیے جن کا جواب کچھ بن نہیں پڑتا۔ دیکھو مردانگی وغیرت اِسے کہتے ہیں۔

ایہا الحاسدین یاد رکھو کہ اِن ہتھکنڈوں سے کوئی کسی بھلے آدمی کو صحیح معنی میں ذلیل نہیں کرسکتا۔ مرزا یاس کی یہ فلاسفی بھی یاد رکھنے اور دستور العمل بنانے کے قابل ہے کہ انسان ذلیل ہوتا ہے تو محض اپنی کرتوت سے۔ دوسروں کی گستاخیوں بے ہودگیوں سے ذلیل نہیں ہوسکتا......

دشمنوں نے مرزا غالب ایسے اکملِ روزگار کے خلاف کلکتے میں کیا کیا شورشیں اٹھائیں جن سے تنگ آکر مرزا غالب ایسے شخص کو مثنوی ''بادِ مخالف'' میں معافی مانگنی پڑی۔ باشندگانِ کلکتہ کو آئینِ خلق ومسافر نوازی کی تلقین کرنی پڑی۔ اپنی عاجزی ودرماندگی کا دکھڑا رونا پڑا۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا مرزا یاسؔ کے دل میں بھی لکھنؤ والوں سے صلح جوئی کا خیال کبھی پیدا ہوا، لاواللہ ہرگز نہیں۔ مرزا یاس نے کبھی اہلِ لکھنؤ کی طرف سے شریفانہ برتاؤ کی اُمید کو دل میں جگہ دی ہی نہیں۔ مرزا صاحب اچھی طرح جانتے ہیں کہ لکھنؤ کی طرف سے خطا کے سوا وفا کی اُمید ایک خیال خام ہے:

یاس اُمّیدِ وفا از لکھنؤ فکرِ محال
شیوہ ہاے نامسلماں بر نتابد ہر دلے

کلکتے میں غالب کے خلاف جو کچھ ہوا وہ ہوا، خود اُن کے ہم وطنوں نے دہلی کے کوتوال کو بھڑکا کر اور قمار بازی کی تہمت رکھ کر اِس یگانۂ روزگار کو جیل خانے میں پہنچا دیا۔ مرزا یاس کو بھی بعض اہلِ لکھنؤ نے جیل خانے بھجوانے کا ارادہ کیا تھا مگر پورا نہ ہوا۔ البتہ مرزا صاحب کی روزی پر حملہ کر کے کامیاب ضرور ہوئے۔ بے غیرتوں نے غالبِ مغفور کے نام گم نام خطوط میں مغلّظ گالیاں لکھ بھیجیں جس پر مرزا غالب نے ہنس کر فرمایا کہ بدتمیزوں کو گالیاں تک دینے کا سلیقہ نہیں۔ لڑکوں کو ماں [کی] گالی دیتے ہیں، وہ اِس وجہ سے کہ لڑکوں کو ماں سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ جوانوں کو جورو کی گالی دیتے ہیں کیوں کہ اُنھیں بیوی سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ بڈھوں کو بیٹی کی گالی دیتے ہیں، اِس لیے کہ اُنھیں بیٹی بہت عزیز ہوتی ہے، مگر کم بختوں نے اِس بڈھے کو ماں کی گالی کیا سمجھ کر دی جس کی ہڈیاں تک خاک ہو چکی ہوں گی۔ کیا اِن شرم ناک حرکتوں سے غالب کی آبرو میں فرق آ گیا۔ استغفراللہ۔ انسان ذلیل ہوتا ہے تو محض اپنے کرتوت سے، دوسروں کی بے ہودگیوں سے صحیح معنی میں ذلیل نہیں ہو سکتا۔ میاں لکھنوی کے ایک شاگرد غالباً...☆۳ ملیح آبادی نے یا اور کسی نے مرزا یاسؔ کے بعض اشعار پر نہایت غلیظ اور ناپاک مصرعے لگائے جن میں مرزا صاحب کے والدین کی شان میں وہی گستاخیاں کی گئی تھیں جو مرزا غالب کی شان میں ہوئی تھیں۔☆۴ میاں ذلیل لکھنوی کا عصا بردار مرزا پور کا ایک گنوار اُن ناپاک مصرعوں کو لکھنؤ بھر میں سناتا پھرا۔ لکھنؤ والوں کی خوشنودی اور اپنی ہر دل عزیزی کی سند حاصل کرنے کی اُمیدِ موہوم میں خود اپنا نامۂ اعمال سیاہ کر لیا مگر اِن حرکتوں سے مرزا یاسؔ کے مرتبے میں کیا فرق آ گیا۔ اُن کا اعتبار یوماً فیوماً بڑھتا ہی گیا:

اخواں کی عداوت سے ہوا شہرۂ یوسف
کچھ پیش نہیں جاتی ہے قسمت کے دھنی سے (آتشؔ)

ان غلیظ مصرعوں کی تصنیف کے متعلق صحت کے ساتھ نہیں جا سکتا کہ یہ فعل

ملیح آبادی کا تھا یا اور کسی کا۔ مگر لکھنؤ میں ایک کمرے پر سائل دہلوی کی زبان سے اچانک ایک ایسا لفظ نکل گیا تھا جس سے شبہہ ہوتا ہے کہ یہ حرکت ملیح آبادی کی تھی۔ بہرحال یہ حرکت کسی لکھنوی کی ہو یا لکھنویوں کے کسی خوشامدی کی ہو، لکھنؤ کے لیے قابلِ فخر ضرور ہے۔ آفرین وصد آفرین مرزا یاسؔ کو کہ ان مغلظات کا کوئی جواب نہ دیا کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ حاسدوں کے پاس اِس کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

اِن حرکتوں نے لکھنؤ کے اعمال نامے کو اتنا سیاہ کر رکھا ہے کہ دھوئے دھوئے نہ مٹے گا۔ دنیا ہمیشہ اِن حرکتوں پر لکھنؤ کو بری طرح یاد کرے گی اور لکھنؤ کو سننا پڑے گا۔ افسوس ہے کہ ان بداعمالیوں کی بدولت خود لکھنؤ نے دنیا کو یہ حق دے دیا کہ اسے برا کہے۔

۱۹۱۴ء میں مرزا صاحب نے اپنی غزلیات کا ایک مجموعہ شائع کیا جس پر لکھنؤ کے معتبر اساتذۂ عصر مثلاً حضرت اوج، عارف، رشید وغیرہم نے ازراہ قدر شناسی و اعترافِ کمال معقول الفاظ میں تقریظیں لکھی تھیں۔ یہ تقریظیں دیکھ کر ذلیل، خفی اینڈ کمپنی انگاروں پر لوٹنے لگے۔ حضرت اوج، عارف، رشید وغیرہم پر سب وشتم ہونے لگے۔ رسالہ معیار میں (جو ذلیل خفی کمپنی کا آلہ تھا) اِن بزرگواروں کی شان میں گستاخانہ آوازے کسے گئے اور یہ واویلا مچائی گئی کہ اساتذۂ لکھنؤ نے ایک عظیم آبادی کو مسلّم الثبوت صاحبِ فن مان کر لکھنؤ والوں کی ناک کاٹ لی۔ اور تو اور منشی احمد علی شوق قدوائی کو بھی لکھنویوں کی ناک کٹ جانے کی ایذا محسوس ہوئی۔ انھوں نے بھی حضرت یاسؔ کے خلاف رسالہ معیار میں جلے دل کے پھپھولے پھوڑ لیے۔ غیرت ہو تو اتنی ہو! وقت گزر جاتا ہے بات رہ جاتی ہے۔ کیسے کیسے لوگوں نے یاسؔ عظیم آبادی پر بقدرِ حوصلہ وار کیے مگر خداداد قابلیت کسی کے مٹائے نہ مٹی۔ کوئی اِن حاسدوں سے پوچھے کہ حضرتِ اوج وغیرہ نے جو مختصر تقریظیں لکھی تھیں، وہ آج مرزا صاحب کے فضل و کمال کے سامنے کیا وقعت رکھتی ہیں۔ اُن تقریظوں سے مرزا صاحب کے مرتبے میں کیا اضافہ ہوگیا۔ وہ تقریظیں تو فقط لکھنؤ والوں کے جلانے تپانے کے لیے لکھوائی گئی تھیں۔ یاسؔ اُن تقریظوں سے یاسؔ نہیں ہوئے بلکہ اپنے زورِ قلم سے۔ آج ملک میں مرزا صاحب کو جو مرتبہ حاصل ہے، کیا وہ اُن تقریظوں کی بدولت

ہے؟ وہ تقریظیں تو فقط لکھنؤ والوں کے سوا پبلک کے ذہن میں محفوظ بھی نہ ہوں گی۔ یہ یاس کا زورِ قلم ہے جس نے لوہا منوالیا۔

اُسی زمانے میں جب ''نشترِ یاس'' پر اساتذۂ لکھنؤ کی تقریظوں نے حاسدوں کے دلوں میں آگ لگا رکھی تھی، جناب شفق لکھنوی کے مشاعرے میں جناب خفی لکھنوی کے برادرِ عزیز نے مرزا صاحب کی ہجو اُن کے سامنے پڑھی۔ حاضرینِ صحبت نے (جن میں مشاہیر شعرا اور رؤساءِ لکھنؤ شامل تھے) نہایت ٹھنڈے دل سے مرزا صاحب کی ہجو سنی اور چھوٹی ہ کے ہاجی صاحب کو دل کھول کر داد دی۔☆۵ کسی بھلے آدمی کی زبان سے یہ نہ نکلا کہ ارے او بے وقوف لکھنؤ کی شرافت و تہذیب کو کیوں بدنام کرتا ہے؟ لکھنؤ کی بزرگداشت کو کیوں خاک میں ملاتا ہے۔ آگے چل کر صفحاتِ تاریخ میں یہ نازیبا طرزِ عمل لکھنؤ کو نشانۂ صد ہزار نفرین و ملامت بنا دے گا۔ مگر یہ خیال اِن ناعاقبت اندیشوں کو کیوں آتا۔ وہاں تو یہ نشہ تھا کہ ہم سب اپنے شہر میں بیٹھے ہیں، ہمارا اتنا بڑا جتھا، اتنا بڑا گروہ ہے۔ بے چارے یاس غریب الوطن تن تنہا ہمارا کیا بنالیں گے۔ پڑھنے والے نے خوب کڑک کڑک کے ہجو پڑھی، سننے والوں نے لہک لہک کے داد دی۔ مرزا صاحب خاموش بیٹھے سنتے رہے، سنتے نہ تو کیا کرتے۔ بعدِ مشاعرہ ہاجی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور کمال یہ کیا کہ جب سے اب تک ہجو کا جواب ہجو سے نہ دیا۔ ماں باپ کی شان میں گندے الفاظ سُنے مگر سکوت کیا۔ اپنی زبان کو آلودۂ دشنام نہ کیا۔ اور کچھ کہا بھی تو یہ کہا:

یاس ، اُمیدِ وفا از لکھنؤ فکرِ محال
شیوہ ہاے نا مسلماں بر نتابد ہر دلے

مزارِ یاس پہ کرتے ہیں شکر کے سجدے
دعائے خیر تو کیا اہلِ لکھنؤ کرتے

افسوس ہے کہ وہ غلیظ مصرعے جو مرزا صاحب اور اُن کے والدین کی شان میں کہے گئے ہیں نقل نہیں کیے جاسکتے ورنہ پبلک کو لکھنؤ والوں کی تہذیب و متانت کا اندازہ ہو جاتا۔ پبلک ذرا انصاف سے دیکھے۔ اگر یہ ہجو کوئی شخص واحد کا فعل ہوتا تو اس کی

ذمہ داری بھی ایک ہی شخص پر ہوتی۔ مگر جب تمام حاضرینِ محفل نے جن میں مشاہیر شعرا اور روٴساءِ لکھنؤ شامل تھے، ٹھنڈے دل سے اِس ہجو کو پاس کردیا اور دل کھول کر داد دی بلکہ اِسے اپنے حسد شعار دل کا پھاہا بنایا، کسی متنفس کی زبان سے اِس ہجو کے خلاف کلمۂ برأت نہ نکلا، اور کسی کا کیا ذکر خود صاحب مشاعرہ (جن کے بلائے ہوئے مہمان یاسؔ صاحب بھی تھے) اور صاحبِ مشاعرہ کے استاد جی میاں آرزوے لکھنوی نے بھی خاموشی ہی اختیار کی اور اپنے ہم وطن ہاجی صاحب کو اِس ناشائستہ حرکت سے باز نہ رکھا، پھوٹے منھ سے یہ [نہ] نکلا کہ ہمارے مشاعرے میں آپ کو کسی مہمان کی ہجو پڑھنے کا حق نہیں ہے☆[۶] تو یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ ہاجی صاحب (برادر جناب خفی لکھنوی) کی اس حرکت کی ذمہ داری علی العموم اہلِ لکھنؤ پر ہے۔ جب سے اب تک اہلِ لکھنؤ کی جانب سے اِس نازیبا حرکت پر پبلک میں اظہارِ افسوس و ندامت نہیں کیا گیا اور کیوں کیا جاتا، لکھنؤ والوں کو تو فطری حق حاصل ہے کہ وہ بیرونیوں کو گالیاں دیں، ہجویں کریں، مضحکے اڑائیں۔ بیرونی تو اِسی لیے پیدا ہوئے ہیں کہ ان ناشائستہ حرکتوں پر بھی لکھنؤ والوں کے آگے سر جھکائے رہیں، اُف نہ کریں۔ اگر کسی نے کچھ جواب دیا یا اعتراض کیا تو سرکش کہلایا۔ کشتنی، گردن زدنی ٹھہرا۔ بائیکاٹ یا شہر بدر کردینے کے قابل سمجھا گیا۔ مگر لکھنؤ والو یاد رکھو کہ تمھاری یہ فرعونیت یہ خدائی اب نہیں چل سکتی۔ وہ دن لد گئے۔ اب اینٹ کی لینی پتھر کی دینی کا زمانہ ہے۔ آگ کھاؤ گے تو انگارے ـــــ☆[۷]

کیا اس ملی بھگت پر بھی اجماعی حیثیت سے اہلِ لکھنؤ ان شرم ناک جرائم سے بری ہوسکتے ہیں۔ اہلِ لکھنؤ نے جب مرزا صاحب کا بائیکاٹ ٹھنڈے دل سے گوارا کرلیا، اُن کی ہجویں شوق سے سُنیں تو کیا اب بھی لکھنؤ تعمیم کے ساتھ نفرین و ملامت کا مستحق نہیں ہے۔ اگر لکھنؤ والوں کی ان حرکتوں پر مرزا صاحب اور ساری دنیا لکھنؤ کو تعمیم کے ساتھ برا کہے تو کون سی شکایت کی بات ہے۔ بعض سنجیدہ حضرات لکھنؤ کو مرزا صاحب سے شکایت ہے کہ لکھنؤ کو تعمیم کے ساتھ بُرا کہتے ہیں، یہ بُرا کرتے ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ جب تمامی شعرائے لکھنؤ (باستثنائے بعض) نے اشرارِ لکھنؤ کا ساتھ دیا اور مرزا صاحب کی توہین

اور اُن پر ظالمانہ سختیاں روا رکھیں تو پھر لکھنؤ تعمیم کے ساتھ قابلِ نفرین کیوں نہ ہوتا۔ لکھنؤ نے تو خود اپنی مذمت کا حق دنیا کو دے رکھا ہے۔ پہلے تو کچھ نہ سوجھا، اب لکھنؤ کے خلاف تلخ و ناگوار الفاظ سن کر تکلیف ہوتی ہے۔ اب لکھنؤ کے سنجیدہ افراد کے لیے اِس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ لکھنؤ کے خلاف جو کچھ کہا جائے اُسے برداشت کریں کیوں کہ خود اُن کے ہم وطنوں نے لکھنؤ کو مستحقِ ملامت بنا دیا ہے۔ اپنا سونا کھوٹا تو پرکھنے والے کو کیا دوش۔ از ماست کہ بر ماست۔ لکھنؤ کے علما و رؤسا بھی جب اِس ناگوار صورت حال کا دور سے تماشا دیکھتے رہے اور اپنے اخلاقی فرض کی طرف سے چشم پوشی کی، اپنے ہم وطنوں کو راہ راست پر لانے سے پہلو تہی کی، اپنے قومی اور اخلاقی فرض کو کچھ نہ سمجھے اور ایک غریب الوطن مہمان پر یہ سب ظلم و ستم دیکھتے رہے تو اب اُن کا دوسرا فرض یہ ہے کہ لکھنؤ کے خلاف جتنے سخت و سُست الفاظ کہے جائیں اُنھیں شربت کے گھونٹ کی طرح پی جائیں۔ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ علمائے لکھنؤ کی جوتیوں کو کیا غرض پڑی تھی کہ مرزا یاسؔ کے معاملے پر توجہ کرتے۔ مگر فرض شناس ضمیر یہی گواہی دے گا کہ افرادِ قوم میں ایسے ناگوار نفاق، ایسی شرم ناک جنگ کا دور سے تماشا دیکھتے رہنا اور اصلاحِ حال کی طرف ایک قدم بھی آگے نہ بڑھانا سخت اخلاقی جرم ہے۔ ذرا غور تو کرو اگر تمھارا امام تمھارا پیشوا اِس وقت موجود ہوتا تو کیا اِن شرم ناک منافقانہ کش مکش کو دور سے دیکھتا رہتا، اصلاحِ حال کی طرف توجہ نہ کرتا۔ کیا علما پر جو نائب امام ہیں، اصلاحِ قومی کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ کیا سوسائٹی کی اصلاح علما و رؤسا کا اخلاقی فرض نہیں ہے:

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

آخر میں ہم یہ ضرور کہیں گے کہ چوک میں مرزا صاحب سے انتقام لینے کے لیے ڈنڈا لیے پھرنا، مرزا صاحب کی آبروریزی کے لیے ایک شخص کو کلکتے سے بُلوانا اور آمادۂ انتقام کرنا، مشاعرے میں مرزا صاحب کی ہجو پڑھنا اور چھپوا کر چوک میں تقسیم کرنا، مرزا صاحب کے والدین یعنی مُردوں کی شان میں گندے اور ناپاک اشعار کہہ کر تشہیر کرنا

اور لکھنؤ کی تہذیب و شرافت کو خاک میں ملانا، لکھنؤ، الہ آباد، بنارس کے مشاعروں میں مرزا صاحب کا بائیکاٹ کر کے بزدلی کا ثبوت دینا، اور آخر میں مرزا صاحب کی روزی پر حملہ کر کے اپنی طاقت دکھانا، لکھنؤ والوں کے ایسے کارنامہائے فتح ہیں جو صفحاتِ تاریخ میں یادگار رہیں گے۔ اِس فتح پر لکھنؤ جہاں تک ناز کرے بجا ہے۔ مگر ہم پبلک سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ایسی سختیوں، ایسی دل آزاریوں پر بھی اپنی آن بان قائم رکھنا، اپنے مشن سے غافل نہ رہنا کوئی آسان کام ہے! جس کی پرائیویٹ زندگی کی تلخیاں ناگفتہ بہ حالت کو پہنچ گئی ہوں اور جس کا ماحول اِس قدر خطرناک ہو اُس کی خود پرستی کی فلاسفی اور فرض شناسی کی داد تو کیا دی جاتی، الٹا الزام رکھا جاتا ہے۔ قدر دانیِ عالمِ بالا معلوم شد۔ جن کی زندگی بسم اللہ کے گنبد میں گزرتی ہے وہ کیا جانیں، اخوان الشیاطین سے سامنا ہو تو حقیقت کھل جائے۔ لکھنؤ میں رواروی کی سیر تو دلچسپ ہوتی ہے مگر وہاں رہ کر آزادانہ زندگی بسر کرنا، لکھنویوں کے حملے روکنا اور اپنے جھنڈے گاڑ دینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ بڑے بڑے بوکھلا جاتے ہیں۔ آج تک کسی بیرونی پر نہ ایسے سخت حملے ہوئے نہ کسی بیرونی نے ایسی دلیرانہ مدافعت کر کے میدان مارا۔ یہ سہرا مرزا یاسؔ یگانہ کے سر رہا ہے اور رہے گا۔

والسلام

میرزا مراد بیگ شیرازی

حواشی:

۱۔ فلسفۂ خود پرستی، نوشتہ مولانا بلجنی بی اے۔
۲۔ اس دیباچے میں جہاں کہیں نقطے ہیں، وہاں سے بعض جملے بوجوہ حذف کیے گئے ہیں۔ (مرتب)
۳۔ اصل میں تخلص کی جگہ خالی ہے۔ (مرتب)
۴۔ وہ مصرعے ایسے گندے اور ناپاک ہیں کہ نقل کرتے ہوئے دل کانپتا ہے۔ جن حضرات کو مرزا یاس کی ہجو سننے کا شوق ہو وہ مذکورہ بالا مصرعے جناب دلیل و خفی لکھنوی سے طلب کریں۔ اُن کے پاس محفوظ ہوں گے۔
۵۔ یہ ہجو تو مشاعرے میں پڑھی گئی تھی۔ ایک اور ہجو چھپوا کر چوک میں تقسیم کی گئی تھی جسے مرزا صاحب نے

''چراغ سخن'' میں نقل کیا ہے۔ اس کے بعض اشعار یہ ہیں:

بنام خداوند بالا و پست کنم یاسؔ را نیست ہر جا کہ ہست
بہ قرآں کہ خواندیم لاتقنطوا تفو بر رخ یاسؔ ایک تفو
دلِ کافراں ہمچو دوزخ بود ز دوزخ پئے یاسؔ مطبخ بود

ماشا اللہ جناب خفی فارسی بھی خوب کہتے ہیں۔ فردوسی و نظامی یاد آ گئے۔ ۱۲۔

۶۔ آرزوے لکھنوی کی اِس بزدلی و بے غیرتی کی کوئی حد ہے کہ اپنے مشاعرے میں ایک غریب الوطن مہمان کی دل آزاری و توہین اپنے ہم وطنوں کی خاطر خاموشی سے گوارا کرلی۔ یہ دل آزاری اُس وقت روا رکھی گئی تھی جب یاسؔ و آرزو میں پینگ بڑھے ہوئے تھے۔ اُس وقت تک آرزو کو یاسؔ کی دوستی و بہی خواہی کا دعویٰ تھا۔ کیا اِس شرم ناک واقعے سے آرزو کی اخلاقی کم زوری، بزدلی اور بے غیرتی کا ثبوت نہیں ملتا؟ ارے میاں اِسی بزدلی و بے غیرتی کا فیض تھا کہ واجد علی شاہ لکھنؤ سے ٹھنڈے ٹھنڈے مٹیا برج کو سدھارے اور لکھنؤ والوں کی نکسیر تک نہ پھوٹی۔

۷۔ محذوف الفاظ کی جگہ لکیر مطابقِ اصل ہے۔ (مرتب)

(۱)

من کہ بر نمی تابم دردِ زیستن تنہا
صبح دم چساں بینم شمعِ انجمن تنہا

تا کجا اماں یابد از ہجومِ جاں بازاں
گوشہ گیرِ فانوسے، بہرِ سوختن تنہا

ہر گلے و ہر خارے فتنہ ہا برانگیزد
الحذر دلِ حیراں صد بہار و من تنہا

ذوق می تواں دانست رنگِ حسنِ نادیدہ
شاہدیست غمازے، بُوے پیرہن تنہا

طُرفہ محشرے دارد از فریبِ فردائے
زندہ زیرِ پیراہن، مُردہ در کفن تنہا

اے کہ کارہا کردی، مدفنے مہیّا کن
تابکے نہاں دارد عیبِ من کفن تنہا

چارۂ پشیمانی، خوش دلی و خوش کامی
توبہ از ریاکاراں، خندہا زمن تنہا

رہبرانِ خُود گُم را، جُز دعا چہ فرمایم
پا شکستہ و حیراں، ماندہ در وطن تنہا

ناخدا زمن بگزر سوے دیگراں بنگر

کارِ من بہ دریا در دست و پا زدن تنہا

صد رفیق و صد ہمدم پرشکستہ و دل تنگ

داورا نمی زیبد بال و پر بہ من تنہا

نکتہ دانِ خود سازم میرزا یگانہ را

دل نمی تواں برداشت لذتِ سخن تنہا

(۱۹۲۴ء)

(۲)

ہنوز زندگیِ تلخ کا، مزہ نہ ملا

کمالِ صبر ملا، صبر آزما نہ ملا

مری بہار و خزاں جس کے اختیار میں ہے

مزاج اُس دلِ بے اختیار کا نہ ملا

جواب کیا، وہی آوازِ بازگشت آئی

قفس میں نالۂ جاں کاہ مزہ نہ ملا

اُمیدوارِ رہائی قفس بدوش چلے

جہاں اشارۂ توفیقِ غائبانہ ملا

ہوا کے دوش پہ جاتا ہے کاروانِ نفس

عدم کی راہ میں کوئی پیادہ پا نہ ملا

ہزار ہاتھ اُسی جانب ہے منزلِ مقصود
دلیلِ راہ☆ کا غم کیا، مِلا مِلا نہ مِلا

بس ایک نقطۂ فرضی کا نام ہے کعبہ
کسی کو مرکزِ تحقیق کا پتا نہ ملا

اُمید و بیم نے مارا مجھے دوراہے پر
کہاں کے دَیر و حرم، گھر کا راستا نہ ملا

خوشا نصیب، جسے فیضِ عشقِ شورانگیز
بقدرِ ظرف ملا، ظرف سے سوا نہ ملا

سمجھ میں آ گیا جب عذرِ فطرتِ مجبور
گناہ گارِ ازل کو نیا بہانہ ملا

بجز ارادہ پرستی خدا کو کیا جانے
وہ بدنصیب جسے بختِ نارسا نہ ملا

نگاہِ یاس سے ثابت ہے سعیِ لاحاصل
خدا کا ذکر تو، کیا بندۂ خدا نہ ملا

(۱۹۱۹ء)

☆ دلیلِ راہ بمعنی رہ نما۔ (یگانہ)

(۳)

مجھے دل کی خطا پر یاسؔ شرمانا نہیں آتا
پرایا جُرم اپنے نام لکھوانا نہیں آتا

برا ہو پائے سرکش کا کہ تھک جانا نہیں آتا
کبھی گم راہ ہو کر راہ پر آنا نہیں آتا

ازل سے تیرا بندہ ہوں، ترا ہر حکم آنکھوں پر
مگر فرمانِ آزادی بجا لانا نہیں آتا

مجھے اے ناخدا آخر کسی کو مُنھ دکھانا ہے
بہانہ کر کے تنہا پار اُتر جانا نہیں آتا

مصیبت کا پہاڑ آخر کسی دن کٹ ہی جائے گا
مجھے سر مار کر تیشے سے مر جانا نہیں آتا

دلِ بے حوصلہ ہے اک ذرا سی ٹھیس کا مہماں
وہ آنسو کیا پیے گا جس کو غم کھانا نہیں آتا

اسیرو، شوقِ آزادی مجھے بھی گدگُداتا ہے
مگر چادر سے باہر پاؤں پھیلانا نہیں آتا

سراپا راز ہوں میں کیا بتاؤں، کون ہوں، کیا ہوں
سمجھتا ہوں مگر دنیا کو سمجھانا نہیں آتا

(۱۹۲۴ء)

(۴)

بیٹھا ہوں پاؤں توڑ کے، تدبیر دیکھنا
منزل قدم سے لپٹی ہے تقدیر دیکھنا

پہنا دیا ہے طوقِ غلامی تو، ایک دن
میری طرف بھی مالکِ تقدیر دیکھنا

مجھ ناتواں کا صبر تو کیا آزماؤ گے
راس آئے تم کو جوہرِ شمشیر دیکھنا

آوازے مجھ پہ کستے ہیں پھر بندگانِ عشق
پڑ جائے پھر نہ پاؤں میں زنجیر دیکھنا

مُردوں سے شرط باندھ کے سوئی ہے اپنی موت
ہاں دیکھنا ذرا فلکِ پیر دیکھنا

ہوش اُڑ نہ جائیں صنعتِ بہزاد دیکھ کر
آئینہ رکھ کے سامنے تصویر دیکھنا

چونکے تو چشمِ شوق میں عالم سیاہ تھا
خوابِ نظر فریب کی تعبیر دیکھنا

پروانے کر چکے تھے سرانجامِ خُودکشی
فانوس آڑے آگیا، تقدیر دیکھنا

شاید خدانخواستہ آنکھیں دغا کریں
اچھا نہیں نوشتۂ تقدیر دیکھنا

اصلاح کی مجال نہیں ہے تو کیا ضرور
بے ربطیِ نوشتۂ تقدیر دیکھنا

ہر خوب و زشت آپ ہی اپنی مثال ہے
حذِ کمالِ کاتبِ تقدیر دیکھنا

بادِ مراد چل چکی لنگر اٹھاؤ یاسؔ
پھر آگے بڑھ کے خوبیِ تقدیر دیکھنا

(۱۹۲۱ء)

(۵)

نشترکی غزل : ۹ کے یہ سات شعر :
۱ تا ۵ ، ۸ ، ۱۰ ۔

(۶)

دھواں سا جب نظر آیا سوادِ منزل کا
نگاہِ شوق سے آگے تھا کارواں دل کا

چراغ لے کے کسے ڈھونڈتے ہیں دیوانے
نشاں تو دُور ہے یاں نام تک نہیں دل کا

کبھی تو موج میں آئے گا تیرا دیوانہ
اشارہ چاہیے ہے جُنبشِ سلاسل کا

ازل سے اپنا سفینہ رواں ہے دھارے پر
ہُوا ہنوز نہ گرداب کا نہ ساحل کا

نہ سر میں نشہ ہے باقی نہ دل میں کیفیت
زباں پہ رہ گیا اک ذکرِ خیر محفل کا

وہ دستِ شل جو دعا کے لیے بھی اُٹھ نہ سکے
ارادہ کون سے بل پر کرے گا ساحل کا

نہ جانے جھوٹ ہے یا سچ ہے وعدۂ فردا
اجل پہ فیصلہ ٹھہرا ہے حقّ و باطل کا

پرائی موت کا احساں بھی ہے ہمیں منظور
کہیں طلسم تو ٹوٹے عدم کی منزل کا

خود اپنی آگ میں جلتا تو کیمیا ہوتا
مزاج داں نہ تھا پروانہ شمعِ محفل کا

ہوا پھری افسردہ دلوں کی رُت بدلی☆
اُبل پڑا ہے پھر رنگ نقشِ باطل کا

امید و بیم نے وہ راستا ہی چھوڑ دیا
چراغ گُل ہوا جب آستانۂ دل کا

☆ اس شعر کے وزن کے لیے رک: حاشیہ ۶، آیات وجدانی، طبع اول۔ (مرتب)

جوابِ حسنِ طلب بے دلوں سے بن نہ پڑا
حیا سے گڑ گئے جب نام آگیا دل کا

فلک ہے دونوں طرف کا نگاہ باں جب تک
نہ اپنی آنکھ اٹھے گی نہ پردہ محمل کا

حضورِ دوست یگانہ کچھ ایسے غائب تھے
زبانِ گنگ تک آیا نہ ماجرا دل کا

(۱۹۱۰ء)

(۷)

چراغِ زیست بُجھا دل سے اِک دھواں نکلا
لگا کے آگ مرے گھر سے میہماں نکلا

دل اپنا خاک تھا پھر خاک کو جلانا کیا؟
نہ کوئی شعلہ اٹھا اور نہ کچھ دھواں نکلا

سُنیں گے چھیڑ کے افسانۂ دلِ مرحوم
اِدھر سے ملکِ عدم کا جو کارواں نکلا

تڑپ کے آبلہ پا اُٹھ کھڑے ہُوئے آخر
تلاشِ یار میں جب کوئی کارواں نکلا

لہو لگا کے شہیدوں میں ہو گئے داخل
ہوس تو نکلی مگر حوصلہ کہاں نکلا

حریمِ ناز میں شاید کسی کو دخل نہیں
دلِ عزیز بھی ناخواندہ میہماں نکلا
نہاں تھا خانۂ دل ہی میں شاہدِ مقصود
جو بے نشاں تھا وہ دیوار درمیاں نکلا
ہے فنِ عشق کا اُستاد بس دلِ وحشی
مریضِ غم کا یہی اِک مزاج داں نکلا
لگا ہے دل کو اب انجامِ کار کا کھٹکا
بہارِ گل سے بھی اک پہلوے خزاں نکلا
زمانہ پھر گیا چلنے لگی ہوا اُلٹی
چمن کو آگ لگا کر جو باغباں نکلا
ہمارے صبر کی کھاتے ہیں اب قسم اغیار
جفاکشی کا مزہ بعدِ امتحاں نکلا
خوشی سے ہو گئے بدخواہ میرے شادیٔ مرگ
کفن پہن کے جو میں گھر سے ناگہاں نکلا
اجل سے بڑھ کے محافظ نہیں کوئی اپنا
خدا کی شان کہ دشمن نگاہباں نکلا
دکھایا گورِ سکندر نے بڑھ کے آئینہ
جو سر اُٹھا کے کوئی زیرِ آسماں نکلا

لحد سے بڑھ کے نہیں کوئی گوشۂ راحت
قیامت آئی جو اِس گھر سے میہماں نکلا

اب اپنی روح ہے اور سیرِ عالمِ بالا
کنوٗیں سے یوسفِ گم کردہ کارواں نکلا

کلامِ یاسؔ سے دنیا میں پھر اِک آگ لگی
یہ کون حضرتِ آتش کا ہم زباں نکلا

(۱۹۱۵ء)

(۸)

قفس کو جانتے ہیں یاسؔ آشیاں اپنا
مکان اپنا، زمین اپنی، آسماں اپنا

ہوائے تُند میں ٹھہرا نہ آشیاں اپنا
چراغ جل نہ سکا زیرِ آسماں اپنا

سُنا ہے رنگِ زمانہ کا اعتبار نہیں
بدل نہ جائے یقیں سے کہیں گماں اپنا

بس ایک سایۂ دیوارِ یار کیا کم ہے
اُٹھا لے سر سے مرے سایہ آسماں اپنا

مزے کے ساتھ ہوں اندوہ و غم تو کیا کہنا
یقیں نہ ہو تو کرے کوئی امتحاں اپنا

شریکِ حال ہوا ہے جو فقر و فاقہ میں

گڑے گا ساتھ ہی کیا اپنے میہماں اپنا

عجیب بھول بھلیاں ہے منزلِ ہستی

بھٹکتا پھرتا ہے گم گشتہ کارواں اپنا

کدھر سے آتی ہے یوسف کی بوئے مستانہ

خراب پھرتا ہے جنگل میں کارواں اپنا

جرس نے مژدۂ منزل سُنا کے چونکایا

نکل چلا تھا دبے پاؤں کارواں اپنا

خدا کسی کو بھی یہ خوابِ بد نہ دکھلائے

قفس کے سامنے جلتا ہے آشیاں اپنا

ہمارے قتل کا وعدہ ہے غیر کے ہاتھوں

عجیب شرط پہ ٹھہرا ہے امتحاں اپنا

ہمارا رنگِ سخن یاس کوئی کیا جانے

سوائے آتش ہے کون ہم زباں اپنا☆

(۱۹۱۶ء)

(۹)

وائے نادانی کہ داری گوش بر دیوارِ ما

اہلِ دل را روے ما آئینۂ اسرارِ ما

☆ اس مصرع کے وزن کے لیے رک: حاشیہ ۸۰ آیات اول۔ (مرتب)

چشم پوشی شیوۂ ما، حیلہ جوئی تا کجا
اے کہ باشی غائبانہ در پےِ آزارِ ما

پیشِ پا افتادہ بینی صد بلند و پست را
بہرۂ یابی اگر از نشۂ پندارِ ما

ہر سکونِ مضطرب، آئینۂ صد انقلاب
تا سحر محوِ تماشا دیدۂ بیدارِ ما

کیست ازیں ہر دو کہ بکشاید درے از معرفت
زاہدِ شب زندہ دارے، یا دلِ بیدارِ ما؟

تا بہ چشمِ ما نیرزد جزُ متاعِ بے خودی
رخصت اے ہوش و خرد، رد کردۂ بازارِ ما

دوستانِ زندہ دل را خندہ بُر لب سوختی
اے نگاہِ بے زبان، اے برقِ بے زنہارِ ما

زخمِ عبرت خوردہ ایم از دستِ نقاشِ ازل
خندۂ غفلت مزن بر پیکرِ خونبارِ ما

ہر کس از بزمِ یگانہ دست بر دل می رود
خویش را بیگانہ سازد محرمِ اسرارِ ما

(۱۹۲۶ء)

(۱۰)

پالا اُمید و بیم سے ناگاہ پڑ گیا
دل کا بنا بنایا گھروندا بگڑ گیا

اُلٹی تھی مت زمانۂ مُردہ پرست کی
میں ایک ہوشیار کہ زندہ ہی گڑ گیا

شربت کا گھونٹ جان کے پیتا ہوں خونِ دل
غم کھاتے کھاتے مُنھ کا مزہ تک بگڑ گیا

بُوئے وفا کہاں چمنِ روزگار میں
دل ہٹ گیا ہے جیسے کوئی پھول جھڑ گیا

کس سادگی سے میں نے بڑھایا تھا دستِ شوق
بتھے سے بدمزاج یکایک اکھڑ گیا

ایسے کے پاؤں چومیے یا پیار کیجیے؟
قدموں پہ میں جُھکا تو وہ دُونا اکڑ گیا

مُنھ زوریوں کا حوصلہ سرکارِ حُسن سے؟
آخر پڑی وہ مار کہ چرسہ اُدھڑ گیا

دونوں کے دل سے پوچھیے انجامِ کارِ عشق
سِل گھِستے گھِستے گھِس گئی بٹّا رگڑ گیا

وہ مرد ہے جو زیر کرے دیوِ نفس کو

وہ مرد کیا جو پیرِ فلک سے پچھڑ گیا

کھینچی جو صدقِ دل سے اسیروں نے آہِ سرد

پھر کیا تھا، پاؤں بادِ خزاں کا اُکھڑ گیا

اللہ ری کشاکشِ دیر و حرم کہ یاسؔ

حیرت کے مارے بیچ دوراہے پہ گڑ گیا

پہلے تو اپنے آپ کو پہچانتے نہ تھے

حُسنِ یگانہؔ کس کی نگاہوں میں تڑ گیا

(آغاز: ۱۹۲۱ء۔ تکمیل: ۱۹۲۶ء اور ۱۹۳۱ء کے درمیان)

(۱۱)

نشتر کی غزل: ا کے یہ ۴ شعر:

۱، ۳، ۵، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔

(۱۲)

قیامت ہے شبِ وعدہ کا اِتنا مختصر ہونا

فلک کا شام سے دست و گریبانِ سحر ہونا

شبِ تاریک نے پہلو دبایا روزِ روشن کا

زہے قسمت مرے بالیں پہ تیرا جلوہ گر ہونا

حریمِ ناز میں کب تک گھُٹے گی بُوئے پیراہن

ہوائے شوق میں لازم ہے اِک دن منتشر ہونا

تماشائے چمن کی کیا حقیقت چشمِ عبرت میں
اثر ہونا تو لازم ہے مگر اُلٹا اثر ہونا

اسیروں کی فغاں اب اور تڑپانے لگی دل کو
قفس کی سختیوں کا چاہیے تھا کچھ اثر ہونا

ہوائے تُند سے کب تک لڑے گا شعلۂ سرکش
عبث ہے خود نمائی کی ہوس میں جلوہ گر ہونا

دلِ آگاہ نے بے کار میری راہ کھوٹی کی
بہت اچھا تھا انجامِ سفر سے بے خبر ہونا

بہار آتے ہی شادی مرگ ہو جاؤں تو اچھا ہے
خزاں سے پہلے ہی بہتر ہے قصہ مختصر ہونا

دیارِ بے خودی ہے اپنے حق میں گوشۂ راحت
غنیمت ہے گھڑی بھر خوابِ غفلت میں بسر ہونا

سما سکتے نہیں الفاظ میں معنیِ وجدانی
مگر لازم ہے دل ہی دل میں پوشیدہ اثر ہونا

وہی ساقی، وہی ساغر، وہی شیشہ، وہی بادہ
مگر لازم نہیں ہر ایک پر یکساں اثر ہونا

سنا کرتے تھے۔ آج آنکھوں سے دیکھیں دیکھنے والے
نگاہِ یاسؔ کا سنگیں دلوں پر کارگر ہونا

(۱۹۱۵ء)

(۱۳)

نشتر کی غزل: ۱۳ کے یہ ۹ شعر:

۱ تا ۳، ۵، ۸، ۱۰ تا ۱۲، ۱۳۔

(۱۴)

فخر ہے خانۂ صیّاد میں مہماں ہونا
بے گناہوں کے لیے داخلِ زنداں ہونا

لبِ دریا سے غرض ہے نہ تہِ دریا سے
موج و گرداب سے ہے دست و گریباں ہونا

لذّتِ درد سلامت ہے تو، آسان نہیں
جان پر کھیل کے آمادۂ درماں ہونا

نفس سے صُلح کا انجام یہی ہونا تھا
اپنی ہر سانس پہ رہ رہ کے پشیماں ہونا

معنیِ وعدۂ موہوم نے صورت پکڑی
بدگمانوں کو مبارک ہو پشیماں ہونا

سہو کاتب سے ہے نام اپنا مسلمانوں میں
رنگ لائے گا کسی دن یہ مسلماں ہونا

(۱۹۱۸ء)

(۱۵)

قصۂ کتابِ عمر کا کیا مختصر ہُوا
رُخ داستانِ غم کا اِدھر سے اُدھر ہُوا

ماتم سرائے دہر میں کس کس کو روئیے
اے وائے! دردِ دل نہ ہوا، دردِ سر ہُوا

تسکینِ دل کو رازِ خودی پوچھتا ہے کیا
کہنے کو کہہ دوں اور اگر اُلٹا اثر ہُوا؟

آزاد ہو سکا نہ گرفتارِ شش جہت
دل مفت بندۂ ہوسِ بال و پر ہُوا

دنیا کے ساتھ دین کی بیگار، الاماں!
انسان آدمی نہ ہوا جانور ہُوا

فردا کا دھیان باندھ کے کہتا ہے مجھ سے دل
تُو میری طرح کیوں نہ وسیع النظر ہُوا

فردا کو دور ہی سے ہمارا سلام ہے
دل اپنا شام ہی سے چراغِ سحر ہُوا

(۱۹۲۵ء)

(۱۶)

دلِ آگاہ نے جب راہ پہ لانا چاہا
عقلِ گم راہ نے دیوانہ بنانا چاہا

ناگہاں چرخِ ستم گار نے کروٹ بدلی
بختِ بیدار نے جب مجھ کو جگانا چاہا

پھر سمانے لگی دنیا کی ہوا "مَیں" کی طرح
زانوے فکر سے جب سر کو اُٹھانا چاہا

دلِ بیدار نے گھبرا کے مجھے چونکایا
نفس نے جب کسی مشکل میں پھنسانا چاہا

جذبۂ شوق نے جب عشق کی صورت پکڑی
پھر مٹائے نہ مٹا، لاکھ مٹانا چاہا

جامہ زیبوں پہ کفن نے بھی دیا وہ جوبن
دوڑ کر سب نے کلیجے سے لگانا چاہا

بال و پر نوچ کے صیاد نے آزاد کیا
حقِ خدمت جب اسیروں نے جتانا چاہا

لکھنؤ میں غزل اب یاسؔ کو پڑھنے ہی نہ دو
ذرے نے پہلوے خورشید دبانا چاہا

(۱۹۱۸ء)

(۱۷)

دل کی ہوس وہی ہے مگر دل نہیں رہا
محمل نشیں تو رہ گیا محمل نہیں رہا

پہنچی نہ اُڑ کے دامنِ عصمت پہ گرد تک
اِس خاک اُڑانے کا کوئی حاصل نہیں رہا

رکھتے نہیں کسی سے تسلّی کی چشم داشت
دل تک اب اعتبار کے قابل نہیں رہا

آہستہ پاؤں رکھیے قیامت نہ کیجیے
اب کوئی سر اُٹھانے کے قابل نہیں رہا

اک آخری علاج پہ ٹھہرا ہے فیصلہ
بیمار اب امتحان کے قابل نہیں رہا

پروانے اپنی آگ میں جل کر ہوئے تمام
اب کوئی بارِ خاطرِ محفل نہیں رہا

یاد آئی بوئے پیرہنِ یار، ناصحا
اپنا دماغ اب کسی قابل نہیں رہا

نکلتے ہیں یاس دُور سے مُنھ آپ کا ہنوز
آنکھیں تو رہ گئیں مگر اب دل نہیں رہا

(۱۹۱۶ء)

(۱۸)

دل دکھانے کا مزہ او دشمنِ جاں دیکھنا
دل میں درد اُٹھتا ہے کیوں کر، دیکھنا ہاں دیکھنا

آئنہ کیا دے سکے گا دادِ حُسنِ بے مثال
دیدۂ دل سے دلِ گبر و مسلماں دیکھنا

ہاں دلِ عاشق مزاج اپنی طرف بھی اِک نظر
آئنہ لے کر ذرا چاکِ گریباں دیکھنا

وحشیو کیوں تنگ دل ہو فصلِ گُل آنے تو دو
غنچے غنچے میں بہارِ صد گریباں دیکھنا

پردۂ غفلت وہی ہے بس نظر کا فرق ہے
خوابِ رنگارنگ یا خوابِ پریشاں دیکھنا

فکرِ حاضر، جذبِ کامل ہو تو پھر کیا دُور ہے
سیرِ غائب خواب و بیداری میں یکساں دیکھنا

یاسؔ کیا ناخواندہ مہماں تھے کہ رکھتے ہی قدم
پھٹ پڑے بام و در و دیوارِ زنداں، دیکھنا

(۱۹۲۴ء)

(۱۹)

خاک کا پُتلا بگولا دشت کا ہو جائے گا
مٹ کے بھی اِک پیکرِ نشو و نما ہو جائے گا

یاد رکھ اے دل کہ فطرت ہے سراپا انتقام
شعلۂ سرکش بھی پامالِ ہوا ہو جائے گا

دردمندوں کی کہانی پر دلِ بے دسترس
ہاتھ مَل کر فرض سے اپنے ادا ہو جائے گا

یہ دلِ بے مدعا بیگانۂ اُمّید و بیم
غرق ہو کر آپ اپنا ناخدا ہو جائے گا

کیا خبر تھی دل سا شاہنشاہ آخر ایک دن
عشق کے ہاتھوں گداؤں کا گدا ہو جائے گا

بُوئے یوسف خود دلیلِ☆ منزلِ مقصود ہے
جذبِ صادق غائبانہ رہ نما ہو جائے گا

عشق کا حُسنِ طلب اک معنیِ بے لفظ ہے
ٹکٹکی بندھ جائے گی مطلب ادا ہو جائے گا

☆ دلیل بمعنی رہ نُما۔ (یگانہ)

آئنہ ہے وہ زیارت گاہ جس کے سامنے
خود پرستوں کے لیے سجدہ روا ہو جائے گا

اعتبارِ وعدہ واجب، بدگمانی کفر ہے
کفر سے باز آئیے وعدہ وفا ہو جائے گا

ہے ذرا سی ٹھیس کا مہماں حبابِ جاں بلب
اِک اشارے میں ہوا کے دم فنا ہو جائے گا

سانس لیتا ہوں تو آتی ہے صدائے بازگشت
کون دن ہو گا کہ اِک نالہ رسا ہو جائے گا

بڑھتے بڑھتے اپنی حد سے بڑھ چلا دستِ ہوس
گھٹتے گھٹتے ایک دن دستِ دُعا ہو جائے گا

چھوڑیے دَیر و حرم کو یاسؔ دلی دُور ہے
اِس دوراہے میں غضب کا سامنا ہو جائے گا

(۱۹۲۲ء)

(۲۰)

تماشا ہے مری تصویر کا بیکار ہو جانا
قلم کے زخم کھا کر پیکرِ خوں بار ہو جانا

زہے مقصد، جہادِ نفس کو تیار ہو جانا
خوشا ہمت، خود اپنے در پےِ آزار ہو جانا

دوا کا اور دعا کا امتحاں منظور تھا ورنہ

بھلے چنگے گوارا تھا کسے بیمار ہو جانا

زہے دیوانگی، چشمِ ہوس کے پھیر میں پڑنا

ہجومِ شوق میں گم گشتۂ بازار ہو جانا

قیامت تک یہ کالے کوس روشن ہو نہیں سکتے

عبث ہے ہم رکابِ کافر و دیں دار ہو جانا

بہت میں نے ٹٹولا جادۂ شیخ و برہمن کو

کوئی آساں ہے ناہموار کا ہموار ہو جانا

تصوّر سے کبھی خوابِ اجل کے کانپ اُٹھنا

کبھی تعبیر سن کر جان سے بیزار ہو جانا

عجب کیا بھول جائے طائرِ خواب آشیاں اپنا

شبِ غم، دُور کیا ہے راہ کا دشوار ہو جانا

لہو کا گھونٹ بھی فصلِ خزاں میں مل نہیں سکتا

قیامت ہے گلُوں کا ہم زبانِ خار ہو جانا

کوئی طوفان آیا یا ہمارے کان بجتے ہیں

ذرا اے بندگانِ ناخدا، ہشیار ہو جانا

عجب کیا ہے ہم ایسے گرم رفتاروں کی ٹھوکر سے

زمانے کے بلند و پست کا ہموار ہو جانا

مبارک بوالہوس کو یاسؔ آنکھیں مانگتے پھرنا

کسی کی دیکھا دیکھی تشنۂ دیدار ہو جانا

(۱۹۲۰ء)

(۲۱)

سلسلہ چھڑ گیا جب یاسؔ کے افسانے کا

شمع گل ہو گئی ، دل بجھ گیا پروانے کا

عشق سے دل کو ملا آئنہ خانے کا شرف

جگمگا اٹھا کنوّل اپنے سیہ خانے کا

خلوتِ ناز کجا اور کجا اہلِ ہوس

زور کیا چل سکے فانوس سے پروانے کا

لاش کم بخت کی کعبۂ میں کوئی پھکوادے

کوچۂ یار میں کیوں ڈھیر* ہو پروانے کا

وائے حسرت کہ تعلق نہ ہوا دل کو کہیں

نہ تو کعبے کا ہوا میں نہ صنم خانے کا

تشنہ لب ساتھ چلے شوق میں سائے کی طرح

رُخ کیا ابرِ بہاری نے جو مے خانے کا

واہ کس ناز سے آتا ہے ترا دَورِ شباب

جس طرح دَور چلے بزم میں پیمانے کا

* ڈھیر بمعنی مزار۔ (یگانہ)

اہلِ دل مست ہوئے پھیل گئی بوئے وفا
پیرہن چاک ہوا جب ترے دیوانے کا

سرِ شوریدہ کجا عشق کی بیگار کجا
مگر اللہ رے دل آپ کے دیوانے کا

دیکھ کر آئنے میں چاکِ گریباں کی بہار
اور بگڑا ہے مزاج آپ کے دیوانے کا

کیا عجب ہے جو حسینوں کی نظر لگ جائے
خون ہلکا ہے بہت آپ کے دیوانے کا

آپ اب شمعِ سحر بڑھ کے گلے ملتی ہے
بخت جاگا ہے بڑی دیر میں پروانے کا

دلِ بے حوصلہ تکتا ہے خریدار کی راہ
کوئی گاہک نہیں ٹوٹے ہوئے پیمانے کا

بزم میں صبح ہوئی چھا گیا اک سناٹا
سلسلہ چھڑ گیا جب آپ کے افسانے کا

(۱۹۱۵ء)

(۲۲)

کعبۂ مقصود خلوت خانۂ دل ہو گیا
جلوۂ موہوم آخر خضرِ منزل ہو گیا

عشق سے آئینۂ ادراک کے جوہر کھلے
خانۂ دل شاہدِ معنی کی منزل ہوگیا

وحشت آبادِ جہاں کی دل فریبی دیکھیے
سیکڑوں آزاد پابندِ سلاسل ہوگیا

خامۂ قدرت کی ہر صنعت ہے آپ اپنی مثال
امتیازِ خوب و زشت آنکھوں کو مشکل ہوگیا

غش ہیں سب اہلِ نظر اِس بولتی تصویر پر
خاک کے پُتلے کو کیا اعجاز حاصل ہوگیا

جذبۂ صادق نے کھینچی خوب تصویرِ وطن
صحنِ دل گُل دستۂ یارانِ یک دل ہوگیا

ناتوانی کا بُرا ہو غش پہ غش آنے لگے
دو گھڑی دل کھول کر رونا بھی مشکل ہوگیا

تم سراسر رنج دینے پر جب آمادہ ہُوئے
میں سراپا درد سہنے کے لیے دل ہوگیا

اِس طلسماتِ عناصر کی حقیقت کھل گئی
جب گڑھے میں گور کے انسان داخل ہوگیا

دورِ آخر میں نہیں کوئی کسی کا آشنا
دیکھتے ہی دیکھتے کیا رنگِ محفل ہوگیا

یاسؔ اب تنگ آ گئے اِس ململی پوشاک سے

جامۂ تن دھجیاں لینے کے قابل ہو گیا

(۱۹۱۵ء)

(۲۳)

نشتر کی غزل: ۱۱ کے یہ سات شعر:

۱، ۲، ۶، ۸، ۱۰، ۱۵، ۱۶۔

(۲۴)

دنیا کا چلن ترک کیا بھی نہیں جاتا

اِس جادۂ باطل سے پھرا بھی نہیں جاتا

زندانِ مصیبت سے کوئی نکلے تو کیوں کر

رسوا سرِ بازار ہُوا بھی نہیں جاتا

دل بعدِ فنا بھی ہے گراں بارِ امانت

دنیا سے سبک دوش اُٹھا بھی نہیں جاتا

کیوں آنے لگے شاہدِ عصمت سرِ بازار

کیا خاک کے پردے میں چُھپا بھی نہیں جاتا

اِک معنیِ بے لفظ ہے اندیشۂ فردا

جیسے خطِ قسمت کہ پڑھا بھی نہیں جاتا

(۱۹۱۸ء)

(۲۵)

نشتر کی غزل : ۱۴

(۲۶)

نشر کی غزل : ۵ کے یہ چار شعر :

۴، ۵، ۷، ۱۰ -

(۲۷)

نشر کی غزل : ۱۲ کے یہ تین شعر :

۱، ۱۱، ۱۳ -

(۲۸)

مثلث

امید و بیم میں کٹے تو کیا مزہ شباب کا
ہوائے دہر دیتی ہے پیام انقلاب کا
الٹ نہ جائے ناگہاں ورق مری کتاب کا

کسی کی کیا مجال ہے جو چرخِ پیر سے لڑے
اُمنڈ رہا ہے ابرِ غم نہ جانے کب برس پڑے
رُندھا ہوا ہے چار سمت بادل انقلاب کا

ہوائے تُند دل جلوں کے دل کو روندتی ہے کیا
قفس پہ میرے بے دھڑک یہ برق کوندتی ہے کیا
چلے گا بے دلوں سے کچھ نہ زور اضطراب کا

نہ مبتدا کی کچھ خبر نہ کچھ خبر کا مبتدا
دلِ شکستہ گم ہوا تو پھر کہاں کا سلسلہ
یہی ورق نکل گیا تو مول کیا کتاب کا

نگاہِ تشنہ کام میں حرام بھی حلال ہے
نہ کوئی امر مُمتنع، نہ کوئی شے محال ہے
فریب مجھ سے پوچھیے کرشمۂ سراب کا

پکارنے سے کام ہے پکارتا ہوں بار بار
دیارِ حُسن میں ہو یاس کیوں کوئی اُمیدوار
جوابِ باصواب یا جوابِ بے صواب کا

(۱۹۲۵ء)

(۲۹)

نقشِ باطل ہو چلا خوابِ پریشانِ بہار
دیدۂ حیراں میں کھنچ کر آ گئی جانِ بہار
ہوشیار اے چشمِ نرگس، اے نگہبانِ بہار
ہے زوالِ رنگ و بُو دست و گریبانِ بہار
آگ برسائے فلک یا آبِ حیوانِ بہار
زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے پشیمانِ بہار
چشمِ پُرخوں نے مجسّم کر دیا موہوم کو
ورنہ بے تعبیر تھا خوابِ پریشانِ بہار
چاندنی کی سیر کرتے، ہم سے آنکھیں مانگ کر
ہیں کدھر پروانۂ شمعِ شبستانِ بہار
اپنا ہاتھ اپنا گریباں، اپنا سودا اپنا سر
استخارہ کر چکے پابندِ فرمانِ بہار
پیرہن کیا؟ گھر بھی خوش وقتی کے مارے تنگ ہے
آشیاں ہے اپنے حق میں طُرفہ زندانِ بہار
حاشیے کیا کیا چڑھاتے ہیں قفس میں زندہ دل
مُردہ دل کہتے ہیں بے معنی ہے فرمانِ بہار

کیوں قفس بردوش پھرتے ہیں اسیرانِ ہوس
ننگِ یارانِ چمن، ناخواندہ مہمانِ بہار

اے خزاں پروردہ دل، فکرِ چمن سے باز آ
اپنے اُوپر رحم کر، اے دشمنِ جانِ بہار

قافلے کا قافلہ مارا ہوائے دہر نے
رہ گئے سوتے کے سوتے سب حسینانِ بہار

رنگ و بُوئے عارضی سے دل بہلنے کا نہیں
فکرِ فردا ہے نظر میں خارِ دامانِ بہار

اپنے اپنے رنگ میں اور اپنے اپنے حال میں
کوئی حیرانِ خزاں، کوئی پشیمانِ بہار

دیکھنا یہ ہے کہ آخر تک ٹھہرتا کون ہے
بُوٹا بُوٹا بن گیا ہے مردِ میدانِ بہار

خار و گل دونوں کو اپنے بانکپن پر ناز ہے
دیکھیے، رہتا ہے کس کے ہاتھ میدانِ بہار

دیکھ لیتا ہوں چمن کو دور سے بیگانہ دار
یاسؔ مجھ سے کیوں کھٹکتا ہے نگہبانِ بہار

(۱۹۲۳ء)

(۳۰)

ہنستا ہے عشق مجھ کو گراں بار دیکھ کر
زندانِ آب و گِل میں گرفتار دیکھ کر
تیور بُجھے ہیں صبح کے آثار دیکھ کر
آنکھیں کھُلی ہیں فتنۂ بیدار دیکھ کر
عبرت سرائے دہر سے مُنھ موڑنا پڑا
آنکھوں کو اپنے درپئے آزار دیکھ کر
کس کل پہ ہے بنائے طلسماتِ آب و گِل
اہلِ نظر ہیں نقش بہ دیوار دیکھ کر
شانہ ہِلا کے موت نے چونکا دیا مجھے
محوِ طلسم بندیِ اسرار دیکھ کر
آخر اجل نے روح کو آزاد کر دیا
احسانِ بے سبب سے گراں بار دیکھ کر
روزِ ازل سے منزلِ سودا ہو جس کا سر
وہ کیوں نہ غش ہو سنگِ درِ یار دیکھ کر
منزل کو اپنے زیرِ قدم جانتے ہیں ہم
اِس توسنِ خیال کی رفتار دیکھ کر

پیدا نہ ہو زمیں سے نیا آسماں کوئی
دل کانپتا ہے آپ کی رفتار دیکھ کر

چلتی ہے کس طرف کی ہوا پچھلی رات سے ☆
حیراں ہے شمع صورتِ بیمار دیکھ کر

کیوں انقلابِ عشق یہ کیسی ہوا چلی؟
جی سن سے ہو گیا رخِ بیمار دیکھ کر ☆

پاتی نہیں مزاج، دوا کا اثر ہو کیا؟
مُنہ پھیر لیتے ہیں ترے بیمار، دیکھ کر

رُت پھر چلی ہے آپ کے بیمارِ ہجر کی
صبحِ بہارِ حشر کے آثار دیکھ کر

بٹھلاتے ہیں وہ سایۂ خورشیدِ حشر میں
عاشق کو اپنے تشنۂ دیدار دیکھ کر

جنسِ وفا نہ تھی کوئی مفلس کا مال تھا
دل ہٹ گیا نگاہِ خریدار دیکھ کر

ناگفتنی ہے حضرتِ دل کون سی وہ بات؟
کیا یاد آگیا رسن و دار دیکھ کر

☆ گنجینہ مطبوعہ و قلمی میں اِن دونوں مصرعوں کو ملا کر یہ شعر لکھا ہے:
چلتی ہے کس طرف کی ہوا پچھلی رات سے
جی سن سے ہو گیا رخِ بیمار دیکھ کر (مرتب)

دل مجھ سے پوچھتا ہے کہ تُو کس طرف کو ہے
جوشِ جہادِ کافر و دیں دار دیکھ کر

غیرت سے رنگِ نامۂ اعمال اُڑ نہ جائے
کیفیتِ نگاہِ گنہ گار دیکھ کر

آئینہ رکھ کے آپ بھی سجدے میں جھک گئے
اب کیا کہیں گے کافر و دیں دار دیکھ کر

گردن ہی اپنی جب کسی قابل نہ ہوگی یاس
پھر کیا بڑھے گا دل رسن و دار دیکھ کر

(۱۹۱۷ء)

(۳۱)

نشتر کی غزل: ۲۳ کے یہ ۱۴ شعر:
۱ تا ۶، ۸، ۹، ۱۱ تا ۱۶۔

(۳۲)

رہے دنیا میں محکومِ دلِ بے مدعا ہو کر
خوشا انجام اُٹھے بھی تو محرومِ دعا ہو کر

وطن کو چھوڑ کر جس سرزمیں کو میں نے عزت دی
وہی اب خون کی پیاسی ہوئی ہے کربلا ہو کر

بتاؤ، ایسے بندے پر ہنسی آئے کہ غیظ آئے
دعا مانگے مصیبت میں جو قصداً مبتلا ہو کر

کھُلا آخر فریبِ مے چلا جب دُرد کا ساغر
بندھا زورِ خمار اندیشۂ روزِ جزا ہوکر

نگاہِ یاس میں گویا دوبارہ زندگی پائی
جو چونکا خوابِ غفلت کے مزے سے آشنا ہوکر
(۱۹۱۸ء)

(۳۳)

آنکھ جھک جاتی ہے خار و گُل کو باہم دیکھ کر
دیدنی نادیدنی دونوں کو توأم دیکھ کر

ہنستے ہیں افسردہ دل نیرنگِ عالم دیکھ کر
اہلِ دل کو بستلائے شادی و غم دیکھ کر

آنکھ والے راہ میں حیرت کے پُتلے بن گئے
کچھ نہ سُوجھا خاک کے پُتلوں کا عالم دیکھ کر

گرد کے ہمراہ رنگِ عارضی بھی دُھل گیا
روئے گل ہے غرقِ خجلت فیضِ شبنم دیکھ کر

واہ ری وارفتگی، جاتی رہی سب بھوک پیاس
چشمِ بلبل سے گلوں کو غرقِ شبنم دیکھ کر

رنگ لائی گرم بازاری ہوائے دہر کی
روئے گُل تونسا ہوا ہے قحطِ شبنم دیکھ کر

نقش بر دیوارِ زنداں ہیں اسیرانِ بلا
چُپ لگی ہے دل میں اِک ہنگامۂ غم دیکھ کر

اُس طرف سات آسماں اور اِس طرف اِک ناتواں
تم نے کروٹ تک نہ لی دنیا کو برہم دیکھ کر

صُلح کر لی چرخ نے آخر دلِ مظلوم سے
انتقامِ حشر کے آثار پیہم دیکھ کر

حد کو پہنچا کر رہے گا پائے نافرماں مجھے
سُست پڑنے کا نہیں زنجیرِ مُحکم دیکھ کر

منزلِ موہوم ضد سے دُور کھنچتی ہی گئی
گرم رفتارِ مؤخر کو مُقدّم دیکھ کر

بے خودی میں آبلہ پا بھی بگولے بن گئے
منزلِ موہوم کو شاید مجسّم دیکھ کر

انتقامِ قدرتِ خاموش آڑے آگیا
شعلہ و پروانہ کی وہ جنگِ پیہم دیکھ کر

دردِ دل یاسؔ آپ کیا روئے در و دیوار سے
چھیڑنا تھا قصّۂ غم گوشِ محرم دیکھ کر

(۱۹۲۰ء)

(۳۴)

قفس میں بوئے مستانہ بھی آئی دردِ سر ہو کر
نویدِ ناگہاں پہنچی ہے مرگِ منتظر ہو کر
نگاہِ شوق سے کیا کیا گلوں کا دل دھڑکتا ہے
مبادا رنگ و بُو اُڑ جائے پامالِ نظر ہو کر
زمانے کی ہوا بدلی، نگاہِ آشنا بدلی
اُٹھے محفل سے سب بیگانۂ شمعِ سحر ہو کر
کہاں پر نارسائی کی ہے پروانوں کی قسمت نے
پڑے ہیں منزلِ فانوس پر بے بال و پر ہو کر
مقدر اُس مسافر کا، طلب جس کی نہیں ہوتی
نصیبوں میں ہو گم راہی گنہ گارِ سفر ہو کر
جواب آیا تو کیا آیا؟ صدائے بازگشت آئی
دہن سے آہ نکلی مبتدائے بے خبر ہو کر
فلک کو دیکھتا ہوں اور زمیں کو آزماتا ہوں
مسافر در وطن، خانہ بدوشِ رہ گزر ہو کر
عدو کیا زہر دیتا ہے ہم ایسے تلخ کاموں کو؟
لہو کا گھونٹ اُتر جاتا ہے جب شیر و شکر ہو کر

خود اپنے خاک و خوں میں لوٹ کر آلودۂ دنیا
پڑا ہے اب گڑھے میں گور کے آلودہ تر ہوکر

خدا معلوم اِس آغاز کا انجام کیا ہوگا؟
چھڑا ہے سازِ ہستی مبتدائے بے خبر ہوکر

دیارِ بے خودی میں امتیازِ روز و شب معلوم
بلا آئی ہے بدمستوں پہ شامِ بے سحر ہوکر

رہائی کا خیالِ خام ہے یا کان بجتے ہیں؟
اسیرو، بیٹھے کیا ہو گوش بر آوازِ در ہوکر

مبارک نامِ آزادی، سلامت دامِ آزادی
دعائیں دوں کسے یارب، اسیرِ بال و پر ہوکر

عجب کیا، وعدۂ فردا پسِ فردا پہ ٹل جائے
کوئی شام اور آجائے نہ شامِ بے سحر ہوکر

نگاہِ یاس کا عالم جو آگے تھا سو اب بھی ہے
ہزاروں گُل کھلے بازیچۂ شام و سحر ہوکر

(۱۹۲۴ء)

(۳۵)

خود پرستانِ ازل دارند ایمانے دگر
حق پرستی می کنند انا بہ عنوانے دگر

باز بشکستم بہ زخمِ خود نمک دانے دگر
شکرِ دردِ خویش ادا کردم بہ عنوانے دگر

دستِ خود دامانِ خود بودن ندارد لذتے
دستِ گستاخے دگر خواہیم و دامانے دگر

جز ترنم ہاے درد افزا ندارم چارۂ
بلبلِ تنہا نشیں را نیست درمانے دگر

گوشم از ذوقِ اسیری برنتابد مژدۂ
جانِ ایذا دوست دارد شوقِ زندانے دگر

پاسبانی از نگاہِ نارسا ناید درست
بوے یوسف را مہیا کُن نگہبانے دگر

الوداع اے حُسن و عشقِ کفر مشرب، الوداع
ما ز فیضِ بے دلی داریم ایمانے دگر

غفلتِ جاوید دارد رنگِ خوابِ سرمدی
جلوۂ فردا بہ چشمِ ما شبستانے دگر

ہر کسے را بہرۂ باشد ز فیضانِ بہار
دستِ من رنگیں ز خار و گُل بدامانے دگر

زندہ در گوریم و شاید زندۂ جاوید ہم
جُرعۂ خوردیم یاسؔ از آبِ حیوانے دگر

(۲۲-۱۹۲۰ء)

(۳۶)

به درِ نگشوده

(رباعی)

تا چند فریبِ نظرِ نگشوده
تا کے ہوسِ بال و پرِ نگشوده
دارد چہ عجب از پسِ پردہ خبرے
خاموش نشینے بہ درِ نگشوده

(۳۷)

زمیں کروٹ بدلتی ہے بلائے ناگہاں ہوکر
عجب کیا سر پہ آئے پاؤں کی خاک آسماں ہوکر
زبانِ دل خراش و داستانِ ظلم، ارے توبہ!
دَہلتا ہے قفس ، ہنگامہ زارِ الاماں ہوکر
خزاں کے دَور میں دل کی لگی بُجھتی تو کیا بُجھتی؟
ہمیں خود آشیاں سے اُڑ گئے ہوتے دھواں ہوکر
نویدِ خشک سُن کر جن کے مُنہ سے پھول جھڑتے تھے
چمن کو صبر کر بیٹھے وہ آخر بدگماں ہوکر

وبالِ رنگ و بُو سے چھوٹتے ہی پر نکالیں گے
گراں بارِ بہار آخر، سبک دوشِ خزاں ہو کر

زمانے بھر کا مُنھ تکتے ہیں کیوں؟ اپنی طرف دیکھیں
بسر کرنا ہے جن کو رنگ و بُوئے رائگاں ہو کر

پرائے درد کی کوئی نگہبانی کرے کب تک
حقیقت کھُل نہ جائے اضطرابِ رازداں ہو کر

ہزاروں شمعیں، لاکھوں دل تری محفل میں جلتے ہیں
جلیں گبر و مسلماں کیوں نہ یک دل، یک زباں ہو کر

جہنّم ہو کہ جنّت، طائرِ جاں تھم نہیں سکتا
کہیں پرواز کی حد مل سکے گی لامکاں ہو کر

خودی کی کیفیت سے چونکتے ہی دیکھتا کیا ہوں
کہ اُترا نشۂ ہستی خمارِ جاوداں ہو کر

پیامِ غفلتِ جاوید ہے جلوہ حقیقت کا
سما جائے نہ آنکھوں میں کہیں خوابِ گراں ہو کر

اُٹھو اے سونے والو، سر پہ دھوپ آئی قیامت کی
کہیں یہ دن نہ ڈھل جائے نصیبِ دشمناں ہو کر

ارے او جلنے والے، کاش جلنا ہی تجھے آتا
یہ جلنا کوئی جلنا ہے کہ رہ جائے دھواں ہو کر

بہارِ لکھنؤ کو خونِ دل سے کس نے سینچا ہے؟
خدالگتی بھی کہہ دے گا کوئی پتّا زباں ہوکر

پھڑکتے ہیں مگر بے درد منھ سے کچھ نہیں کہتے
نگاہِ یاسؔ نے مارا ہے دردِ بے زباں ہوکر
(۱۹۲۵ء)

(۳۸)

وطن کی ہے ہوا سر میں، وطن کی خاک دامن پر
گریباں چاک کر لیتا ہوں یادِ دوست و دشمن پر
نہ ترکِ اختیار آساں نہ ضبطِ اضطرار آساں
یہی دستِ دعا جھلّا کے اٹھ جاتا تھا دشمن پر
پسینا تک نہیں آتا تو ایسی خشک توبہ کیا
ندامت وہ کہ دشمن کو ترس آجائے دشمن پر
وفا پر بدگمانی کا گماں اب تک نہیں ہوتا
ہنوز اک حُسنِ ظن ہے اپنے دل کو حُسنِ بدظن پر
شکستِ نشہ و کیفِ ندامت، واہ کیا کہنا
بجائے مے ٹپکتا ہے زُلالِ اشک دامن پر
نگاہِ بے نیازی نے دکھایا راستہ سیدھا
بھٹکتا کوئی کب تک جادۂ شیخ و برہمن پر؟

فریبِ چشمِ احول سے ہوس دُونی ہوئی دل کی
مگر کیا دسترس دنیا کے رنگارنگ خرمن پر؟

ہوئے کیوں بارِ خاطر خود بخود گل ہائے پژمردہ
ڈھیے پڑتے ہیں آپی آپ کیوں گُل چیں کے دامن پر؟

خدا جانے اجل کو پہلے کس پر رحم آئے گا
گرفتارِ قفس پر یا گرفتارِ نشیمن پر؟

دہائی کھینچنے والو، قفس سے لاگ رکھنا کیا
مبادا آگ برسے، آنچ آجائے نشیمن پر

زہے معراجِ انسانی کہ بندہ ہوں تو اپنا ہوں
چڑھایا خود پرستی نے نگاہِ دوست و دشمن پر

کجا طرزِ یگانہ اور کجا اندازِ بیگانہ
بجا ہے رشک تم جیسوں کو ایسے صاحبِ فن پر

(شعر ۲، ۳، ۴، ۶ تا ۹ : ۱۹۱۹ء
شعر ۱، ۳، ۵، ۱۰ تا ۱۲ : ۱۹۲۶ء)

(۳۹)
زنگیِ کافور
(رباعی)

دل جن کا علیل رائے بھی اُن کی علیل
باطن میں آزر اور ظاہر میں خلیل
اندھے جو ذلیل کو سمجھتے ہیں عزیز
شیطاں کو عجب نہیں جو کہہ دیں جبریل!

(۱۹۲۰ء)

(۴۰)

زحمتِ سجدہ ہے فضول بُت کدۂ مجاز میں
ہوگی نماز کیا قبول : کعبۂ خانہ ساز میں؟

دیکھ کے حُسنِ خوب و زشت، انجمنِ مجاز میں
ہوش و خرد ہیں مبتلا زحمتِ امتیاز میں

مارے پڑے ہیں بوالہوس جلوہ گہِ مجاز میں
کھائی شکست کوششِ فتحِ طلسمِ راز میں

واہ رے مطمحِ نظر، واہ ری سیرِ مختصر
کعبے سے دیر کا سفر، زندگیِ دراز میں!

خانۂ کعبہ الفراق، قبرِ حسین الوداع!
رہ چکے ہم عراق میں، بس چکے ہم حجاز میں

حسرت بال و پر بڑھی، لہر سی دوڑنے لگی
بُوئے قفس نواز سے طبعِ ہوس نواز میں

وعدۂ دل فریب یا مُژدۂ بَعدِ وقت سے
آئے گا انقلاب کیا خاطرِ بے نیاز میں

نفس سے گفتگوئے صلح، جنگ خلافِ مصلحت
کوئی نہ کوئی فیہ ہے عقلِ زمانہ ساز میں

داورِ حشر ہوشیار، دونوں میں امتیاز رکھ

بندۂ نااُمید اور بندۂ بےنیاز میں

ہوتا ہے بند ایک در، کھُلتے ہیں صد ہزار در

اپنی طرف سے شک نہ کر نیّتِ کارساز میں

بندۂ خود شناس ہے اپنے ہی پیرہن میں مست

بوئے خودی کو دخل کیا پیش گہِ ایاز میں

اف رے تصرّفاتِ عشق، آگ لگے دھواں نہ ہو

ڈوبے ہوئے ہیں سنگ دل، لذّتِ سوز و ساز میں

یادِ خدا کا وقت بھی آئے گا کوئی یا نہیں

یادِ گناہ کب تلک شام و سحر نماز میں؟

سجدۂ اوّلیں میں یاسؔ پا گئے دادِ بندگی

شادی[☆] مرگ ہوگئے عید کے دن نماز میں

(۱۹۲۳ء)

(۴۱)

حُسنِ فطرت بولتا ہے پردۂ اسرار میں

معنیِ بے لفظ پنہاں ہیں زبانِ خار میں

☆ "بعض لوگ اِس شعر میں "شادی مرگ" کو باضافت پڑھتے ہیں حالانکہ یہاں اضافت مقلوب ہے۔ "شادیِ مرگ" پڑھنا غلط ہے۔ یہاں مصنف نے ایک عروضی نکتہ رکھا ہے۔ جو لوگ عروض سے واقف نہیں، انھیں یہ مصرع ناموزوں معلوم ہوگا۔" (آیاتِ وجدانی، طبعِ اول، ص ۹۵۔ ۱۹۴)

ذوق جب تک ہے جبھی تک ہے بہارِ رنگ و بو

دل ہے جب تک دل جبھی تک ہے کھٹک بھی خار میں

یاد ایّامے کہ تھا زندوں میں اپنا بھی شمار

زور تھا اپنے قلم میں، باڑھ تھی تلوار میں

عُمر گھٹنے کے لیے ہے، وقت کٹنے کے لیے

مفت دن گننے کو ہم پکڑے گئے بیگار میں

خوابِ شیریں کی ہوس کیا؟ خوابِ بد کا خوف کیا؟

آ چکی اب نیند اپنے دیدۂ بیدار میں

نشۂ یک رنگ میں دونوں ہیں کیا ڈوبے ہوئے

کیسی جنگِ زرگری ہے کافر و دیں دار میں

غفلتِ امروز میں اندیشۂ فردا ہو گُم

نشہ اِتنا ہو کم از کم وعدۂ دیدار میں

ناخدا کچھ زورِ طوفاں آزمائی بھی دکھا

فکرِ ساحل چھوڑ، لنگر ڈال دے منجدھار میں

یاسؔ گمراہی سے اچھی زحمتِ واماندگی

ڈال لو زنجیر کوئی پائے کج رفتار میں

(۱۹۲۳ء)

شاہدِ نادیدہ را آثار نتواں یافتن
دسترس بر پردۂ اسرار نتواں یافتن
بہرۂ از فکرِ دُور از کار نتواں یافتن
دادِ سعی از پاے کج رفتار نتواں یافتن
حشرِ بے ہنگام خواہی از طلسمِ خود برآ
ورنہ ہیچ از وعدۂ دیدار نتواں یافتن
کارِ فردا بر خود آساں کُن کہ بعد از خوابِ مرگ
اندکے از فرصتِ بسیار نتواں یافتن
اے دلِ بیدارِ ما ! اے ننگِ غفلت الوداع!
ہیچ ازیں ہنگامۂ بازار نتواں یافتن
چارۂ ہر دردِ سر از دردِ دل فرمودہ اند
واے بر دردے کہ در بازار نتواں یافتن
ہر دلِ آسودہ ہست آمادۂ صد انقلاب
از دلِ بے ماجرا آثار نتواں یافتن
ہر گل و بلبل چہ گوید از فریب رنگ و بو
ہر کسے را ہم زبانِ خار نتواں یافتن

ہوشیار، اے ساکنِ دارالامانِ خار و خس!
زینہار از برقِ بے زنہار نتواں یافتن
گفتنی ناگفتنی باشد دریں غفلت سرا
گوشِ محرم از در و دیوار نتواں یافتن
می تواند یافت از بزمِ یگانہ ہر دلے
آنچہ از بیگانۂ اسرار نتواں یافتن
(۱۹۲۶ء)

(۴۳)

کیا چل سکے گی بادِ مخالف مزار میں؟
جلتا ہے دل جلوں کا چراغ اِس دیار میں
بجلی سی دوڑنے لگی پھر جسمِ زار میں
دیواریں پھاندنے لگے وحشی بہار میں
اُلٹی ہوا زمانے میں چلتی ہے آج کل
فرق آ گیا ہے گردشِ لیل و نہار میں
ہنستے ہیں اپنے حال پہ دیوانے آپ کے
رہتے ہیں مست پیرہنِ تار تار میں
یوسف کو لے اُڑے نہ کہیں بوئے پیرہن
اخفائے حُسن و عشق نہیں اختیار میں

دیں دار و بُت پرست اُترتے ہیں ایک گھاٹ

کیا معجزہ ہے جنبشِ ابروئے یار میں

منزل کی دُھن میں آبلہ پا چل کھڑے ہوئے

شورِ جرس سے دل نہ رہا اختیار میں

ہنستا ہے ناخدا مرے انجامِ کار پر

کشتیِ عمر جب نہ رہی اختیار میں

کس کل پہ ہے یہ خاک کا پُتلا بنا ہوا

کیا جانیں کیا طلسم ہے مُشتِ غبار میں

لیلی کجا ، کجا یہ طلسماتِ عُنصری

کیا ڈھونڈتا ہے پردۂ گرد و غبار میں

پیوندِ خاک ہونے کا اللہ رے اشتیاق

اُترے ہم اپنے پاؤں سے اپنے مزار میں

شرمندۂ کفن نہ ہوئے آسماں سے ہم

مارے پڑے ہیں سایۂ دیوارِ یار میں

کہتے ہو اپنے فعل کا مختار ہے بشر

اپنی تو موت تک نہ ہوئی اختیار میں

دنیا سے یاس جانے کو جی چاہتا نہیں ؛

واللہ کیا کشش ہے اِس اُجڑے دیار میں

(۱۹۱۶ء)

(۴۴)

مجذوب کی بڑ

ہارنے والے کبھی کافر و دیں دار نہیں
کُشتیاں لڑتے ہیں، اب ہاتھ میں تلوار نہیں

فاقہ مستی میں یہ ہُو حق کہ الٰہی توبہ
نشہ ایسا کہ اُترنے کے کچھ آثار نہیں

سب اسیرانِ قفس گاتے ہیں صیّاد کا گُن
کون اِس بھول بھلیاں میں گرفتار نہیں

کشتیِ دل ہے کہ بازیچۂ طوفانِ ہوس
دور تک ساحلِ اُمید کے آثار نہیں

لائے گی غفلتِ امروز قیامت کی خبر
بختِ بیدار کجا، فتنہ بھی بیدار نہیں

اپنا گھر اپنی زمیں اپنا فلک بیگانہ
آشنا کوئی بجز سایۂ دیوار نہیں

وقت کی بات ہے وقت آئے تو سب آساں ہے
سہل تو سہل ہے دشوار بھی دشوار نہیں

بددعا کرتا ہوں ناحق کبھی کرتا ہوں دعا
یاس کیا کیجیے جب ہاتھ میں تلوار نہیں

"بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی"

(۱۹۲۳ء)

(۴۵)

دستِ شل کو دخل ناممکن خطِ تقدیر میں

جائے نقطہ بھی نہیں باقی کسی تحریر میں

دیکھیے انجام کیا ہو ہستیِ موہوم کا

پڑ گیا ہے اختلاف اِس خواب کی تعبیر میں

خودکشی بھی بن نہ آئی پھر دوا پینا پڑی

ہائے یہ تلخی کہاں تھی زہرِ بے تاثیر میں

کافر و دیں دار میں ہے رشتۂ واحد وہی

سب کے سب جکڑے ہوئے ہیں ایک ہی زنجیر میں

آئنہ دکھلا رہا ہے صورت آبادِ جہاں

حُسنِ معنی جلوہ گر ہے پردۂ تصویر میں

شوخیاں کیا کیا دکھائیں حُسنِ مشتِ خاک نے

عالمِ جاں سے نکل کر عالمِ تصویر میں

خاک کا پُتلا بھی یوں باتیں بناتا؟ کیا مجال!

راز ہے پنہاں کوئی اِس بولتی تصویر میں

اصل کے آگے فریبِ نقل چل سکتا نہیں

بوئے مستانہ کہاں پیراہنِ تصویر میں

(۱۹۱۷ء)

(۴۶)

نشتر کی غزل: ۲۴ کے یہ پانچ شعر:

۵، ۶، ۸، ۹، ۱۲۔

(۴۷)

نتیجہ کچھ بھی ہو لیکن ہم اپنا کام کرتے ہیں

سویرے ہی سے دُوراندیشِ فکرِ شام کرتے ہیں

چلیں کیوں دوڑ کر ناداں جو ایسی ٹھوکریں کھائیں

بلند و پستِ عالم کو عبث بدنام کرتے ہیں

جہنم میں بھی جلنے کے لیے حاضر ہیں پروانے

کہیں اہلِ ہوس اندیشۂ انجام کرتے ہیں

تمھارے واسطے کعبہ تو کیا ہے دل بھی حاضر ہے

مسلماں بھی کہیں پروائے ننگ و نام کرتے ہیں

یہ کس کے سر رہے گا خونِ ناحق بے گناہوں کا

وفاداروں کی ضد سے آپ قتلِ عام کرتے ہیں

بجھائے کون اب دل کی لگی شوقِ شہادت میں
ہم اپنے ہاتھ سے لب ریز اپنا جام کرتے ہیں

ہزاروں مر کے زندہ ہو چلے کوئے تمنّا میں
ہم ایسے سخت جاں اِس خاک کو بدنام کرتے ہیں

دلِ ویراں نہیں اک محشرستانِ تخیّل ہے
اِسی زنداں سے ہم سیرِ ہجومِ عام کرتے ہیں

دلِ وحشی بغیر اُن کے نہ بہلا ہے نہ بہلے گا
یہ کس دیوانے کی خدمت وہ میرے نام کرتے ہیں

نہیں دیکھا ہے لیکن غائبانہ لاگ ہے دل کو
جبھی تو لوگ تیرا ذکر صبح و شام کرتے ہیں

مبارک ہو مصوّر کو تری تصویر کا سودا
کہیں اہلِ نظر ایسا خیالِ خام کرتے ہیں

نگاہوں سے گرایا یاسؔ کو کم بخت اِسی دل نے
اِسی دل کی بدولت لوگ کیا کیا کام کرتے ہیں

(۱۹۱۵ء)

(۴۸)

موسمِ گل میں جو خاموش رہا کرتے ہیں
وہ بھی اک معنیٔ بے لفظ ادا کرتے ہیں

رسمِ دنیا نہ سہی فرض ادا کرتے ہیں

ہاتھ اُٹھے یا نہ اُٹھے دل سے دعا کرتے ہیں

حضرتِ دل ہیں عجب ظالمِ مظلوم نما

گھر جلا کر کفِ افسوس مَلا کرتے ہیں

دیکھنا یہ ہے کہ سرگشتۂ سعیِ باطل

کیا علاجِ دلِ دیوانہ نما کرتے ہیں

عمر بیداریِ موہوم کے دھوکے میں کٹی

اب جو چونکے ہیں تو آپ اپنا گلہ کرتے ہیں

لذتِ مژدۂ فردا میں جو ہیں ڈوبے ہوئے

طعنۂ غفلتِ امروز سُنا کرتے ہیں

پاؤں ٹوٹے ہیں مگر آنکھ ہے منزل کی طرف

کان اب تک ہوسِ بانگِ درا کرتے ہیں

دیکھ کر دُور سے مستقبلِ روشن کی جھلک

جان نظّارۂ اوّل پہ فدا کرتے ہیں

بے اجل منزلِ فانوس پہ مرنے والے

جان کیا دیتے ہیں اِک رسم ادا کرتے ہیں

موت مانگی تھی، خدائی تو نہیں مانگی تھی

لے دعا کر چکے، اب ترکِ دعا کرتے ہیں

ناخدا تیرے ارادوں میں خدا برکت دے

یاسؔ اِک مرتبہ پھر قصدِ دعا کرتے ہیں

(۱۹۲۱ء)

(۴۹)

بندۂ فطرتِ مجبور ہوں مختار نہیں

ہاں ندامت میں ہے شک، جرم سے انکار نہیں

روشِ خامۂ قسمت کبھی ہموار نہیں

گردشِ بختِ سیہ گردشِ پرکار نہیں

شش جہت میں ہے ترے جلوۂ بےفیض کی دھوم

کان مجرم ہیں مگر آنکھ گنہ گار نہیں

اے زہے بخت کہ سر تیری امانت کے سوا

نشۂ دولتِ دنیا سے گراں بار نہیں

(۱۹۲۳ء)

(۵۰)

جادے کو کاروانِ عدم کی خبر نہیں

ایسے گئے کہ نقشِ قدم کا اثر نہیں

سُنتا ہوں آپ خانۂ دل میں ہیں جلوہ گر
دیوار درمیاں ہے مگر کچھ خبر نہیں

کعبہ نیا بناؤ مرے دل کو توڑ کر
اے مہرباں، اب آپ کے قابل یہ گھر نہیں

آ جائے تیرا نام زباں پر تو کیا عجب
اب اپنے اختیار میں دردِ جگر نہیں

کعبہ نہیں کہ ساری خدائی کو دخل ہو
دل میں سوائے یار کسی کا گزر نہیں

خوشبو پر اپنی جامے سے باہر ہوئے ہیں گُل
جوبن پر آج مست ہیں کل کی خبر نہیں

(۱۹۱۵ء)

(۵۱)

نشتر کی غزل: ۲۵ کے یہ دو شعر:

۹، ۱۱۔

(۵۲)

نشتر کی غزل: ۲۸ کے یہ نو شعر:

۱ تا ۳، ۱۱ تا ۱۶۔

(۵۳)

نشتر کی غزل: ۲۶ کے یہ چھ شعر:

۱، ۳، ۶، ۷، ۱۲، ۱۳۔

فخریہ

کون ہوں، کیا ہوں، مجھے بھی دیکھ لیں اہلِ نظر
کوچہ گردِ لکھنؤ، خاکِ عظیم آباد ہوں

مردِ جاہل ہوں مگر جہلِ مرکّب سے بری
شخصِ خود بیں ہوں نہ میں خود ساختہ استاد ہوں

ہوں ادب پروردۂ بیتاب، فخرِ روزگار
ناز اِس پر ہے کہ خاکِ آستانِ شاؔد ہوں

شیؔر و رنجوؔر و تمنّاؔ و مبارکؔ کا غلام
خادمِ امداؔد ہوں، میں بندۂ آزاؔد ہوں

میرے محسن ہیں نہاؔل و شائقؔ و شیداؔ و رازؔ
یاد ہیں مجھ کو تو سب، میں بھی کسی کو یاد ہوں؟

جان سے بڑھ کر سمجھتے ہیں مجھے یاسؔ اہلِ دل
آبروئے لکھنؤ، خاکِ عظیم آباد ہوں

لکھنؤ کے فیض سے ہیں دو دو سہرے میرے سر
اِک تو استادِ یگانہ دوسرے داماد ہوں

(۱۹۲۰ء)

(۵۵)

ترانۂ شقشقیہ

یاسِ نام آورم فاتحِ لکھنؤ

اِسمعُو، اِفھمُو، اِسمعُو، اِفھمُو

منم کہ آئنۂ حق نما برائے خودم
منم کہ مشتریِ جنسِ بے بہائے خودم
منم کہ چارہ گر و دردِ آشنائے خودم
منم کہ دردِ خدادادم و دوائے خودم
منم کہ سر نمی آرم بہ سجدۂ ناحق
منم کہ در رہِ حق محوِ نقشِ پائے خودم
منم کہ منتظرِ انقلاب می باشم
منم کہ سلسلہ جنبانِ غم برائے خودم
منم کہ منزلِ مقصود زیرِ پا دارم
شکستہ پایم و تاہم بہ مدعائے خودم
قدم ز غم کدۂ خود چہ می نہم بیروں
گدائے خاک نشینم ولے گدائے خودم

ہزار فتنہ بپا گشت و من خبر نشدم
ہزار کوہ شد از جاے و من بجاے خودم
صَلاے نطق کرا دادمے بزاغستاں
کہ عندلیب ہم آہنگ و ہم نواے خودم
منم کہ لکھنؤ را جانِ تازہ دادم
منم خداے سخن یاسؔ و ناخداے خودم
(۱۹۲۰ء)

(۵۶)

موجِ ہوا سے خاک اگر آشنا نہ ہو
دنیائے گردباد کی نشوونما نہ ہو
صورت نہ پکڑے جلوۂ بے معنیِ حباب
قطرہ اگر اسیرِ طلسمِ ہوا نہ ہو
دل کو جلا کے سرمۂ بینش بنائیے
آنکھوں سے معرفت کا اگر حق ادا نہ ہو
ایسا نہ ہو کہ تھک کے کہیں بیٹھ جائے دل
دیر و حرم میں گُم نگہِ نارسا نہ ہو

پار اُترے کیا دوآبۂ اُمّید و بیم سے
جب ناخدائے دل کو یقینِ خدا نہ ہو*

شکل اُس کی دیدنی بھی ہے نادیدنی بھی ہے
جو تجھ کو جانتا ہو مگر مانتا نہ ہو

سجدہ وہ کیا کہ سر کو جُھکا کر اٹھا لیا
بندہ وہ ہے جو بندہ ہو بندہ نما نہ ہو

آمین تک زباں سے نکلتی نہیں، یہ کیا؟
مغرور اتنا اے دلِ بے مدّعا نہ ہو

احسان کس کا مانیے کس کا نہ مانیے
پردے میں ناخدا کے کوئی دوسرا نہ ہو

دل کھول کر تڑپنے دے، اے صبر الوداع!
پرہیز کیوں کروں جب اُمیدِ شفا نہ ہو

اُمیدِ صلح کیا ہو کسی حق پرست سے
پیچھے وہ کیا ہٹے گا جو حد سے بڑھا نہ ہو

دل نشۂ خودی میں پڑا جھومتا ہے کیا
زور آزمائی کو کوئی درد اُٹھ کھڑا نہ ہو

* آیات وجدانی، طبع سوم اور گنجینہ مطبوعہ و قلمی میں یہ شعر اس صورت میں ہے:

پار اُترے کیا دوآبۂ اُمید و بیم سے
جب تک یگانہ دل کو یقینِ خدا نہ ہو

(مرتب)

پچھلا پہر ہے، کاتبِ اعمال ہوشیار!
آمادۂ گناہ کوئی جاگتا نہ ہو

یاس آپ کو خدا کی خدائی سے کیا غرض
وحدت سرائے دل میں کوئی دوسرا نہ ہو
(۱۹۲۲ء)

(۵۷)

تارِ نظر نے باندھ لیا ہے بہار کو
نیرنگیِ تصورِ بے اعتبار کو
نامِ خزاں پہ یاس لُٹا دو بہار کو
بازیچۂ دورنگیِ لیل و نہار کو
دے کچھ تو دادِ طبعِ ندامت شعار کو
کیا دیکھتا ہے لغزشِ بے اختیار کو
دیدار تو دکھائے کہیں صبحِ مُنتظَر
حاضر ہے سر بھی سجدۂ بے اختیار کو
خانہ خراب عشق نے دل میں پناہ لی
دارالاماں سمجھ کے اِس اجڑے دیار کو
کچھ ہوش ہو تو آنکھوں ہی آنکھوں میں تولیے
آغازِ پُرفریب سے انجامِ کار کو

دل نے بزورِ عشق لگایا ہے راہ پر
گُم گشتگانِ غم کدۂ روزگار کو

بیگانہ وار ایک ہی رُخ سے نہ دیکھیے
دنیا کے ہر مشاہدۂ ناگوار کو

میزانِ عدل آئی اب ایسوں کے ہاتھ میں
کانٹوں سے تولتے ہیں جو پھُولوں کے ہار کو

یاد آئی آشیانۂ پُرخار کی خلش
دل ڈھونڈتا ہے پھر اُسی اُجڑے دیار کو

مہندی بندھی نہیں مرے پائے خیال میں
چاہوں تو کھینچ لاؤں گزشتہ بہار کو

حیرت نے شش جہت میں نظر بند کر دیا
نامحرمِ طلسمِ خزان و بہار کو

بے چارے بدنصیب گرفتارِ آشیاں
کیا جانیں گرم و سردِ خزان و بہار کو

آج آشیاں بھی اُن پہ ہے مارے خوشی کے تنگ
روتے تھے کل جو کشمکشِ ناگوار کو

بادِ سحر کجا، پرِ پروانہ شام سے
بھڑکا رہے تھے شعلۂ بے اختیار کو

سہو و خطا ودیعتِ فطرت سہی مگر
سمجھاؤں کیا ضمیرِ ملامت شعار کو

اللہ رے اختیار کہ آمادہ کر لیا
فکرِ محال پر دلِ بے اختیار کو

ساحل کہاں دو آبۂ اُمید و بیم کا
تہ پر بٹھا دو یاسِ دلِ بے قرار کو

(۱۹۲۲ء)

(۵۸)

نظر آئے گا کیا ظلمت کدے میں چشمِ حیراں کو
اندھیرے کا اجالا جانیے خوابِ پریشاں کو

یہ کس نے گرمِ رفتارِ فنا کی راہ کھوٹی کی؟
بٹھا کر پردۂ فانوس میں شمعِ شبستاں کو

دلِ بیدار گھبرائے نہ کیوں اِس اندھی نگری میں
نگاہیں ڈھونڈتی ہیں اِک دیارِ بے شبستاں کو

طلسمِ رنگ و بو کیسا؟ فریبِ آرزو کیسا؟
اُٹھا کر رکھ دیا جب طاقِ نسیاں پر گلستاں کو

اسیروں کی یہ خاموشی کسی دن رنگ لائے گی
قفس سے چھوٹ کر سر پر اُٹھا لیں گے گلستاں کو

مزاجِ حُسن بدلے، آسماں بدلے، زمیں بدلے
سزائے عشق کیا بدلے گی ذوقِ ناپشیماں کو؟

ترا دیوانہ کیوں آزادیِ موہوم کی دُھن میں
سر اپنا آپ پھوڑے توڑ کر زنجیرِ احساں کو

دلِ بےحوصلہ کیا اور شوقِ خیرمقدم کیا
بتا دیتا ہے رستہ خانۂ دربستہ مہماں کو

سراپا غرق ہو کر لذتِ ترکِ تماشا میں
دکھاؤں گا تماشا ایک دن حُسنِ پشیماں کو

گرفتارانِ ساحل کود پڑتے ڈر نکل جاتا
کبھی تو زیستِ مشکل آزماتی مرگِ آساں کو

مبارک ہو مبارک، ساحلِ رحمت پہ دم لینا
قدم مارا تو ڈر کیا، پیَر جا دریائے عصیاں کو

دلِ دیوانہ مجھ کو کس بلا کے بن میں لے آیا
اِسی میں خیر ہے، پھر لے چل اُلٹے پاؤں زنداں کو

گناہِ بے حقیقت کو قلم نے کتنا چمکایا!
بھڑک اُٹھتا ہوں میں جب دیکھتا ہوں فردِ عصیاں کو

ارادے سے عمل تک کچھ تو اپنا دسترس ہوتا
بغل میں پالتے کیوں یاس دل سے دشمنِ جاں کو

(۱۹۲۵ء)

(۵۹)

اپنی ہستی خود ہم آغوشِ فنا ہو جائے گی
موجِ دریا آپ ساحل آشنا ہو جائے گی

تہ کا اندیشہ رہے گا پھر نہ ساحل کی ہوس
دل سے جب قطعِ اُمیدِ بے وفا ہو جائے گی

شب کی شب بزمِ طرب ہے پردہ دارِ انقلاب
صبح تک آئینۂ عبرت نما ہو جائے گی

جانِ ایماں ہے ابھی وہ آنکھ شرمائی ہوئی
کیفیت میں ڈوب کر کیا جانے کیا ہو جائے گی

(۱۹۱۵ء)

(۶۰)

کارگاہِ دنیا کی نیستی بھی ہستی ہے
اِک طرف اُجڑتی ہے، ایک سمت بستی ہے

بے دلوں کی ہستی کیا، جیتے ہیں نہ مرتے ہیں
خواب ہے نہ بیداری، ہوش ہے نہ مستی ہے

کیا بتاؤں کیا ہوں میں، قدرتِ خدا ہوں میں
میری خود پرستی بھی عینِ حق پرستی ہے

کیمیائے دل کیا ہے، خاک ہے مگر کیسی؟
لیجیے تو مہنگی ہے، بیچیے تو سستی ہے

خضرِ منزل اپنا ہوں، اپنی راہ چلتا ہوں
میرے حال پر دنیا کیا سمجھ کے ہنستی ہے

کیا کہوں سفر اپنا ختم کیوں نہیں ہوتا
فکر کی بلندی یا حوصلے کی پستی ہے

حُسنِ بے تماشا کی دُھوم کیا معمّا ہے
کان بھی ہیں نامحرم آنکھ بھی ترستی ہے

چتونوں سے ملتا ہے کچھ سراغ باطن کا
چال سے تو کافر پر سادگی برستی ہے

ترکِ لذّتِ دنیا کیجیے تو کس دل سے؟
ذوقِ پارسائی کیا؟ فیضِ تنگ دستی ہے

دیدنی ہے یاسؔ اپنے رنج و غم کی طغیانی
جھوم جھوم کر کیا کیا یہ گھٹا برستی ہے

(۱۹۲۳ء)

(۶۱)

ترک گفتن بہ خیالِ خام را — دامنِ آغازِ بے انجام را

نے سوادِ منزلے نے ساحلے — گرد باد و موجِ بے آرام را

دیدۂ نامحرمِ فردائے ما — خوش نکرد آغازِ نیک انجام را

کور تر خواہیم و خارے بشکنیم — دیدۂ نامحرمِ انجام را

صنعتِ مشاطۂ فطرت دہد — جلوۂ نو حُسنِ صبح و شام را

دخل نبود در شبستانِ عدم — فتنۂ بیدارِ صبح و شام را

نیست جائے در دلِ بے مدّعا — خار خارِ کوششِ ناکام را

فتنۂ فردا بہ فریادم رسید — شکر گویم حشرِ بے ہنگام را

آں کہ جوید کعبۂ خلوت مثال — ترک گوید سجدہ گاہِ عام را

مُژدۂ غم می زند ناخن بہ دل — مبتلائے دردِ خوش انجام را

یاسؔ در دارالامانِ بے دلی
"خاک بر سر کُن غمِ ایام را"

(۱۹۲۱ء)

(۶۲)

نشتر کی غزل: ۳۶ کے یہ نو شعر:

۱ تا ۵، ۱۱ تا ۱۴۔

☆ سجدہ گاہِ عام: کعبے سے مراد ہے۔ (آیاتِ وجدانی، طبع اوّل، ص ۲۳۰)

(۶۳)

نشتر کی غزل: ۳۵ کے یہ نو شعر:

۱، ۷، ۹، ۱۱ تا ۱۳، ۱۶، ۱۷۔

(۶۴)

لپٹتی ہے بہت یادِ وطن جب دامنِ دل سے
پلٹ کر اِک سلامِ شوق کر لیتا ہوں منزل سے

نظر آئے جب آثارِ جدائی رنگِ محفل سے
نگاہِ یاس بیگانہ ہوئی یارانِ یک دل سے

اُبھرنے کے نہیں، بحرِ فنا میں ڈوبنے والے
دُرِ مقصود ہی گُم ہے تو پھر کیا کام ساحل سے

تصوّر لالہ و گل کا خزاں میں بھی نہیں مٹتا
نگاہِ شوق وابستہ ہے اب تک نقشِ باطل سے

نہیں معلوم، کیا لذت اُٹھائی ہے اسیری میں
دلِ وحشی پھڑک اُٹھتا ہے آوازِ سلاسل سے

کسی شَے میں نہ ہوگی بادۂ عرفاں کی گنجائش
لڑا لے ساغرِ جم کو بھی کوئی شیشۂ دل سے

تصوّر نے دکھایا شاہدِ مقصود کا جلوہ
اُتر آئی ہے لیلیٰ سرزمینِ دل پہ محمل سے

رہے گی چارِ دیوارِ عناصر درمیاں کب تک
اٹھے گا زلزلہ اِک دن اِسی بیٹھے ہوئے دل سے

کہاں تک پردۂ فانوس سے سر کی بلا ٹلتی
ازل سے لاگ تھی بادِ فنا کو شمعِ محفل سے

یہیں سے سیر کرلو یاسؔ اِتنی دور کیوں جاؤ
عدم آباد کا ڈانڈا ملا ہے کوئے قاتل سے

(۱۹۱۴ء)

(۶۵)

موت آئی، آنے دیجیے، پروا نہ کیجیے
منزل ہے ختم، سجدۂ شکرانہ کیجیے

زنہار ترکِ لذّتِ ایذا نہ کیجیے
ہرگز گناہِ عشق سے توبہ نہ کیجیے

نا آشنائے حُسن کو کیا اعتبارِ عشق
اندھوں کے آگے بیٹھ کے رویا نہ کیجیے

تہ کی خبر بھی لائیے ساحل کے شوق میں
کوشش بقدرِ ہمّتِ مردانہ کیجیے

وہ دن گئے کہ دل کو ہوس تھی گناہ کی
یادش بخیر، ذکر اب اُس کا نہ کیجیے

ساون میں خاک اُڑتی ہے دل ہے رُندھا ہوا
جی چاہتا ہے گریۂ مستانہ کیجیے

دیوانہ وار دوڑ کے کوئی لپٹ نہ جائے
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دیکھا نہ کیجیے

(۱۹۲۰ء)

(۶۶)

ہجومِ یاس سے دل کا یہ حال ہوتا ہے
شہید جیسے کوئی پائمال ہوتا ہے

فریبِ نفس کا جب احتمال ہوتا ہے
تو فرقِ عشق و ہوس بھی محال ہوتا ہے

بقدرِ حوصلہ ملتی ہے دادِ عشق و ہوس
مزاجِ حسن میں کیا اعتدال ہوتا ہے

یہ عیب ہے کہ مٹائے سے مٹ نہیں سکتا
وہ حسن ہے جو سریع الزوال ہوتا ہے

یہ کیا صفت ہے کہ ایک ایک خاک کا پتلا
جہاں میں آپ ہی اپنی مثال ہوتا ہے

نئی زمین، نیا آسماں، نئی دنیا
عجیب شئے یہ طلسمِ خیال ہوتا ہے

کتابِ عمر ہے گویا انیسِ تنہائی
نظر میں قصۂ ماضی و حال ہوتا ہے
خراب ہو چلی زندانِ آب و گِل کی ہوا
اب ایک سانس بھی لینا محال ہوتا ہے
اُمید و بیم کا کوسوں پتا نہیں ملتا
خراب جب یہ طلسمِ خیال ہوتا ہے
خدا میں شک ہے تو ہو، موت میں نہیں کوئی شک
مشاہدے میں کہیں احتمال ہوتا ہے
بھڑکتی جاتی ہے شوقِ فنا میں شمع کی لَو
نسیمِ صبح سے اور اشتعال ہوتا ہے
زُلال و دُرد ہیں دونوں دوائے دردِ خمار
بس ایک گھونٹ میں چہرہ بحال ہوتا ہے
قفس میں ذکرِ نشیمن گناہِ بے لذت
نہ ہم زباں نہ کوئی ہم خیال ہوتا ہے
بہارِ عمرِ گزشتہ پہ بھیجیے صلوات
خزاں میں ذکرِ خزاں حسبِ حال ہوتا ہے
خزاں کی ضد پہ یہ باندھی ہے باغباں نے کمر
چمن کو آگ لگا کر نہال ہوتا ہے

نگاہِ یاس سے اوجھل ہے کاروانِ عدم

جرس کے شور سے دل پائمال ہوتا ہے

(۱۹۱۶ء)

(۶۷)

حال دونوں کا ہے غیر، اب سامنا مشکل کا ہے

دل کو میرا درد ہے اور مجھ کو رونا دل کا ہے

وحشت آبادِ جہاں میں دل بہلنے کا نہیں

رنگ کچھ پہلے ہی سے بے رنگ اِس محفل کا ہے

واہ کیا کہنا ہے، اے کوتاہیِ دستِ ہوس!

دورِ آخر ہے مگر پاسِ ادب محفل کا ہے

جذبۂ صادق ہے اِک صورت گرِ نازک خیال

جلوہ گاہِ دل، مرقع یار کی محفل کا ہے

رنگ لائی ہے بہارِ لالۂ خونیں کفن

صحنِ جنت اِک نمونہ کوچۂ قاتل کا ہے

دھوپ میں ہیں تشنۂ دیدار لاکھوں جاں بلب

کیا قیامت خیز منظر کوچۂ قاتل کا ہے

کشتگانِ ناز اب کروٹ بدلنے کے نہیں

نیند گہری، مُنھ پہ سایہ دامنِ قاتل کا ہے

آپ کے بیمارِ غم نے سختیاں جھیلیں بہت
شب بخیر! اِک اور دھاوا آخری منزل کا ہے

چار دیوارِ عناصر پھاندنا آساں نہیں
سخت مشکل مرحلہ زندانِ آب و گِل کا ہے

گم ہوئے ہوش و حواس ایسے محیطِ عشق میں
ڈوبنے والوں کو اب تہ پر گماں ساحل کا ہے

سیکڑوں آوارۂ صحرا نظر آئے مگر
کوئی صورت آشنا بھی صاحبِ محمل کا ہے؟

چشمِ نامحرم سے، غافل، روئے لیلیٰ ہے نہاں
ورنہ اِک دھوکا ہی دھوکا پردۂ محمل کا ہے

حضرتِ مجنوں کجا، نظّارۂ لیلیٰ کجا
ایک پردہ آنکھ کا ہے، دوسرا محمل کا ہے

بھاگتا ہے یار آغوشِ تصوّر سے بھی دُور
کیا ٹھکانا یاسؔ اِس اندیشۂ باطل کا ہے

(۱۹۱۶ء)

(۶۸)

ارے یہ کھیل ہیں یا شاہکار قدرت کے؟
نکل سکے نہ کوئی دو بھی ایک صورت کے

خدا پرست بھی بندے ہیں حسنِ فطرت کے
سمجھ میں آئے نہ راز اِس طلسمِ حیرت کے

ازل سے کیوں تپشِ بے سبب ہے ہر دل میں
کھُلے نہ راز نہاں خانۂ حقیقت کے

دکھائی خوابِ پریشاں نے سیرِ رنگارنگ
بھرم کھُلے نہ طلسماتِ بے حقیقت کے

ہمیشہ منتظرِ انقلاب رہتے ہیں
مزاج داں ہیں جو ہنگامہ زارِ فطرت کے

بلند و پست برابر ہیں اپنی آنکھوں میں
خیالِ خام ہے یا ولولے ہیں ہمت کے

ٹھٹک رہے حرم و دیر کے دوراہے پر
خلاف جا نہ سکے شاہراہِ فطرت کے

پلٹ کے پھر وہی آوازِ بازگشت آئی
بڑھے نہ حوصلے فریادِ بے اجازت کے

دکھائی موت نے تصویرِ وعدۂ فردا
ہوائے شوق نے پردے اُٹھائے غفلت کے

وطن تو کیا ہے، ہوائے وطن سے ہیں بیزار
لپٹ رہے جو بگولوں سے دشتِ غربت کے

گلا نہ کاٹ سکے اپنا، وائے ناکامی!
پہاڑ کاٹتے ہیں روز و شب مصیبت کے

زمیں پہ نُور کے پُتلوں نے کیوں ڈھی دی ہے
کفن ملے تو سمجھنا دھنی تھے قسمت کے

سعادتِ ابدی ہے مشیّتِ ازلی
ہوس فضول، بھروسے پہ حُسنِ خدمت کے

اُسی نے خاک کیا تھا، اُسی نے پاک کیا
خوشا نصیب جو پالے پڑے محبّت کے

نگاہِ یاس ہے آئینۂ غمِ فردا
نظر کے سامنے سامان ہیں قیامت کے

(۱۹۱۴ء)

(۶۹)

غضب کی دُھوم شبستانِ روزگار میں ہے
کشش بلا کی تماشائے ناگوار میں ہے

دکھائی آج ہی آنکھوں نے صورتِ فردا
خزاں کی سیر بھی ہنگامۂ بہار میں ہے

غبار بن کے لپٹتی ہے دامنِ دل سے
مٹے پہ بھی، وہی دل بستگی بہار میں ہے

دعائے شوق کجا، ایک ہاتھ ہے دل پر
اور ایک ہاتھ گریبانِ تار تار میں ہے

ہنوز گوش بر آوازِ غیر ہے کوئی
اُمیدوارِ ازل اب تک انتظار میں ہے

قسم ہے وعدۂ صبر آزمائے جاناں کی
کہ لذّتِ ابدی ہے تو انتظار میں ہے

دوا میں اور دعا میں تو اب اثر معلوم
بس اِک اُمیدِ اثر ضبطِ ناگوار میں ہے

چلے چلو دلِ دیوانہ کے اشارے پر
محال و ممکن سب اُس کے اختیار میں ہے٭

(۱۹۱۷ء)

(۷۰)

سلامت رہیں دل میں گھر کرنے والے
اِس اُجڑے مکاں میں بسر کرنے والے

گلے پر چھُری کیوں نہیں پھیر دیتے؟
اسیروں کو بے بال و پر کرنے والے

اندھیرے اُجالے کہیں تو ملیں گے
وطن سے ہمیں دربدر کرنے والے

٭ اس مصرعے کے وزن کے لیے رک: حاشیہ ۶۹، آیات اول۔ (مرتب)

چھُپے دامنِ ابرِ رحمت میں آخر
سیہ کاریوں میں بسر کرنے والے
گریباں میں مُنھ ڈال کر خود تو دیکھیں
برائی پہ میری نظر کرنے والے
طلسمِ حوادث کی تہ کو نہ پہنچے
زمانے پہ گہری نظر کرنے والے
اِس آئینہ خانے میں کیا سر اُٹھاتے؟
حقیقت پر اپنی نظر کرنے والے
بہارِ دو روزہ سے دل کیا بہلتا
خبر کر چلے تھے خبر کرنے والے
کھڑے ہیں دوراہے پہ دَیر و حرم کے
تری جستجو میں سفر کرنے والے
سرِ شام گُل ہو گئی شمعِ بالیں
سلامت ہیں اب تک سحر کرنے والے
کجا صحنِ عالم، کجا کنجِ مرقد!
بسر کر رہے ہیں، بسر کرنے والے

یگانہ وہی فاتحِ لکھنؤ ہیں
دلِ سنگ و آہن میں گھر کرنے والے

(۱۹۱۵ء)

(۱۷)

آہِ بیمار کارگر نہ ہوئی
چرخ کانپا مگر سحر نہ ہوئی

صبحِ محشر ہوئی شبِ تاریک
صورتِ یار جلوہ گر نہ ہوئی

شبِ اُمید کٹ گئی لیکن
زندگی اپنی مختصر نہ ہوئی

دُور سے آج اُن کو دیکھ لیا
دل کو تسکین ہوئی، مگر نہ ہوئی

آنکھوں آنکھوں میں لے لیا وعدہ
کانوں کان ایک کو خبر نہ ہوئی

اف ری چشمِ عتاب، اف رے جلال
برقِ سوزاں ہوئی نظر نہ ہوئی

فکرِ انجام و حسرتِ آغاز
دو گھڑی چین سے بسر نہ ہوئی

کھُلنے والا نہیں درِ توبہ
فکرِ انجام وقت پر نہ ہوئی

ایسا رونا بھی کوئی رونا ہے
آستین آنسوؤں سے تر نہ ہوئی
ہٹ کے بالیں سے لوگ روتے ہیں
جیسے بیمار کو خبر نہ ہوئی
لُٹ گیا سارا کاروانِ عدم
ایک کو ایک کی خبر نہ ہوئی

نیم جاں چھوڑ کر چلا قاتل
نگہِ یاسؔ کارگر نہ ہوئی

(۷۲)

اُداسی چھا گئی چہرے پہ شمعِ محفل کے
نسیمِ صبح سے شعلے بھڑک اُٹھے دل کے
شریکِ حال نہیں ہے کوئی تو کیا پروا
دلیلِ راہِ☆ محبت ہیں ولولے دل کے
عجب نہیں کہ بپا ہو یہیں سے فتنۂ حشر
زمانے بھر میں ہیں سارے فساد اِسی دل کے

☆ دلیلِ راہ بمعنی رہ نما۔ (یاسؔ)

نہ سنگِ میل، نہ نقشِ قدم، نہ بانگِ جرس
بھٹک نہ جائیں مسافر عدم کی منزل کے

خوشی کے مارے زمیں پر قدم نہیں رکھتے
جب آئے قافلے والے قریب منزل کے

نظارۂ رخِ لیلیٰ مبارک اے مجنوں
نگاہِ شوق نے پردے اُٹھائے محمل کے

مشاہدے کو اِک آئینۂ جمال دیا
کمالِ عشق نے جوہر دکھا دیے دل کے

زبانِ یاس سے افسانۂ سحر سنیے
وہ رونا شمع کا پروانوں سے گلے مل کے

(۱۹۱۰ء)

(۷۳)

آغوش میں اب اُن کو، کیا کھینچتی ہے دنیا
بیگانگی نے جن کو اپنا بنا لیا ہے

منزل کی فکر کیوں ہو، جب تُو ہو اور میں ہوں
پیچھے نہ پھر کے دیکھوں کعبہ بھی ہو تو کیا ہے

دستِ دعا سے اُٹھا پردہ جو درمیاں تھا
اُٹھتی ہے آنکھ کیوں کر اب یہ بھی دیکھنا ہے

غواصِ رمزِ فطرت ساحل کے پاس، پہلے
غوطے لگا رہا تھا، اب غوطے کھا رہا ہے
(۱۹۲۳ء)

(۷۴)

ٹھوکریں کھلوائیں کیا کیا پائے بے زنجیر نے
گردشِ تقدیر نے جولانیِ تدبیر نے
عالمِ اسباب سے کیا فیضِ ناکامی ملا
راہ پر لا کر مجھے بھٹکا دیا تقدیر نے
کارواں کتنے بگولے بن کے غائب ہو گئے
خاک سے یکساں کیا جولاں گہِ تدبیر نے
باز آئے زندگی کے خوابِ رنگارنگ سے
دست و پا گم کردیے اندیشۂ تعبیر نے
داد خواہی کو اُٹھا ہے ذرّۂ پامال تک
سوتے فتنوں کو جگایا حشرِ عالم گیر نے
ماتمِ حسرت کیا پہلے گریباں پھاڑ کر
پھر دعا دی دشمنوں کو دستِ بے شمشیر نے
جان دے کر ایک حکمِ آخری مانا تو کیا
لکھ دیا جب سرکشوں میں کاتبِ تقدیر نے

واہ کیا کہنا، مجسم کر دیا موہوم کو

نقش بندانِ ازل کی شوخیِ تحریر نے

جم گئی گردِ فنا ایسی کہ چھٹنے کی نہیں

کس غضب کا رنگ پکڑا یاس کی تصویر نے

(۱۹۱۹ء)

(۷۵)

سنگ دل بھی یاد کرتے ہیں تہِ دل سے مجھے

فتحِ حق کی داد مل جاتی ہے باطل سے مجھے

ہمتِ عالی سلامت ہے تو اندیشہ ہو کیا

پائے در زنجیر سے یا پائے در گِل سے مجھے

بڑھ گئی قیدِ خودی پر اور اِک قیدِ فرنگ

آزماتے ہیں وہ اب طوق و سلاسل سے مجھے

ہے کوئی ایسا، ملا دے شاہدِ مقصود سے

یوسفِ گم گشتۂ ویرانۂ دل سے مجھے

لگ گئی لَو عالمِ بالا سے، آنکھیں کھُل گئیں

مل گیا درسِ فنا جب شمعِ محفل سے مجھے

ناخدا اپنی سی کر گزرا مگر مجبور تھا

کھینچ لایا پھر دُرِ مقصود ساحل سے مجھے

خواب سے اندیشۂ فردا نے چونکایا تو کیا
غفلتِ امروز فرصت دے گی مشکل سے مجھے

دُور سے ہنستے ہیں ظالم پاشکستہ جان کر
خیرمقدم کی صدا دیتے ہیں منزل سے مجھے

مانگنے دیتا نہیں پانی دلِ ایذا طلب
خوں بہا کیا مانگنے دے گا یہ قاتل سے مجھے

دردِ سر کی جستجو تھی دردِ دل حاصل ہوا
واہ کیا دولت ملی اِس فکرِ باطل سے مجھے

جلوۂ بے رنگ تھا پردے کے اندر کچھ نہ تھا
حق بجانب تھا جو اندیشہ تھا محمل سے مجھے

دیدۂ دل بے نیازِ جلوۂ اُمید ہے
یاس کیا دل بستگی اِس نقشِ باطل سے مجھے

(۱۹۱۹ء)

(۷۶)

مزہ گناہ کا جب تھا کہ باوضو کرتے
بتوں کو سجدہ بھی کرتے تو قبلہ رُو کرتے

کبھی نہ پرورشِ نخلِ آرزو کرتے
نمو سے پہلے جو اندیشۂ نمو کرتے

سُنیں نہ دل سے تو پھر کیا پڑی تھی خاروں کو
کہ گل کو محرمِ انجامِ رنگ و بُو کرتے

گناہ تھا بھی تو کیسا گناہِ بے لذت
قفس میں بیٹھ کے کیا یادِ رنگ و بو کرتے

بہانہ چاہتی تھی موت، بس نہ تھا اپنا
کہ میزبانیِ مہمانِ حیلہ جُو کرتے

دلیلِ راہ☆، دلِ شب چراغ تھا تنہا
بلند و پست میں گزری ہے جستجو کرتے

ازل سے جو کششِ مرکزی کے تھے پابند
ہوا کی طرح وہ کیا سیرِ چار سُو کرتے

فلک نے بھول بھلیوں میں ڈال رکھا تھا
ہم اُن کو ڈھونڈتے یا اپنی جستجو کرتے

اسیرِ حال نہ مُردوں میں ہیں نہ زندوں میں
زبان کٹتی ہے آپس میں گفتگو کرتے

پناہ ملتی نہ اُمیدِ بے وفا کو کہیں
ہوس نصیب اگر ترکِ آرزو کرتے

☆ دلیلِ راہ بمعنی رہ نما۔ (یاس)

ازالہ دل کی نجاست کا اور کیا ہوتا
جلا کے خاک نہ کرتے تو کیا لہو کرتے؟

مزارِ یاسؔ پہ کرتے ہیں شکر کے سجدے
دعائے خیر تو کیا اہلِ لکھنؤ کرتے

(۱۹۱۹ء)

(۷۷)

ہوش اُڑتے ہیں دورنگیِ لیل و نہار سے
فصلِ خزاں ہے دست و گریباں بہار سے

ہم دل جلوں کو راس نہ آئی ہوائے گُل
اک آگ سی برستی ہے ابرِ بہار سے

آنکھ اپنی چرخِ عربدہ جُو سے لڑی رہی
اٹکا نہ دل زمانۂ بے اعتبار سے

بانگِ جرس سے کیا عجب آگے نکل چلے
باہر ہے اپنی جانِ حزیں اختیار سے

تابِ نگاہ کی نہیں آنکھوں سے چشم داشت
کیا لَو لگائیں وعدۂ دیدارِ یار سے

آنکھوں کو بند کر کے تصوّر میں موت کے
پائی نجات کشمکشِ روزگار سے

یاسؔ اب ذلیل ہی کو سمجھتے ہیں سب عزیز
کانٹے چمن کے تُلتے ہیں پھولوں کے بار سے
(۱۹۱۶ء)

(۷۸)

نگاہِ شوق ہوتی یا نگاہِ واپسیں ہوتی
بہر صورت، زبانِ گنگ معنی آفریں ہوتی
اُمید و بیمِ روز افزوں وبالِ جان و دل ٹھہری
فنا کے بعد بھی تا حشر یکسُوئی نہیں ہوتی
نہیں سُنتا کسی کی پائے نافرماں نہیں سُنتا
سفر کیا اُس مسافر کا، طلب جس کی نہیں ہوتی
وہ محرومِ ازل ہیں دھیان میں لاتا نہیں کوئی
محبت کیا، نکموں سے عداوت تک نہیں ہوتی
قیامت خانۂ دل جنتِ صبر و سکوں ہوتا
محیطِ چرخ کے باہر اگر یہ سرزمیں ہوتی
نگاہِ مضطرب کی حد ہے فانوسِ خیالی تک
قیامت تھی اگر پروانۂ شمعِ یقیں ہوتی
ازل سے کشتیِ اُمید تھی بیگانۂ ساحل
جہاں پایاب ہے دریا، وہاں بھی تہ نشیں ہوتی

یہ آبِ آتشیں ہے اور یہ دریا خونِ ناحق کا
مگر نفسِ شقی کی، پیاس میں تسکیں نہیں ہوتی

غضب ہے مُنھ چُھپانا سجدۂ ناحق کے پردے میں
بلا سے تختۂ مشقِ ستم لوحِ جبیں ہوتی

فقط دل کی بدولت گرم ہے پہلوئے جاں ورنہ
جسد میں روح اک دیوانۂ تنہا نشیں ہوتی

خزاں سے پہلے ہی کاش اپنی آنکھیں بند ہو جاتیں
بہارِ اولیں ہوتی نگاہِ واپسیں ہوتی

جو رو سکتے تو آنسو پونچھنے والے بھی مل جاتے
شریکِ رنج و غم، دامن سے پہلے آستیں ہوتی

دمِ آخر فریبِ جلوۂ بے رنگ نے مارا
نگاہِ یاس ورنہ کیوں گنہ گارِ یقیں ہوتی

(۱۹۱۹ء)

(۷۹)

اضطرابِ بال و پرِ پروانہ وارم دادہ اند
جائے دل یک شعلۂ بے اختیارم دادہ اند

تشنۂ موجِ سرابم پابجولاں می روم
منزلِ موہوم و پائے بے قرارم دادہ اند

می دہد ہر منزلِ نو شوقِ پروازِ دگر
در پے عنقا فریبِ خوشگوارم دادہ اند

گوشِ نامحرم نیرزد جز صدائے بازگشت
صد جوابِ التجا، بیگانہ وارم دادہ اند

از فضائے عالمِ بالا فتادم سرنگوں
سُوے پستی لغزشِ بے اختیارم دادہ اند

خویش را بہرِ تماشا درمیاں دزدیدہ ام
جاے خوش در پہلوے گُل ہمچو خارم دادہ اند

مژدۂ تسکیں یگانہ کے نصیبِ من شود
یک پیامِ زیرِ لب بیگانہ وارم دادہ اند

(۸۰)

دیکھا دیکھی جو کوئی آپ کا دیوانہ بنے
نقد کیا، جان بھی دے بیٹھے تو سودا نہ بنے

دل اگر گردشِ تقدیر سے دریا نہ بنے
تشنہ کاموں کے لیے کاشکے پیمانہ بنے

دل وہی دل ہے جو ہو اپنی حرارت سے فنا
خاک ہو جائے مگر آگ بگولا نہ بنے

بجھ گیا دل کا کنول کشمکشِ شوق کجا
شمعِ خاموش کا کیوں کر کوئی پروانہ بنے

زندہ در گور کیا اِس دلِ وارفتہ نے
جیتے جی کوچہ و بازار میں افسانہ بنے

کیوں اجل، ہے کوئی ایسا کہ مرا مُنھ سی دے
بات اپنی نہیں بننے کی تو اچھا نہ بنے

آپ آتے تھے مگر موت کو پہلے بھیجا
چال ایسی تو چلے کوئی کہ جھوٹا نہ بنے

رات دن شوقِ رہائی میں کوئی سر پٹکے
کوئی زنجیر کی جھنکار سے دیوانہ بنے

قیمتِ دل تو ہے معلوم مگر کیا کہیے
مول جب تک نہ کرے کوئی تو سودا نہ بنے

دلِ آگاہ پہ جادو نہ چلے گا کوئی
ہاں مگر مصلحتِ وقت سے دیوانہ بنے

اتری جاتی ہے مرے دل میں صدائے ناقوس
اب خدا چاہے تو کعبہ بھی صنم خانہ بنے

کہیے کعبے کو سدھارے کہ صنم خانے کو
دیکھا دیکھی جو کوئی آپ کا دیوانہ بنے

وحشت آبادِ عدم ہے وہ دیارِ خاموش

کہ قدم رکھتے ہی ایک ایک سے بیگانہ بنے

ڈوب کر دیکھے تو انسان کہیں کا نہ رہے

عینِ حکمت ہے اگر آپ سے بیگانہ بنے

نام لے کر ترا، بہزاد اُٹھاتا ہے قلم

نقشِ موہوم مگر ٹھیک بنے یا نہ بنے

نگہِ یاسؔ ارے توبہ، جدھر اُٹھ جائے

دل تو کیا عالمِ ایجاد بھی ویرانہ بنے

نہ چھُپا پر نہ چھُپا جوہرِ عالی ظرفی

یاسؔ مٹنے پہ بھی خاکِ درِ مے خانہ بنے

(۱۹۱۶ء)

(۸۱)

ہمہ تن شمع بنے یا ہمہ تن دل ہو جائے

جل کے ٹھنڈا کہیں پروانۂ محفل ہو جائے

حسنِ بے رنگ کہیں رنگ پکڑ سکتا ہے؟

پردہ جب تک نہ کوئی بیچ میں حائل ہو جائے

حُسن وہ حُسن کبھی جس کی حقیقت نہ کھُلے

رنگ وہ رنگ جو ہر رنگ میں شامل ہو جائے

دل ملا ، درد ملا ، درد کا مطلب نہ ملا
کاش وہ مطلبِ نایاب بھی حاصل ہو جائے

پائے خودسر تو ارادے سے عمل تک پہنچا
کیا غضب ہو کوئی دیوار جو حائل ہو جائے

خاک کا پُتلا ہے رفتارِ نمو سے مجبور
ہمہ تن سنگ بنے یا ہمہ تن دل ہوجائے

صلح جوئی نے گنہ گار مجھے ٹھہرایا
جُرم ثابت جو کیا چاہو تو مشکل ہوجائے

بھُولنا سہل ، گناہوں کا بُھلانا مشکل
تُو جو یاد آئے تو آسان یہ مشکل ہوجائے

حق میں اَوروں کے تری ذات سراپا احساں
وائے قسمت کہ مری ضد سے تُو عادل ہو جائے

کون ٹھہرائے پھر اِس کشتیِ بے لنگر کو
دل اگر دردِ خداداد کی منزل ہوجائے

ناخدا کو نہیں اب تک تہِ دریا کی خبر
ڈوب کر دیکھے تو بیگانۂ ساحل ہوجائے

ایک ہی سجدہ کیا دوسرے کا ہوش کجا
ایسے سجدے کا یہ انجام کہ باطل ہو جائے

زندہ درگور ہوں موت آئے تو سر آنکھوں پر
مگر ایسا نہ ہو مہماں کوئی نازل ہوجائے

اپنی ضد، اپنی مشیت پہ جو آجائے کوئی
یاسؔ سب حسنِ عمل دفترِ باطل ہوجائے

(۱۹۲۳ء)

(۸۲)

کھُل گئے عیب و ہنر سب کاتبِ تقدیر کے
رنگ ہیں آمادۂ پرواز ہر تصویر کے

وہمِ باطل ہے سراسر صورت آبادِ جہاں
راز کھُل سکتے نہیں اِس خوابِ بے تعبیر کے

کوئی تصویرِ خزاں ہے کوئی تصویرِ بہار
دیدنی ہیں کارنامے خامۂ تقدیر کے

کارخانہ تھا ہوا پر، حُسنِ مشتِ خاک کا
کھُل گئے آخر فریب اِس بولتی تصویر کے

کوئی بندہ عشق کا ہے کوئی بندہ عقل کا
پاؤں اپنے ہی نہ تھے قابل کسی زنجیر کے

شوقِ منزل میں زمیں پر پاؤں تک پڑتے نہیں
حوصلے پھر کیا بڑھیں گے خارِ دامن گیر کے

خاک میں مل جائے گی سب عزتِ مردانگی
ظلم کے ہاتھوں اگر جوہر کھُلے شمشیر کے

نوح کا طوفان جن کے حق میں ہو بادِ مراد
وہ کبھی قائل نہ ہوں گے گردشِ تقدیر کے

یاس سر سے پاؤں تک اُمید ہی اُمید تھے
فرد جب تک ہاتھ میں تھی کاتبِ تقدیر کے

(۱۹۱۷ء)

(۸۳)

نہ انتقام کی عادت نہ دل دکھانے کی
بدی بھی کر نہیں آتی مجھے، کُجا نیکی؟

دُہائی ہے دلِ درد آشنا دُہائی ہے
کہ آہِ سرد پہ تُہمت ہے دل دُکھانے کی

سمجھ میں آئی نہ زندانِ شش جہت کی کشش
کہ پاؤں رکھنے کی جا ہے نہ بھاگ جانے کی

ہوا کے ساتھ پھرے چار سمت آوارہ
قدم اٹھائے جو رفتار پر زمانے کی

فریبِ بانگِ جرس کیا عجب کنوئیں میں گرائے
صلاح ٹھہری ہے اب دل سے بیٹھ جانے کی

ہر ایک ذرّے سے آتی ہے بُوئے زندہ دلی
نہ جانے خاک ہے اپنی کس آستانے کی

یقینِ وعدۂ فردا سے دل ہے مالامال
نظر میں دولتِ دنیا نہیں سمانے کی

نہ جانے کون ہے وحدت سرائے دل میں اسیر
کہ وہم کو بھی اجازت نہیں ہے آنے کی

ہوا کا دخل نہیں یاں، وہاں ہوا کا عمل
قفس کی سُست بِنا ہے کہ آشیانے کی؟

پلٹ کے گُل میں نہ آئے گی بوئے مستانہ
نکل کے روحِ رواں مُنہ نہیں دکھانے کی

اب اپنے ختمِ سفر میں کچھ ایسی دیر نہیں
جو دیر ہے تو فقط تھک کے بیٹھ جانے کی

اُدھر اجل نے دیا حکمِ بازگشتِ وطن
اِدھر حیا نے قسم دی قدم اُٹھانے کی

جو ڈُوبتے کو بچائے وہ آپ بھی ڈُوبے
عوض ہے دونوں کا یکساں بدی ہو یا نیکی

ہوس ہے سلسلہ جنبانِ سعیِ لاحاصل
بھری ہے سر میں ہوا قسمت آزمانے کی

زبانِ یاس سے آمین تک نہیں نکلی

دعائے خیر تو کرنے کو ناخدا نے کی

(۱۹۱۸ء)

(۸۴)

نشتر کی غزل: ۴۲ کے یہ بارہ شعر:
۲، ۳، ۵، ۶، ۱۳، ۱۴، ۱۶ تا ۲۱۔

(۸۵)

دل عجب جلوۂ اُمّید دکھاتا ہے مجھے

شام سے یاس سویرا نظر آتا ہے مجھے

جلوۂ دار و رسن اپنے نصیبوں میں کہاں

کون دنیا کی نگاہوں پہ چڑھاتا ہے مجھے

دل کو لہراتا ہے ہنگامۂ زندانِ بلا

شورِ ایذا طلبی وجد میں لاتا ہے مجھے

پائے آزاد ہے زنداں کے چلن سے باہر

بیڑیاں کیوں کوئی دیوانہ پنھاتا ہے مجھے

ہنس کے کہتا ہے کہ گھر اپنا قفس کو سمجھو

سبق اُلٹا مرا صیّاد پڑھاتا ہے مجھے

جیسے دوزخ کی ہوا کھا کے ابھی آیا ہے

کس قدر واعظِ مکّار ڈراتا ہے مجھے

پھٹ پڑیں اب بھی در و بام تو پردہ رہ جائے
فلکِ خانہ خراب آنکھ دکھاتا ہے مجھے

دیدنی ہے چمن آرائیِ چشمِ عبرت
سیرِ تازہ گلِ پژمُردہ دکھاتا ہے مجھے

ترکِ مطلب سے ہے مطلب تو دعائیں کیسی؟
صبح تک کیوں دلِ بیمار جگاتا ہے مجھے

ننگِ محفل مرا زندہ، مرا مُردہ بھاری
کون اُٹھاتا ہے مجھے، کون بٹھاتا ہے مجھے

لبِ دریا کا ہُوا میں نہ تہِ دریا کا
کون سے گھاٹ یہ دھارا لیے جاتا ہے مجھے

پاؤں سوئے ہیں مگر جاگتے ہیں اپنے نصیب
کیا سمجھ کر جرسِ گُنگ جگاتا ہے مجھے

یاسؔ منزل ہے مری منزلِ عنقائے کمال
لکھنؤ میں کوئی کیوں ڈھونڈنے آتا ہے مجھے

(۱۹۲۲ء)

(۸۶)

ازل سے سخت جاں آمادۂ صد امتحاں آئے
عذابِ چند روزہ یا عذابِ جاوداں آئے

کنول روشن تو ہو دل کا ، پیامِ ناگہاں آئے
بلا سے شامتِ پروانۂ آتش بجاں آئے

قفس بردوش پھرتے ہیں خزاں آبادِ عالم میں
اسیرانِ ازل گھر چھوڑ، جنگل میں کہاں آئے

بہارستانِ عبرت میں یہ گُل کیا، خار کیا، خس کیا
سراپا سب کے سب آلودۂ رنگِ خزاں آئے

سواری بولنے والا، نہ کوئی نوحہ خواں اپنا
اجل کیا آئی جیسے بے بُلایا میہماں آئے

خیالِ خام ہے یا معنیِ موہوم، کیا جانیں
سمجھ میں رازِ فردا کیوں، نصیبِ دشمناں، آئے

زہے احسانِ بے حاصل کہ دِن کے دِن اسیروں کو
اجل کے ساتھ حکمِ بازگشتِ آشیاں آئے

وہی آغوشِ ساحل اور وہی منجدھار کے ڈوبے
پلٹ کر خاک میں ملنے کہاں سے پھر کہاں آئے

حق اپنی دُھن کا پکّا، باطل اپنے زعم میں پورا
الٰہی، گفتگوئے صلح کیوں کر درمیاں آئے

سکونِ بے دلی میں، کیا کہوں، کیوں لہر پیدا ہے
مبادا غیب سے کوئی نویدِ ناگہاں آئے

حریمِ ناز کیا ہے؟ جلوہ گاہِ بے تماشا ہے

نگاہِ یاس کہتی ہے کدھر آئے، کہاں آئے؟

(۱۹۲۳ء)

(۸۷)

بختِ بیدار اگر سلسلہ جُنباں ہوجائے

شام سے بڑھ کے سحر دست و گریباں ہوجائے

پڑھ کے دو کلمے اگر کوئی مسلماں ہوجائے

پھر تو حیوان بھی دو روز میں انساں ہوجائے

آگ میں ہو جسے جلنا تو وہ ہندو بن جائے

خاک میں ہو جسے مِلنا وہ مسلماں ہوجائے

دشمن و دوست سے آباد ہیں دونوں پہلو

نام جانے کا نہ لے جو مرا مہماں ہوجائے

درد کا قحط ہو، دل کا کوئی گاہک نہ رہے

وائے بر عشق کہ بازیچۂ طفلاں ہوجائے

روگ ایسا لگے پھر جس کی دوا ہو نہ دعا

درد سے پہلے جو دل خوگرِ درماں ہوجائے

خوابِ شیریں نہ سہی خوابِ پریشاں ہی سہی

دل بہلنے کا شبِ غم کوئی ساماں ہوجائے

پاؤں پھیلاتے ہیں رہ رہ کے اسیرانِ ہوس
چاہتے ہیں قفسِ تنگ گُلستاں ہوجائے

دل کو کچھ زندگیِ عشق کی لذت تو ملے
خاک سے پاک ہو یا خاک سے یکساں ہوجائے

موت کی یاد میں نیند اور بھی اُڑ جاتی ہے
نیند آ جائے تو کچھ موت کا ساماں ہوجائے

اف رے آغازِ خطرناک کہ رکھتے ہی قدم
منزلِ دَیر و حرم بُھول بُھلیّاں ہوجائے

نشۂ حسن کو اِس طرح اُترتے دیکھا
عیب پر اپنے کوئی جیسے پشیماں ہوجائے

یاسؔ بیداریِ موہوم ہے ساری ہستی
آنکھ ہو بند تو سب خوابِ پریشاں ہوجائے

(۱۹۲۳ء)

(۸۸)

زمانے پر نہ سہی دل پہ اختیار رہے
دِکھا وہ زور کہ دنیا میں یادگار رہے

کہاں تلک دلِ غم ناک پردہ دار رہے؟
زبانِ حال پہ جب کچھ نہ اختیار رہے

نظامِ دہر نے کیا کیا نہ کروٹیں بدلیں
مگر ہم ایک ہی پہلو سے بےقرار رہے

ہنسی میں لغزشِ مستانہ اُڑ گئی واللہ
تو بے گناہوں سے اچھے گناہ گار رہے

اُبھارتی ہے ہوس توبۂ ریائی کی
کہ دل کے ساتھ زباں کیوں گناہ گار رہے

دکھادوں چیر کے دل، دردِ دل کہوں کب تک؟
زباں پہ کیوں یہ تقاضائے ناگوار رہے

تڑپ تڑپ کے اُٹھاؤں گا زندگی کے مزے
خدا نکردہ، مجھے دل پہ اختیار رہے

سزائے عشق بقدرِ گناہ ناممکن
یہی بہت ہے کہ برہم مزاجِ یار رہے

زمانہ اِس کے سوا اور کیا وفا کرتا
چمن اُجڑ گیا، کانٹے گلے کا ہار رہے

خزاں کے دم سے مِٹا خوب و زشت کا جھگڑا
چلو یہ خوب ہوا، گُل رہے نہ خار رہے

جواب دے کے نہ توڑو کسی غریب کا دل
بلا سے کوئی سراپا اُمیدوار رہے

مزہ تو جب ہے یگانہؔ کہ یہ دلِ خودبیں
خودی کے نشّے میں بیگانۂ خمار رہے

یگانہؔ حال تو دیکھو زمانہ سازوں کا
ہوا میں جیسے بگولا خراب و خوار رہے

(۱۹۲۵ء)

(۸۹)

جب تک خلشِ دردِ خداداد رہے گی
دنیا دلِ ناشاد کی آباد رہے گی

دنیا کی ہوا راس نہ آئے گی کسی کو
ہر سر میں ہوائے عدم آباد رہے گی

چونکائے گی رہ رہ کے تو غفلت کا مزہ کیا
ساتھ اپنے اجل صورتِ ہمزاد رہے گی

روح اپنی ہے بیگانۂ ہر جنّت و دوزخ
گم ہو کے ہر اِک قید سے آزاد رہے گی

دل اور دھڑکتا ہے ادب گاہِ قفس میں
شاید یہ زباں تشنۂ فریاد رہے گی

جو خاک کا پُتلا، وہی صحرا کا بگولا
مٹنے پہ بھی اک ہستیِ برباد رہے گی

شیطان کا شیطان، فرشتے کا فرشتہ
انسان کی یہ بوالعجبی یاد رہے گی
ہاں وسعتِ زنجیر تک آزاد بھی ہوں میں
ہستی مری مجموعۂ اضداد رہے گی
ہر شام ہوئی صبح کو اِک خوابِ فراموش
دنیا یہی دنیا ہے تو کیا یاد رہے گی

شہرہ ہے یگانہ تری بیگانہ روی کا
واللہ یہ بیگانہ روی یاد رہے گی
(۱۹۲۵ء)

(۹۰)

دردِ سر تھا سجدۂ شام و سحر میرے لیے
دردِ دل ٹھہرا دوائے دردِ سر میرے لیے
"دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو"
زندگی پھر کیوں ہوئی ہے دردِ سر میرے لیے
کس محبت سے دلِ گم گشتہ دیتا ہے صدا
آ اِدھر، پھرتا ہے آوارہ کدھر میرے لیے
شکر سے تسکیں نہیں ہوتی شکایت ہی سہی
کچھ وظیفہ چاہیے شام و سحر میرے لیے

فطرتِ مجبور کو اپنے گناہوں میں ہے شک
وا رہے گا کب تلک توبہ کا در میرے لیے

لے چلا ہوں وعدۂ فردا گرہ میں باندھ کر
چاہیے ہے اور کیا زادِ سفر میرے لیے

حسنِ نادیدہ کجُا ، اپنا ہی پردہ کھُل گیا
آسماں ثابت ہوا حدِ نظر میرے لیے

بزمِ دنیا میں یگانہ ایسی بیگانہ روی
میں نے مانا عیب ہے لیکن ہنر میرے لیے

(۱۹۲۶ء)

(۹۱)

نیشِ درد و نوشِ درماں برنتابد ہر دِلے
زیست مشکل، مرگ آساں برنتابد ہر دِلے

جلوۂ شامِ غریباں برنتابد ہر دِلے
منزلِ ہم رنگِ زنداں برنتابد ہر دِلے

از خزاں آبادِ عالم خویش را دُزدیدہ ایم
رنگ و بوئے ایں گلستاں برنتابد ہر دِلے

در بہارِ پُرخلش آسودہ نتواں زیستن
خار در پیراہنِ جاں برنتابد ہر دِلے

خوش سرو کارے مرا با دردِ سر افتادہ است
غمزۂ ناخواندہ مہماں برنتابد ہر دِلے

سجدہ تا صد سال بر خاکِ وطن نبود گراں
تکیہ بر دیوارِ زنداں برنتابد ہر دِلے

دست و پا گم گشتہ از اندیشۂ تعبیرِ بد
یادے از خوابِ پریشاں برنتابد ہر دِلے

تُہمتِ راحت کشم در منزلِ واماندگی
پا بہ گِل، سر در گریباں برنتابد ہر دِلے

منزلِ موہوم ما را پا بہ جولاں می برد
خاک بر سر، سر بہ ساماں برنتابد ہر دِلے

العطش، اے ساقیِ خم خانۂ غم، العطش
نشّۂ عیشِ پشیماں برنتابد ہر دِلے

دوزخِ خود را بہشتے سازم از اعجازِ عشق
جائے گل، آتش بداماں برنتابد ہر دِلے

بہرۂ از عقل جُو، یا فیضے از دیوانگی
پندِ پیر و سنگِ طفلاں برنتابد ہر دِلے

یاسؔ اُمیدِ وفا از لکھنؤ، فکرِ محال
شیوہ ہائے نا مسلماں برنتابد ہر دِلے

(۱۹۲۲ء)

(۹۲)

متفرقات ☆

(۳)

چلتا نہیں فریب کسی عذر خواہ کا
دل ہے بغل میں یا کوئی دفتر گناہ کا

اب کیا لگے گا دل چمنِ روزگار میں
مارا ہوا ہے دیدۂ عبرت نگاہ کا

دنیا مقامِ ہُو نظر آئے گی ناگہاں
ٹوٹے گا جب طلسم فریبِ نگاہ کا

دل کائناتِ عشق میں شاہوں کا شاہ ہے
مختارِ کُل تمام سفید و سیاہ کا

ثابت ہوا کسی پہ نہ جرمِ وفا کبھی
پردہ کھُلا نہ عشقِ سراپا گناہ کا

(۱۹۱۰ء)

☆ آیاتِ وجدانی، طبع اول میں "متفرقات" کے تحت ۳۰ اندراجات ہیں۔ ان میں سے شمار ۱، ۲، ۳ تا ۱۶، ۱۸ تا ۲۰، ۲۶، ۲۸، ۳۲، ۳۳، ۳۵ کے تحت جو کلام درج ہے، وہ زیر نظر کلیات کے سابقہ صفحات میں موجود ہے۔ اس لیے یہاں اِس کلام کو حذف کر دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے رک۔ حواشی، نشتریں و آیاتِ وجدانی، طبع اول۔

(مرتب)

(۱۸)

حسنِ نیّت پہ مرے شاہدِ عصمت ہے گواہ
خود حجاب آ گیا جب یار کی صورت دیکھی

جھلملانے لگا جس وقت چراغِ سحری
مُڑکے بیمار نے ایک ایک کی صورت دیکھی

آنکھ جب بند ہوئی یاسؔ تو پھر کچھ بھی نہ تھا
اِس طلسماتِ عناصر کی حقیقت دیکھی

(۱۹۱۴ء)

(۱۹)

ناخدائے کمِ ہمّت ہاتھ پاؤں مار آیا
تہ کی کیا خبر لاتا حوصلہ بھی ہار آیا

شوق میں رہائی کے مُنھ سے پھول جھڑتے ہیں
دن پھرے اسیروں کے، مُژدۂ بہار آیا

یاسؔ، اُمیدِ فردا نے واہ کیا تسلّی دی
مضطرب نگاہوں کو حکمِ انتظار آیا

(۲۸)

اکثر اُمیدوارِ رہائی جو مر گئے
میرے خیالِ خام کی اصلاح کر گئے

اب کون ہے جو حسنِ طلب کا جواب دے
جاں باز تیرے، وقت سے پہلے ہی مر گئے
اپنی خبر نہیں تو مزہ کیا گناہ کا
لذت کہاں جب آپ ہی حد سے گزر گئے

(۱۹۱۸ء)

(۲۹)

خاکساری نے کیا بے سروساماں مجھ کو
سحرِ عید بھی ہے شامِ غریباں مجھ کو

(۱۹۱۸ء)

(۳۰)

یاس کے بیڑے کو گردابِ بلا میں ڈال کر
ناخدا ظالم کھڑا ہنستا ہے اب ساحل کے پاس

(۱۹۱۶ء)

(۳۱)

عجب انداز ہے چرخِ ستم گر کی شرارت کا
زباں کو مل نہیں سکتا کوئی پہلو شکایت کا

(۱۹۱۶ء)

(۳۲)

قطعہ

مبارک ہو کسی کی جستجو میں دربدر ہونا
وطن کو چھوڑ کر آلودۂ گردِ سفر ہونا

اندھیری رات میں ہر ہر قدم پر ٹھوکریں کھانا
بلند و پست سے راہِ طلب میں بے خبر ہونا
فلک چکّر میں آیا ہے مری ایذا پسندی سے
خیالِ خام تھا مجھ پر جفاؤں کا اثر ہونا
(۱۹۱۵ء)

(۳۶)

خُوگر نہیں ہم ایسی خاموش زندگی کے
ہیں مشورے فلک سے اب جنگِ زرگری کے
احکامِ حق سے اکثر مُنھ موڑتے ہیں سرکش
پابند ہیں تو کس کے، اِک حکمِ آخری کے
ظاہر میں خضر صورت، باطن میں غول سیرت
زاہد بھی آدمی ہے یا بھیس میں کسی کے
کیا جانیں خونِ ناحق یا آبِ آتشیں تھا
کچھ سُوجھتا ہے واعظ غلبے میں تشنگی کے؟
دیکھی زمیں کسی نے، پہنچا کوئی فلک پر
دُرد و زُلالِ مے کا ایک ایک گھونٹ پی کے
(۱۹۱۸ء)

(۳۰)

کنجِ قفس میں دل کے بہلنے کا کوئی سامان نہیں

موسمِ گل تک دن گننا بھی مشکل ہے آسان نہیں

کیسی جفائیں، کیسی وفائیں، آج مرے کل دوسرا دن

عشق کی دنیا دیکھ چکے اب جینے کا ارمان نہیں

ہوش میں آنا اور غضب ہے، خوب گزرتی ہے غش میں

درد کی لذت کون اُٹھائے، جان میں اپنی جان نہیں

انا الموجود

جب تک خلشِ دردِ خدا داد رہے گی - دنیا دلِ ناشاد کی آباد رہے گی

دنیا کی ہوا راس نہ آئے گی کسی کو - ہر سر میں ہوائے عدم آباد رہے گی

جو خاک کا پتلا وہی صحرا کا بگولا - مٹنے پہ بھی اک ہستیِ برباد رہے گی

چونکائے گی رہ رہ کے تو غفلت کا مزہ کیا؟ - ساتھ اپنے اجل صورتِ ہمزاد رہے گی

روح اپنی ہے بیگانۂ جنت و دوزخ - گم ہو کے ہر اک قید سے آزاد رہے گی

کاں وسعتِ زنجیر تک آزاد بھی ہوں میں - ہستی مری مجموعۂ اضداد رہے گی

دل ہار دو گر تنگیِ آزادگہ قفس میں - شاید بہ زبانِ تشنہ فریاد رہے گی

شیطان کا شیطان فرشتے کا فرشتہ - انساں کی یہ بوالعجبی یاد رہے گی

ہر شام ہوئی صبح کو اک خوابِ فراموش - دنیا یہی دنیا ہے تو کیا یاد رہے گی

مشہور ہے یگانہ تری بیگانہ روی کا
واللہ یہ بیگانہ روی یاد رہے گی

منکہ یگانہ لکھنوی از عثمان آباد دکن، مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۸ء یوم پنجشنبہ

یگانہ کی تحریر کا عکس

ترانہ

مطبوعہ: ۱۹۳۳ء

ترانہ

یعنی

مرزا یاس یگانہ چنگیزی لکھنوی کی رباعیات کا مجموعہ

ناشر

ہندوستان بھر کے علمی و ادبی اداروں کے
واحد نمائندے
اُردو بک سٹال بیرون لوہاری دروازہ لاہور

ستمبر ۱۹۳۳ء　　　　قیمت عہ/

"ترانہ" مطبوعہ کا سرورق (عکس)

مغالطہ

میرے نظریۂ زندگی کی نسبت عام طور پر لوگ اس مغالطے میں پڑے ہوئے ہیں کہ زندگی کے تلخ تجربات نے میرے نظریۂ حیات میں (خدانخواستہ) ایسی افسردگی پیدا کردی ہے جس سے میری طبیعت ہر وقت مکدر رہتی ہے۔

مگر یہ قیاس حقیقتِ حال سے بعید ہے۔ پست ہمتوں کا ذکر نہیں، مردوں کے لیے تو زندگی کے تلخ تجربے کڑوی دوا کا حکم رکھتے ہیں جو اصلاح مزاج کے لیے ایک ضروری چیز ہے۔ طبیعت کا مکدر رہنا اور نظریۂ حیات میں افسردگی پیدا کرنا تو کجا، یہی تلخی و ترشی تزکیۂ نفس کا آلہ بن کر انسان کو سچی مسرتوں سے شادکام بناتی ہے۔ مسرتیں بھی وہ جو نجاستوں سے پاک و صاف ہوتی ہیں۔ مگر پاک اور ناپاک مسرتوں میں فرق کرنا بھی ہر ایک کا کام نہیں ہے۔

قدرت کے خزانے سے جسے ایسی پاک و پاکیزہ مسرت نصیب ہو وہ زندگی سے بیزار کیوں ہونے لگا۔ اُس کے نظریۂ حیت پر افسردگی کیوں چھانے لگی؟

زندگی کے تلخ تجربوں سے دوچار ہونا اور بات ہے اور زندگی سے بیزار ہوجانا اور بات ہے۔ میں کبھی زندگی سے بیزار نہیں ہوا۔ ہاں دل جب تک زندہ ہے زمانے کے

سرد و گرم سے متاثر ہونا اک قدرتی امر ہے مگر اِس کے لیے یہ لازم نہیں کہ تلخ تجربات سے نظریۂ حیات میں بھی تلخی پیدا ہو جائے اور انسان زندگی جیسی نعمت سے آزردہ ہو جائے۔ دل اک ترازو ہے جس کے پلّے ہوا کے جھونکوں سے آن کے آن اِدھر اُدھر جھک تو جاتے ہیں مگر پھر تھوڑی دیر میں توازن برابر ہو جاتا ہے۔

صدق و صفا، مہر و وفا کی دیوی (یگانہ بیگم) کو خداوندِ عالم نے جس کا رفیقِ زندگی بنا کر حقیقی مسرتوں سے بہرہ ور فرمایا، اُس کی روحانی زندگی (مادّی کش مکش کے ہاتھوں) تلخ کیوں ہونے لگی؟ یہ صحیح ہے کہ مادّی کش مکش نے مجھے آزمائشوں میں مبتلا کر رکھا ہے۔ مگر اِس کے ساتھ ساتھ میری محترم شریکِ زندگی کی والہانہ محبت اور وفادارانہ دل جوئی نے میرے دماغی توازن کو اتنا سنبھالے رکھا کہ میں سخت سے سخت امتحان میں کامیاب رہا۔ یگانہ بیگم کے دم سے جو سچی روحانی مسرت مجھ ایسے بے نوا کو حاصل ہے، وہ شاہوں کو تو کیا دنیا کے معدودے چند خوش نصیبوں ہی کو مل سکتی ہے۔

زندگی کی کامیابی اور ناکامی محض اعتباری حیثیت رکھتی ہے۔ لوگ اپنے اپنے نقطۂ نظر سے مجھے ناکام یا شاد جو چاہیں سمجھ لیں مگر میں اِس حقیقی مسرت، اِس آسودہ ضمیر کی روشنی میں اپنے تئیں کیوں ایسا سمجھ لوں۔ حق تو یہ ہے کہ کامیابی کا کوئی واحد معیار قائم نہیں کیا جا سکتا جو سب کے نزدیک مسلّم ہو۔ اپنے اپنے مذاق اپنے اپنے حوصلے کے مطابق ہر شخص کامیابی یا ناکامی کا معیار قائم کر لیتا ہے۔ کوئی مدبّرانہ اور عیارانہ زندگی کو کامیاب سمجھتا ہے، کوئی شاہانہ زندگی کو۔ کوئی مجاہدانہ اور فاتحانہ زندگی کو مایۂ ناز جانتا ہے، کوئی پیمبرانہ و مصلحانہ زندگی کو۔ کوئی شاعرانہ و فلسفیانہ زندگی کو وغیرہ وغیرہ۔ اس اختلاف مذاق پر نظر رکھ کر اُس شخص پر غور کرو جس نے کبھی مسہری یا چھپر کھٹ کا مُنہ نہ دیکھا بلکہ کھرّے پلنگ یا بوریے پر پاک و پاکیزہ محبت کی فضا میں زندگی بسر کر دی اور حسبِ توفیقِ ایزدی اپنے آرٹ کے ذریعے سے پیامِ وجدانی پہنچا کر فرائض انسانی بجا لایا اور اس طرح سکونِ قلب کی دولت حاصل کی (اگرچہ جسمانی آرام و آسایش سے بے بہرہ رہا) تو پھر اُس کی زندگی ناکام کیوں کر کہی جا سکتی ہے؟ وہ زندگی سے بیزار اور اُس کا نظریۂ حیات تلخ و ناگوار

کیوں ہوگا؟

اہلِ نظر کے دل و دماغ پر جس نے اپنے آرٹ کا سکہ بٹھا دیا، حاسدانہ شورشوں کے ہجوم میں جس نے اپنا لوہا منوالیا، اپنے کیریکٹر کا نیز اپنے حریفوں کے کیریکٹر کا امتحان لے کر جو اپنی آن بان پر قائم رہا، اپنے طرزِ زندگی اور اپنے ترانۂ وجدانی سے برادرانِ وطن خصوصاً طبقۂ شعرا کو غلامانہ ذہنیت سے آزادی کا سبق دے کر بہتیروں کو اپنی زندگی میں زنجیرِ تقلید سے آزاد ہوتے دیکھ لیا، دوستوں کا کیا ذکر جس نے دشمنوں کے دلوں کو بھی اپنی یاد سے خالی نہیں چھوڑا تو چشمِ تحقیق ایسی زندگی کو ناکام کیوں کر کہہ سکتی ہے۔ کامیاب زندگی تو وہی ہے کہ دنیا سے اُٹھ جانے پر بھی جس کی یاد دوست و دشمن کے دلوں کو گرماتی رہے۔ رباعی:

حیران ہے کیوں رازِ بقا مجھ سے پوچھ
میں زندۂ جاوید ہوں آ مجھ سے پوچھ
مرتے ہیں کہیں دلوں میں بسنے والے
جینا ہے تو موت کی دوا مجھ سے پوچھ

میرزا یگانہ لکھنوی

سب رجسٹرار، عثمان آباد (دکن)

ترانۂ نیم شبی

ساجن کو سکھی منا لو۔ پھر سو لینا

سوتی قسمت جگا لو۔ پھر سو لینا

سوتا سنسار۔ سننے والا بیدار

اپنی بیتی سنا لو۔ پھر سو لینا

(اٹھو سکھی پھر سو لینا)

"ترانہ" مطبوعہ کے متن کا پہلا صفحہ (عکس)

(۱)

ترانۂ نیم شبی

ساجن کو سکھی منا لو ، پھر سو لینا
سوتی قسمت جگا لو ، پھر سو لینا
سوتا سنسار ، سُننے والا بیدار
اپنی بیتی سُنا لو ، پھر سو لینا
(اُٹھو سکھی پھر سو لینا) (۱۹۳۰ء)

(۲)

دل کی آواز

دُکھتا ہُوا دل ٹٹول لینے والا
آنکھوں آنکھوں میں تول لینے والا
دل کی آواز گوشِ دل سے سُن کر
کیا ہے کوئی درد مول لینے والا؟
(۱۹۳۰ء)

(۳)

میرا خدا کچھ اور ہے

درد اپنا کچھ اور ہے دوا ہے کچھ اور
ٹوٹے ہوئے دل کا آسرا ہے کچھ اور
ایسے ویسے خدا تو بہتیرے ہیں
میں بندہ ہوں جس کا وہ خدا ہے کچھ اور
(۱۹۳۱ء)

(۴)

حجابِ معنیٰ

یوسف کو اِس انجمن میں کیا ڈھونڈتا ہے
ہنگامۂ ما و من میں کیا ڈھونڈتا ہے
نیرنگِ تماشا ہے حجابِ معنیٰ!
تصویر کے پیرہن میں کیا ڈھونڈتا ہے
(۱۹۳۱ء)

(۵)

معمائے ہستی

کیوں مطلبِ ہستی و عدم کُھل جاتا
کیوں رازِ طلسمِ کیف و کم کُھل جاتا
کانوں نے جو سُن لیا وہی کیا کم ہے
آنکھیں کُھلتیں تو سب بھرم کُھل جاتا
(۱۹۲۰ء)

(۶)

رازِ فردا معلوم

اندھوں کی طرح ٹٹولنا کیا معنی
گونگے کی بولی بولنا کیا معنی
فردا معلوم و رازِ فردا معلوم
پھر پردۂ غیب کھولنا کیا معنی

(۱۹۲۸ء)

(۷)

دھوکا توہیَ

بدلے گی ہزار رنگ، دنیا تو ہیَ☆
بہلاتے ہیں دل ہم بھی، تماشا تو ہیَ
پردہ ہر دم یوں ہی بدلتا جائے
دھوکا ہے تو ہونے دو، دھوکا تو ہیَ

(۱۹۲۸ء)

(۸)

عالم کیا ہے؟

(اک وسعت موہوم کے سوا کچھ بھی نہیں)

صبحِ ازل و شامِ ابد کچھ بھی نہیں
اک وسعتِ موہوم ہے، حد کچھ بھی نہیں
کیا جانیے کیا ہے عالمِ کَون و فساد
دعوے تو بہت کچھ ہیں سند کچھ بھی نہیں

(۱۹۲۰ء)

☆ "ہیَ" مخفف ہے "ہے ہی" کا۔ فصحا کے روزمرہ میں "ہیَ" مستعمل ہے اور "ہے ہی" غیر فصیح و متروک ہے۔ اسی طرح "ہم ہی" کی جگہ "ہمیں" بولتے ہیں، اور یہی فصیح ہے۔ (یگانہ)

(۹)

طلسمِ زندگی

صیّادِ ازل کی شعبدہ کاری ہے
آزادی کیا؟ عینِ گرفتاری ہے
اسرارِ طلسمِ زندگی کیا کہیے
یہ رات کٹی تو کل کا دن بھاری ہے
(۱۹۲۸ء)

(۱۰)

حباب اِک ٹھیس کا مہمان ہے

ہر موجِ ہوا ہے، درپئے دل شکنی
ہر سانس پہ کرتی ہے قضا خندہ زنی
کھاتا کب تک حباب، دُنیا کی ہوا
وہ ٹھیس لگی کہ دل تو کیا دم پہ بنی!
(۱۹۲۸ء)

(۱۱)

LIFE IS A BALANCE OF OPPOSING FORCES

(زندگی ایک ترازو ہے جو متضاد قوتوں کو سادھے ہوئے ہے)

چارہ نہیں کوئی جلتے رہنے کے سوا
سانچے میں فنا کے ڈھلتے رہنے کے سوا
اے شمع، تری حیاتِ فانی کیا ہے
جھونکا کھانے، سنبھلتے رہنے کے سوا
(۱۹۲۹ء)

(۱۲)

زندہ دل

دل ہو زندہ تو بارِ خاطر کیوں ہو
درد و غم ناگوارِ خاطر کیوں ہو
باقی ہو دماغ میں اگر بوئے اُمید
پیراہنِ جاں غبارِ خاطر کیوں ہو

(۱۹۲۰ء)

(۱۳)

موت کی دوا

حیران ہے کیوں، راز بقا مجھ سے پوچھ
میں زندۂ جاوید ہوں، آ مجھ سے پوچھ
مرتے ہیں کہیں دِلوں میں بسنے والے؟
جینا ہے تو موت کی دوا مجھ سے پوچھ

(۱۹۳۲ء)

(۱۴)

مُردہ دل

دل ہو مُردہ تو زندگانی بھی حرام
پیری کا ذکر کیا، جوانی بھی حرام
افسانۂ عمرِ جاودانی بھی حرام
آبِ حیواں کہاں کا؟ پانی بھی حرام

(۱۹۲۰ء)

(۱۵)

دِل کیا ہے؟

دل کیا ہے؟ اک آگ ہے دہکنے کے لیے
دُنیا کی ہوا کھا کے بھڑکنے کے لیے
یا غنچۂ سربستہ چٹکنے کے لیے
یا خار ہے پہلو میں کھٹکنے کے لیے
(۱۹۲۹ء)

(۱۶)

دل کیا ہے؟

دل کیا ہے اندھیرے کا اُجالا تہِ خاک
عالم نظر آتا ہے نرالا تہِ خاک
گزریں گے نگاہوں سے ہزاروں جلوے
سوتا ہی رہے گا سونے والا تہِ خاک
(۱۹۲۹ء)

(۱۷)

دل کی انوکھی دنیا

جب عالمِ ایجاد نے صورت پکڑی
مجموعۂ اضداد نے صورت پکڑی
آباد ہوئی دل میں انوکھی دنیا
کیا دردِ خداداد نے صورت پکڑی

(۱۸)

دردِ دل سلامت

دُنیائے دَنی مجھ سے عداوت رکھے
جھوٹی سچی ہزار تُہمت رکھے
تیرے دم سے ہے اپنی دنیا آباد
اے درد! خدا تجھے سلامت رکھے

(۱۹)

تحفۂ درد

دل کو پہلے ٹٹول لیتا ہوں میں
پھر تحفۂ درد مول لیتا ہوں میں
آثارِ زلال و دُرد و مستی و خمار
آنکھوں آنکھوں میں تول لیتا ہوں میں
(۱۹۲۰ء)

(۲۰)

چلتے پھرتے مُردے

دنیا کے مزے میں ڈُوب کر کیا ترتے
آنکھیں رکھتے تو کیوں گڑھے میں گرتے
لو دیکھ لو اب عیش پرستوں کی دَسا☆
مُردے دیکھے نہ ہوں گے چلتے پھرتے

☆ دَسا یعنی درگت۔ ٹھیٹھ محاورہ ہے۔ (یگانہ)

(۲۱)

آگے آگے اُمید پیچھے پیچھے اجل

واللہ یہ زندگی بھی ہے قابلِ دید
اک طرفہ طلسم، دید جس کی نہ شنید
منزل کی دُھن میں جھومتا جاتا ہوں
پیچھے تو اجل ہے آگے آگے اُمید
(۱۹۳۱ء)

(۲۲)

دشتِ غُربت کے مزے

دُنیا کے مزے ہیں کس قیامت کے مزے
صحرا کی گھنی چھاؤں میں جنّت کے مزے
کچھ دیر تو بیٹھتے چلو سائے میں
کیا یاد کرو گے دشتِ غُربت کے مزے

(۲۳)

نظامِ عالم، نظامِ غفلت

دُنیا کی ہوا کیا ہے؟ پیامِ غفلت
یہ عالمِ رنگ و بُو، مقامِ غفلت
بیداریِ موہوم ہے آئینِ حیات
بدلا ہے نہ بدلے گا نظامِ غفلت
(۱۹۳۱ء)

(۲۴)

عالمِ ہستی، موجِ سراب

تھمنے کا نہیں قافلۂ موجِ سراب
کٹنے کا نہیں مرحلۂ موجِ سراب
آغاز ہی آغاز ہے، انجام کجا؟
عالم ہے عجب سلسلۂ موجِ سراب

(۲۵)

اعجازِ ہنر

واللہ یہ دُنیا بھی عجب دُنیا ہے
ہر رنگ میں وہ کشش کہ دل کھنچتا ہے
منھ بولتی، جیتی جاگتی تصویریں!
اعجازِ ہُنر ہے یا کوئی دھوکا ہے؟

(۲۶)

بُو نہ ہو تو رنگ کیا

سُنتا ہوں کہ ہر رنگ میں ہے تُو موجود
ہر بُو میں ہے معرفت کا پہلو موجود
وہ رنگ بھی کیا رنگ ہے ماشاء اللہ
جس میں کوئی خوشبو ہے نہ بدبُو موجود

(۲۷)

کیا عبادت سجدے پر موقوف ہے؟

تعظیم تری کرتے ہیں سب آنکھوں سے
پیدا ہے نشّۂ ادب آنکھوں سے
سجدہ نہ کریں، کسی کی پُوجا نہ کریں
ثابت ہے مگر دردِ طلب آنکھوں سے

(۱۹۲۷ء)

(۲۸)

مذہب کے سوا بھی اِک راہ ہے

ہے اور بھی ایک راہ ، مذہب کے سوا
منطق کے سوا ، علمِ مذبذب کے سوا
باز آ گئے منزل سے ، کہاں کی منزل؟
مطلب نہیں کوئی ، ترکِ مطلب کے سوا

(۲۹)

نعرۂ ہُو

مطلوب ہے خواجہ کوئی احساں تازہ
اِس دردِ طلب کا کوئی درماں تازہ
کلمے سے غرض ہے نہ بھجن سے مطلب
اک نعرۂ ہُو سے کر دے ایماں تازہ

(۱۹۳۲ء)

(۳۰)

ترکِ منزل

مطلب نہیں کوئی ترکِ منزل کے سوا
مقصد نہیں کوئی ترکِ باطل کے سوا
کعبے کا ہوا میں نہ صنم خانے کا
سر جھک نہ سکا کہیں، درِ دل کے سوا

(۱۹۳۱ء)

(۳۱)

دردِ طلب کی پرواز

مَر مَر کے مسافر سرِ منزل پہنچا
پہنچا تو سہی مگر بہ مشکل پہنچا
دیکھے کوئی اِس دردِ طلب کی پرواز
دل ایک تڑپ میں تا درِ دل پہنچا

(۱۹۳۰ء)

(۳۲)

سرگشتگی

دل کے ہاتھوں خراب رہتے ہی بنی
افتاد پڑی جیسی، سہتے ہی بنی
ہم تیری تلاش میں کہیں کے نہ رہے
کعبے کو بھی خیرباد کہتے ہی بنی

(۱۹۳۰ء)

(۴۳)

دل سے دل تک

زنجیر سے ہونے کا نہیں دل بھاری
ہوں پاؤں میں کتنے ہی سلاسل بھاری
کعبے کا سفر ہی کیا ہے؟ گھر سے در تک!
دل سے دل تک مگر ہے منزل بھاری

(۱۹۲۷ء)

(۴۴)

منزل کی لگی

ہر گام پہ استخارہ کرتے نہ بنی
تھی دل سے لگی، کنارہ کرتے نہ بنی
دیوانہ بتائے کیا، کدھر جاتا ہے
منزل کی طرف اشارہ کرتے نہ بنی

(۱۹۲۸ء)

(۴۵)

نئی لگن

پھر کوئی نئی لگن لگی ہے شاید
ہاں ہاں، تہِ پیرہن لگی ہے شاید
دل پریم کے ساگر میں بے تاب ہے کیوں
تازہ کوئی ڈگن☆ لگی ہے شاید

(۱۹۲۸ء)

☆ مچھلی کے شکار کے لیے ڈور میں جو کانٹا باندھا جاتا ہے، اُسے ڈگن کہتے ہیں۔ (یگانہ)

(۳۶)

پھول نہیں کانٹے ہی سہی

ہاں اے دلِ ایذا طلب، آرام نہ لے
بدنام نہ ہو، مفت کا الزام نہ لے
ہاتھ آ نہ سکے پھول تو کانٹے ہی سہی
ناکام پلٹنے کا کبھی نام نہ لے

(۱۹۲۷ء)

(۳۷)

دُھن کے پکّے

پروانے کہاں مرتے بچھڑتے پہنچے
دیوانہ صفت ہوا سے لڑتے پہنچے
پیاس آگ میں کود کر بجھانے والے
دُھن کے پکّے تھے، گرتے پڑتے پہنچے

(۱۹۳۰ء)

(۳۸)

پروازِ مشتِ خاک

یاد آ گئی آوازِ دلِ گُم گشتہ
ملنے لگا پھر سازِ دلِ گُم گشتہ
پہنچا ہے کہاں خاک کا پُتلا اُڑ کر
اللہ ری پروازِ دلِ گُم گشتہ

(۱۹۳۱ء)

(۳۹)

دیارِ اُمّید

وہ دل جسے کہتے ہیں دیارِ اُمّید
آئینۂ صد نقش و نگارِ اُمّید
شاید تری جلوہ گاہِ عالی ہے وہی
جس گھر میں ہے جلوہ گر بہارِ اُمّید
(۱۹۳۱ء)

(۴۰)

جلوۂ ظرف و مظروف

دل میں آ بیٹھ، دردِ پہلو ہو کر
پھر اپنے تئیں دکھا دوں، میں تُو ہو کر
آئینے میں کیا دیکھتا ہے رنگ اپنا
مجھ میں تو سما دیکھ ذرا، بُو ہو کر
(۱۹۳۱ء)

(۴۱)

دونوں پلّے بھر گئے

اپنی حد سے گزر گئے اب کیا ہے
منجدھار سے پار اُتر گئے اب کیا ہے
اے شوقِ وصال، اے تمنائے سکوں
دونوں پلّے تو بھر گئے اب کیا ہے
(۱۹۳۰ء)

(۴۲)

عیشِ مُہیّا کیوں کھوئیں!

رونا ہے بَدا جنھیں وہ جم جم روئیں
جب عیش مہیّا ہو تو ہم کیوں کھوئیں
فردا معلوم و رازِ فردا معلوم
رات اپنی ہے پھر کیوں نہ مزے سے سوئیں
(۱۹۳۲ء)

(۴۳)

یادِ شباب

عید پیچھے ٹر

نشہ نہ سہی، یہ دردِ سر کیا کم ہے
نظارۂ حُسنِ رہ گزر کیا کم ہے
اب تک تازہ ہے یادِ ایامِ شباب
اپنے لیے عید پیچھے ٹر کیا کم ہے
(۱۹۳۰ء)

(۴۴)

کیا کروں کیا نہ کروں

کعبے کی طرف دُور سے سجدہ کرلوں
یا دَیر کا آخری نظارہ کرلوں
کچھ دیر کی مہمان ہے جاتی دنیا
ایک اور گنہ کر لوں کہ توبہ کرلوں؟
(۱۹۳۲ء)

(۴۵)

دادِ حُسن دیتے ہی بنی

ڈرتے ڈرتے گناہ کر لیتا ہوں
دُزدیدہ سہی نگاہ کر لیتا ہوں
وہ حسنِ کشش کہ داد دیتے ہی بنے
دل تھام کے آہ آہ کر لیتا ہوں

(۱۹۳۱ء)

(۴۶)

ہر کمالے را زوالے

حُسن اپنی نظر سے گِر چلے گا کہ نہیں؟
ہاتھ اپنے زوال پر ملے گا کہ نہیں؟
دورِ فلک انتقام لے گا کہ نہیں؟
چڑھتا ہوا دن کبھی ڈھلے گا کہ نہیں؟

(۱۹۲۷ء)

(۴۷)

پیامِ زیرِ لب

دُزدیدہ نگاہی کا سبب کیا کہیے
بیگانگیِ حسنِ طلب کیا کہیے
دل کے گاہک ہیں کیا سیانے گاہک
اندازِ پیامِ زیرِ لب کیا کہیے!

(۱۹۳۰ء)

(۴۸)

مستِ شباب

وہ مست کہ بے پیے چھلکتا جائے
نشّے میں شباب کے بہکتا جائے
آئینے کا سامنا کرے گا کیوں کر
اپنے سائے سے جو بھڑکتا جائے

(۴۹)

جنگِ زرگری

پوشیدہ ادائے دل بَری کیا کہنا
ظاہر میں وہی کج نظری کیا کہنا
دشمن کی خوشی کے واسطے آپس میں
یہ پردۂ جنگِ زرگری کیا کہنا

(۱۹۳۰ء)

(۵۰)

مزاجِ حُسنِ شاہانہ

پھر جوشِ غضب کو تھام لیتے ہی بنی
پھر چشمِ کرم سے کام لیتے ہی بنی
مُنھ سے تو نہ پھوٹے آپ، ماشاء اللہ
آنکھوں سے مگر سلام لیتے ہی بنی!

(۱۹۲۰ء)

(۵۱)

جہنم پھر جہنم نہ رہتا

ہنگامۂ عیش، جان جوکھم ہی سہی
آخر میں بلا سے تلخیِ غم ہی سہی
عید اپنی منا لیتے محرم ہی سہی
مل جاتے کہیں آپ جہنم ہی سہی

(۱۹۲۰ء)

(۵۲)

بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لینا تھا

مخمورِ مے شباب ہو لینا تھا
کم سے کم ایک نیند سو لینا تھا
دامانِ ہوس کہیں بھگو لینا تھا
بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لینا تھا

(۱۹۲۰ء)

(۵۳)

حُسنِ طلب

مُنھ تکتے ہیں دُور سے سبب کچھ نہ سہی
اک حُسنِ طلب تو ہے، طلب کچھ نہ سہی
بندہ کہو، خادم کہو، جو کچھ بھی کہو
آگے تھے ہمیں سب کچھ، اب کچھ نہ سہی

(۱۹۲۸ء)

(۵۴)

خزاں کی بہار

پیراہنِ تن ہے گو غبار آلودہ
ہے دامنِ دل مگر بہار آلودہ
کچھ نشّۂ رنگ و بو ہے اب تک باقی
شاہد ہے مری چشمِ خمار آلودہ

(۱۹۲۸ء)

(۵۵)

افسردہ دلوں کو کیا گناہوں کا مزہ

دم زندہ دلی کا آج تک بھرتے ہیں
کیوں زندگیِ گزشتہ پر مرتے ہیں
افسردہ دلوں کو کیا گناہوں کا مزہ
دل بہلاتے ہیں، غم غلط کرتے ہیں

(۱۹۲۸ء)

(۵۶)

گھٹتی کے سمے میں بڑھنا کیسا

پیری کی ہوس ہزار منتر پڑھتی
گھٹنے کے سوا عمرِ رواں کیا بڑھتی
جھونکے میں فنا کے کیا پنپتا کوئی
مرجھائی ہوئی بیل منڈھے کیا چڑھتی؟

(۱۹۲۸ء)

(۵۷)

اِتنا نہ ہنسو

دیکھے ہیں بہت چمن اُجڑتے بستے
کیا کیا گلِ بے خار لُٹے ہیں سستے
اے زندہ دلانِ باغ، اِتنا نہ ہنسو
آنسو بھی نکل آتے ہیں ہنستے ہنستے

(۵۸)

رات بسنے کی ہے دیر

یارانِ چمن آگ برسنے کی ہے دیر
روؤ گے بہت، برق کے ہنسنے کی ہے دیر
پھولوں سے لدی ہوئی دُلھن کیا جانے
اِن تازہ گلوں پہ رات بسنے کی ہے دیر

(۱۹۲۸ء)

(۵۹)

ہوا پلٹنے کی ہے دیر

یارانِ شباب رات کٹنے کی ہے دیر
بجھتا ہے کنول، ہوا پلٹنے کی ہے دیر
محفل میں جھومتے رہو گے کب تک؟
آنکھیں کھلنے کی، دل اُچٹنے کی ہے دیر

(۱۹۲۸ء)

(۶۰)

فکرِ انجام، خارِ پیراہن

فکرِ انجام خارِ پیراہن ہے
یہ رنگ، یہ بُو غبارِ پیراہن ہے
نازک ایک ایک تارِ پیراہن ہے
دو دن میں خزاں، بہارِ پیراہن ہے

(۱۹۲۸ء)

(۶۱)

حُسنِ دو روزہ

سورج کو گہن میں نہیں دیکھا شاید
کیوں، چاند کو گھَن میں نہیں دیکھا شاید
اے حُسنِ دو روزہ پہ اکڑنے والو
یوسف کو کفن میں نہیں دیکھا شاید

(۱۹۲۸ء)

(۶۲)

کیا لے کے چلے

دُنیا سے چلے کوئی تو کیا لے کے چلے
اِک تحفۂ دردِ بے دوا لے کے چلے
یا دشمن و دوست کی دعا لے کے چلے
یا کچھ نہ سہی، نامِ خدا لے کے چلے

(۶۳)

دُنیائے دَنی کا آسرا کیا

دُنیائے دَنی کا آسرا لینا کیا
باطل کے آگے سر جھکا لینا کیا
ناحق احسانِ ناخدا لینا کیا
بندے کے تئیں خدا بنا لینا کیا

(۶۴)

مَردوں کو یہ دُنیا کیا پھلتی

مَردوں کو یہ دُنیائے دَنی کیا پھلتی
سر پھوڑ چلے، کوہ کَنی کیا چلتی
معلوم ہے فرہاد پہ جو کچھ گزری
ٹل جائے قیامت، شُدنی کیا ٹلتی

(۱۹۲۸ء)

(۶۵)

نامرد بنا کے چھوڑتی ہے دُنیا

جس باگ پہ چاہے موڑتی ہے دُنیا
کَستی ہے کبھی جھنجھوڑتی ہے دُنیا
پائے ہمت کو توڑتی ہے دُنیا
نامرد بنا کے چھوڑتی ہے دُنیا

(۱۹۲۰ء)

(۶۶)

نفس کو قابو میں رکھنا

اے ہمتِ مردانہ دکھا دے وہ کمال
کہتے ہیں جسے جہادِ نفس اہلِ کمال
بہتر ہے دیو کو پکڑ لے زندہ
قابو میں کر لے ۔ نفس کو مار نہ ڈال

(۶۷)

مفلس کی جوانی، جاڑوں کی چاندنی، خواجہ سرا کی دولت دو کوڑی کی

مفلس کو مزہ زیست کا چکھنے نہ دیا
اِس نقدِ شباب کو پرکھنے نہ دیا
دُنیا سے لپٹتے تو لپٹتے کیوں کر
مُٹھّے پہ کبھی ہاتھ تو رکھنے نہ دیا

(۱۹۲۸ء)

(۶۸)

دُنیا کا مارا پانی نہ مانگے

دنیا نے جسے اپنے شکنجے میں کسا
چھُوٹا نہ کبھی موت کے پنجے میں پھنسا
پانی بھی نہیں مانگتا اِس کا مارا
سوتا ہے پڑا، جیسے ناگن کا ڈسا

(۶۹)

بے وفا دُنیا

شاہوں کو نگاہوں سے گِرا کر مارا
شہزادوں کو دربدر پِھرا کر مارا
دُنیا سے لپٹنے والے بے موت مرے
ایک ایک کو کیا دِھرا دِھرا کر مارا

(۱۹۲۸ء)

(۷۰)

گردشِ ایام

مَردوں کو کشاں کشاں لیے پِھرتی ہے
پِھرتے ہیں جہاں جہاں لیے پِھرتی ہے
مُنھ موڑ کے لکھنؤ سے پہنچے ہیں دکن
تقدیر کہاں کہاں لیے پِھرتی ہے

(۷۱)

پیارا لکھنؤ

اے لکھنؤ ! اے دیارِ دُور اُفتادہ
اے جانِ من ، اے بہارِ دُور اُفتادہ
اب دُور سے اِس خاک کو سجدہ کر لے
میں کون ہوں ؟ اک مزارِ دُور اُفتادہ

(۱۹۲۸ء)

(۶۲)

وہ آستانہ بھولا

وہ گھر، وہ در، وہ آستانہ بھُولا
وہ گُل، وہ چمن، وہ آشیانہ بھُولا
وہ لحن، وہ نغمہ، وہ ترانہ بھُولا
وہ دَور، وہ عہد، وہ زمانہ بھُولا
(۱۹۲۸ء)

(۶۳)

کششِ لکھنؤ

اے پائے طلب ہوا پہ سبقت لے چل
اِس وادیٔ وحشت سے سلامت لے چل
وہ جانِ وفا نہ جانے کس حال میں ہے
لے چل مجھے لکھنؤ، امانت لے چل

(۶۴)

کچھ نہ ہُوا

گھر چھوڑ جو دربدر ہُوا کچھ نہ ہُوا
بیکار کا دردِ سر ہُوا کچھ نہ ہُوا
فانوس کے باہر نہ لگی شمع کی لَو
جب دھیان اِدھر اُدھر ہُوا کچھ نہ ہُوا

(۷۵)

اِدھر نہ اُدھر

کعبے سے ہے آج اپنا سفر اور طرف
میں اور طرف ہوں راہبر اور طرف
کیسے حرم و دیر، اِدھر ہوں نہ اُدھر
دل اور طرف کو ہے نظر اور طرف
(۱۹۲۹ء)

(۷۶)

فکرِ بلند

منزل ہی نہیں کوئی ٹھہرنے کے لیے
عالم عالم ہے سیر کرتے کے لیے
ہر پست و بلند ہے گزرنے کے لیے
یہ پاؤں ہیں کیا زمیں پہ دھرنے کے لیے؟

(۷۷)

سب کی سُنتا اپنی نہ کہتا

دل کعبۂ بت خانہ نُما کیوں نہ ہوا
ہاں محرمِ بیگانہ نُما کیوں نہ ہوا
سُنتا سب کی مگر نہ کہتا اپنی
فرزانۂ دیوانہ نُما کیوں نہ ہوا؟
(۱۹۲۷ء)

(۷۸)

اپنا رُوئے دل اور طرف ہے

ہو گی کسی رہ نُما کو منزل کی خبر
پُوچھے کوئی ناخدا سے ساحل کی خبر
ہم اُس کی نظر کے دیکھنے والے ہیں
وہ کون ؟ جو رکھتا ہے تہِ دل کی خبر

(۱۹۲۷ء)

(۷۹)

منزل کی نہ پوچھ

منزل کی خبر کسے ہے، منزل کی نہ پوچھ
منجدھار میں بہتا چل، ساحل کی نہ پوچھ
کیا جانیے کس گھاٹ لیے جاتا ہے
آنکھیں جو دکھائیں دیکھ لے، دل کی نہ پوچھ

(۱۹۲۸ء)

(۸۰)

پہلے گُم راہ تو ہو

امکانِ طلب سے کوئی آگاہ تو ہو
منزل کا تہِ دل سے ہوا خواہ تو ہو
چل پھر کے ذرا دیکھ جھجکتا کیا ہے ؟
مِل جائے گی راہِ راست، گُم راہ تو ہو

(۱۹۳۱ء)

(۸۱)

کھویا ہی نہیں تو پانا معلوم

منزل کا پتا ہے نہ ٹھکانا معلوم
جب تک نہ ہو گم، راہ پہ آنا معلوم
کھو لیتا ہے انساں تو کچھ پاتا ہے
کھویا ہی نہیں تُو نے تو پانا معلوم

(۱۹۳۱ء)

(۸۲)

مجھے چین کہاں؟

آرام سے سوتا ہے کوئی کمبل میں
منگل کوئی گاتا ہے پڑا جنگل میں
میں ماہیِ بے آب، مجھے چین کہاں؟
اک موجِ پریشاں ہوں عجب ہلچل میں

(۱۹۲۸ء)

(۸۳)

ستم ظریفیِ فطرت

دیکھوں کب تک گلوں کی یہ تشنہ لبی
فطرت کا گلہ کروں تو ہے بے ادبی
پیاسے تو ہیں جاں بلب مگر ابرِ کرم
دریا پہ برستا ہے، زہے بوالعجبی!

(۱۹۳۳ء)

(۸۴)

ساون کی ہوا

بادل اُڈا فلک پہ بجلی کڑکی
ساوَن کی ہوا سے آگ دل کی بھڑکی
خلوت میں بجز شمع ابھی کوئی نہیں
پروانوں کی شام ہی سے پسلی پھڑکی

(۱۹۲۸ء)

(۸۵)

پروانہ دیوانہ

دیوانہ ہے، پروانے کا مذہب کیا ہے
مطلب سے ہے مطلب اور مطلب کیا ہے
دی جل کے صدا شمع کو ہنگامِ سحر
مطلب تھا جبھی تک آپ سے، اب کیا ہے؟

(۸۶)

پھول وہی جو مہیسر چڑھے

دیوانہ کیوں تری نظر پر نہ چڑھے
پروانہ وہ کیا جو شمع کے سر نہ چڑھے
کس کام کا وہ خار جو دل میں نہ گڑے
وہ پھول ہی کیا ہے جو مہیسر نہ چڑھے☆

☆ "پھول وہی ہے جو مہیسر چڑھے" ۔ اک مثل ہے یعنی پھول کی معراج یہی ہے کہ دیوتا پر چڑھایا جائے ۔ جو دیوتاؤں پر چڑھایا نہ گیا وہ پھول کس کام کا ؟ (یگانہ)

(۸۷)

دل کی سُنانی سن کر

سر دُھنتے تھے اسرار و معانی سُن کر
پروانہ و شمع کی کہانی سُن کر
جا پہنچے یگانہ کون سے عالم میں
چُپ لگ گئی کیوں دل کی سُنانی☆ سُن کر

(۱۹۲۷ء)

(۸۸)

فطرت کی مستانہ روی

کوئی تجھ کو پکارتا جاتا ہے
کوئی ہمت ہی ہارتا جاتا ہے
کوئی تہ کو سدھارتا جاتا ہے
دریا ہے کہ موجیں مارتا جاتا ہے!

(۱۹۲۸ء)

(۸۹)

زمانے کا دھارا

دھارا ہے زمانے کا رواں بے سروپا
پھرتے ہیں زمین و آسماں بے سروپا
کیا جانیے کس منزلِ موہوم کی دُھن
کھینچے لیے جاتی ہے کہاں بے سروپا

(۱۹۲۸ء)

☆ - سُنانی " بمعنی - خبرِ مرگ " - (یگانہ)

(۹۰)

کیا چال چلے ہیں

موجوں سے لپٹ کے پار اُترنے والے
طوفانِ بلا سے نہیں ڈرنے والے
کچھ بس نہ چلا تو جان پر کھیل گئے
کیا چال چلے ہیں ڈوب مرنے والے

(۱۹۲۸ء)

(۹۱)

بھنور میں کُود پڑتے ہی بنی

کُشتی آخر اجل سے لڑتے ہی بنی
لڑنے کو لڑے مگر پچھڑتے ہی بنی
کاغذ کی ناؤ میں جہاں آگ لگی
گھبرا کے بھنور میں کُود پڑتے ہی بنی

(۹۲)

سنگ دِلوں کا انجام

گرداب بلا میں سب ہیں گھرنے کے لیے
آخر کو ہیں دن سب کے. پھرنے کے لیے
کیا کہیے مگر سنگ دلوں کا انجام
پتھر کہیں ڈوبتا ہے تِرنے کے لیے

(۱۹۲۰ء)

(۹۳)

غرور کا سر نیچا

آپ اپنی بلاؤں میں کیوں گھِرتا ہے
خشکی میں ڈوب کر کوئی تِرتا ہے
کیا باؤ کے گھوڑے پہ اُڑا پھِرتا ہے
جھونکا کھاتے ہی مُنھ کے بھل گِرتا ہے

(۹۴)

جمہور کی پیروی کیا؟

کیوں مذہبِ جمہور سے ہم باز آئے؟
رازی کی سمجھ میں خاک یہ راز آئے
آنکھ ایسی تو ہو کہ حق کو پہچان سکے
کان ایسے تو ہوں کہ دل کی آواز آئے!

(۱۹۳۲ء)

(۹۵)

انوکھا پُتلا

وہ دل جسے لاگ ہو کسی سے نہ لگاؤ
اک خاک کا ڈھیر ہے جہاں چَونپ[1] نہ چاؤ
ٹھنڈی مٹی[2] کا اک انوکھا پُتلا
پہلو میں ہمیں کو دیکھ لو، دُور نہ جاؤ

(۱۹۳۱ء)

(۱) - چونپ بمعنی ولولہ، امنگ۔ چاؤ بمعنی شوق، ارمان۔ (یگانہ)
(۲) - دل لبھانے یا رجھانے والی باتوں پر بھی جس شخص میں جوش یا بلبلا پیدا نہ ہو، اُسے کہتے ہیں کہ یہ شخص کیسی ٹھنڈی مٹی کا بنا ہوا ہے۔ (یگانہ)

(۹۶)

خاک سے پاک

پُتلا مٹی کا خاک ہو گا کہ نہیں
پیراہنِ عمر چاک ہو گا کہ نہیں
آلودۂ رنگ و بوئے مستانہ سہی
دل خاک میں مل کے پاک ہو گا کہ نہیں ؟

(۱۹۳۱ء)

(۹۷)

حکمتِ بالغہ

دل کو حد سے سوا دھڑکنے نہ دیا
قالب میں رُوح کو پھڑکنے نہ دیا
کیا آگ تھی سینے میں جسے فطرت نے
روشن تو کیا مگر بھڑکنے نہ دیا!

(۱۹۳۱ء)

(۹۸)

زندگی دردِ دل سے ہے

دل زندہ ہے، دردِ مغتنم ہے جب تک
آباد ہے گھر، ہجومِ غم ہے جب تک
بچھڑے ہیں تو کیا، آپ سے اِک لاگ تو ہے
دم بھرتے رہیں گے دم میں دم ہے جب تک

(۱۹۲۸ء)

(۹۹)

یہ دُنیا دیکھی بھالی ہے

پیاری دُنیا کے چاؤ دیکھے ہیں بہت
ٹیڑھے سیدھے بھاؤ دیکھے ہیں بہت
کیا پیرِ فلک تاؤ دکھاتا ہے مجھے
ان آنکھوں نے تاؤ بھاؤ دیکھے ہیں بہت

(۱۹۳۰ء)

(۱۰۰)

دل پہ رکھ لو تو کوئی مشکل نہیں

مَردوں کا اصول جان لینے کی ہے دیر
دشوار کو سہل مان لینے کی ہے دیر
منجدھار تو کیا ہے، آگ میں کود پڑیں
کچھ بھی نہیں، دل میں ٹھان لینے کی ہے دیر

(۱۹۳۱ء)

(۱۰۱)

تدبیر بھی کوئی چیز ہے

کیا مُفت کا بہتان خدا پر باندھا
کیا گردشِ تقدیر کا چرخہ نانْدھا*
فطرت کیا ساتھ دیتی نامَردوں کا
جیتے مُردوں کو کون دیتا کاندھا؟

(۱۹۲۰ء)

* ناندھنا بمعنی شروع کرنا، چلانا۔ مگر محاورے میں چرخہ ناندھنا بمعنی دُکھڑے رونا، گلے شکوے کرنا۔ (یگانہ)

(۱۰۲)

تقدیر بڑی چیز ہے

دیوانۂ کار ۔ التجا کیا جانے
خود اپنے ارادوں کے سِوا کیا جانے
تقدیر کے چکّر میں جو آیا ہی نہ ہو
وہ بندۂ تدبیر دعا کیا جانے؟

(۱۹۲۷ء)

(۱۰۳)

تقدیر تقدیر

ہم پلّہ تھے دو گُل ۔ کوئی چھوٹا نہ بڑا
کانٹوں میں تُلا کوئی نگاہوں میں تڑا☆
کُھلتا نہیں ۔ کیا جانیے کیا پھیر پڑا
پروان چڑھا کوئی گھُورے پہ سڑا

(۱۹۲۸ء)

(۱۰۴)

اوّل بآخر

مہماں نہ سہی ایک مسافر ہی سہی
دل رکھ لے بلا سے بارِ خاطر ہی سہی
ساقیِ ازل ہم بھی ترے دَور میں ہیں
اوّل نہ سہی تو سب سے آخر ہی سہی

(۱۹۲۸ء)

☆ تڑا بمعنی تُلا۔ (یگانہ)

(۱۰۵)

تقاضائے فطرت

پھولوں کو ہوا کھا کے مہکتے ہی بنی
بلبل کو مہک پا کے چہکتے ہی بنی
سبزے پہ چڑھا رنگ لہکتے ہی بنی
دل میں تھی دبی آگ دہکتے ہی بنی

(۱۹۲۸ء)

(۱۰۶)

تقاضائے شوق

بوسہ نہیں، بوسے کا مزا لیتا ہوں
جھوٹی سچی ہوس، بجھا لیتا ہوں
چلتا نہیں زور اُن سے لپٹیے کیوں کر
مُنھ دیکھ کے بس ہونٹ٭ چبا لیتا ہوں

(۱۹۲۸ء)

(۱۰۷)

یادِ وطن

اللہ ری تصوّر کی یہ رنگیں نظری
غربت میں بھی دل جلوں کی کھیتی ہے ہری
کروٹ کروٹ ہے لہلہاتی جنّت
جب تک ہے ہوائے لکھنؤ سر میں بھری

آشیاں

٭ غصہ ہو یا شوق، دونوں حالتوں میں ہونٹ چبانے لگنا تقاضائے فطرت ہے۔ (یگانہ)

(۱۰۸)

بوجوہ یہ رباعی حذف کی گئی۔

(۱۰۹)

مشاہدہ غائب

منظور نہیں کسی کی خاطر، نہ سہی
ہوتے نہیں خود بزم میں ظاہر، نہ سہی
آئینہ* در آئینہ تمھیں دیکھ لیا
غائب ہی سہی، بلا سے حاضر نہ سہی

(۱۹۲۸ء)

(۱۱۰)

ہنگامۂ عشق

دیوانے ترے غضب کی رفتار چلے
آئینہ بغل میں مار، بازار چلے
اللہ نگہبان ہے خود بینوں کا
ایسا نہ ہو گاہکوں میں تلوار چلے

(۱۹۲۰ء)

* مشاہدۂ حاضر تو یہ ہے کہ کوئی شخص روبرو کھڑا ہے، اُسے دیکھ رہے ہیں۔ مشاہدۂ غائب یہ ہے کہ شخص کا عکس پہلے ایک آئینے میں پڑا، پھر اُس آئینے کا عکس دوسرے آئینے میں، پھر دوسرے کا تیسرے آئینے میں۔ یہ مشاہدہ تو ہے مگر مشاہدۂ غائب۔ (یگانہ)

(۱۱۱)

اعجازِ ندامت

کچھ دردِ نہاں کی مہربانی ہوجائے
پیدا دل میں ۔ ذرا روانی ہوجائے
پھر چشمِ ندامت کا دکھادوں اعجاز
پتھر بھی خدا چاہے تو پانی ہوجائے

(۱۱۲)

قطعہ

گرم ہے حُسن کا بازار، خدا خیر کرے
مست ہیں کافر و دیں دار، خدا خیر کرے
آنکھ لڑنے لگی دیوانوں سے دیوانوں کی
چل نہ جائے کہیں تلوار، خدا خیر کرے

(۱۱۳)

توبۂ بے ندامت

آنکھیں ہیں تو انکارِ حقیقت مشکل
دل میں ہے مزہ تو ترکِ لذت مشکل
دیوانۂ عشق کیا کرے گا توبہ؟
توبہ آساں مگر ندامت مشکل!

(۱۹۳۲ء)

(۱۱۴)

مر چکے اپنے حساب

کرنا جو کچھ تھا کر چکے اپنے حساب
بھرنا جو کچھ تھا بھر چکے اپنے حساب
دل ہی نہ رہا تو موت کا ڈر کیسا؟
مرنا برحق ہے، مر چکے اپنے حساب

(۱۹۳۰ء)

(۱۱۵)

پیٹ کا ہلکا منصور

کیوں کھول دیے راز ازل کے ناحق
پنجے میں پھنسے آپ اجل کے ناحق
ہاں، کیوں نہ اُٹھے شورِ اناالحق پہ فساد
بڑ مار اُٹھے پیٹ کے ہلکے ناحق

(۱۹۲۸ء)

(۱۱۶)

میں ہی میں ہوں

آئینۂ حق ہوں، خود پسندی کیسی
دیوانہ ہوں اپنا، ہوش مندی کیسی
عالم میں جدھر دیکھیے میں ہی میں ہوں
پستی کِسے کہتے ہیں بلندی کیسی؟

(۱۹۳۰ء)

(۱۱۷)

رنگِ محبّت

دل نشّے میں سرشار نظر آنے لگا
ویرانہ بھی گلزار نظر آنے لگا
کیا جانے محبّت نے چڑھایا کیا رنگ
عالم گلِ بے خار نظر آنے لگا

(۱۱۸)

بھٹکنے والے نہ تھکے

باز آ گئے تیری راہ تکنے والے
تھک تھک کے ہوئے ہیں ڈھیر تھکنے والے
پانی کیا ہے، ہوا بھی تھم جاتی ہے
تھکتے نہ تھکے مگر بھٹکنے والے!

(۱۱۹)

راستا دے کاگا

گھر بولتا ہے آج دِلدَر بھاگا
دُکھ درد کے ماروں کا نصیبہ جاگا
دن کاٹے ہیں گِن گِن کے اِسی دن کے لیے
ساجن آتے ہیں راستا دے کاگا

(۱۹۲۸ء)

(۱۲۰)

مُنھ چاہیے کِھل کھلانے کے لیے

دل تھا غنچہ مگر بِکسنے کے لیے
ہنستوں کو دیکھ کر ترسنے کے لیے
کِھلنے کی ہوس میں اور چہرہ بگڑا
مُنھ چاہیے کِھل کھلا کے ہنسنے کے لیے

(۱۹۲۹ء)

(۱۲۱)

لکھنؤ مجھ سے ہے

یارانِ چمن، یہ رنگ و بو مجھ سے ہے
تم سے کیا ہو گا، لکھنؤ مجھ سے ہے
میں جانِ سخن ہوں بلکہ ایمانِ سخن
دنیائے ادب کی آبرو مجھ سے ہے

(۱۹۳۰ء)

(۱۲۲)

میری سُنتے تو سر دُھنتے

گزری ہے بہارِ عمر تنکے چُنتے
آتش کدۂ شوق میں جلتے بُھنتے
یارانِ چمن گاتے ہیں اپنی اپنی
میری سُنتے تو دیر تک سر دُھنتے!

(۱۹۳۱ء)

(۱۲۳)

دُنیا فانی مگر یگانہ باقی

وُہ دَور رہا، نہ وہ زمانہ باقی
ہے اور کوئی دن یہ فسانہ باقی
کیسا ادبار اور کہاں کا اقبال
دُنیا فانی مگر یگانہ باقی

(۱۲۴)

روتے دیر نہ ہنستے

بادل کو لگی کھلتے برستے کچھ دیر
دل کو نہ لگی اُجڑتے بستے کچھ دیر
بچّوں کی طرح موم ہوا ہوں ایسا
روتے کچھ دیر ہے نہ ہنستے کچھ دیر
(۱۹۳۰ء)

(۱۲۵)

وہ سانس لے کہ غنچۂ دل کھلے

راگ اور کوئی چھیڑ کہ لذت بھی ملے
بیکار ہیں سب بادِ مخالف کے گلے
ٹھنڈی آہوں سے دل نہ ٹھنڈا ہوگا
وہ سانس تو لے غنچۂ دل جس سے کھلے
(۱۹۳۱ء)

(۱۲۶)

قناعت کیسی

بخشش کِسے کہتے ہیں، عنایت کیسی
ملک اپنا ہے، مال اپنا، اجازت کیسی
قدرت کا خزانہ ہے تصرف کے لیے
تقدیر کے ٹکڑوں پہ قناعت کیسی

(۱۲۷)

شاعر کو فلسفی کیا پائے گا

وہ جوش، وہ اضطراب، منزل میں کہاں
وہ شوقِ طلب تھکے ہوئے دل میں کہاں
شاعر کی تہ کو فلسفی کیا پہنچے
منجدھار کا زور شور ساحل میں کہاں؟

(۱۹۳۱ء)

(۱۲۸)

دامِ آزادی

ہوں صید کبھی اور کبھی صیّاد ہوں میں
کچھ بھی نہیں بازیچۂ اضداد ہوں میں
مختار، مگر اپنی حدوں میں محدود
ہاں، وسعتِ زنجیر تک آزاد ہوں میں

(۱۹۳۱ء)

(۱۲۹)

خدا رحم کرے

ہنگامۂ شوق و آرزو سے مجبور
دنیا کی ہوائے چارسُو سے مجبور
گلچیں کی تمنّا پہ خدا رحم کرے
گُل ہیں پروازِ رنگ و بُو سے مجبور

(۱۳۰)

تاجِ فنا

ہر سانس ہے بازیچۂ امواجِ فنا
ہر ذات ہے آمادۂ معراجِ فنا
کیا شوکتِ شاہانہ ہے، ماشاء اللہ
ہے تاج کے اوپر اور اِک تاجِ فنا!

(۱۳۱)

امتحانِ صبر

مشکل کوئی مشکل نہیں جینے کے سوا
خاموش لہو کا گھونٹ پینے کے سوا
کُھلتے ہیں جبھی جوہرِ تسلیم و رضا
جب کوئی سپر ہی نہ ہو سینے کے سوا

(۱۳۲)

کِس خواب کی تعبیر ہیں ہم

ہیں خاک برابر مگر اکسیر ہیں ہم
غالبؔ کے پیر ، ثانیِ میرؔ ہیں ہم
دنیائے ادب تھی منتظر مدت سے
معلوم ہے کِس خواب کی تعبیر ہیں ہم

(۱۳۳)

کوئی اور حَسیں ہو بھی تو کیا

دنیا میں کوئی اور حسیں ہو بھی تو کیا
پردے میں کوئی پردہ نشیں ہو بھی تو کیا
عالم میں جدھر دیکھیے ، میں ہی میں ہوں
حُسن اپنے سوا اور کہیں ہو بھی تو کیا

(۱۳۴)

یگانہ ہوں میں

مہمان ہے تُو صاحبِ خانہ ہوں میں
آئینۂ حسنِ جاودانہ ہوں میں
مجھ سا کوئی دوسرا نہ تجھ سا کوئی
یکتائے جہاں تُو ہے ، یگانہ ہوں میں

(۱۹۲۹ء)

(۱۳۵)

ہاں ایسے ہی مُنھ پہ بانکپن کھپتا ہے

اقلیمِ سخن نام مرا جپتا ہے
کیوں لکھنؤ اپنے بھاڑ میں تپتا ہے
تصویرِ یگانہ آپ بول اُٹھے گی
ہاں ایسے ہی مُنھ پہ بانکپن کھپتا ہے!

(۱۳۶)

پاؤ رتّی باون تولے

کیوں شرح کا دفتر کوئی احمق کھولے
ہے یہ وہ سخن کہ اپنے مُنھ سے بولے
کانٹوں کا تُلا ہوا نگاہوں میں جچا
لے تول لے پاؤ رتّی باون تولے

(۱۳۷)

گدائے شاہانہ مزاج

دُنیا کا خود اصلاح پہ آیا نہ مزاج
رُخ کیا کرتا گدائے شاہانہ مزاج
دیوانوں نے دیوانوں کا پایا نہ مزاج
کیوں راہ پہ آتا دلِ دیوانہ مزاج
(۱۹۲۸ء)

(۱۳۸)

حیاتِ ابدی

کس دُھن میں کوہکن نے تیشہ باندھا
سر پھوڑ کے خود موَت کا آگا باندھا
قدموں سے لپٹ گئی حیاتِ اَبدی
کیا عشق کے سر اجل نے سہرا باندھا!

(۱۹۲۸ء)

(۱۳۹)

زحمتِ بیدار دلی

آسان نہیں موت کی آہٹ لینا
گہوارۂ بے خودی میں کروٹ لینا
بیدار دلی ہے اور اُلٹی زحمت
اچھا نہیں اپنے سر یہ جھنجٹ لینا

(۱۹۲۸ء)

(۱۴۰)

دُعا مانگنے والا تُو کون!

بے درد دوا مانگنے والا تُو کون؟
کیوں میرے سوا مانگنے والا تُو کون؟
ہنستا ہوں خود اپنے حال پر، میرے لیے
رو رو کے دُعا مانگنے والا تُو کون؟

(۱۳۱)

مُردہ پرستوں کا مذہب

اِن مُردہ پرستوں کا ہے مذہب کیسا
ہر حال میں بدحال، یہ مشرب کیسا
کل تک تو اِسی کل کو بُرا کہتے تھے
گزرے ہوئے کل کا ذکرِ خیر اب کیسا
(۱۹۲۹ء)

(۱۳۲)

لاکھوں شیطان پر ایک انسان بھاری

کافر کا مسلمان سے بس کیا چلتا
دیووں کا سلیمان سے بس کیا چلتا
لاکھوں شیطاں پر ایک انساں بھاری
شیطان کا انسان سے بس کیا چلتا

(۱۳۳)

اللہ رے میں

مَے کیا ہے؟ خونِ دل بھی پی کر نہ چھکا
جی بھر کے بُرا کام کوئی کر نہ سکا
مجھ کو کوئی مجھ سے پوچھے، اللہ رے میں!
وہ میں کہ گناہ کرتے کرتے نہ تھکا

(۱۴۴)

جتنی ضرورت اُتنی قیمت

ہاں فکرِ رسا دیکھ، بڑا بول نہ بول
گنجینۂ معنی سرِ بازار نہ کھول
جس کی جتنی ضرورت اُتنی قیمت
ہیرا کبھی کنکر ہے کبھی ہے انمول!

(۱۹۴۳ء)

(۱۴۵)

خبرِ آزادی

رہنے کا نہیں بند درِ آزادی
دیتی ہیں ہوائیں خبرِ آزادی
دروازۂ زنداں درِ توبہ تو نہیں
ہاں المدد اے دردِ سرِ آزادی!

(۱۹۳۱ء)

(۱۴۶)

ذرا تھاہ تو لیں

سُنتا نہیں ناخدا، پکاریں کب تک
پوچھیں کب تک پتا بچاریں کب تک
غوطہ ہی لگا دیکھیں، ذرا تھاہ تو لیں
منجدھار میں ہاتھ پاؤں ماریں کب تک

(۱۴۷)

عقل کے اندھے

کس کام کا دل جو ہو خبر سے خالی
مُنھ میں ہے زباں مگر اثر سے خالی
اِن عقل کے اندھوں پہ خدا رحم کرے
آنکھیں دو دو مگر نظر سے خالی

(۱۴۸)

پرکھنے والا تُو کون؟

ہم ایسوں کا درد رکھنے والا تُو کون؟
یہ لذّتِ تلخ چکھنے والا تُو کون؟
کیا دل کو ٹٹولتا ہے اندھوں کی طرح
ٹوٹا ہی سہی ۔ پرکھنے والا تُو کون؟
(۱۹۲۹ء)

(۱۴۹)

پھانسی ہی سہی

بے درد بلا سے قصّہ کوتہ کر دے
پیمانہ اسیروں کا لہو سے بھر دے
پھانسی ہی سہی ۔ حکمِ رہائی نہ سہی
کب سے لٹکے☆ ہیں بال باندھے بردے

☆ بال باندھے غلام لٹکے ہیں یعنی معلق ہیں۔ ان کے مقدمے کا کوئی فیصلہ نہیں ہو چکتا۔ (یگانہ)

(۱۵۰)

موجود کو معدوم سمجھنا مشکل

دُکھ درد کو موہوم سمجھنا مشکل
مشکل ہے، یہ مفہوم سمجھنا مشکل
اپنی ہستی غلط نہ اپنی بیتی
موجود کو معدوم سمجھنا مشکل

(۱۵۱)

جس کی دوا نہ دعا

دُنیا سے اُٹھے ہیں دل کی دل ہی میں لیے
کِس کام کی زندگی کہ ناکام جیے
وہ درد دیا جس کی دوا تھی نہ دُعا
دل تجھ سے لگایا تھا اِسی دن کے لیے

(۱۵۲)

دُکھ کے دم سے سُکھ کا مزہ

ہاں جب ہے مزہ کہ دوست دشمن ہو جائے
ہر پہلو سے خوب و زشت روشن ہو جائے
سُکھ میں جو سواد ہے تو دُکھ کے دم سے
سُکھ ہی سُکھ ہو تو پھر اَجیرن ہو جائے

(۱۹۳۳ء)

(۱۵۳)

کبھی تو مراد بر آتی

اے بادِ مراد! آہ تیرے چلتے
اک عمر کٹی ہے خاک مُنھ پر ملتے
اِس شوخیِ رفتار پہ جی کیوں نہ جلے
دِل کے بدلے کبھی تو گھی کے جلتے٭

(۱۹۲۹ء)

(۱۵۴)

رہائی

زندانِ بلا سے خاک اُڑا کر چھُوٹے
یارانِ ہوس کا جی چُھڑا کر چھُوٹے
دیوانوں سے کچھ بس نہ چلا یاروں کا
دِل توڑ کے، زنجیر تُڑا کر چھُوٹے

(۱۵۵)

دِھرانے والا تُو کون؟

کیوں پیرِ فلک دِھرانے والا تُو کون؟
چل! خاک بسر پھرانے والا تُو کون؟
ٹھہرا ہے ہوا پہ آشیانہ اپنا
گر جائے گا خود، گرانے والا تُو کون؟

(۱۹۲۹ء)

٭ دل جلنے کے بدلے کبھی گھی کے چراغ بھی جلتے۔ مراد بر آتی۔ (یگانہ)

(۱۵۶)

دلّی کی زبان

دلّی کی زبان لکھنؤ کیا جانے
میرؔ و مرزاؔ کی گفتگو کیا جانے
دل درد سے خالی ہے تو بکواس فضول
خاموش! زبانِ عشق تُو کیا جانے

(۱۹۳۱ء)

(۱۵۷)

حسنِ پنجاب

پنجاب سے ایمان سلامت لائے
اب جائیں گے کیا۔ جان رہے یا جائے
وہ حُسن کا عالم کہ الٰہی توبہ
توبہ ہوئی۔ اب سے آئے گھر سے آئے

(۱۹۳۰ء)

(۱۵۸)

عید منانے کے مزے

کیا جانے کوئی عید منانے کے مزے
جب تک نہ اُٹھائے دل لگانے کے مزے
اے عید منانے والو۔ مجھ سے پوچھو
روٹھے ہوئے دوست کو منانے کے مزے

(۱۹۳۰ء)

(۱۵۹)

تلخی و خوشی توأم

یک موجِ نشاطِ صبح دم برخیزد
صد خندۂ تلخ از دلم برخیزد
در عینِ بہار نخلِ غم برخیزد
تلخی و خوشی ہر دو بہم برخیزد

(۱۶۰)

آئنۂ یک دگرے

پنہاں نتواں داشت ز صاحب نظرے
گوید چہ عجب ز مُبتدایم خبرے
از دردِ خداداد نگاہم سرشار
ایں دیدہ و دل آئنۂ یک دگرے
(۱۹۲۰ء)

(۱۶۱)

ہر چشم زدن عالمِ دیگر دارد

پیراہنِ تن عالمِ دیگر دارد
یوسف بہ کفن عالمِ دیگر دارد
گم گشتہ تماشا بتماشاے دگر
ہر چشم زدن عالمِ دیگر دارد

(۱۶۲)

عذابِ عمرِ ابدی

از چشمۂ حیواں دمِ آبے نکشم
وز مے کدۂ خضر شرابے نکشم
شام و سحرم مرگ و حیاتِ دگرے
از عمرِ ابد رنجِ عذابے نکشم

(۱۶۳)

از خود خبرے می خواہم

گم گشتہ ام از خود خبرے می خواہم
پروانہ صفت بال و پرے می خواہم
آتش بزنم بدیں سیہ خانۂ دل
زیں خانۂ تاریک، درے می خواہم

(۱۶۴)

از خاکِ پا کم گردان

سرگشتہ بدیں طلسمِ خاکم بنگر
بے درد، بحالِ دردناکم بنگر
آغازِ خوش انجامم، دانم زکجاست
خاکم بنگر، ز خاکِ پا کم بنگر

(۱۶۵)

از گناہم مپرس

یاد آمدہ آں چناں گناہے کہ مپرس
دارم ز دلِ خویش گواہے کہ مپرس
تا سنگ بر آئینۂ امّید زدم
دزدیدہ ام بسینہ آہے کہ مپرس

(۱۶۶)

کشتۂ تدبیرِ خویش

ایں سادہ دلاں ہلاکِ تدبیرِ خود اند
نامحرمِ خندہ ہاے تقدیرِ خود اند
از حکمِ قضا بخاک و خوں غلطیدہ
دیوانہ صفت کشتۂ شمشیرِ خود اند
(۱۹۳۲ء)

(۱۶۷)

جستجویت غلط است

شوقت غلط است و آرزویت غلط است
فکرت غلط است و جستجویت غلط است
جولانیِ گردباد، بے مرکز ہیچ
سوداے سیرِ چارسویت غلط است

(۱۶۸)

یہ رباعی آیات اول میں شامل ہے۔ شمار: ۳۶

(۱۶۹)

چہ اتّفاق اُفتادہ

تا شیشۂ آرزو ز طاق اُفتادہ
ناگاہ بجان و دل نفاق اُفتادہ
بر کام و دہن چہ اتفاق اُفتادہ
شیرینی و تلخی ز مذاق اُفتادہ

(۱۷۰)

پا بر کاب

دورانِ شباب و ہاے ہُو پا بر کاب
ہنگامۂ شوق و آرزو پا بر کاب
ایں ناز و نیازِ من و تُو پا بر کاب
گل پا بر کاب و رنگ و بُو پا بر کاب

(۱۹۲۸ء)

(۱۷۱)

نتواں باز آمد

شعلہ ز شرارت نتواں باز آمد
پروانہ ز فطرت نتواں باز آمد
انساں کہ مرکب است از جہل و خطا
از جرمِ محبت نتواں باز آمد

(۱۹۲۸ء)

(۱۶۲)

از دستِ یگانہ

کاریست کہ از دستِ یگانہ شُدنی ست
این مرد کہ یکتائے زمانہ شُدنی ست
برباد دہد دفترِ پارینہ را
غالب پسِ امروز فسانہ شُدنی ست

(۱۹۳۳ء)

(۱۶۳)

آزادیِ من ننگِ گرفتاریِ من

دیوانہ صفت جوش و خروشم بنگر
ہنگامۂ شوقِ خامؔ جوشم بنگر
آزادیِ من ننگِ گرفتاریِ من
در سایۂ گل قفس بدوشم بنگر

(۱۹۳۲ء)

(۱۶۴)

حسرتِ رہائی

کیا فصلِ بہاری کی خبر نے مارا
یا بُوالہوسی کے دردِ سر نے مارا
یارانِ شکستہ پر ہیں کتنے بے تاب
کِس کی آوازِ بال و پر نے مارا؟

مزاحیہ

(۱۷۵)

لنگوٹی ہی سہی

تقدیر پہ کیا زور ہے، کھوٹی ہی سہی
بوٹی نہ ملی تو رُوکھی روٹی ہی سہی
چرخہ تو چلائے جاؤ گاندھی جی کا
دھوتی نہ سہی تن پہ لنگوٹی ہی سہی
(۱۹۳۰ء)

(۱۷۶)

حاصلِ زندگی

آتا نہیں کچھ گرہ سے کھونے کے سوا
دولت کے نشے میں بھنگ ہونے کے سوا
دو دن کی زندگی کا حاصل کیا ہے
کھانے پینے، لپٹ کے سونے کے سوا
(۱۹۳۰ء)

(۱۷۷)

ہیرا پھیری ہی سہی

ڈر کیا ہے، بلا سے رات اندھیری ہی سہی
کچھ ہو نہیں سکتا تو دلیری ہی سہی
پھرتے ہیں ترے کوچے میں ابلے گھلے☆
چوری نہ سہی تو ہیرا پھیری ہی سہی

(۱۷۸)

دل میں کوئی چور ہے

کیا نفس میں زور ہے ابھی تک باقی
کیا کوئی لگور ہے ابھی تک باقی
کیوں کان کھڑے ہوئے ہیں آہٹ پا کر
دل میں کوئی چور ہے ابھی تک باقی

(۱۷۹)

گستاخیِ شوق

نازک بانہیں مروڑ ڈالوں نہ کہیں
قابو پا کر جھنجھوڑ ڈالوں نہ کہیں
ترسا ہوا میں ہوں تمھیں ڈر لگتا ہے
مُنھ چُومتے ہی بھنبھوڑ ڈالوں نہ کہیں

☆ ابلے گھلے پھرتے ہیں یعنی اینڈے اینڈے پھرتے ہیں۔ (یگانہ)

(۱۸۰)

چلتی گاڑی میں

دلّی سے اُدھر وہ غیرت حُور چلا
میں نشّہ شوق میں اِدھر چُور چلا
چلتی گاڑی میں مُنھ چِڑھانا اُس کا
میں دور سے دانت پیستا گھُور چلا

(۱۹۳۱ء)

(۱۸۱)

آئی پر چُوکنا کیا؟

ہر عید کو اِک دلھن نئی کیوں کرتا
دو دن کی جوانی میں کئی کیوں کرتا
ہاں موت کو آغوش میں لیتے ہی بنی
خود آئی تو آئی پہ گئی کیوں کرتا ☆

(۱۹۲۸ء)

(۱۸۲)

دڑھیالا بندر

نخّاس سے خلعت کوئی منگوا لیتا
یا چوک سے جوڑا کوئی سِنگوا لیتا
حجلے میں ڈٹا ہے شیخ کفنایا ہوا
داڑھی کی طرح کفن بھی رنگوا لیتا
(۱۹۲۸ء)

☆ آئی پر گئی کیوں کرتا یعنی آئی پر کیوں چُوکتا۔ (یگانہ)

(۱۸۳)

جنم لنڈورا

پامالِ ازل تھا دل تو کیوں کر جُڑتا
کس دل سے بھلا چمن کی جانب مُڑتا
کلیاں بھی نہ پھوٹیں پرِ پرواز کجا
کِس بَل پہ کوئی جنم لنڈورا اُڑتا

(۱۸۴)

یہ رباعی بوجوہ حذف کی گئی۔

(۱۸۵)

کالا کلُوٹا ہی سہی

عاشق ہوں ترا۔ کالا کلُوٹا ہی سہی
سچا نہ سہی بلا سے جھُوٹا ہی سہی
صد پارۂ دل میں ہیں یہ جلوے کس کے؟
آئینہ پھر آئینہ ہے ٹُوٹا ہی سہی

(۱۹۳۱ء)

(۱۸۶)

پردہ اُٹھ گیا تو نظر کیوں نہ اُٹھے

جب اُٹھ گیا پردہ تو نظر کیوں نہ اُٹھے
لڑ جائے نظر تو شور و شر کیوں نہ اُٹھے
انسان ہے انسان فرشتہ تو نہیں
شیطان چڑھا سر پہ تو سر کیوں نہ اُٹھے

(۱۹۳۱ء)

(۱۸۷)

گُڑ کھائیں گُلگلوں سے پرہیز

منبر پہ جناب جب کبھی ریز کریں
جو بات کریں مضحکہ انگیز کریں
انگور حلال اور مے انگور حرام
گڑ کھائیں گلگلوں سے پرہیز کریں

(۱۹۳۱ء)

(۱۸۸)

سنجیدہ مزاج اور ایسے مکّار

کھوٹے تو بہت دیکھے کھرے کم دیکھے
دل دیکھے مگر درد بھرے کم دیکھے
سنجیدہ مزاج، اور ایسے مکّار
ایسے مکّار مسخرے کم دیکھے

(۱۸۹)

یہ اونٹ کِس کل بیٹھے

دیوانے ترے پہاڑ اوجھل بیٹھے
جنگل میں منا رہے ہیں منگل بیٹھے
کعبے میں ہے شیخ بلبلاتا پھرتا
دیکھیں تو سہی یہ اونٹ کِس کل بیٹھے ؟

(۱۹۰)

خُوب مَرے

بہتیرے جوانانِ خوش اسلوب مَرے
بے مَوت بھسم ہو گئے یا ڈوب مَرے
مرنا اُس کا کہ مر کے زندہ ہو جائے
مرنے کو مَرے ہم بھی مگر خوب مَرے
(۱۹۳۱ء)

۱۹۱

ٹیڑھے مرزا

شاہوں سے مری کلاہ ٹیڑھی ہی رہی
بدمغزوں سے رسم و راہ ٹیڑھی ہی رہی
ٹیڑھے مرزا کو کون سیدھا کرتا
سیدھی نہ ہوئی نگاہ، ٹیڑھی ہی رہی
(۱۹۳۱ء)

(۱۹۲)

ہنسنے والوں کی صُورت ہی سہی

دل تنگ نہ ہو تنگ خیالوں کی طرح
جُوتے بھی کھاؤ تر نوالوں کی طرح
کھسیانی ہنسی ہنس کے کرو دل خالی
صورت ہی بنا لو ہنسنے والوں کی طرح
(۱۹۳۲ء)

(۱۹۳)

گنواروں سے اُلجھنا کیا

بیہودہ نگار سے اُلجھتے کیوں ہو
اِس ناہموار سے اُلجھتے کیوں ہو
آزاد کو کہتا ہے بُرا کہنے دو
کیوں ایسے گنوار سے اُلجھتے کیوں ہو

(۱۹۴)

یہ رباعی آیات اول میں شامل ہے۔ شمار : ۳۹

(۱۹۵)

دیوانی ہنسی

اندھی نگری کے رہنے بسنے والے
نظارۂ معنی کو ترسنے والے
ٹوٹے ہوئے دل کے نغمۂ دل کش پر
دیوانی ہنسی ہنستے ہیں ہنسنے والے

(۱۹۶)

ہارے تو چلے نانپارے

پیارے صاحب سُنو تو پیارے صاحب
کھسیانے نہ ہو شرم کے مارے صاحب
خود ناچ تو آتا نہیں ، آنگن ٹیڑھا
ہارے تو سِدھارے نانپارے[1] صاحب

(۱۹۲۸ء)

(۱۹۷)

ادوائن کے توتے

تقلید کے پھندے ہیں گلے میں جن کے
واللہ قدم رکھتے ہیں کیا گِن گِن کے
رفتار میں تیزی ہے نہ پرواز بلند
شاعر تو نہیں توتے[2] ہیں ادوائن کے

(۱۹۲۷ء)

(۱) ۔ اودھ میں ایک ریاست کا نام ہے نانپارہ۔ جب کوئی شخص ہار کر شرمندہ اور کھسیانا ہو جاتا ہے تو اُس پر یہ مثل کہی جاتی ہے : ہارے تو چلے نانپارے ۔ (یگانہ)

(۲) ۔ سُست رفتار شخص پر ادوائن کے توتے کی پھبتی کہی جاتی ہے ۔ جس طرح توتا پلنگ کی ادوائن پر رسان رسان قدم رکھتا ہے ، وہی حال تقلید پیشہ متشاعرین کا ہے ۔ (یگانہ)

(۱۹۸)

استادِ ازل کے شاگردِ رشید

استاد یگانہ بے گُرے کیوں ہوتے
آپ اپنی نگاہوں میں بُرے کیوں ہوتے
استادِ ازل کے ہیں جو شاگردِ رشید
غالبؔ کی طرح بے سُرے کیوں ہوتے

(۱۹۳۱ء)

(۱۹۹)

شورِ طفلانہ

دیوانوں کے یہ زور نہ دیکھے نہ سُنے
نادانوں کے یہ شور نہ دیکھے نہ سُنے
جھنڈے پہ چڑھانے کو چڑھاتے ہیں مگر
غالبؔ سے چچا☆ چور نہ دیکھے نہ سُنے

(۱۹۲۹ء)

(۲۰۰)

چار جُز کے دیوان کی خیر

اب کون مناتا ہے انسان کی خیر
ہاں چاہیے چار جُز کے دیوان کی خیر
غالبؔ پہ جو ایمان نہ لائے کافر
پھر جان کی خیر ہے نہ ایمان کی خیر

☆ چچا سعدی اور چچا غالب میں بڑا فرق ہے۔ (یگانہ)

(۲۰۱)

دنیا کو غلط سبق پڑھانے والے

غالبؔ کو میرؔ سے بڑھانے والے
چوروں کو بانس پر چڑھانے والے
اندھوں کو اپنے ساتھ لے ڈوبیں گے
دنیا کو غلط سبق پڑھانے والے

(۲۰۲)

غالبؔ کے چچا

چنگیزی لہو ہے اپنی رگ رگ میں رچا
مجھ سے جو تنے تو منھ کی کھاؤ گے بچا
غالبؔ کو چچا بنا کے چھوڑا میں نے
غالبؔ میرے چچا۔ میں غالبؔ کا چچا!
(۱۹۲۸ء)

(۲۰۳)

یگانہ کون

بھونڈا پن ہے مذاقِ غالبؔ میں رچا
مرزا کا کمال اپنی نظر میں نہ جچا
محفل میں ہے اب رنگِ یگانہ غالب
وہ کون یگانہ؟ وہی غالبؔ کے چچا!

(۲۰۴)

ارے واہ رے میں

کس سے کہوں کیا ہوں میں ۔ ارے واہ رے میں
آفت ہوں بلا ہوں میں ۔ ارے واہ رے میں
بھاری ہے بڑے بڑوں پہ مُردہ اپنا
غالبؔ کا چچا ہوں میں ۔ ارے واہ رے میں

(۲۰۵)

نئی سُوجھتی ہے

اُستادوں کے ساتھ دل لگی سُوجھتی ہے
نشّے میں خودی کے ۔ دُور کی سُوجھتی ہے
غالبؔ کے چچا بنے ہو ماشاء اللہ
جو سُوجھتی ہے یار نئی سُوجھتی ہے

مرزا یگانہ چنگیزی، سلطان بہادر روڈ، منصور نگر، لکھنؤ

آجکل (دہلی)

یگانہ آرٹ

خلش تو کوئی دل دوست میں نہ رہ جائے - بجائے شوق سے جو منہ میں آئے کہہ جائے

ذرا سی بات پہ آگئی ہے چوٹ، کیا کہیے - دل حزیں کہیں اک ٹھیس میں نہ ڈھہ جائے

یہ کیا کہ ہر کس و ناکس سے دل لگا بیٹھے؟ - وہیں کا ہو رہے انسان جس جگہ جائے؟

خود اپنی فکر میں ڈوبا ہے، برا کیا ہے؟ - اجی یہ دل کوئی تنکا نہیں کہ بہہ جائے

عجیب نسخۂ حکمت ہیں کھیل قدرت کے - مجال کیا ہے ذرا سی کسر جو رہ جائے

اُڑے گئی تو گئی جس کی بات اوس کے ساتھ - یہ کیا ستم ہے جوانی کی یاد رہ جائے؟

کہاں گناہ جزم کہاں اوس کی سزا کہاں کا عذاب؟ - جہاں رخسارۂ پنہاں چھپا در کہہ جائے!

وطن کو چھوڑ کے پہونچا غریب جنت میں ([illegible]) - کہاں سے اٹھ کہاں جائے کس جگہ جائے؟ ([illegible])

دل ستم زدہ آغوش کامرانی میں - خدا نخواستہ آسودہ ہو کے رہ جائے!

یگانہ وہ تمھیں کیا مانتا نہیں؟ لیکن
قلم کی مار تو ایسی نہیں کہ سہہ جائے

سلطان بہادر روڈ، منصور نگر، لکھنؤ

مصنف نے ترجمہ میں اشارہ جو بیان کیا ہے رسالہ چھاپا جاتا تو اوبا یا نقصان ہے - مقرر کردینے سے کیا فائدہ ہے؟

غزل جو رسالہ ''آج کل'' دہلی کو بھیجی گئی تھی مگر آٹھویں شعر میں پاکستان کا ذکر آ جانے کی وجہ سے شائع نہیں ہوئی۔

آیاتِ وجدانی

طبع دوم

۱۹۳۴ء

بنام یگانہ

خود پرستی کیجیے یا حق پرستی کیجیے
آہ کس دن کیلئے ناحق پرستی کیجیے

آیاتِ وجدانی

طبع ثانی باضافہ افکار جدید

مُصنّفہ

امام الغزل

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

سب رجسٹرار حیدرآباد دکن

مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی
۱۹۳۴ء
۱۰۰۰ اجلد

قیمت دو روپے

''آیات وجدانی'' طبع دوم کا سرورق (عکس)

تحفۂ ادب

بجناب ہیبت مآب پیغمبر قہر و عذاب

شہنشاہ بنی آدم سرتاج سکندر و جم

حضرت چنگیز خاں اعظم قہر اللہ

منجانب

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

"آیاتِ وجدانی" طبع دوم کا انتساب (عکس)

۱

بنام یگانہ

خودی کا نشہ چڑھا آپ میں رہا نہ گیا
خدا بنے تھے یگانہ مگر بنا نہ گیا

ہنسی میں وعدۂ فردا کو ٹالنے والو!
لو دیکھ لو۔ وہی "کل"۔ "آج" بنکے آنہ گیا؟

گناہِ زندہ دلی کہیئے یا دل آزاری
کسی پہ ہنس لئے اتنا کہ پھر ہنسا نہ گیا

"آیاتِ وجدانی" طبع دوم۔ متن کا پہلا صفحہ

بنامِ یگانہ

(۱)

خودی کا نشہ چڑھا آپ میں رہا نہ گیا
خدا بنے تھے یگانہؔ مگر بنا نہ گیا

پیامِ زیرِلب ایسا کہ کچھ سنا نہ گیا
اشارہ پاتے ہی انگڑائی لی رہا نہ گیا

ہنسی میں وعدۂ فردا کو ٹالنے والو
لو دیکھ لو وہی "کل" "آج" بن کے آ نہ گیا؟

گناہِ زندہ دلی کہیے یا دل آزاری
کسی پہ ہنس لیے اِتنا کہ پھر ہنسا نہ گیا!

پکارتا رہا کس کس کو ڈوبنے والا
خدا تھے اتنے مگر کوئی آڑے آ نہ گیا

سمجھتے کیا تھے؟ مگر سُنتے تھے ترانۂ درد
سمجھ میں آنے لگا جب تو پھر سُنا نہ گیا

کروں تو کس سے کروں دردِ نارسا کا گلہ؟
کہ مجھ کو لے کے دلِ دوست میں سما نہ گیا!

بتوں کو دیکھ کے سب نے خدا کو پہچانا
خدا کے گھر تو کوئی بندۂ خدا نہ گیا

کرشن کا ہوں پجاری علی کا بندہ ہوں
یگانہ شانِ خدا دیکھ کر رہا نہ گیا

(۱۹۳۲ء)

(۲۳)

آئینے میں سامنا جب ناگہاں ہو جائے گا
پردۂ غیرت وہاں بھی درمیاں ہو جائے گا

کس محبت سے جگہ دی دل نے دردِ عشق کو
کیا خبر تھی تشنۂ خوں میہماں ہو جائے گا

نیند کے ماتے ٹھہر جا، آنکھ کھلنے کی ہے دیر
چشمِ حیراں میں سبک خوابِ گراں ہو جائے گا

جان دیتے دیر کیا لگتی ہے تیری راہ میں
دل سلامت ہے تو یہ بھی امتحاں ہو جائے گا

رہزنوں کا پھر کوئی دھڑکا نہ کھٹکا خار کا
پہلی منزل سے جب آگے کارواں ہو جائے گا

چار دن کی زندگی ہے کاٹ دو ہنس بول کر
دل لگا لو پھر قفس ہی آشیاں ہو جائے گا

کیا سمجھتے تھے کہ دل سا شیشۂ نازک مزاج
چوٹ کھاتے کھاتے اتنا سخت جاں ہو جائے گا

دیکھ لو حسنِ یگانہ دُور سے بیگانہ وار
پاس جاؤ گے تو پردہ درمیاں ہو جائے گا
(۱۹۳۰ء)

(۲۴)

مثلث

ناخدائے کم ہمت ہاتھ پاؤں مار آیا
تہ کی کیا خبر لاتا حوصلہ بھی ہار آیا
پار اُتارنا کیسا؟ بارِ سر اُتار آیا

کشتیِ حیات اپنی جا رہی تھی دھارے پر
سنگ دل تماشائی ہنستے تھے کنارے پر
دل وہی شکستہ دل پھر بروئے کار آیا

خانۂ خدا معلوم ، شیخ و برہمن جھوٹے
اِس طلسم حیرت سے کب اسیرِ غم چھوٹے؟
پائے مضطرب ٹوٹے جب کہیں قرار آیا

شام سے بھڑک اُٹھی اور بھی لگی دل کی
یاسِ اُمیدِ فردا نے واہ کیا تسلّی دی!
مضطرب نگاہوں کو حکمِ انتظار آیا

(۱۹۲۰ء)

(۳۳)

آپ ہیں کیوں کر رہے کوئی یہ ساماں دیکھ کر
شمعِ عصمت کو بھری محفل میں عریاں دیکھ کر
دل کو بہلاتے ہو کیا کیا آرزوے خام سے
امرِ ناممکن ہیں گویا رنگِ امکاں دیکھ کر
کیا عجب ہے بھول جائیں اہلِ دل اپنا بھی درد
حُسنِ مستانہ کو آخر میں پشیماں دیکھ کر
بے دلوں نے ہنستے ہنستے مار ڈالا بے اجل
اہلِ دل کو مبتلائے درد و درماں دیکھ کر
ڈھونڈتے پھرتے ہو اب ٹوٹے ہوئے دل میں پناہ
درد سے خالی دلِ گبر و مسلماں دیکھ کر
دل جلا کر وادیِ غُربت کو روشن کر چلے
خوب سُوجھی جلوۂ شامِ غریباں دیکھ کر

امتیازِ صورت و معنی سے بیگانہ ہوا
آئینے کو آئنہ، حیراں کو حیراں دیکھ کر

پیرہن میں کیا سما سکتا حبابِ جاں بلب
ہستیِ موہوم کا خوابِ پریشاں دیکھ کر

صبر کرنا سخت مشکل ہے، تڑپنا سہل ہے
اپنے بس کا کام کر لیتا ہوں آساں دیکھ کر

اور کیا ہوتی یگانہ دردِ عصیاں کی دوا
کیا غزل یاد آئی واللہ فردِ عصیاں دیکھ کر

(۱۹۳۱ء)

(۵۱)

دل لگانے کی جگہ عالمِ ایجاد نہیں
خواب آنکھوں نے بہت دیکھے مگر یاد نہیں

آج اسیروں میں وہ ہنگامۂ فریاد نہیں
شاید اب کوئی گلستاں کا سبق یاد نہیں

سرِ شوریدہ سلامت ہے مگر کیا کہیے
دستِ فرہاد نہیں، تیشۂ فرہاد نہیں

توبہ بھی بھول گئے عشق میں وہ مار پڑی
ایسے اوسان[1] گئے ہیں کہ خدا یاد نہیں

تلملانے کا مزہ کچھ نہ تڑپنے کا مزہ
ہیچ[2] ہے دل میں اگر دردِ خداداد نہیں

کیا عجب ہے کہ دلِ دوست ہو مدفن اپنا
کشتۂ ناز ہوں میں کشتۂ بیداد نہیں

دشمن و دوست سے آباد ہیں دونوں پہلو
دل سلامت ہے تو گھر عشق کا برباد نہیں[3]

فکرِ امروز نہ اندیشۂ فردا کی خلش
زندگی اُس کی جسے موت کا دن یاد نہیں

نکہتِ گل کی ہے رفتار ہوا کی پابند
روح قالب سے نکلنے پہ بھی آزاد نہیں

چشمِ عبرت میں کوئی خاک کا پُتلا نہ جچا
سب کے سب ہیں نظری، ایک پہ بھی صاد نہیں[4]

زندہ ہیں مُردہ پرستوں میں ابھی تک غالب
مگر استادِ یگانہ سا اب استاد نہیں
(۱۹۳۰ء)

(۱) اوسان گئے۔ حواس گم ہوگئے۔ (یگانہ) (۲) ہیچ ہے وہ دل جس میں درد نہ ہو۔ (یگانہ) (۳) دل سلامت ہے تو دوست بھی ہیں اور دشمن بھی۔ عشق کا گھر آباد ہے۔ (یگانہ) (۴) ایک پہ بھی صاد نہیں۔ ایک بھی قابلِ انتخاب نہیں۔ (یگانہ) (یہ تمام حواشی آیات وجدانی، طبع سوم سے ماخوذ ہیں۔ مرتب)

(۵۵)

وہ بھی دن ہو گا کہ دشمن مہرباں ہو جائے گا
کج روی سے آپ عاجز آسماں ہو جائے گا
بوسہ مانگیں، مانگنے دو، اِتنے کھسیانے نہ ہو
مُنھ چِڑھا دو بس جوابِ جاہلاں ہو جائے گا

طفلِ دل مچلا تو مچلا پھر ہے کس کے مان کا
دیکھ کر تجھ کو جواں کیا نوجواں ہو جائے گا
(۱۹۳۰ء)

(۸۸)

نظارے پہ کیا گزری آشوبِ تماشا سے؟
ہوش آتے ہی دیوانے کھوئے گئے دنیا سے
دیوانے ہوں شرمندہ کیوں چشمِ تمنّا سے؟
اللہ ری خود بینی، باز آ گئے لیلیٰ سے
دن بھر تو یہ پروانے جیتے تھے نہ مرتے تھے
کیا کیا نہ اُٹھے فتنے اک شعلۂ تنہا سے
دل اپنا جلاتا ہوں کعبہ تو نہیں ڈھاتا
اور آگ لگاتے ہو کیوں تہمتِ بے جا سے

تہ چاٹتا جاتا ہے یہ زور ہے دھارے کا
ٹکرا کے پلٹ آئیں موجیں لبِ دریا سے

اے رہزنِ بے پروا، مشکل مری آساں کر
کیوں آنکھ چُراتا ہے گم گشتۂ تنہا سے؟

ذرّہ بھی ہے اِک عالم انوارِ الٰہی کا
ادنیٰ ہی سہی لیکن نسبت تو ہے اعلیٰ سے

حیراں ہیں نظر والے بے تاب ہیں دل والے
کچھ رنگِ تماشا سے، کچھ بُوئے تمنّا سے

کیوں دل کا کنْول آخر لہراتا ہے رہ رہ کر
جھونکا کوئی آ پہنچا، کیا عالمِ بالا سے

کیا اپنے تئیں دیکھیں، کیا ہو گئے اور کیا تھے؟
رفتارِ نظر عاجز، رفتارِ تماشا سے

جو دم ہے غنیمت ہے، کیا جانیے کل کیا ہو
اِک دُور کی نسبت ہے امروز کو فردا سے

کیوں نکہتِ آوارہ جامے سے نہ ہو باہر
کِس دن کو وفا کرتی پیراہنِ رسوا سے

دنیا کی ہوا کھا کر کیا دُھند مچائی تھی
بیٹھے ہو یگانہ اب کیوں بزم میں تنہا سے؟
(۱۹۲۰ء)

(۸۹)

کس کے دم کی روشنی زندانِ آب و گِل میں ہے؟
کون سا تنہا نشیں وحدت سرائے دل میں ہے؟
سوچتا ہوں جب تو میں ہی میں ہوں اور کوئی نہیں
ہو نہ ہو کچھ بھید اِس اندیشۂ باطل میں ہے
صبح و شامِ زندگی خوابِ پریشاں ہی سہی
کچھ حقیقت کا بھی جلوہ، جلوۂ باطل میں ہے
کیسے کیسے دل زدہ آوارۂ صحرا ہوئے
روئے لیلیٰ جس طرح محمل میں تھا، محمل میں ہے
گرم رفتاری پہ گُم راہوں کو کیا کیا ناز ہیں
کون سمجھے یہ دلِ آگاہ کس منزل میں ہے
الوداع اے ناخدا، نامحرمِ رازِ فنا
گوہرِ مقصود دریا میں ہے یا ساحل میں ہے
باز آ ساحل پہ غوطے کھانے والے، باز آ
ڈوب مرنے کا مزہ دریائے بے ساحل میں ہے
شامِ غربت بھی ہے روشن، واہ ری یادِ وطن!
یاد کیا ہے اِک اندھیرے کا اجالا دل میں ہے

کھیل ہے حُسنِ نظر کا ، شمع کیا ، پروانہ کیا

دل ہے جب تک دل، جبھی تک روشنی محفل میں ہے

انجمن میں چاہے وہ حاضر نہ ہوں غائب سہی

دل یہ کہتا ہے یگانہ کی جگہ ہر دل میں ہے

مُژدہ باد اہلِ نظر ، غالب پرستی ہو چکی

جلوۂ حُسنِ یگانہ آج ہر محفل میں ہے

(۱۹۳۱ء)

(۹۰)

کس دل سے ترکِ لذتِ دُنیا کرے کوئی

وہ خوابِ دل فریب کہ دیکھا کرے کوئی

کیا سہل ہے کہ ترکِ تماشا کرے کوئی

دل سے نہ ہو تو آنکھ سے توبہ کرے کوئی

غنچے کے دل میں کچھ نہ تھا اک آہ کے سوا

پھر کیا شگفتگی کی تمنا کرے کوئی

آنکھیں ہوں جس کے، آنکھوں ہی آنکھوں میں تاڑ لے

درد اپنا وہ نہیں کہ ٹٹولا کرے کوئی

دل مضطرب ، نگاہ گرفتارِ شش جہت

فرمایئے، کدھر کا ارادہ کرے کوئی

یادش بخیر، یادِ خدا آ ہی جاتی ہے
اپنی طرف سے لاکھ بُھلایا کرے کوئی

اُس کی نگاہِ شوق کے قربان جائیے
تجھ ایسے بے نشاں کو جو پیدا کرے کوئی

طاعت ہو یا گناہ، پسِ پردہ خوب ہے
دونوں کا جب مزہ ہے کہ تنہا کرے کوئی

بندے نہ ہوں گے جتنے خدا ہیں خدائی میں!
کس کس خدا کے سامنے سجدہ کرے کوئی؟

حسنِ یگانہ آپ ہی اپنا حجاب ہے
حسنِ حجاب دُور سے دیکھا کرے کوئی

(۱۹۳۲ء)

(۹۱)

کیوں کسی سے وفا کرے کوئی
دل نہ مانے تو کیا کرے کوئی

نہ دوا چاہیے مجھے نہ دعا
کاش اپنی دوا کرے کوئی

مفلسی میں مزاج شاہانہ!
کس مرض کی دوا کرے کوئی

درد ہو تو دوا بھی ممکن ہے
وہم کی کیا دوا کرے کوئی

ہنس بھی لیتا ہوں اوپری دل سے
جی نہ بہلے تو کیا کرے کوئی

موت بھی آ سکی نہ مُنھ مانگی
اور کیا التجا کرے کوئی

دردِ دل پھر کہیں نہ کروٹ لے — اب نہ چونکے خدا کرے کوئی

عشق بازی کی انتہا معلوم! — شوق سے ابتدا کرے کوئی

کوہ کن اور کیا بنا لیتا — بن کے بگڑے تو کیا کرے کوئی

اپنے دم کی ہے روشنی ساری — دیدۂ دل تو وا کرے کوئی

شمع کیا، شمع کا اجالا کیا — دن چڑھے سامنا کرے کوئی

غالبؔ اور میرزا یگانہؔ کا
آج کیا فیصلہ کرے کوئی

(۱۹۳۰ء)

(۹۶)

ء

نوگرفتارم بزندانِ ہوس بے اختیار
دست بردل ماندہ در کنجِ قفس بے اختیار

با اجل دست و گریباں صد ہزاراں آرزو
از گراں جانی مبادا ہیچ کس بے اختیار

از فریبِ رنگ و بو چشمِ تمنا بےخبر
وز ہوائے شوق ہر موجِ نفس بے اختیار

سروِ رعنا را بیادِ دوست گیرد درکنار
ایں دلِ بے دست و پا بے دسترس بے اختیار

دامنِ عصمت مآب از دامنِ گل پاک تر
جلوہ اش صبر آزما ، دستِ ہوس بے اختیار

غافل از انجامِ خود ، نامحرم از آغازِ خود
چشمِ حیراں در طلسمِ پیش و پس بے اختیار

چشمِ اُمیدے مگر دارد ز گردِ کارواں
پاشکستہ را دل از شورِ جرس بے اختیار

ہرکس و ناکس بہ طوفانِ حوادث مبتلا
موجِ دریا بے قرار و خار و خس بے اختیار

فرصتے داری یگانہ نعرۂ مستانہ زن
تا بوجد آید دلِ ہر نکتہ رس بے اختیار

(۱۹۳۲ء)

(۹۷)

خمارِ دیدۂ غفلت مآب از من پُرس
نویدِ صبح و تقاضائے خواب از من پُرس

ز رنگِ روے خزاں دیدہ ام چنیں مگزر
ہنوز لذتِ یادِ شباب از من پُرس

ز دردِ تشنہ لبی ہا شکستہ دل نہ شوم
طلسم بندیِ موجِ سراب از من پُرس

شمارِ بوسہ ز ذوقِ لبم تواں دانست
در آئنہ منگر ایں حساب از من پرس
زبانِ بے ادبم را کہ می تواند بست؟
نگاہِ حسنِ طلب را جواب از من پرس
ز اضطرابِ دلم درد سرکشد بالیں
شبِ دراز و تمنائے خواب از من پرس
برنگِ خویش برآورد حسنِ دوست مرا
کرشمۂ نگہِ بے حجاب از من پرس
منم کہ شیشۂ دل سنگ آزما دارم
بیا و ذوقِ نگاہِ عتاب از من پرس

تلاشِ معنیِ بیگانہ در صحیفہ عبث
یگانہ مطلبِ دُور از کتاب از من پرس
(۱۹۲۰ء)

(۹۹)

موافقت ورزیدن بہ ماحولِ خویش

دلِ خود را کہ پشیماں نتوانم دیدن
بہ کسے دست و گریباں نتوانم دیدن

روزِ عید آمده تا سازِ یک آہنگ زنیم
جنگ با گبر و مسلماں نتوانم دیدن
وقت آنست کہ سازم بہ ہمیں لیل و نہار
خویش را بےسروساماں نتوانم دیدن
تاکجا گوش بر افسانۂ ماضی بودن
روز و شب خوابِ پریشاں نتوانم دیدن
بہ ہمیں پشتِ ورق رنگِ تماشا ریزم
روے مقصود چو آساں نتوانم دیدن
(یومِ عیدالفطر،۱۴؍اپریل ۱۹۲۶ء)

(۱۰۴)

وقتِ خوش با شمعِ بے پروانہ دارم دیدنی
صد نیاز و نازِ گستاخانہ دارم دیدنی
تشنۂ آغوشِ من حورِ جناں بیرونِ در
طُرفہ مہمانے درونِ خانہ دارم دیدنی
شمع را عریاں ہمی بینم حجاب اندر حجاب
سُرمہ از خاکسترِ پروانہ دارم دیدنی

اے کہ پُرسی نشۂ دردِ نہانم از کجاست
بادۂ بیرنگ در پیمانہ دارم دیدنی

فیضِ تنہائی سلامت ، یادِ ایامے و من
جنتے در گوشۂ غم خانہ دارم دیدنی

کس بہ دردم کے رسد، جز ناکسے نامحرمے
دوست نادانے ، دلِ دیوانہ دارم دیدنی

بوئے گل را در گرہ بندم زہے دیوانگی
در قفس بازیچۂ طفلانہ دارم دیدنی

من کہ سیلابِ بلا را پیشِ پا اُفتادہ ام
بے سروپا ہمتِ مردانہ دارم دیدنی

می تواں خواند از جبینم ماجرائے سوزِ دل
شمع روشن اندریں ویرانہ دارم دیدنی

ہر دو منزل را ز شمعِ یک جہت روشن کنم
خدمتے دز کعبہ و بُت خانہ دارم دیدنی

ہرکس و ناکس یگانہ لافِ یکتائی زند
دستِ بالا بر سرِ بیگانہ دارم دیدنی

(۱۹۲۵ء)

(۱۰۵)

دیدنی نادیدنی را ہیچ آثارے نماند
گل بدستارم کجا، بر دامنم خارے نماند

(۱۰۶)

تُو کہاں اور کہاں وہ جلوۂ پاک؟
دلِ بے باک، تیری آنکھ میں خاک

کھا گیا کتنے جاں نثاروں کو
پردے پردے میں شعلۂ بے باک

دیکھیے کیا خدا دکھاتا ہے
آپ نازک مزاج، ہم بے باک

گھُل گئے جیسے موم کی مریم
کیوں بڑھایا تھا دل جلوں سے تپاک؟

بدگمانوں کی مہربانی ہے
پاک دامن بچے نہ دامن چاک

ذات میں اپنی کیا نہیں موجود؟
عشق سا زہر، عقل سا تریاک

درد ہے یا دوا، خدا جانے

زہر ہے عشق یا کوئی تریاک

حُسن اپنا بھی دیکھ لوں اِک دن

عشق چاہے تو کر دے خاک سے پاک

آسماں کی ذرا سی گردش میں

کوئی ہلکان اور کوئی ہلاک

کون ٹھہرے سَمے کے دھارے پر

کوہ کیا اور کیا خس و خاشاک

میں کہاں اور کہاں کے پست و بلند؟

ایک ٹھوکر میں تھا بکھیڑا پاک

ہوش کیا پائے گا پتا میرا

لے اُڑا دُور، جوہرِ ادراک

فلسفی کو خبر نہیں اپنی

آنکھ کے آگے ناک، سُوجھے خاک؟

بولو جے میرزا یگانہ کی

بھڑک اٹھے چچا میاں تہِ خاک

(۱۹۳۳ء)

(۱۰۸)

گوشہ گیری ہے اک انوکھا سانگ
مانگنا ہے کُھلے خزانے مانگ!
پوچھنا کیا زمانہ سازوں کا
نِت نیا بھیس، نِت نرالا سانگ
شیخ کی کون سی ہے کل سیدھی؟
ارے جو بات ہے سو اُوٹ پٹانگ
کس طلب میں چلا ہے بے اٹکل
آنکھ والوں سے پہلے آنکھیں مانگ
صلح ٹھہری تو ہے برہمن سے
کہیں مذہب اَڑا نہ دے کوئی ٹانگ
ایک اور ایک دو، کسے سمجھائیں؟
اُن کے مرغے کی ہے وہی اک ٹانگ
اُڑ چلے کیا فرشتہ انساں سے؟
سو اُڑان اُس کی، اِس کی ایک پھلانگ
پھرتے ہیں بھیس میں حسینوں کے
کیسے کیسے ڈکیت تھانگ کی تھانگ

کون دیتا ہے ساتھ مَردوں کا؟
حوصلہ ہے تو باندھ ٹانگ سے ٹانگ
خواہ پیالہ ہو یا نوالہ ہو
بن پڑے تو جھپٹ لے بھیک نہ مانگ
بول بالا رہے یگانہ کا
نام باجے جگت کے چاروں دانگ
(۱۹۳۲ء)

اُٹھ مرے کالی کملی والے

اے آئینۂ انوارِ ازل اے جلوہ گہِ ہر حسنِ عمل
ہے دیر سے ٹھنڈا دل کا کنوّل دیدار دکھا، پردے سے نکل
میرے اندھیرے گھر کے اُجالے
اُٹھ مرے کالی کملی والے

جانِ جہاں، مقصودِ دو عالم فرش نشیں اور عرش کا محرم
اشرفِ انساں، افضلِ آدم خاک کا پُتلا، نورِ مجسّم
میرے اندھیرے گھر کے اُجالے
اُٹھ مرے کالی کملی والے

آشفتہ بیانی سُن تو سہی کچھ دردِ نہانی سُن تو سہی
ہاں، میری زبانی سُن تو سہی یہ رام کہانی سُن تو سہی
میرے اندھیرے گھر کے اُجالے
اُٹھ مرے کالی کملی والے

دیوانہ ہوں لیکن مستِ وِلا گم گشتۂ منزلِ سہو و خطا
کچھ دھیان نہ کر جو ہُوا سو ہُوا گم راہ کو شمعِ جمال دکھا
میرے اندھیرے گھر کے اُجالے
اُٹھ مرے کالی کملی والے

روشن کر دے شمعِ اُمید مار نہ ڈالے حسرتِ دید

جلوہ ترا سَو عید کی عید دید کوئی جس کی نہ شنید

میرے اندھیرے گھر کے اُجالے

اُٹھ مرے کالی کملی والے

شمعِ جمال کے پروانے تیری طلب میں دیوانے

سنتے ہیں کیا کیا افسانے کس رُوپ میں تُو ہے خدا جانے

میرے اندھیرے گھر کے اُجالے

اُٹھ مرے کالی کملی والے

(۱۹۳۰ء)

رباعیات

(۱۱۱)

ہر رنگ کو کہتا ہے فریبِ نظری
ہر بُو کو ہوائے منزلِ بے خبری
ہر حُسن کو فلسفی کی آنکھوں سے نہ دیکھ
دشمن کو مبارک ہو یہ بالغ نظری

(۱۱۲)

کچھ کر تو چلیں کوششِ ناکام سہی
انعام کے بدلے اور دشنام سہی
اُمید سلامت ہے تو کیوں باز آئیں
بوسہ نہ سہی بوسہ بہ پیغام سہی

(۱۱۳)

سنسار میں چار دانگ اندھیاری ہے
کیا جانیے، خواب ہے کہ بیداری ہے
آنکھیں ہیں مگر حسنِ نظر سے خالی
اندھیر ہے یا سمے کی بلہاری ہے

(۱۱۴)

کیا جانیے، کیا مصلحتِ باری ہے
کیوں پاپ کی اتنی گرم بازاری ہے
شیطان کو سجدہ کرے انسان یہ کیا
شاید یہ بھی سمے کی بلہاری ہے
(۱۹۳۲ء)

(۱۱۵)

دنیا کی ہوا کھا کے کچھ ایسے بگڑے
ایمان پلٹ گیا، ارادے بگڑے
کیا کیا دیں دار پریم پاپی نکلے
کیا اچھے بنے تھے، کیسے اچھے بگڑے
(۱۹۳۲ء)

(۱۱۶)

آخر یہ شباب یاد آئے گا نہ کیا
یہ خانہ خراب یاد آئے گا نہ کیا
جنّت کیا دوُر ہے گنہ گاروں سے
بھولا ہوا خواب یاد آئے گا نہ کیا

(۱۱۷)

موجی من کی یہ ایک دُھن کیا کم ہے
پاپی ہی سہی مگر یہ پُن کیا کم ہے
کس پریم کی دیوی کا پجاری ہوں میں
گُن کوئی نہیں مگر یہ گُن کیا کم ہے
(۱۹۴۳ء)

(۱۱۸)

اللہ رے موت کے پسینے کا مزہ
اِس پیاس میں آبِ سرد پینے کا مزہ
سر اپنا اِس آغوشِ محبت پہ نثار
مرتے دم تک مِلا ہے جینے کا مزہ

(۱۱۹)

ہوتا کوئی پہلو میں بٹھانے والا
آغوشِ محبت میں اُٹھانے والا
دل آپ ہی آپ گُدگُدائے بھی تو کیا
جب تک نہ ہو کوئی گُدگُدانے والا
(۱۹۳۴ء)

(۱۲۰)

ارمان نکلنے کا مزہ ہے کچھ اور
اور رشک سے جلنے کا مزہ ہے کچھ اور
ہاں یاد ہے دوست سے لپٹنا لیکن
دشمن کو کچلنے کا مزہ ہے کچھ اور

(۱۲۱)

بے درد ہو، کیا جانو مصیبت کے مزے
ہیں رنج کے دم قدم سے راحت کے مزے
دوزخ کی ہوا تو پہلے کھا لو صاحب
کیا ڈھونڈتے ہو ابھی سے جنت کے مزے
(۱۹۳۲ء)

(۱۲۲)

جب تک نہ سہیں رنج تو راحت معلوم
جنّت معلوم، سیرِ جنّت معلوم
دوزخ کی ہوا کھائی نہیں، کیا جانے؟
معصوم کو جنّت کی حقیقت معلوم!

(۱۲۳)

بے رنگ ہے آج دل کا رنگ، آہ یہ کیا
پھر ہونے لگی درد سے جنگ، آہ یہ کیا
دُکھ درد کے ماروں کو کہاں چھوڑ چلے
نواب بشیر یار جنگ، آہ یہ کیا

(۱۲۴)

کیا ہنستے ہیں بے کسوں پہ ہنسنے والے
آنسو کہیں تھمتے ہیں برسنے والے
کس دل سے بشیر بیگ کو مردہ کہوں
مرتے ہیں کہیں دلوں میں بسنے والے

(۱۲۵)

کیا جانیں یہ کم بخت ہیں بندے کن کے
اللہ ہی پھیرے تو پھریں دن اِن کے
جینے کا ہُنر سیکھیں تو کیوں کر سیکھیں
جیتے مُردے جو سانس لیں گِن گِن کے

(۱۲۶)

کہتے ہیں کہ شیطاں کبھی سوتا ہی نہیں
انسان سے غافل کبھی ہوتا ہی نہیں
مُلّا بھی مگر کم نہیں ہُشیاری میں
موقع کوئی ہاتھ آئے تو کھوتا ہی نہیں

(۱۲۷)

ہندو کو مسلمان سے ہے جان کا ڈر
کافر ہے مسلمان کو ایمان کا ڈر
ہم ایسے نڈر نکلے کہ بس اپنے سوا
اللہ کا خوف ہے نہ شیطان کا ڈر

(۱۲۸)

فانوسِ خودی میں آپ مستور ہیں ہم
پردہ یہ اُٹھے تو نُور ہی نُور ہیں ہم
دیکھا تو سہی تُو نے مگر کیا دیکھا ؟
جتنے نزدیک اتنے ہی دور ہیں ہم

(۱۹۳۳ء)

(۱۲۹)
۱۱

متفرّقات☆

پہلے معلوم نہ تھا سلسلۂ جذب و کشش
اب تو پیغام و سلام آپ سے آساں ہوں گے

☆ متفرقات ۔ کے عنوان کے تحت اصل میں ۱۴ اندراجات ہیں جن میں سے ۱۳ ، نشترِ یاس اور آیات وجدانی ، طبعِ اول میں شامل ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے حواشی : آیات وجدانی ، طبعِ دوم ۔

پیامِ زیرِ لب ایسا کہ کچھ سنا نہ گیا
اشارہ پاتے ہی انگڑائی لی رہا نہ گیا

[illegible]

"آیات وجدانی" طبع دوم۔ متن کا آخری صفحہ

آیاتِ وجدانی

طبع سوم

۱۹۴۶ء ☆

☆ کتاب پر سالِ طباعت ۱۹۴۵ء درج ہے مگر طباعت اگست ۱۹۴۶ء میں مکمل ہوئی۔ (مرتب)

بنام یگانہ

خودپرستی کیجئے یا حق پرستی کیجئے
آہ کس دن کے لئے ناحق پرستی کیجئے

آیاتِ وجدانی

(جدید)

از

امام الغزل

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

مع محاضرات

از

میرزا مراد بیگ چغتائی

۱۹۴۵ء حسب فرمائش جناب میرزا آغا جان صاحب چنگیزی

(اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن میں چھپی)

''آیاتِ وجدانی'' طبع سوم کا بیرونی سرورق (عکس)

آیاتِ وجدانی

(جدید)

امام الغزل

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

(قیمت ۱۳؍ حالی)

''آیاتِ وجدانی'' طبع دوم کا اندرونی سرورق (عکس)

۸۶

دلِ طوفاں شکن تنہا جو آگے تھا سو اب بھی ہے

بہت طوفان ٹھنڈے پڑ گئے آ کر ٹکرا کر ساحل سے

''آیاتِ وجدانی'' طبع سوم۔ اندرونی سرورق کے بعد کا صفحہ

تبصرہ

پروفیسر مجنوں گورکھپوری

''نگار'' جنوری ۴۲ء

میرزا یاس یگانہ اردو غزل میں پہلے شخص ہیں جن کی شاعری میں وہ کس بل محسوس ہوتا ہے جس کو ہم صحیح اور توانا زندگی سے منسوب کرتے ہیں۔ اِس سے پہلے بھی میں کسی موقع پر کہہ چکا ہوں کہ یگانہ پہلے شاعر ہیں جو ہم کو زندگی کا جبروتی رخ دکھاتے ہیں اور ہمارے اندر سعی و پیکار کا ولولہ پیدا کرتے ہیں۔ غزل کو جو اَب تک صرف حسن و عشق کی شاعری سمجھی جاتی رہی ہے، یگانہ نے زندگی کی شاعری بنا دیا اور انسان اور کائنات کی ہستی کے رموز و اشارات کو اپنی غزلوں کا موضوع قرار دیا۔ میرے کہنے کا یہ مقصد نہیں کہ اُن کے ہاں حسن و عشق سے متعلق اشعار نہیں ملتے، ملتے ہیں مگر اُن میں بھی حسن و عشق کا احساس عام اور عالمگیر زندگی کے احساس میں سمویا اور کھویا ہوا ہوتا ہے۔

یگانہ اُس کشاکش اور تصادم کا احساس ہمارے اندر بڑی سہولت اور کامیابی کے ساتھ پیدا کردیتے ہیں جو زندگی کا اصل راز ہے اور جس کا احساس عصرِ جدید کا سب سے بڑا اکتساب ہے۔ مگر وہ اِس احساس سے ہمیں سراسیمہ نہیں کرتے۔ اُن کی غزلوں کی سب سے نمایاں خصوصیت، مردانہ عزم و اعتماد ہے۔ اُنھوں نے غزل میں واقعی بت شکنی کی

ہے۔ روایتی موضوعات اور اسالیب دونوں سے انحراف کر کے ہم کو غزل کی امکانی وسعتوں سے آگاہ کر دیا ہے۔ پھر چوں کہ یگانہ نے اور شعرا کی طرح زبان کو کبھی توڑا مروڑا نہیں بلکہ اک واقف کارانہ اعتماد، ایک ماہرانہ وثوق کے ساتھ، قاعدے اور ضابطے کے ساتھ اجتہادات کیے، اس لیے کٹر سے کٹر زبان کا نقاد بھی اُن کے اکتسابات کو بدعت نہ کہہ سکا۔ اسالیب اور موضوعات دونوں میں اُن کے اجتہادات تسلیم کر لیے گئے۔ اُن کے ہاں ماضی کے بہترین عناصر پائے جاتے ہیں مگر وہ مستقبل کی تعمیر میں کام لے رہے ہیں۔ یگانہ اُن لوگوں میں ہیں جن کے کلام کی رہنمائی میں غزل کی اک بالکل نئی نسل پیدا ہو سکتی ہے جو اس قابل ہو کہ زندگی کے نئے میلانات اور نئے مطالبات سے عہدہ برآ ہو سکے۔ لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ اُن کا کلام اب منظرِ عام پر بہت کم آتا ہے۔ معلوم نہیں کہتے ہی کم ہیں یا کہتے ہیں اور اشاعت سے روکے رہتے ہیں۔ وجہ کچھ بھی [ہو] مگر یہ بات ہے قابلِ افسوس۔ آخر میں اک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ یگانہ کی غزلوں میں زندگی کی جو قوت ہم کو ملتی ہے اور جدوجہد کا جو احساس ہمارے اندر پیدا کرتے ہیں، اُس کو اُن کے ذاتی مزاج کے اُس عنصر سے زیادہ تعلق نہیں ہے جو اک عرصے تک اُن کے چنگیزی معرکوں میں ظاہر ہوتا رہا ہے بلکہ جب کبھی اور جہاں کہیں شعوری یا غیر شعوری طور پر یہ چنگیزی عنصر اُن کی شاعری میں داخل ہو گیا ہے تو بجائے قوت و جبروت کے خشونت اور کرختگی کا احساس پیدا کر دیتا ہے...... یگانہ کی شاعری ہمارے اندر یہ احساس پیدا کرتی ہے کہ زندگی اک جدلیاتی حقیقت ہے اور تصادم و پیکار اُس کی نمو اور بالیدگی کے لیے ضروری ہے۔

میرزا یگانہ چنگیزی

(خودنوشت)

میرزا واجد حسین یگانہ ابن میرزا پیارے صاحب ابن میرزا آغا جان ابن میرزا احمد علی ابن میرزا روشن علی ابن میرزا حسن بیگ چغتائی ابن......ابن......ابن چغتائی قاآن ابن حضرت چنگیز خاں اعظم قہراللہ۔

میرزا حسن بیگ چغتائی اور میرزا مراد بیگ چغتائی یہ دونوں بھائی ایران سے ہندوستان آ کر شاہانِ مغلیہ کے دامنِ دولت سے وابستہ ہوئے اور حسن خدمت کے صلے میں جاگیریں پا کر عظیم آباد میں جا بسے۔

سلسلۂ نسب

میرزا مراد بیگ چغتائی ——— میرزا حسن بیگ چغتائی

میرزا حسن بیگ چغتائی
- میرزا روشن علی
  - میرزا اسد علی
  - میرزا واحد علی
  - حاجی میرزا احمد علی
    - شہزادی خانم
    - میرزا میاں جان
    - میرزا آغا جان
    - میرزا نواب جان
      - میرزا افضل بیگ
    - بی بی مغل جان
      - امتہ الزہرا بیگم
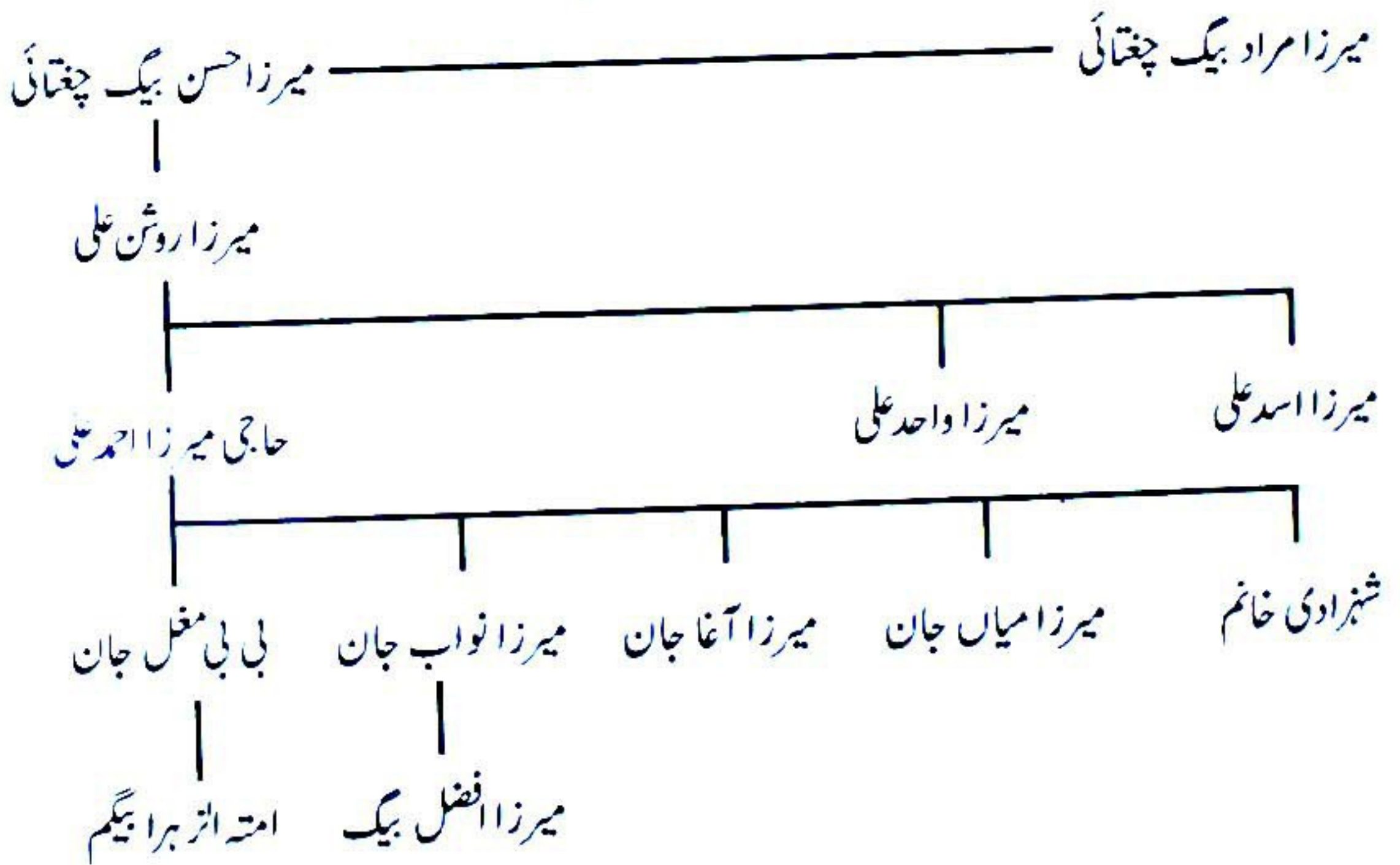
[میرزا آغا جان]

میرزا امیر حسین عرف میرزا لاڈلے صاحب   میرزا غلام حسین عرف میرزا پیارے صاحب

میرزا واجد حسین یاس یگانہ = کنیز حسین یگانہ بیگم

عامرہ بیگم/ میرزا حیدر بیگ/ مریم جہاں بیگم/ ام صغریٰ/ میرزا آغا جان/ بلند اقبال حسن بانو بیگم/ آغا شکوہ

بی بی مغل جان صاحبہ (میرے پردادا حاجی میرزا احمد علی صاحب کی بڑی صاحب زادی) کی زبانی میں نے سنا ہے کہ اُن کے بزرگ دہلی سے میدنی پور آئے اور وہاں سے عظیم آباد جا کر بسے۔ غالباً شہنشاہ اورنگ زیب کا زمانہ ہوگا۔ کیوں کہ میدنی پور صوبہ اڑیسہ کا علاقہ تھا جسے شہنشاہ کے اک سپہ سالار خان دوران خان نے فتح کیا تھا۔ غالباً خان دوران خان کی ماتحتی میں میرے مورث اعلیٰ میرزا حسن بیگ چغتائی نے کوئی نمایاں خدمت کی ہوگی جس کے صلے میں وہ جاگیر ملی جو نسلاً بعد نسلِ عظیم آباد میں اُن کی اولاد پر منتقل ہوتی رہی۔ جس کا بچا کھچا حصہ میرے والد کو بھی ملا تھا۔ چنانچہ منجملہ اور مواضعات کے اک موضع فہیم پور بھی تھا جسے بی بی مغل جان صاحبہ فرماتی تھیں کہ شاہی عطیہ ہے۔ اس موضع میں میرے والد کا بھی حصہ تھا جسے وہ میرے لڑکپن ہی میں فروخت کر چکے تھے۔ بی بی مغل جان اور شہزادی خانم صاحبہ دونوں بہنوں نے اپنا اپنا حصہ تبرک کی طرح جکو کر رکھا تھا کہ شاہی عطیہ تھا۔ مگر آخر میں بھائی بھتیجوں کی ناعاقبت اندیشی اور پچھمن سنگھ ٹھیکہ دار کی دغا بازی سے مقروض و مجبور ہو کر دونوں بہنوں کو اپنا اپنا حصہ بحق ٹھیکہ دار مذکور بیع کر دینا پڑا۔ جب سب رجسٹرار صاحب بیع نامہ کی رجسٹری کرنے کے لیے میرے گھر پر آئے تھے، مجھے خوب یاد ہے کہ اِس شاہی عطیّے کے تلف ہونے پر اِن بہنوں میں کہرام برپا تھا۔ اگرچہ خاص میرزا احمد علی صاحب کے حاصل کیے ہوئے بعض مواضعات مثلاً محمد پور، رسول پور، ڈھول پورہ، مرچی وغیرہ میں تھوڑے تھوڑے حصے موجود تھے مگر شاہی عطیّے کے تلف ہو جانے کا بہت غم تھا۔

موضع فہیم پور میں میرے والد کا حصہ جب تک سلامت تھا تو ایک دفعہ میں بھی اپنے بچپن کے زمانے میں وہاں جا کر کچھ دنوں رہا تھا۔ اُس وقت میرا سِن چار سال سے ہرگز زیادہ نہ ہوگا۔ وہاں مجھ پر اک واقعہ گزرا جو مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ یہ گاؤں ایک ندی کے کنارے آباد تھا جس کا نام پُن پُن ہے جو عظیم آباد سے جانبِ مشرق گنگا میں گرتی ہے۔ میں روزانہ اِس ندی میں نہایا کرتا تھا۔ کبھی اپنے والد کے ساتھ کبھی اور کسی کے ساتھ نہانے چلا جاتا تھا۔ اتفاق کی بات ایک دن میں اکیلا نہانے چلا گیا۔ نہاتے نہاتے ڈُباؤ تک پہنچ کر بے قابو ہوگیا، اُس وقت بھی مجھ پر کوئی خوف غالب نہ ہوا کیوں کہ ابھی تک ڈبکیاں نہیں کھائی تھیں۔ ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اتنے میں خدا کی قدرت دیکھیے اک کسان کا لڑکا مجھے اِس حال میں دیکھ کر دوڑ پڑا۔ آج میرا اندازہ یہ ہے کہ اُس لڑکے کا سِن بارہ برس سے زیادہ نہ ہوگا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اُس نے مدد کے لیے کسی کو پکارا نہیں۔ اِس کم سِنی میں یہ ہمت کہ خود ندی میں پھاند پڑا، فوراً میرے قریب آ کر آہستہ آہستہ مجھے نکال لے گیا۔ خدا جانے اُس لڑکے کے بھیس میں کوئی فرشتہ تھا یا کیا؟ وہ اُس وقت پہنچ نہ جاتا تو آج نہ میرزا یگانہ چنگیزی ہوتے نہ ''آیاتِ وجدانی'' و ''ترانہ'' کا وجود ہوتا نہ ''غالب شکن'' کا۔

میرے ننہالی بزرگ لکھنؤ سے عظیم آباد میں جا بسے تھے اور مرشد آباد سے بھی اُن لوگوں کے تعلقات تھے۔

ننہالی سلسلہ

نواب میرزا آغا جان

- نواب میرزا علی حسین خاں عرف چھوٹے بابو صاحب
  - میرزا محمد حسین
  - میرزا جعفر حسین
  - منیر بیگم
- نواب میرزا علی حسن خان عرف بڑے بابو صاحب
  - عترت فاطمہ بیگم
    - میرزا یگانہ چنگیزی
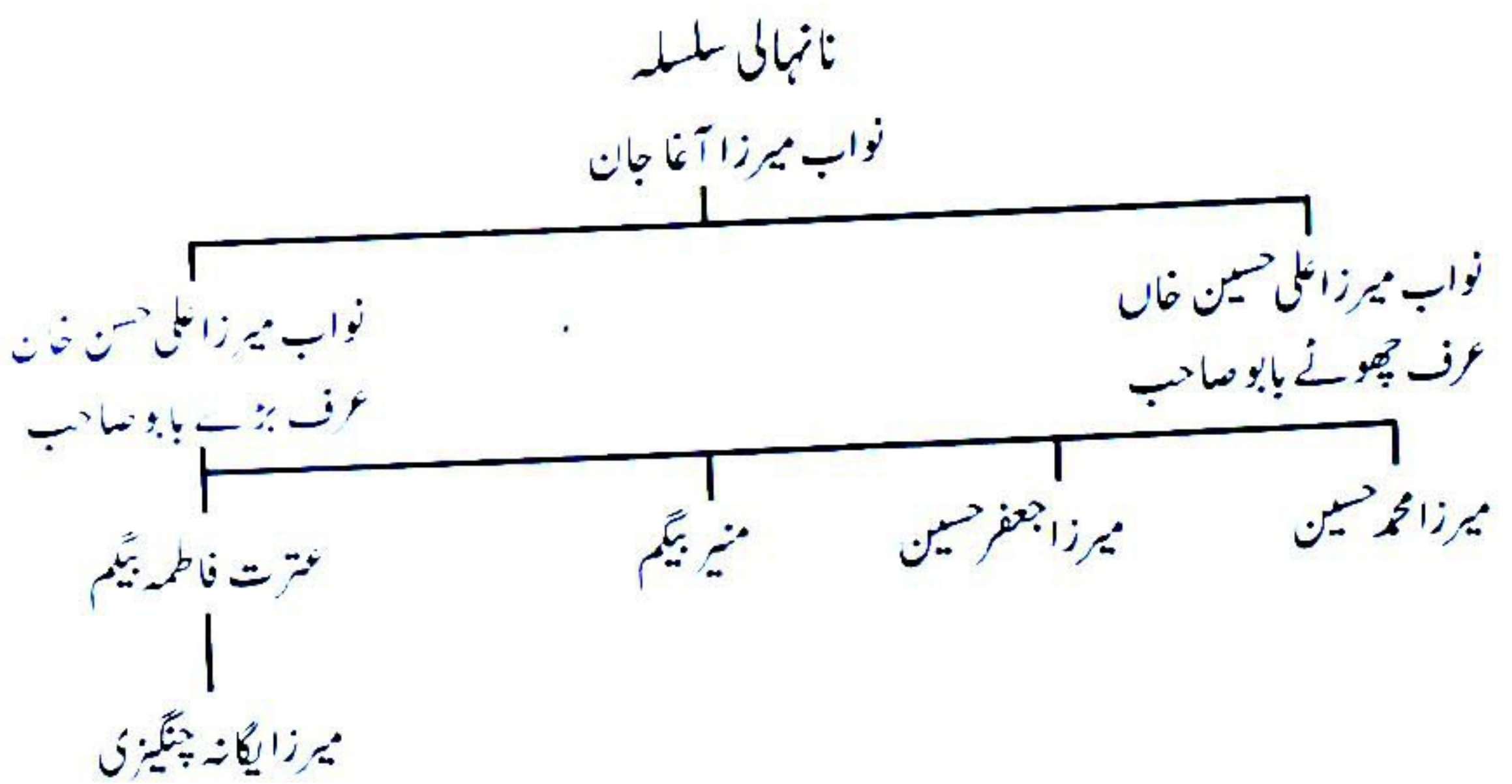
میری والدہ عترت فاطمہ بیگم صاحبہ سب بھائی بہنوں میں بڑی تھیں۔ اِس وجہ سے میری نانی اماں جناب میرزائی صاحب میری والدہ کو بہت زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ اور اِسی محبت کا تقاضا تھا کہ ایک دن نانی اماں نے مجھے خود اپنا دودھ پلایا۔ اُس وقت تک میرے چھوٹے ماموں میرزا محمد حسین عرف اچھے صاحب کا دودھ چھوٹا نہیں تھا۔ کمترین کو فخر ہے کہ میں نے اپنی نانی اماں جناب میرزائی صاحب کا دودھ پیا ہے۔ آج یہ جنتی بیوی مرشد آباد کی سرزمین پر محوِ خواب ہیں۔ میرے بڑے ماموں جو میری ماں کی پیٹھ پر کے تھے، اپنی ماں سے خفا ہوکر مرشد آباد چلے گئے تھے۔ ماں بیٹے کو منانے کے لیے مرشد آباد گئی تھیں مگر ماں بیٹے دونوں وہیں پیوندِ خاک ہوگئے۔

میں نے لڑکپن میں اپنے نانا بڑے بابو صاحب کو دیکھا تھا۔ کشیدہ قامت، چھریرا بدن، سر پر پنج گوشیہ ٹوپی، چولی دار انگرکھا، برکا بر پائجامہ، کوئی ستر برس کا سن ہوگا۔ یہ وہ وقت تھا کہ اُن کی تمام جائیدادیں تباہ ہوچکی تھیں۔ گھر تک کھد چکا تھا۔ نواب نصیر حسین خاں عرف چڑیا والے نواب کے لڑکوں کو پڑھانے پر نوکر ہوگئے تھے۔

یکساں کبھی کسی کی نہ گزری زمانے میں
یادش بخیر بیٹھے تھے کل آشیانے میں (یگانہ)

میں بھی جب انٹرنس میں پڑھتا تھا تو نواب کاظم علی خاں صاحب رئیس سنگی دالان عظیم آباد کے پوتے نواب ابوالحسن خاں کو (افسوس جوان مر گئے) پڑھانے پر نوکر ہوگیا تھا۔ آہ اب تک اُس متین وسنجیدہ نوجوان کی یاد آتی ہے۔ اگرچہ اپنی والدہ سے مجھے معلوم ہوچکا تھا کہ سنگی دالان والوں سے اُن کی کچھ رشتہ داری بھی ہے مگر میں اُس وقت اک مٹے ہوئے گھرانے کا اک غریب نوجوان دولت مندوں سے رشتہ داری کا اظہار کیوں کرتا۔ مگر حسنِ اتفاق سے ایک دن ادھر اُدھر کی باتوں میں ذکر چلا اور نواب کاظم علی خاں صاحب کو معلوم ہوا کہ میں بڑے بابو صاحب کا نواسا اور حاجی احمد علی صاحب کا پوتا ہوں تو نواب صاحب نے خود (جو پرانی وضع کے سادہ مزاج و مردم شناس رئیس تھے)

نہایت کشادہ دلی کے ساتھ میرے بزرگوں کی گزشتہ وجاہت اور اُن کی تباہیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ آپ کی نانہال سے تو ہم لوگوں سے رشتہ داری بھی ہے۔ میری پھوپی آپ کے چھوٹے نانا کو بیاہی ہوئی تھیں۔ پھر نواب صاحب موصوف نے میرے نانہالی امام باڑے کی آراستگی وغیرہ کی تعریفیں کیں کہ شہر کے امام باڑوں میں آپ کا امام باڑہ بھی بہت سجا ہوا تھا۔

میری تاریخِ ولادت تخمیناً ۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۰۱ء مطابق ۱۷ر اکتوبر ۱۸۸۴ء قرار پاتی ہے۔ شہر عظیم آباد (پٹنہ سٹی) کا محلہ مغل پورہ میرا مولد ہے جو تیموریوں، چغتائیوں اور قزلباشوں کا مسکن تھا۔ جہاں اعلیٰ درجے کے مہذب امرا و شرفا بستے تھے، وہاں اول نمبر کے چھٹے ہوئے شریف بدمعاش بھی اودھم مچایا کرتے تھے۔

میری ابتدائی تعلیم مولانا محمد سعید صاحب حسرتؔ عظیم آبادی کے مدرسے میں ہوئی۔ اُس کے بعد عظیم آباد کے محمڈن اینگلو عربک اسکول میں داخل ہوا اور اول سے آخر تک تمغے اور انعام پاتا رہا۔ ۱۹۰۳ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے انٹرنس پاس کیا۔ شعر و ادب خصوصاً انگریزی و فارسی ادب میں سب سے پہلے میرے مذاقِ سخن کی اصلاح حضرت استاذی مولوی سید علی خاں صاحب بےتابؔ عظیم آبادی نے کی جن کے اعلیٰ کیریکٹر نے مجھے بندہ بنا لیا تھا۔ بعدازاں آپ نے مجھے اپنے استاد خان بہادر مولانا سید علی محمد صاحب شادؔ عظیم آبادی کے سپرد کر دیا جن کی ذاتِ گرامی سے خاکسار کو بہت کچھ فیض پہنچا۔ ۱۹۰۴ء میں میں نے کلکتہ اور مٹیا برج کا سفر کیا، جہاں پرنس میرزا محمد مقیم بہادر (سلطان عالم حضرت میرزا محمد واجد علی شاہ کے نواسے) کے مرشد زادوں یعنی محمد یعقوب علی میرزا اور محمد یوسف علی میرزا کا کچھ دنوں معلم رہا۔ مگر مٹیابرج کی آب و ہوا نے صحت پر بہت خراب اثر کیا۔ سخت علیل ہو کر عظیم آباد واپس آیا مگر یہاں بھی صحت درست نہ ہوئی۔ آخر لکھنو پہنچا۔ یہ واقعہ ۱۹۰۵ء کا ہے۔ یہاں کی آب و ہوا اور رنگا رنگ دل چسپیوں نے مجھ پر ایسا اثر کیا کہ یہیں کا ہو رہا۔ وقتاً فوقتاً عظیم آباد جا کر اور جائداد کا کچھ حصہ فروخت کر کے لکھنؤ میں

بے فکری سے بسر کرتا رہا۔ حسنِ اتفاق سے ایک سال میرے مکرم و محترم نواب سیّد محمد رضا خاں عرف نبا صاحب موجؔ عظیم آبادی اپنے علاج کی غرض سے لکھنؤ تشریف لائے۔ اُنھیں کی وساطت سے لکھنؤ کے ایک معزز متوسط گھرانے میں میری شادی ہوئی۔ یہ واقعہ ۱۹۱۳ء کا ہے۔ میرے خسر جناب حکیم میرزا محمد شفیع صاحب اور نواب نبا صاحب موجؔ سے دیرینہ مراسم تھے۔ کتنے شائستہ کتنے پاکیزہ خصال لوگ تھے، خدا جنت نصیب کرے۔ حکیم صاحب قبلہ مرحوم و مغفور لکھنؤ کے طبقۂ متوسطین میں ایک پرہیزگار مردِ صالح شمار کیے جاتے تھے، اِسی وجہ سے علما کے دل میں اُن کی خاص جگہ تھی۔ چنانچہ جب حکیم صاحب قبلہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت ناصر الملۃ مجتہد العصر مولانا سیّد ناصر حسین صاحب قبلہ آخرِ وقت اُن کی عیادت کو تشریف لائے تھے۔ حکیم صاحب کے منجھلے بھائی حکیم میرزا محمد تقی صاحب شہر کے مشہور طبیب اور اک باوضع بزرگ تھے۔ اُن کے بڑے بھائی مولوی میرزا محمد عسکری صاحب بھی اک مردِ ثقہ تھے۔ اِن دونوں بھائیوں نے کربلائے معلّی میں آرام فرمایا۔ میرے خسر حکیم میرزا محمد شفیع صاحب کی پہلی بیوی جناب کنیز فاطمہ صاحبہ سے تین بیٹے میرزا محمد فصیح، میرزا محمد رضی اور میرزا محمد وصی اور دو بیٹیاں کنیز رضا اور کنیز حسین۔ موخرالذکر خاتون میری اہلیۂ محترمہ ہیں جن کے پاکیزہ اخلاق و محبّت اور وفادارانہ دل جوئیوں نے مجھے نازک سے نازک وقت میں ثابت قدم اور زندگی کی سخت کش مکش کے باوجود آج تک مجھے زندہ رکھا ہے۔ جن کے دم سے میں انسانیت کی اتنی منزلیں طے کر سکا۔ جن کی ذات سے دنیا ہی میرے لیے جنّت ہے۔

حکیم صاحب کی دوسری بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تیسری بیوی جناب انجو بیگم صاحبہ سے تین بیٹیاں زاکیہ بیگم، وافیہ بیگم، ہاجرہ بیگم۔ میری موجودہ خوشدامن انجو بیگم صاحبہ نے میری اہلیۂ محترمہ کو بھی اپنی ہی اولاد کی طرح پالا اور اُنھیں کے ہاتھوں شادی کے جملہ مراسم انجام پائے اور آج تک ہمارے اور ہمارے بچوں کے ساتھ بزرگانہ شفقت فرماتی ہیں۔

سلسلۂ نسب

میرزا لطف علی بیگ شیرازی عرف آغائی صاحب

مولوی میرزا محمد عسکری — حکیم میرزا محمد تقی — حکیم میرزا محمد شفیع

حکیم میرزا محمد تقی:
کنیز عباس — حکیم میرزا محمد نقی — حکیم میرزا محمد ذکی

حکیم میرزا محمد شفیع:
میرزا محمد فصیح — میرزا محمد رضی — میرزا محمد وصی — کنیز رضا — کنیز حسین یگانہ بیگم
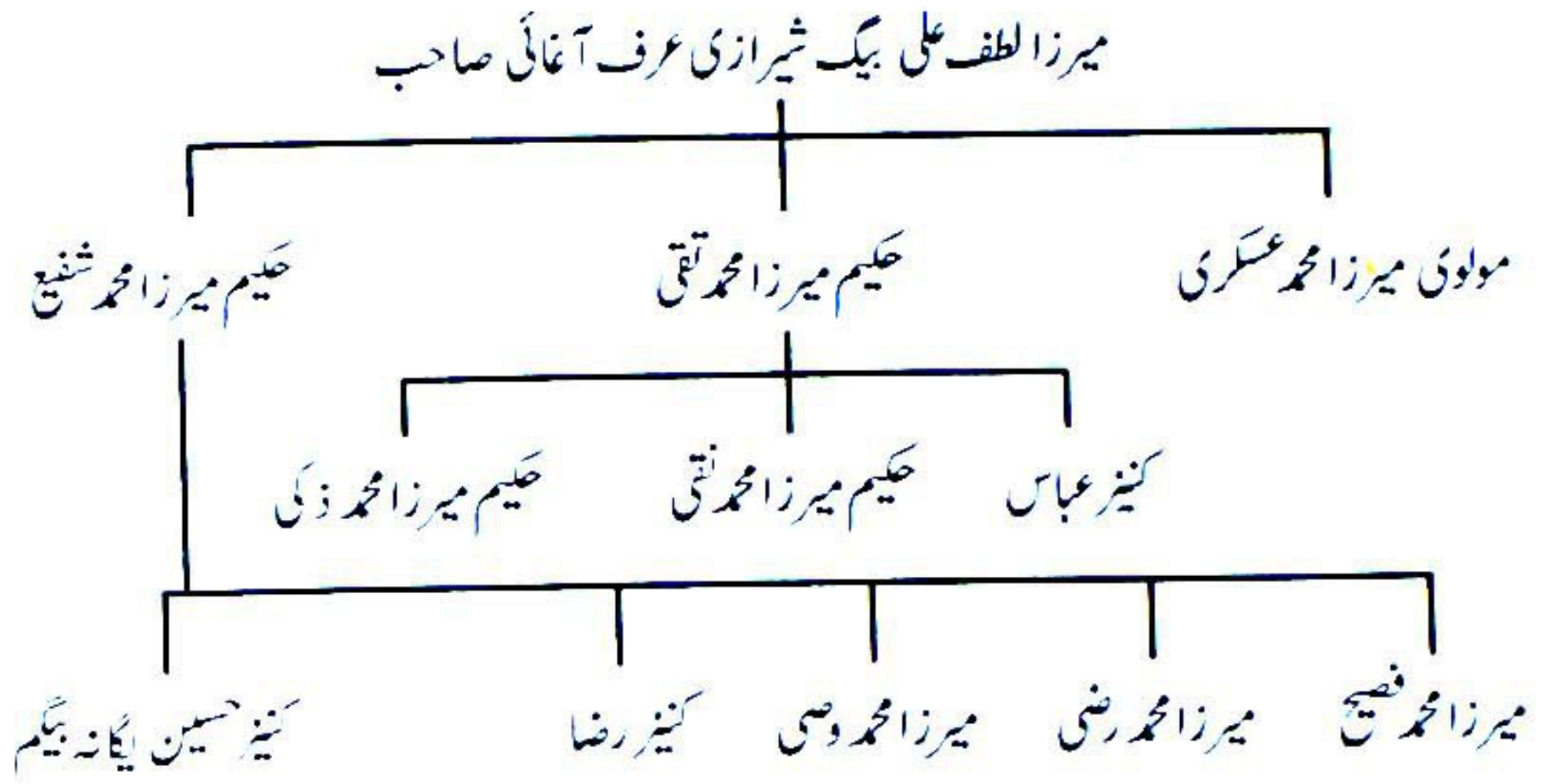
نامِ نیک رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نامِ نیکت پائدار

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی
سب رجسٹرار، لاتور، دکن ۱۹۳۵ء

مطلع

بندھی ہے گھگھی آپس میں گفتگو نہ سہی - زبانِ حال سہی - حرفِ آرزو نہ سہی

بھرا ہے بادۂ بے رنگ سے یہ شیشۂ دل - دماغ تازہ ہے اپنا - شگفتہ رو نہ سہی

کہاں وہ جلوۂ عریاں کہاں یہ چشمِ حجاب - یہی تو دیدہ کے قابل ہے روبرو نہ سہی

جو تیری یاد میں کھویا گیا تو سیر ہوا - جدھر بھی ہے دلِ گم گشتہ - قبلہ رو نہ سہی

پیامِ حق تو ادھر سے آ گیا کرے دن - کھڑے رہیں منتظرِ وقت - جستجو نہ سہی

خدا کے سامنے پاکیزگی جتانا کیا - نگاہ پاک ہو - دل صاف ہو - وضو نہ سہی

کبھی بہار میں نیت نہ ہوگی ڈانواں ڈول - خیال خام سہی - تیری آرزو نہ سہی

سبو الٰہی سے بیچارہ کیوں رہے محروم - نصیب کو رحمت کش رنگ و بو نہ سہی

کسے خبر کہ یہ مے رشک ہے کس در من کا دوا - نظر بند سمجھی ہے بس ایک جام لو نہ سہی

مزاج کیوں نہ بدلتا زمانہ سازوں کا - زمانہ ان کے موافق ہے ایک تو نہ سہی

یگانہ آج وہی ہیں وہی ہیں مرد دلیر
کہ لکھنؤ ہے وہی گو وہ لکھنؤ نہ سہی

ایک غزل کا ابتدائی مسودہ بخطِ یگانہ

(۱)

جنھیں ذوقِ حضوری خواب و بیداری میں حاصل تھا
خداوندا، وہ آنکھیں کون سی تھیں، کون سا دل تھا؟
خدا یاد آ گیا واللہ وہ جلوہ بھی دیکھا ہے
خدا جانے وہی حق تھا کہ حق کا عکسِ باطل تھا؟
تماشا گاہِ حیرت میں کہاں کا تُو، کہاں کا میں
بس اِتنا تھا کہ آئینے سے آئینہ مقابل تھا
اندھیری کوٹھری میں آئنہ دیکھا تو کیا دیکھا
یہی دیکھا کہ میں خود دیدۂ بینا میں باطل تھا
زہے حسنِ گنہ گاری، زہے فیضِ پشیمانی
جسے ٹھنڈا پسینا آ گیا جنّت میں داخل تھا

نگاہِ شوق کی دنیا خدا جانے کہاں تک ہے؟
جہاں دیکھا وہی حسنِ یگانہ شمعِ محفل تھا

(۱۹۳۸ء)

(۳)

کون ایسا ہے جاننے والا جان کر تجھ کو ماننے والا
پہلے اپنی تو ذات پہچانے رازِ قدرت بکھاننے والا
پیٹ کے ہلکے لاکھ بڑ ماریں کوئی کُھلتا ہے جاننے والا
جان کر اور ہو گیا انجان ہو تو ایسا ہو جاننے والا
دن کو دن سمجھے اور نہ رات کو رات وقت کی قدر جاننے والا
راہ چلتے لپٹ پڑے نہ کہیں بے دھڑک دل میں ٹھاننے والا
میں سمجھ لوں گا دوست سے تُو کون؟ مجھے رہ رہ کے تاننے والا
حسنِ کافر، گناہ کا پیاسا ہے گناہوں کو سانتے والا
تُو نے جانا مجھے تو کیا جانا تجھ سے اچھا نہ جاننے والا
چت بھی اپنی ہے پٹ بھی اپنی ہے میں کہاں ہار ماننے والا
خاک میں مل کے پاک ہو جاتا چھانتا کیا ہے چھاننے والا؟

کیوں نہ مانے یگانہ کو یکتا
اصل کو ایک جاننے والا

(۱۹۳۲ء)

(۴)

کون جانے وعدۂ فردا وفا ہو جائے گا
آج سے کل تک خدا معلوم کیا ہو جائے گا

کیا سمجھتے تھے یگانہ محرمِ رازِ فنا

غرق ہو کر آپ اپنا ناخدا ہو جائے گا

(۵)

کس دلِ بے قرار کو تُو نے یہ ولولہ دیا؟

دینا نہ دینا ایک ہے، ظرف سے جب سِوا دیا

دیکھ کے مجھ کو دل زدہ دُور سے مُنہ چڑھا دیا

حُسن نے سب ملال و رنج چُٹکیوں میں اُڑا دیا

آہ یہ میں نے کیا کیا، واہ یہ میں نے کیا کیا؟

عشق میں سب پڑھا لکھا بھول گیا، بھلا دیا

ہائے یہ روشنیِ طبع، اُف یہ بلائے رنگ و بو

چشمِ ہوس پرست نے پھر سے جواں بنا دیا

کانوں میں آرہی ہے کیا دُور کے ڈھول کی صدا؟

خوابِ نظر فریب نے سر تو نہیں پھرا دیا؟

حُسن چمک گیا تو کیا؟ بوئے وفا تو اُڑ گئی

اِس نئی روشنی نے آہ دل کا کنوَل بُجھا دیا

ایک سے بڑھ کے ایک ہے، واہ رے لطفِ زندگی!

تحفۂ نوش و نیش نے خوب مزہ چکھا دیا

حُسن کی آنکھیں کھل گئیں، اِس میں برائی کیا ہوئی؟
روئے سیاہ کار سے پردہ اگر اُٹھا دیا

جاگتے کو جگائے کون، ایسے کو گدگدائے کون؟
لیجیے آ گئی ہنسی، دیکھیے وہ جگا دیا

داورِ حشر کچھ نہ پوچھ دورِ شباب کا مزہ
شہدِ بہشت تھا مگر دستِ بخیل کا دیا!

ہوتی نہیں دعا قبول حُسن کی بارگاہ میں
دیکھیے مُشتِ خاک کو وقت نے کیا بنا دیا!

جذبۂ عاشقانہ دیکھ، حکمتِ بندگانہ دیکھ
بن کے یگانہ میں نے خود نقشِ دوئی مٹا دیا!

(۱۹۳۹ء)

(۶)

سب بُرے سوا کافر، آخر اِس کا مطلب کیا
سر پھرا دے انساں کا ایسا خبطِ مذہب کیا

اک اشارۂ فردا، ایک جنبشِ لب کیا
دیکھیے دکھاتا ہے وعدۂ مذبذب کیا

چُلّو بھر میں متوالی، دو ہی گھونٹ میں خالی
یہ بھَری جوانی کیا؟ جذبۂ لبالب کیا؟

ہاں دعائیں لیتا جا ۔ گالیاں بھی دیتا جا
تازگی تو کچھ پہنچے ۔ چاہتا رہوں لب کیا
شامت آگئی آخر کہہ گیا خدا لگتی
راستی کا پھل پاتا بندۂ مقرب کیا
اُلٹی سیدھی سنتا رہ ۔ اپنی کہہ تو اُلٹی کہہ
سادہ ہے تُو کیا جانے بھانپنے کا ہے ڈھب کیا
سب جہاد ہیں دل کے، سب فساد ہیں دل کے
بے دِلوں کا مطلب کیا اور ترکِ مطلب کیا؟
ہو رہے گا سجدہ بھی جب کسی کی یاد آئی
یاد جانے کب آئے ۔ زندہ داریِ شب کیا؟
آندھیاں رُکیں کیوں کر، زلزلے تھمیں کیوں کر
کارگاہِ فطرت میں پاسبانیِ رب کیا
کارِ مرگ کے دن کا ۔ تھوڑی دیر کا جھگڑا
دیکھنا ہے یہ ناداں، جینے کا ہے کرتب کیا
پڑ چکے بہت پالے ۔ ڈس چکے بہت کالے
مُوذیوں کے مُوذی کو فکرِ نیشِ عقرب کیا

میرزا یگانہ واہ ! زندہ باد ! زندہ باد !

اِک بلائے بے درماں جب تم کیا تھے اور اب کیا

(۱۹۳۰ء)

(۷)

سجدۂ صبح و شام کیا کرتا | غائبانہ سلام کیا کرتا
جو نہ سمجھے خود اپنا مطلبِ شوق | وہ پیام و سلام کیا کرتا
جسے چاہا بنا لیا دیوتا | بندۂ بے امام کیا کرتا
نہ چلی کچھ تو بددعا ہی سہی | دہنِ بے لگام کیا کرتا
جس کی تلوار کا ہو لوہا تیز | حجتِ ناتمام کیا کرتا
ارے کیسی سزا، کہاں کی جزا | ہچکچاتا تو کام کیا کرتا
وقت جس کا کٹے حسینوں میں | کوئی مردانہ کام کیا کرتا
مجھ سے معنی شناس پر جادو | حسنِ صورت حرام کیا کرتا
ایسے ہنگامہ زارِ ہستی میں | ایک اللہ کا نام کیا کرتا

ق

بندۂ خاص پر مرا مولا | نگہِ فیضِ عام کیا کرتا
یہ مساوات تحفۂ ناچیز
وہ یگانہؔ کے نام کیا کرتا

(۸)

محبت نے ایمان کھویا تو کیا | پشیمانیوں میں ڈبویا تو کیا
حرارت ہے دل کی ابھی تک وہی | زمانے نے اِتنا سمویا تو کیا

بنی ہے وہی موج، تختِ رواں
مجھے ناخدا نے ڈبویا تو کیا

یہاں کیا دھرا ہے جو ہاتھ آئے گا
کلیجے میں پنجہ گڑویا تو کیا

امانت میں تیری خیانت نہ کی
مگر مفت کا بوجھ ڈھویا تو کیا

نہ میں وہ رہا اور نہ تُو وہ رہا
تجھے ہاتھ سے اب جو کھویا تو کیا

سرِ بزم پیاسے ہی مر جائیے
کہ تلچھٹ سے دامن بھگویا تو کیا

تہِ دل سے ہو کچھ تو اِک بات ہے
ہنسا میں تو کیا اور رویا تو کیا

کہاں اُڑ گئی وہ جوانی کی نیند
اُچٹتی سی اِک نیند سویا تو کیا

پٹم کیوں نہ ہو جائے مانگے کی آنکھ؟
کہ عینک سے دھاگا پرویا تو کیا

تقرب سے شیطاں کو کیا فائدہ
تری پائنتی کوئی سویا تو کیا

خدا بخش دے میں نہ بخشوں کبھی
یزید اپنی کرنی پہ رویا تو کیا

بہا لے گیا گھر بھی ابرِ کرم
جو بویا تو کیا اور نہ بویا تو کیا

نہا لیتے گنگا، بکھیڑا تھا پاک!
گناہوں کو زمزم سے دھویا تو کیا

تمھیں بھی مزہ اِس کا چکھنا پڑا
یگانہ کو ہاتھوں سے کھویا تو کیا

(۱۰)

بُرا کیا ہے، لگی میں، اپنی حد سے دُور ہو جانا

لپٹ کر شمع سے آخر سراپا نُور ہو جانا

دکھائی جلوۂ موہوم نے کیا برق رفتاری

پلک جھپکاتے ہی حدِّ نظر سے دُور ہو جانا

حرارہ لا چکا تھا حُسن، کہیے خیریت گزری

مجھے ٹھنڈا سمجھ کر جوش کا کافور ہو جانا

ہوائے پیرہن کا کوئی جھونکا لے اُڑا شاید

مبارک ہو مبارک، بے پیے مخمور ہو جانا

فلک نے ایسی کروٹ لی کہ تڑکا ہو گیا ظالم

قیامت ہے چراغِ حُسن کا بے نُور ہو جانا

بسی ہے نکہتِ آوارہ کن نازک دماغوں میں

مبارک ہستیِ برباد پر مغرور ہو جانا

دلِ نامحرمِ فردا، خدا کی مار ہو تجھ پر

ابھی سے نشّۂ حُسنِ عمل میں چُور ہو جانا

علی کا بندہ ہو کر بندگی کی آبرو رکھ لی

یگانہؔ کے لیے کیا دُور تھا منصور ہو جانا

(شعر ۲، ۶ و ۷: ۱۹۲۶ء

باقی شعر: ۱۹۳۱ء)

(۱۱)

رباعی

دونوں دیوانے ہیں علی کے طالب
جان ایک ہے گو جدا جدا ہیں قالب
مذہب میں، شاعری میں، قومیت میں
غالبؔ ہیں یگانہؔ اور یگانہؔ غالبؔ

(۱۲)

اپنی ہستی میں بھی کچھ شک آپڑا
علم کا سودا بڑا مہنگا پڑا

آپ سے باہر چلے ہو ڈھونڈنے
آہ پہلا ہی قدم جھوٹا پڑا

یہ تو سمجھو خفتہ کیا، بیدار کیا
ہوش پر جب وہم کا سایہ پڑا

وہ جلالِ میرزائی کیا ہوا
آگ ہو کر خاک سے دبنا پڑا

لد گئی وہ بندگی بے چارگی
بندہ و صاحب میں کیا جھگڑا پڑا؟

قد ہوا اِتنا بڑا تو کیا ہوا؟
جب کوئی مشکل پڑی لمبا پڑا

راست بازی کی ہوس دُنیا کے ساتھ؟
کیوں قسم کھائی تھی، کیوں مارا پڑا

زندہ رکھّا ہے سسکنے کے لیے
واہ، اچھّے دوست سے پالا پڑا

آج ہی حق سے ادا ہو جائیے
دھیان بھٹکا ولولہ ٹھنڈا پڑا

اب ہُوا رنگِ تصرف دیدنی
روح پر جب جسم کا پردہ پڑا

فکرِ دُنیا میں رہے دن بھر خراب
شب ہوئی آنکھوں پہ پھر پردہ پڑا

واہ سنتے ہی یگانہ کی غزل
اپنے بیگانے کو بھی چسکا پڑا
(۱۹۴۳ء)

(۱۴)

کدھر چلا ہے اِدھر ایک رات بستا جا
گرجنے والے گرجتا ہے کیا برستا جا
دکھادے خاک کے پُتلوں میں زور کتنا ہے
ہوا پہ تیر چکا، اب زمیں میں دھنستا جا
رُلا رُلا کے غریبوں کو ہنس چکا کل تک
مری طرف سے اب اپنی دسا پہ ہنستا جا
جفائے پنجۂ خوں خوار سے جو بس نہ چلے
تو بن کے خشک نوالہ گلے میں پھنستا جا
علاجِ اہلِ حسد، زہرخندِ مردانہ
ہنسی ہنسی میں تو اِن احمقوں کو ڈستا جا
بقدرِ ذوق تماشائے حُسن ناممکن
ترسنے میں بھی ہے اِک کیفیت، ترستا جا

تو آپ اپنی ہے شمشیر آپ اپنی سپر
یگانہ باگ اُٹھا اپنے بل پہ کستا جا
(۱۹۳۶ء)

(۱۵)

ہر رنگِ روشن ہر دیدنی کیا
دل تک نہ پہنچے وہ روشنی کیا

نشہ ہے نشہ، کس بَل ہے کس بَل
کس بَل کے آگے اِک سنسنی کیا

یہ نوجوانی، یہ نامرادی
چھائی ہے مُنھ پر یہ مُردنی کیا

مُنھ سے نہ بولو سر سے تو کھیلو
ہے ماجرائے ناگفتنی کیا

اندر ہی اندر کیوں کھپ رہے ہو
کر بیٹھے کوئی ناکردنی کیا

کیوں یاد آئے پچھلا زمانہ
اک جاں بلب سے یہ دشمنی کیا

مشکل تو اِک دن آسان ہوگی
یہ کون جانے دم پر بنی کیا

ہم ہوں کہ تم ہو دونوں ہیں ٹھنڈے
اب دوستی کیا اور دشمنی کیا

انگور کھٹے ہوں خواہ میٹھے
بے دسترس کی طعنہ زنی کیا

ہر خار و گل ہے یکتا یگانہ
پھر دیدنی کیا، نادیدنی کیا

(۱۹۴۲ء)

(۱۶)

ادب نے دل کے تقاضے اُٹھائے ہیں کیا کیا
ہوس نے شوق کے پہلو دبائے ہیں کیا کیا

نہ جانے سہوِ قلم ہے کہ شاہکارِ قلم
بلائے حُسن نے فتنے اُٹھائے ہیں کیا کیا

نگاہ ڈال دی جس پر وہ ہو گیا اندھا
نظر نے رنگِ تصرف دکھائے ہیں کیا کیا
اِسی فریب نے مارا کہ کل ہے کتنی دُور
اِس آج کل میں عبث دن گنوائے ہیں کیا کیا
پیامِ مرگ سے کیا کم ہے مُژدۂ ناگاہ؟
اسیر چونکتے ہی تلملائے ہیں کیا کیا
کسی کے رُوپ میں تم بھی تو اپنے درشن دو
جہاں میں شاہ و گدا رنگ لائے ہیں کیا کیا
کہاں کے معنی و مطلب؟ یہ راگ ہے کچھ اور
اللہ پنے پہ مرے حال آئے ہیں کیا کیا
پہاڑ کاٹنے والے زمیں سے ہار گئے
اِسی زمین میں دریا سمائے ہیں کیا کیا
گزر کے آپ سے ہم، آپ تک پہنچ تو گئے
مگر خبر بھی ہے کچھ پھیر کھائے ہیں کیا کیا
بلند ہو تو کھُلے تجھ پہ زور پستی کا
بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگائے ہیں کیا کیا
خوشی میں اپنے قدم چوم لوں تو زیبا ہے
وہ لغزشوں پہ مری مسکرائے ہیں کیا کیا

خدا ہی جانے یگانہ میں کون ہوں، کیا ہوں
خود اپنی ذات پہ شک دل میں آئے ہیں کیا کیا

(۳۶)

لذّتِ زندگی مبارک باد! | کل کی کیا فکر، ہر چہ بادا باد!
اے خوشا زندگی کہ پہلوے شوق | دوست کے دم قدم سے ہے آباد
بندۂ عشق آہ کیا جانے | کسے کہتے ہیں بندۂ آزاد
دل سلامت ہے دردِ دل نہ سہی | درد جاتا رہا کہ درد کی یاد؟
مُڑ کے دیکھا نہ آشیاں کی طرف | خون ہو ہو کے دل میں رہ گئی یاد
کششِ لکھنؤ ارے توبہ! | پھر وہی ہم وہی امین آباد
زیست کے ہیں یہی مزے، واللہ | چار دن شاد چار دن ناشاد

ق

کوئی بنتا کوئی بگڑتا ہے | کون بدلے نظامِ کون و فساد؟
پھول مُرجھا گئے تو پھل آئے | عینِ فطرت یہی ہے عینِ مراد!

کون دیتا ہے دادِ ناکامی؟ | خونِ فرہاد بر سرِ فرہاد
صبر اتنا نہ کر کہ دشمن پر | تلخ ہو جائے لذّتِ بیداد

صلح کر لو یگانہ غالبؔ سے
وہ بھی استاد، تم بھی ایک استاد

(۳۸)

وہ جوانی کی موج وہ منجدھار
خیر، نیت بخیر، بیڑا پار

آپ کیا جانیں مجھ پہ کیا گزری؟
صبح دم دیکھ کر گلوں کا نکھار

حسن اب تک ہے خوابِ غفلت میں
دیکھیے کس ہوا سے ہو بیدار

سونگھ کر چھوڑ دو حسینوں کو
نہ بنانا کبھی گلے کا ہار

اپنے ہی سائے سے بھڑکتے ہو
ایسی وحشت پہ کیوں نہ آئے پیار؟

تو بھی جی اور مجھے بھی جینے دے
جیسے آباد گل سے پہلوے خار

خبطِ مذہب ہو خواہ تحفۂ کفر
جس سے پایا اُسی کے سر دے مار

منہ جو تکتی ہو مرگِ دشمن کا
ایسی تلوار پر خدا کی مار

ہائے یہ بہکی بہکی باتیں کیوں؟
کیا کوئی بھنگ چڑھ گئی سرکار؟

جاگتا خواب دیکھیے کب تک
چشمِ اُمید پر خدا کی سنوار

بے نیازی بھلی کہ بے ادبی؟
لڑکھڑاتی زباں سے شکوۂ یار؟

بندگی کا ثبوت دوں کیوں کر؟
اِس سے بہتر ہے کیجیے انکار

عشق ہی عینِ زندگی تو نہیں
ہاں مگر زندگی کا آلۂ کار

زندگی نے یہ کیسی کروٹ لی؟
آئی کانوں میں کون سی جھنکار

ایسے دو دل بھی کم ملے ہوں گے		نہ کشاکش ہوئی نہ جیت نہ ہار

بن پڑے تو یگانہ بن کر دیکھ
عکس کوئی اُتر سکے تو اُتار

(۱۹۳۲ء)

(۴۰)

تمھیں نہ چاہو لپٹنا تو بس چلے کیوں کر
ہنسی ہنسی میں لگا لے کوئی گلے کیوں کر

لگاؤں کیوں نہ کوئی عیب بے وفائی کا
بلائے حسن ہو نازل تو پھر ٹلے کیوں کر

الگ تھلگ کی ملاقات کرکری کیوں ہو
کھلے تو عشق کھلے ، دل لگی کھلے کیوں کر

نباہنا بھی حسینوں سے اِک بڑا فن ہے
تجھ ایسے باولے کو عاشقی پھلے کیوں کر

لگی ہو چاٹ جنھیں تیری بدزبانی کی
ادب سے بیٹھیں گے نچلے وہ من چلے کیوں کر

مجال تھی تمھیں دیکھے کوئی نظر بھر کے
یہ کیا ہے آج پڑے ہو ملے دلے کیوں کر

جبھی تو اپنی طرف دیکھتا ہوں حیرت سے
پڑا ہے عشق مرا آپ کے گلے کیوں کر

سمجھ کا پھیر ہے یا وقت کا تقاضا ہے
وہی بُرے نظر آنے لگے بھلے کیوں کر

بتاؤں کیا تمھیں بازار کا اُتار چڑھاؤ
بنا رہے گا یہی بھاؤ دن ڈھلے کیوں کر

نگاہِ شوق نے آخر بنا دیا دیوتا
خبر بھی ہے مرے سانچے میں تم ڈھلے کیوں کر

یگانہ تم بھی ہو بہرے کہ اُف نہیں کرتے
خدا کو کوستے پھرتے ہیں دل جلے کیوں کر

(۵۱)

غزلِ یک قافیہ

کوئی کیا جانے بانکپن کے یہ ڈھنگ
صُلح دشمن سے اور دوست سے جنگ

کچھ نہیں جنگِ زرگری ہی سہی
صُلح کی صُلح اور جنگ کی جنگ

کیا زمانہ تھا کیسے دشمن تھے؟
رات بھر صُلح اور دن بھر جنگ

دیکھیے کیا ہو، ٹھن گئی بے ڈھب
دلِ بے درد اور درد میں جنگ

کون بدلے نظامِ کون و فساد
کون روکے حباب و موج کی جنگ

فطرت اپنے اصول سے مجبور　　صُلح مقصود ہے کسی سے نہ جنگ
حسن اور عشق کی لڑائی کیا؟　　جیسے جورُو خصم میں سوت پہ جنگ

مَردُوا ایک لکھنؤ میں تھا
وہی مرزا یگانہؔ غالب جنگ

(۵۲)

حُسن وہ حُسن جس کا روپ نہ رنگ　　نِت نیا رنگ نِت نرالا ڈھنگ
حُسن کیا حُسن کی تجلّی کیا؟　　رنگ لایا ہے جلوۂ بے رنگ
اُس نگاہِ رسا کو کیا کہیے　　جس پہ ہو عرصۂ دوعالم تنگ
دیکھیے لے اُڑا کہاں سے کہاں؟　　نشّہ رنگ و بوئے رنگارنگ
کام کیا فلسفی کا رِندوں میں　　کیوں ہو بیٹھے بِٹھائے رنگ میں بھنگ
مُردہ دل کو ٹٹولنے والو　　چھیڑتے کیا ہو سازِ بے آہنگ
کیا اب آگے نہیں کوئی منزل ؟　　کیا ہوئی دل کی وہ لگن، وہ اُمنگ
وہی اُلجھے نہ اُلجھے خاروں سے　　جس کا دل تنگ جس کی دنیا تنگ
ہنستے ہنستے بنے تھے پریم بھگت　　دل لگی بڑھتے بڑھتے لائی رنگ
سنگ دل کو بنا دوں میں دیوتا　　آپ کیا جانیں بندگی کے ڈھنگ؟
آہ کے ساتھ کھُل نہ جائے بھرم　　درد کتنا ہے دل میں، کتنی اُمنگ؟
جیتے جی یہ عذابِ تنہائی　　دل لگالو تو کیوں رہو دل تنگ ؟

میرؔ کے آگے زور کچھ نہ چلا
تھے بڑے میرزا یگانؔہ دبنگ!

(۱۹۳۴ء)

(۵۴)

آہ یہ بندۂ غریب، آپ سے لَو لگائے کیوں
آ نہ سکے جو وقت پر، وقت پہ یاد آئے کیوں
دوست کے انتظار میں دوست کو نینّد آئے کیوں
بُوئے اُمید پاتے ہی رنگ بدل نہ جائے کیوں
مُژدۂ مرگِ نوجواں آج ہی کیا ضرور تھا؟
آج تو دن ہے عید کا، آج قیامت آئے کیوں
کلمہ پڑھوں تو کیوں پڑھوں، سب کی نظر پہ کیوں چڑھوں؟
یادِ خدا تو دل سے ہے، دل سے زباں تک آئے کیوں
لاکھ عتاب کا جواب، ایک خلوصِ بندگی
چینِ جبینِ دوست کو دھیان میں کوئی لائے کیوں
اپنے خیال میں ہے خوش، دل کی ضدیں تو دیکھیے
آپ سے دُور کیوں رہے، آپ کے پاس جائے کیوں
خواب و خیال سے ہو پاک، نینّد وہی ہے میٹھی نینّد
نقشِ خیالِ نیک و بد نینّد میں رنگ لائے کیوں

عیب سے خالی کون ہے ؟ حُسن کے دل سے پوچھیے
اہلِ نظر کے سامنے آنکھ جھپک نہ جائے کیوں

مُنھ جو ذرا اُتر گیا اور بھی گُل میں گُل کِھلا
یوں ہی بقدرِ ذائقہ، حُسن بھی غم نہ کھائے کیوں

دید کی التجا کروں ؟ تشنہ ہی کیوں نہ جان دوں ؟
پردۂ ناز خود اُٹھے، دستِ دعا اُٹھائے کیوں

بھُول بھی جا، بھُلا بھی دے، یاد نہ کر، خدا کو مان
تیری زباں پہ بار بار نامِ یگانہ آئے کیوں

(شعر ۱ تا ۳ ۱۰ و ۱۱ : ۱۹۲۹ء
شعر ۴ تا ۹ : ۱۹۴۴ء)

(۵۶)

تو کیا ہمیں ہیں گنہ گار، حُسنِ یار نہیں؟
لگاوٹوں کا گناہوں میں کیا شمار نہیں؟

اُمید لپٹی ہے جیسے کوئی بلا لپٹے
مگر وہاں ہے نہیں کی وہی ہزار نہیں

بدل نہ جائے زمانے کے ساتھ نیّت بھی
سنا تو ہوگا جوانی کا اعتبار نہیں

جو غم بھی کھائیں تو پہلے کِھلائیں دشمن کو
اکیلے کھائیں گے، ایسے تو ہم گنوار نہیں

کہو وہ بات دو بگتی کہ یوں بھی ہو ووں بھی
زباں وہ کیا جو حقیقت کی پردہ دار نہیں

نہ جانے بہتے پھریں گے کدھر یہ دشمن و دوست؟
بڑھا تو دل ہے وہ دریا کہ وار پار نہیں

کبھی حقیقتِ فردا سُنو تو کان کُھلیں
ندائے دل ہے کوئی دُور کی پکار نہیں

یہ خودکشی بھی تری، کھیل ہے مشیت کا
کچھ ایسی چلتی ہے جیسے چھُری پہ دھار نہیں

سلامت آپ کا یہ حسنِ لازوال مگر
ہم آج ہی کے ہیں، کل کے اُمیدوار نہیں

کرے گا پرورشِ نخلِ آرزو کے دن؟
وہ بدنصیب جسے ذوقِ انتظار نہیں

یگانہؔ میر وہی ہے جو پہلے مار چلے
جو ٹھن گئی ہے تو اب تابِ انتظار نہیں

(۵۷)

خون کے گھُونٹ بلا نوش پیئے جاتے ہیں
خیر ساقی کی مناتے ہیں، جیے جاتے ہیں

ایک تو درد ملا ، اُس پہ یہ شاہانہ مزاج
ہم غریبوں کو بھی کیا تحفے دیے جاتے ہیں
آگ بجھ جائے مگر پیاس بجھائے نہ بجھے
پیاس ہے یا کوئی ہوکا کہ پیے جاتے ہیں
دولتِ عشق بھی مانگے سے کہیں ملتی ہے
ایسے ہی اہلِ ہوس رانَد دیے جاتے ہیں
نہ گیا خوابِ فراموش کا سودا نہ گیا
جاگتے سوتے تجھے یاد کیے جاتے ہیں
خوب سیکھا ہے سلام آپ کے دیوانوں نے
شام دیکھیں نہ سحر، سجدے کیے جاتے ہیں
نشئہ حُسن کی یہ لہر، الٰہی توبہ!
تشنہ کام آنکھوں ہی آنکھوں میں پیے جاتے ہیں
دل ہے پہلو میں کہ اُمّید کی چنگاری ہے
اب تک اِتنی ہے حرارت کہ جیے جاتے ہیں
ڈوبتا ہے نہ ٹھہرتا ہے سفینہ دل کا
دم اُلٹتا ہے مگر سانس لیے جاتے ہیں

کیا خبر تھی کہ یگانؔہ کا ارادہ یہ ہے
ڈوب کر پار اُترنے کے لیے جاتے ہیں

(۱۹۳۵ء)

دل ایک ہی فتنہ ہے لیکن بیدار نہیں تو کچھ بھی نہیں
ہاتھ میں کس بل لاکھ سہی، تلوار نہیں تو کچھ بھی نہیں

اپنی ڈفلی اپنا راگ ، اپنی دَوڑ ہے اپنی بھاگ
کہنے میں بات آتی ہے سردار نہیں تو کچھ بھی نہیں

کیا کیا چوٹیں لیتا ہوں اور کیا کیا خالی دیتا ہوں
دیکھنے والے پسِ پردہ سرکار نہیں تو کچھ بھی نہیں

چیکلے چپکے ریشہ دوانی ، یہ بھی کوئی پٹّیتی ہے؟
للکار نہیں تو کچھ بھی نہیں ، جھنکار نہیں تو کچھ بھی نہیں

حجّام ہو چاہے تلوَریا اک بال تو ٹیڑھا کر دیکھے
اوزار نہیں تو کچھ بھی نہیں ، ہتھیار نہیں تو کچھ بھی نہیں

کلمہ پڑھ کے ایسے ویسے کتنے مسلماں بن بیٹھے
بات یہ کچھ دشوار نہیں ، دشوار نہیں تو کچھ بھی نہیں

محرابوں میں سجدہ واجب ، حُسن کے آگے سجدہ حرام
ایسے گنہ گاروں پہ خدا کی مار نہیں تو کچھ بھی نہیں

دل سے خدا کا نام لیے جا ، کام کیے جا دنیا کا
کافر ہو ، دیں دار ہو ، دنیادار نہیں تو کچھ بھی نہیں

جتنے کھنچتے جاؤ گے اُتنا ہی لپٹتا جاؤں گا
انکار کی لذت، آہاہا، انکار نہیں تو کچھ بھی نہیں

کہو تو تنہا جی کے دکھا دوں دست بدل یا دست بکار
ہاں مگر اپنے گوشۂ دل میں یار نہیں تو کچھ بھی نہیں

ایک جھلک ہی دکھلادے تو دُور سے جھک کے سلام کروں
اُس پار جگت کے ہو گا کوئی، اِس پار نہیں تو کچھ بھی نہیں

دل شکنی یا بُت شکنی تو یاد ہے اب تک یاروں کو
دستِ یگانؔہ تیرے گلے کا ہار نہیں تو کچھ بھی نہیں

(۱۹۴۲ء)

(۶۴)

جان پیاری ہے حیاتِ جاوداں پیاری نہیں
زندگی کیا؟ موت کی جب گرم بازاری نہیں

رباعیات

(۶۹)

شاعر تو ہیں بہتیرے، ادھورے، بے ڈول
اربابِ نظر کا یاد رکھیو یہ قول
داغؔ و جگرؔ و حسرتؔ و فانیؔ جیسے
"شاعر" ہیں یگانہؔ تو ہزاروں لاحول
(۱۹۳۸ء)

(۷۱)

ہاں شوخیِ طبع ہے ۔ لڑائی تو نہیں
کہتا ہوں کھری، اِس میں برائی تو نہیں
کیوں ہر کس و ناکس ہے یگانہ دشمن؟
قاضی کی گدھی کوئی بھگائی تو نہیں
(۱۹۳۸ء)

(۷۲)

استاد فقط راہ بتا دیتا ہے
یا پاؤں میں پہیئے بھی لگا دیتا ہے
شاگرد تو شاگرد ہے، بندہ تو نہیں
بندے کو جو دیتا ہے خدا دیتا ہے
(۱۹۳۸ء)

(۷۳)

دیوانہ روی کا حق ادا کرتا چل
چلنا تو ہیَ شور بپا کرتا چل
گردش میں بھنور ہے، بونڈلا چکّر میں
ہاں تو بھی یُونھی رقصِ فنا کرتا چل
(۱۹۳۸ء)

(۷۶)

جگر کی شاعری جاپانی مال

دو روزہ نوجوانی، حسنِ نسوانی کے کیا کہنے
جگرؔ کی شاعری یا مال جاپانی کے کیا کہنے

(۷۷)

کسی کی غزل کی پیروڈی

کسی کے غم میں کوئی رو رہا ہو
کوئی ٹانگیں پسارے سو رہا ہو

کسی کے گھر میں بیٹا ہو رہا ہو
کوئی قسمت پر اپنی رو رہا ہو

کوئی تخمِ محبت بو رہا ہو
کوئی اپنے کیے پر رو رہا ہو

کوئی ٹانگیں سکیڑے سو رہا ہو
کوئی پٹی سے چمٹا رو رہا ہو

(۱۹۳۸ء)

(۷۸)

مستانہ رقص کیجیے گردابِ حال میں
بیڑا ہے پار، ڈوب کر اپنے خیال میں
دیکھے جو حسنِ دوست کو شانِ جلال میں
آ جائے آفتابِ قیامت زوال میں

مارا فریبِ حُسن کا پنپے تو جانیے
کتنے خدا رسیدہ پڑے اس وبال میں
ہاں کیوں نہ پار اُتر چلوں خمیازہ جھیل کر
ڈوبے مری بلا عرقِ انفعال میں
ترسی ہوئی نگاہوں پہ اب رحم کیجیے
کب تک یہ امتیاز، حرام و حلال میں
کھٹکا لگا نہ ہو تو مزہ کیا گناہ کا؟
لذت ہی اور ہوتی ہے چوری کے مال میں
کیا زندگی کے بعد بھی ہے کوئی زندگی؟
پھر جان آ چلی چمنِ پائمال میں
آوازِ بازگشت پہ کیا دیتے ہو صدا؟
کس سے اُلجھ رہے ہو جواب و سوال میں؟
واللہ قفس میں آتے ہی کیا مَت پلٹ گئی
آخر ہمیں تو ہیں کہ پھڑکتے تھے جال میں
ہوش و خرد حقیقتِ روشن کہیں جسے
ہے اِک جھلک سی پردۂ صد احتمال میں
مستِ انا بھلے کو پیمبر نہ بن گیا!
سُوجھی تو خوب نشۂ بے اعتدال میں

واللہ نگاہِ شوق کی معراج ہے یہی
وہ خواب دیکھیے جو نہ آئے خیال میں
ممکن کی آرزو میں مُوے کتنے نامراد
اچھی گزر گئی مری فکرِ محال میں

کیا بزمِ اتحاد ہے، کیا حسنِ اتفاق!
بیگانہ و یگانہ ہیں سب ایک حال میں
(۱۹۳۵ء)

(۸۰)

رباعی

شرحیں لکھنے دو ، یوں ہی دن کاٹنے دو
انبار لگانے دو ، گڑھے پاٹنے دو
"آیات" و "ترانہ" کا مزہ کیا جانیں
غالبؔ کے سکوں کو ٹھیکرا چاٹنے دو
(۱۹۳۸ء)

(۸۲)

اصغر گونڈوی

جاہل سے پوچھیے کسی اَن پڑھ سے پوچھیے
اصغرؔ کی شاعری کو علی گڑھ سے پوچھیے
(۱۹۳۸ء)

(۸۳)

اصغر گونڈوی

دنیائے ادب کی ایسی کایا پلٹی

کالا کوا بھی بن گیا شیرازی

دیکھو تو علی گڑھ کی یہ بالغ نظری

چیل اُڑتے جو دیکھیں تو کہیں بھینس اُڑی

(۱۹۳۸ء)

(۸۶)

بہارِ زندگی ناداں بہارِ جاوداں کیوں ہو

یہ دُنیا ہے تو ہر کروٹ وہی آرامِ جاں کیوں ہو

خدارا میرے اُن کے اور کوئی درمیاں کیوں ہو

پیمبر کیوں بنے، آخر کسی کا رازداں کیوں ہو

کبھی جلوہ دکھاتے ہو تو آئینہ در آئینہ

کُھلا پردہ سہی، پھر بھی یہ پردہ درمیاں کیوں ہو

مرے دل میں سما کر دیکھ اپنے حُسن کا عالم!

کسی آئینہ خانے پر نگاہِ امتحاں کیوں ہو

کوئی ناگفتنی مطلب ہے اِن نیچی نگاہوں کا

زباں تک آ نہیں سکتا تو آنکھوں سے بیاں کیوں ہو

گنہ گارِ محبّت کو اِسی عالم میں رہنے دے

سزا واجب سہی لیکن بہشتِ جاوداں کیوں ہو

جلایا ایسے ویسوں کو جبھی تو ناک میں دم ہے

ہم ایسے خاکساروں کو تپاؤ تو دھواں کیوں ہو

مرے ہوتے غریبوں کو ستانا اور پچھتانا؟

تمھیں دردِ پشیمانی، نصیبِ دشمناں، کیوں ہو

جفا کو ہم وفا سمجھے، نہیں تو چل بسے ہوتے

مگر وہ پوچھتے کیا ہیں کہ تم اب تک جواں کیوں ہو

مزہ جب ہے کہ رفتہ رفتہ اُمیدیں پھلیں پھولیں

مگر نازل کوئی فضلِ الٰہی ناگہاں کیوں ہو

ریاضت سے جو حاصل ہو وہی سچّی مسرت ہے

میسر آسکے صاحب تو اِن داموں گراں کیوں ہو

مِرا دشمن خود اپنی موت، تُو نے تو نہیں مارا

کوئی مردِ عمل جھوٹی خوشی پر شادماں کیوں ہو

بشر ہوں میں فرشتہ کیوں بنوں؟ جیسا ہوں اچھا ہوں

بغاوت اپنی فطرت سے، نصیبِ دشمناں، کیوں ہو

زمانہ لاکھ گم ہو جائے آپ اپنے اندھیرے میں

کوئی صاحب نظر اپنی طرف سے بدگماں کیوں ہو

یہ ناہموار ہی ہموار ہو جائے تو کیا کم ہے
زمیں سے جب نہیں فرصت تو فکرِ آسماں کیوں ہو

چلا آتا ہے کب سے علمِ سینہ عشق سے کینہ
مگر یہ بغضِ دیرینہ سرِ منبر بیاں کیوں ہو

ارے یہ کیا کہ چاہوں بھی تو حق سے پھر نہیں سکتا
خود اپنے ہاتھوں گمراہی کی کوشش رائگاں کیوں ہو

کہیں رسمی عبادت روح کو بیدار کرتی ہے؟
نمازِ بے عمل سے حقِ مذہب رائگاں کیوں ہو

اِک آنکھیں ہیں کہ تکتی ہیں کسی کو ٹکٹکی باندھے
یہاں سر ہے نہ سودا ہے تو سجدے کا نشاں کیوں ہو

تجھی سے اُڑ چلے ہیں پر لگا کر خاک کے پُتلے
خداوندا زمیں سے پست اِتنا آسماں کیوں ہو

کہاں خواب و خیال اِتنے؟ حقائق ہر طرف جتنے
نگاہِ نارسا، یہ نقدِ فطرت رائگاں کیوں ہو

یگانہ فکرِ حاصل کیا؟ تم اپنا حق ادا کر دو
بلا سے تلخ گزرے، زندگانی رائگاں کیوں ہو

یگانہ سے بھڑکتا کیوں ہے، ظالم، ماجرا کیا ہے؟
تجھی میں چور ہے ورنہ یہ کھٹکا درمیاں کیوں ہو

کہاں بُلبُل کا یہ نغمہ کہ حال آ جائے عارف کو

بھلا اِس وجد کے عالم میں مرغے کی اذاں کیوں ہو

(۱۹۳۹ء)

(۸۷)

ادبِ خبیث کا نمونہ

گائے جا بجائے جا ناچے جا نچائے جا

برسے جا برسائے جا دمڑی سیر لگائے جا

ہیں سنترے دو رس بھرے

لقا کبوتر کس بھرے

کیا رس بھرے کیا کس بھرے

(۱۹۴۴ء)

(۸۸)

نیا ادب

قدریں ہی اُلٹ گئیں تو غیرت کیسی؟

پھر کیوں نہ گدھوں سے ہو حماقت ایسی

سر تو نیچے ہے اور ٹانگیں اوپر

ہت تیرے نئے ادب کی ایسی تیسی!

(۱۹۴۵ء)

زمانہ خدا کو خدا جانتا ہے
یہی جانتا ہے تو کیا جانتا ہے
اِسی میں دل اپنا بھلا جانتا ہے
کہ اِک ناخدا کو خدا جانتا ہے
وہ کیوں سر کھپائے تری جستجو میں؟
جو انجامِ فکرِ رسا جانتا ہے
وہی مُنہ چھپانا وہی لن ترانی
تُو اِس کے سوا اور کیا جانتا ہے
خدا ایسے بندے سے کیوں پِھر نہ جائے؟
جو بیٹھا دعا مانگنا جانتا ہے
فرشتوں کی پرواز کو مانتا کیا؟
جو دل کی تڑپ کو رسا جانتا ہے
وہ کیوں پھول توڑے وہ کیوں پھول سونگھے؟
جو دل کا دُکھانا بُرا جانتا ہے
بُرائی میں تُو دیکھتا ہے بھلائی
تو کیا بُوم کو بھی ہُما جانتا ہے

جسے موت مانگے نہ ملتی ہو، واللہ

وہی زندگی کا مزہ جانتا ہے

کدھر جا رہا ہے ترا خوں گرفتہ

مگر غیب کا راستا جانتا ہے

زہے سہوِ کاتب کہ سارا زمانہ

مجھی کو سراپا خطا جانتا ہے

انوکھا گنہ گار، یہ سادہ انساں!

نوشتے کو اپنا کِیا جانتا ہے!

یگانہ تُو ہی جانے اپنی حقیقت

تجھے کون تیرے سوا جانتا ہے

(۱۹۴۰ء)

(۱۰۰)

بندہ وہ بندہ جو دم نہ مارے

پیاسا کھڑا ہو دریا کنارے

دُکھ درد تُو ہی سمجھے نہ سمجھے

گونگا تو گونگا کس کو پکارے؟

بندوں سے اپنے اِتنا تغافل؟

چوکھٹ پہ کوئی سر دے نہ مارے

قربان تیری اٹکھیلیوں کے!

خود سر چڑھائے خود مار اتارے

اف ری مشیت، پھُولے تو لاکھوں

پھلتے نہ دیکھے سارے کے سارے

کرنی کسی کی ، بھرنی کسی کی

بے موت مرنا غیرت کے مارے

فتنہ بھی پامال ، اپنا بھی یہ حال

کروٹ بدلیے کس کے سہارے؟

اتنا بھی سیدھا سادہ چلن کیا؟

ایسے کو کوئی کیوں کر اُبھارے؟

ٹکرا کے دیکھیں تم کیا ہو ہم کیا

جیتے تو جیتے، ہارے تو ہارے

لیلیٰ ہے لیلیٰ ، اندھا ہے اندھا

مشاطہ چاہے جتنا سنوارے

حسنِ یگانہ ، اللہ اللہ

یہ بھیس بدلے یہ روپ دھارے!

(۱۹۳۵ء)

(۱۰۱)

حُسن پر فرعون کی پھبتی کہی
ہاتھ لانا یار، کیوں کیسی کہی؟

دامنِ یوسف ہی بھڑکاتا رہا
عشق اور ترکِ ادب؟ اچھی کہی!

کون سمجھائے کہ دُنیا گول ہے
آپ نے جیسی سُنی، ویسی کہی

کوئی ضد تھی یا سمجھ کا پھیر تھا
مَن گئے وہ، میں نے جب اُلٹی کہی

درد سے پہلے کروں فکرِ دوا
واہ یہ اچھی اُلٹوانسی کہی

دوست سے پردہ کیا، یہ کیا کیا؟
آپ بیتی چھوڑ جگ بیتی کہی

شک ہے کافر کو مرے ایمان میں
جیسے میں نے کوئی مُنہ دیکھی کہی

کیا خبر تھی یہ خدائی اور ہے؟
ہائے میں نے کیوں خدا لگتی کہی

مفت میں سُن لی یگانہ کی غزل
اَن سنی کر دی جو مطلب کی کہی

(۱۰۲)

کیوں ہوش میں پھر آیا، کیوں ہاتھ مَل رہا ہے
حد سے گزرنے والے تیری یہی سزا ہے

آئینہ ہوگا ٹیڑھا، ایسا تو میں نہیں ہوں
دن دیکھتے یہ دھوکا، اک طُرفہ ماجرا ہے

صورت ہی ایسی پیاری دیکھو تو رال ٹپکے
فطرت کا اقتضا ہے بندے کی کیا خطا ہے؟
سچی طلب ہے کچھ اور، جھوٹی ہوس ہے کچھ اور
کیا بوسہ لینے والا یوں بھیک مانگتا ہے؟
یک جان اور دو قالب ہوں گے تو دو ہی ہوں گے
دو میں جو تیسرا ہے آنکھوں میں ٹھیکرا ہے
جان آتے آتے اِک دن آجائے تو عجب کیا
اُمید کا خیالی پُتلا تو بن چکا ہے
تو حُسن کا ہے دیوتا، میں عشق کا پیمبر
دیکھیں تو کون اپنے سانچے میں ڈھالتا ہے؟

کیوں آپ سے یگانہ بیگانہ ہے زمانہ؟
"غالب شکن"☆ جو ٹھہرے پھر پوچھنا ہی کیا ہے

(۱۰۳)

نہ جانے کیا ہو، یہ دیوانہ جس جگہ بیٹھے
خودی کے نشے میں کچھ اَن کہی نہ کہہ بیٹھے

☆ "غالب شکن" یگانہ کی ایک کتاب کا نام ہے جس نے ایک ہلچل مچا دی تھی۔ (یگانہ)

سنبھل کے تو لیے تلوار ، دیکھیے ہشیار

کہیں کلائی پہ دستِ ہوس نہ گہہ بیٹھے ☆

کہیں کے رہتے نہ آوارگانِ بدآغاز

قدم قدم پہ خطا پائی جب ، تو دَہ بیٹھے

مثالِ خس جو دڑیڑوں میں بہہ گئے تو کیا

اُسی کے گھرے ہیں یاں ڈوب کر جو تہ بیٹھے

معاملہ ہے دلِ دوست کا بڑا نازک

کروں جو آہ تو گردِ نفس کی تہ بیٹھے

اُمیدوار ہیں احسانِ دوست کے ہم بھی

وفا کی داد نہ دے ، بے وفا ہی کہہ بیٹھے!

یگانہ آپ کی بالا روی کے کیا کہنے:

مجال کیا ہے جو دامن پہ گردِ رہ بیٹھے

(۱۰۴)

خدا کے سامنے دامن پسارنے والے

وہ ہاتھ تھک گئے کیا ، مال مارنے والے

☆ گہہ بیٹھے ۔ ٹھیٹھ ہندی کا محاورہ ہے یعنی ایسی گرفت کہ چھڑائے نہ چھوٹے۔ ہندی کا شاعر کہتا ہے: شیام رے موری بہیاں گہو نا ۔ (یگانہ)

جُھکے تو بنیے کے آگے، دبے تو پنڈت سے
بہت اکڑتے تھے شیخی بگھارنے والے

زمانہ سازوں کی یہ سادگی و پُرکاری
بڑے سیانے ہیں دو ہاتھ ہارنے والے

بلا نہ ہو کوئی نازل سیاہ کاروں پر
بہت سنور چکے زلفیں سنوارنے والے

کہاں کا روزِ جزا، کل کے مرتے آج مریں؟
اُمید و بیم کو ٹھوکر پہ مارنے والے

تمھاری جیت تو جب تھی دلوں میں گھر کرتے
زباں سے ہار نہ مانیں گے ہارنے والے

لگی ہو جس کے، وہی چُپ کی داد پاتا ہے
پکارتے رہے ناحق پکارنے والے

نکالتے ہیں اُسی مُنھ سے حُسن میں سَو عیب
ہوس نصیب، وہی مُنھ پسارنے والے

تمھارے دم سے سلامت ہیں ولولے دل کے
سزا کے بعد خطا پر اُبھارنے والے

یگانہ کون؟ وہ بزمِ ادب سے بیگانہ
لڑائی چھیڑ کے پگڑی اُتارنے والے

حاصلِ فکرِ نارسا کیا ہے
تُو خدا بن گیا، بُرا کیا ہے

کیسے کیسے خدا بنا ڈالے
کھیل بندے کا ہے، خدا کیا ہے

آئی کو ٹال دے جبھی جانیں
دم بخود ہے تو پھر خدا کیا ہے

دل ہے اپنی جگہ خدا اپنا
ہم غریبوں کا آسرا کیا ہے

دردِ دل کی کوئی دوا نہ دعا
"یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے"

حُسن کے ہتھکنڈے ارے توبہ!
درد کیا چیز ہے دوا کیا ہے

لد گئی کل کی بات کل کے ساتھ
یاد آئے تو اب مزہ کیا ہے

نہ سُنا ہو گا راگ فطرت کا
جانتے ہو مری صدا کیا ہے

وہی نیرنگیِ طلسمِ ہَوا
موج کیا اور بلبلا کیا ہے

دیدۂ دل سے دیکھ اپنی طرف
چشمِ حیراں، تجھے ہُوا کیا ہے

نور ہی نور ہے، کہاں کا ظہور
اُٹھ گیا پردہ اب رہا کیا ہے

رہنے دے حُسن کا ڈھکا پردہ
وقت بے وقت جھانکتا کیا ہے

عکس میرا بھی پڑ گیا ناگاہ
ارے آئینے کی خطا کیا ہے

وقت کی بات اور وقت کے ہاتھ
سہو کیا چیز ہے، خطا کیا ہے

زہر میٹھا نہ ہو تو زہر ہی کیا؟
دوست جب دے تو پوچھنا کیا ہے

کیا ٹلے گی مشیّتِ ازلی؟
اک تسلّی سی ہے دعا کیا ہے

اپنے ہی عکس پر ہو چیں بجبیں
کیوں یگانہؔ یہ ماجرا کیا ہے
(۱۹۴۰ء)

(۱۰۶)

خدا کی مار، وہ ایامِ شوروشر گزرے
وہ جِن سوار تھا سر پر کہ سر سے در گزرے

مرے فرشتے بھی شاید ہیں آپ کے جاسوس
کہ آہ کرتے ہی پرچہ لگے، خبر گزرے

حلال بھی مرے حق میں حرام، واویلا!
نگاہِ شوق سے کیا کیا گل و ثمر گزرے

جو سبز باغِ تمنّا پہ پھیر دے پانی
خدا بچائے، ہم ایسی نظر سے دَر گزرے

نکالے عیب میں سَو حُسن، حُسن میں سَو عیب
خیال ہی تو ہے، جیسا بندھے، جدھر گزرے

زمین پاؤں تلے سے نکل گئی تو کیا؟
ہم اپنی دُھن میں زمانے سے بے خبر گزرے

خدا کے بعد بھروسا ہے حضرتِ دل کا
خدا نخواستہ شک ایسے دوست پر گزرے

مزہ نہ پوچھیے، واللہ، دل دُکھانے کا
کہاں کا خوفِ خدا؟ ٹھان لی تو کر گزرے

ادب کے واسطے کتنوں کے دل دُکھائے ہیں
یگانہ حد سے گزرنا نہ تھا، مگر گزرے

(۱۹۳۸ء)

(۱۰۷)

کیوں یار تُو ہی دل سے بُھلا دے تو کیا کرے
بندہ ترا دعا نہ کرے بددعا کرے؟
اِتنا تو زندگی کا کوئی حق ادا کرے
دیوانہ وار حال پر اپنے ہنسا کرے
رفتارِ زندگی میں سکون آئے کیا مجال!
طوفاں ٹھہر بھی جائے تو دریا بہا کرے
دل کی خبر تو لے مرنے روشن دماغ دوست!
یہ اندھی روشنی ہی نہ اُلٹی دغا کرے
کیا پوچھتے ہو عشق کا جِن ہے وہ بَد بلا
تم پر سوار ہو تو خدا جانے کیا کرے
مذہب کے ساتھ ساتھ ہے شیطان کا بھی ڈر
دیوانہ تیرا ایک نہ مانے، خدا کرے

آنکھوں کے آگے پھر کوئی پردہ سا اُٹھ چلا
شاید اُمید ، وہم میں پھر مُبتلا کرے

ہاتھ آئے کوئی چاند ستارہ تو جانیے
ہے عرش پر دماغِ فلاطوں، ہُوا کرے

جاتی ہے کس کی پیش ، تری بارگاہ میں
البتہ کوئی گونگی زباں التجا کرے

سرکار ہاتھ اُٹھائیے میرے سلام سے
اُٹھتے ہی دستِ شوق مبادا خطا کرے

کس مُنھ سے ہنس پڑے تھے ہم انجامِ حُسن پر
کون اِس گناہ گار کے حق میں دعا کرے؟

ایسی جُھکی اِدھر کہ نہ اُٹھی کسی طرف
وزدیدہ وہ نگاہ، کہاں تک وفا کرے؟

پھر میری بندگی نہ یگانہ کی صاحبی
صاحب وہ کیا جو بندے سے اپنے دغا کرے ؟

(۱۱۶)

یگانہ کم سے کم اتنی تو لاج رکھنی تھی
کہ لکھنؤ سے وفا اہلِ لکھنؤ کرتے

(۱۲۰)

خداؤں کی خدائی ہو چکی بس — خدارا بس، دُہائی ہو چکی بس

کہیں پتھر بھی ہو سکتا ہے پانی — دعاؤں کی رسائی ہو چکی بس

کسی ڈھب سے نپٹ لو جب مزہ ہے — بہت زور آزمائی ہو چکی بس

بجھائے کون، تُو جس کو جلائے؟ — پتنگوں کی چڑھائی ہو چکی بس؟

ہوا میں اُڑ گیا ایک ایک پتّا — گلوں کی جگ ہنسائی ہو چکی بس

بھلا اب کیا جچوں اپنی نظر میں — نظر اپنی، پرائی ہو چکی بس

کہاں تک کیجیے خونِ تمنا — کہاں کی پارسائی؟ ہو چکی بس

نگاہیں ملتے ہی دونوں تھے ٹھنڈے — ارے یہ کیا، لڑائی ہو چکی بس؟

رہا کیا جب دلوں میں فرق آیا؟ — اُسی دن سے جدائی ہو چکی بس

بہت پہنچا تو نادیدہ پہ ریجھا! — تخیّل کی رسائی ہو چکی بس؟

یہ کس نے چُومتے ہی گال کاٹا؟ — کہو یار آشنائی ہو چکی بس

پڑے ہو کون سے گوشے میں تنہا
یگانہ کیوں، خدائی ہو چکی بس؟

(۱۹۳۴ء)

برابر بیٹھنے والے بھی کتنے دُور تھے دل سے
مرا ماتھا جبھی ٹھنکا فریبِ رنگِ محفل سے
ارادے نے عمل کی راہ پائی کتنی مشکل سے
الٰہی خیر۔ لوہے لگ گئے پہلی ہی منزل سے
نہ ترکِ اختیار آساں نہ ضبطِ اضطرار آساں
کوئی ایسا بھی ہے۔ پیاسا پلٹ آئے جو ساحل سے
ہوائے غیب لہراتی ہے دل کو۔ دیکھیے کیا ہو؟
کشش منجدھار کی کس دن لگا لے جائے ساحل سے
مشیت اپنی تُو جانے۔ کوئی گم گشتہ کیا جانے
اٹکتا جائے رہزن سے۔ بھٹکتا جائے منزل سے
تمام انساں تو کیا، دو بھی برابر ہو نہیں سکتے
جہاں دو ہوں گے: بڑھ جائے گا ایک اپنے مقابل سے
اُسی کو مان لوں برحق زمانہ ساتھ دے جس کا؟
زمانہ وہ جسے مطلب کوئی حق سے نہ باطل سے
ستم گر کتنے وہ بیٹھے اِس اندازِ بغاوت پر
جہاں چپ سادھ لیتا ہوں، خبر ہوتا ہوں مشکل سے

ریاکاری سلامت، ہاتھ سچّا پڑ نہیں سکتا
جبھی تو یار جنگِ زرگری رہتی ہے قاتل سے

ہوس کتنی انوکھی؟ اقتضا کتنا جداگانہ؟
تمھاری سی ہنسی ہنّستا کوئی کیوں کرتہِ دل سے؟

کمالِ عشق کس دُھن میں "انا لیلیٰ" پکار اُٹھا؟
گریباں پھاڑ کر وہ بھی نکل آئے نہ محمل سے

مزاجِ حُسن میں بھی درد پیدا ہو چلا شاید
پھڑک اُٹھتا تھا ظالم پہلے کیا کیا رقصِ بسمل سے

جزائے خیر دے اللہ پاسِ دیرینہ دشمن کو
بلائے زندگی لپٹی ہے اب تک نیم بسمل سے

تمیزِ رنگ و بُو بھی حیرتِ دیدار پر صدقے
کوئی کیا جانے، میں حاضر ہوں یا غائب ہوں محفل سے

دلِ طوفاں شکن تنہا جو آگے تھا سو اب بھی ہے
بہت طوفان ٹھنڈے پڑ گئے ٹکرا کے ساحل سے

ٹھہر جانا اشارے پر، نہیں آگے نکل جانا
یگانؔہ سے تجھے مطلب کہ راہ و رسمِ منزل سے؟
(۱۹۳۸ء)

انوکھی معرفت اندھوں کو حاصل ہوتی جاتی ہے
حقیقت تھی جو کل تک آج باطل ہوتی جاتی ہے

بلندی کیا ہے پستی کیا؟ ہوا کی کارفرمائی
سراسر موجِ دریا غرقِ ساحل ہوتی جاتی ہے

برائی میں بھلائی دیکھتا جاؤں مگر کب تک؟
یہ کیسی دولتِ عرفاں کہ نازل ہوتی جاتی ہے

نہ کترائے نہ بل کھائے تو پھر دھارا کدھر جائے
ارے یہ کیا کہ راہِ راست مشکل ہوتی جاتی ہے

کہاں لے جائے گی یہ وسعتِ آفاق کیا جانے؟
مکان و لامکاں سے دور منزل ہوتی جاتی ہے

محبت کا مزہ بگڑا کہ نیت بھر گئی اپنی
طبیعت جانے کیوں تلخی پہ مائل ہوتی جاتی ہے

گناہِ عشق امرِ اضطراری کے سوا کیا تھا؟
مگر توفیقِ رُسوائی بھی شامل ہوتی جاتی ہے

مجھے دیکھو تو سمجھو حُسن کے معنیٔ و ہرانی
وہ معنیٰ جس سے روشن خلوتِ دل ہوتی جاتی ہے

زہے شانِ خداوندی، گنہ گاروں پہ یہ رحمت؟
غضب ہے پارسائی اور مشکل ہوتی جاتی ہے

نظر پڑنے لگی میری بھی اپنے شیشۂ دل پر
جوانی اُن کی آئینے کے قابل ہوتی جاتی ہے

مرے دل میں لگا کر آگ، آنکھیں سینکنے والے
تری چشمِ توجہ اور قاتل ہوتی جاتی ہے

چلو تم بھی سُنو شورِ وِلا بزمِ یگانہ میں
چھڑا سازِ محبت، گرم محفل ہوتی جاتی ہے

یگانہ لکھنؤ کی سیر کر آتے تو اچھا تھا!
طبیعت سان پر چڑھنے کے قابل ہوتی جاتی ہے

(۱۹۴۲ء)

(۱۲۵)

مزاج آپ کا دنیا سے کچھ کشیدہ سہی
فریب کھاؤ گے پھر بھی، فریب دیدہ سہی

یہ سبز باغ کا عالم، یہ رنگِ لیل و نہار
بہل ہی جائے گا دل، آپ سے رمیدہ سہی

یہ غنچہ کیسا کہ دیکھے سے دل دھڑکتا ہے؟
ارے یہ ایک ہی فتنہ ہے، نودمیدہ سہی

نگاہِ شوق کی گرمی خدا کی قدرت ہے
مزے پہ آ ہی گیا حُسن، نارسیدہ سہی

کھٹکتی رہتی ہے دل میں نگاہِ دُزدیدہ
خطائے حُسن کہے کون؟ چشم دیدہ سہی

نگاہِ حُسن سے اب تک وفا ٹپکتی ہے
ستم رسیدہ سہی، پیرہن دریدہ سہی

فریبِ ابرِکرم بھی بڑا سہارا ہے
بلا سے نخلِ تمنّا خزاں رسیدہ سہی

پتے کی کہیے تو ظالم کا رنگ اُڑتا ہے
زبانِ حال سے اِک حرفِ ناشنیدہ سہی

ہوا جو بگڑی تو ٹھنڈا ہی کر کے چھوڑے گی
ہزار شعلۂ بےباک سرکشیدہ سہی

قریب ہوں مگر اِتنا کہ جیسے کوسوں دُور
مجھے نہ دیکھ سکو گے، زمانہ دیدہ سہی

مری نظر کی خطا ہو گی یا گُلوں کی خطا!
تمھارے راج میں کانٹے ہی برگزیدہ سہی

نکل ہی جاتا ہے مطلب، تری قسم کھا کر
تُو بندگانِ ضرورت کا آفریدہ سہی

یگانہ ٹھن گئی بے ڈھب تو سوچتے کیا ہو
شریکِ کار نہیں تو نہیں، جریدہ سہی*

(۱۲۷)

کس کی آواز کان میں آئی
دُور کی بات دھیان میں آئی

ایسی آزاد روح، اِس تن میں؟
کیوں پرائے مکان میں آئی

آپ آتے رہے بلاتے رہے
آنے والی اک آن میں آئی

ہائے کیا کیا نگاہ بھٹکی ہے
جب کبھی امتحان میں آئی

یہ کنارہ چلا کہ ناؤ چلی؟
کہیے کیا بات دھیان میں آئی؟

علم کیا، علم کی حقیقت کیا؟
جیسی جس کے گمان میں آئی

کون جانے ندائے حق کیا ہے؟
کس خدا کی زبان میں آئی؟

ایسی پائے خطا کہ اُف نہ کرے
ڈھیل جس کی زبان میں آئی

حُسن کیا خواب سے ہوا بیدار
جانِ تازہ جہان میں آئی

آپ کی یہ اکڑ، ارے توبہ!
کب کسی نوجوان میں آئی

جان لیوا ہے یہ چڑھی تیوری
یہ کشش کس کمان میں آئی؟

بات ادھوری مگر اثر دُونا
اچھی لکنت زبان میں آئی

* جریدہ بمعنی تنہا۔ (یگانہ)

آنکھ نیچی ہوئی، ارے یہ کیا؟ کیوں غرض درمیان میں آئی

میں پیمبر نہیں یگانہؔ سہی

اِس سے کیا کسر شان میں آئی

(۱۹۳۲ء)

سادگی و پرکاری ختم ہے میرزا یگانہ پر۔

آنکھ نیچی ہوئی ارے یہ کیا
کیوں غرض درمیاں میں آئی

نفسیات حسن کا اک دردناک مرقع ہے اچھوتا اور ناقابل تقلید۔

میں پیمبر نہیں یگانہ سہی
اس سے کیا کسر شان میں آئی

کسر نفس کے ساتھ خود شناسی کا امتزاج، اس طنز لطیف کا دنیا میں جواب نہیں۔

جذبۂ عاشقانہ دیکھ، حکمت بندگانہ دیکھ
بن کے یگانہ میں نے خود نقش دوئی مٹا دیا

جل جلالہٗ

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

جس کی سعی مشکور کی بدولت یہ کار محمود بے نیاز نام و نمود انجام پا گیا۔

زندہ باد حیدر آباد زندہ باد
اللہم صلِّ علیٰ محمدٍ وآلِ محمد
میرزا امداد بیگ چغتائی

میرزا یگانہ
چنگیزی لکھنوی
غریب الدیار حیدر آباد
دکن

''آیاتِ وجدانی'' طبع سوم کا آخری صفحہ (عکس)

گنجینہ

مطبوعہ: ۱۹۴۷ء

گنجینہ

میرزا یگانہ چنگیزی

قومی دارالاشاعت

وائی۔ ایم۔ سی۔ اے بلڈنگ۔ دی مال لاہور

قیمت تین روپیہ چار آنہ

کوآپریٹو کیپٹل پرنٹنگ پریس وطن بلڈنگ لاہور میں چھپی
اور محمد کلیم اللہ پرنٹر و پبلشر نے پروگریسو بک کلب لاہور سے شائع کیا

"گنجینہ" مطبوعہ کا سرورق (عکس)

غزل

(۱۱۶)

ارے واہ صلح ہوئی تو کیا، وہی آگ دل میں بھری رہی
وہی خُو رہی، وہی بُو رہی، وہی فطرتِ بَشَری رہی

وہی بندگی، وہی صاحبی، وہی راج اور وہی راج ہٹ
نہ جوابِ تلخ کا حوصلہ، نہ مجالِ فتنہ گری رہی

وہی نیستی، وہی شامتیں تو کہاں کی عید، کہاں کی دید؟
شبِ غم کی صبح ہوئی تو کیا وہی غفلتِ سَحَری رہی

کوئی رازِ درد چھُپائے کیا کہ یہ دردِ دل ہے بُری بلا
دمِ واپسیں بھی زبان کو وہی فکرِ پردہ دری رہی

نگہِ کرم کا سوال کیا ہے، عتاب کی بھی خبر نہیں
ترے سنگِ در پہ جبینِ شوق دھری رہی سو دھری رہی

نہ خداؤں کا نہ خدا کا ڈر، اِسے عیب جانیے یا ہُنر
وہی بات آئی زبان پر جو نظر پہ چڑھ کے کھری رہی

یہ بلائے حُسن کہاں نہیں مگر اپنے واسطے قحطِ حُسن
تمھیں کیا بتائیں نظر کے ساتھ جو زحمتِ نَظَری رہی

کوئی چشمِ شوق کے سامنے ہو تو سُوجھتی ہے نئی نئی
ترے دم قدم کی بہار تھی کہ طبیعت اپنی ہری رہی

کوئی میری آنکھ سے دیکھتا وہ زوالِ دولتِ رنگ و بُو
کہ بہارِ حُسن کی شام کو بھی عجیب جلوہ گری رہی

کوئی آرزو تھی چھپی ہوئی، کوئی اقتضا تھا دبا ہوا
دلِ مضطرب میں جبھی تو اِک خلشِ شکستہ پری رہی

وہ گناہ گار ہمیں تو ہیں کہ جمالِ پاک کے سامنے
نظر اُٹھتے اُٹھتے جھپک گئی، ہوسِ گناہ دھری رہی

عجب اتفاق، بھڑک اُٹھی وہ نشے میں دوست کی دشمنی
ارے اِس حقیقتِ تلخ سے مجھے کیوں نہ بے خبری رہی

یہ وہ دل ہے جس میں سوائے حق کسی دوسرے کا گزر نہیں
وہی ایک ذاتِ یگانہ بس، وہی ایک جلوہ گری رہی

(۱۹۴۶ء)

رباعیات

(۱۹)

فطرت کچھ اور ہے خدا ہے کچھ اور
بالغ نظروں کا منتہا ہے کچھ اور
جس کے دَم سے ہے دل کی دنیا روشن
اُس جاگتی جوت کے سوا ہے کچھ اور
(۱۹۳۶ء)

(۲۰)

تازہ مُژدہ کوئی سُنانا ہے تو آ
اُجڑے گھر کو مرے بسانا ہے تو آ
پھر بند نہ ہو جائے کہیں دل کا کواڑ
ایسے میں سویرا ہے۔ آنا ہے تو آ
(۱۹۲۰ء)

(۱۱۳)

ترسی ہوئی آنکھوں کا تقاضا ہے تو کیا
پھوٹی ہوئی آنکھوں کی تمنا ہے تو کیا
اُترے گا کبھی نہ حُسنِ بے رنگ کا عکس
روشن ہے تو کیا۔ آئینہ اندھا ہے تو کیا
(۱۹۳۶ء)

(۱۱۴)

دُنیا میں رہ کے راست بازی کب تک
مشکل ہے، کچھ آساں نہیں سیدھا مسلک
سچ بول کے کیا حُسَین بننا ہے تجھے
اتنا سچ بول، دال میں جیسے نمک

(۱۱۶)

کیا بھانپتا ہے بھانپنے والے باز آ
حیران ہے کیوں، ٹاپنے والے باز آ
کھنچتی جائے گی اور بھی دُور سے دُور
آفاق کی حد ناپنے والے باز آ
(۱۹۳۵ء)

(۱۱۸)

نظّارۂ بیدار بھی مہمل ٹھہرا
ہے ایک سے بڑھ کے ایک پردہ گہرا
افسانۂ شاہدِ حقیقت باطل
کہتا، گونگا ہے اور سُنتا بہرا
(۱۹۳۶ء)

(۱۱۹)

کس مُنھ سے کہے کوئی کہ تُو ایسا ہے
ویسا تو نہیں ایک بھی، تُو جیسا ہے
ہاں ہے تو سہی مگر نہ جانے کیا ہے
ایسا نہیں، ویسا نہیں، پھر کیسا ہے؟

(۱۲۰)

اِن عقل کے اندھوں میں ہے یہ غُل کیسا؟
میں جُز ہوں وہ کُل ہے، یہ تعقل کیسا؟
کُل ہی کُل ہے کہاں کا جُز کیسا جُز
جُز کُل سے الگ ہوا تو پھر کُل کیسا؟

(۱۹۳۴ء)

(۱۲۲)

منزل کی جستجو میں گُم رہتا ہوں
ہنگامۂ آرزو میں گُم رہتا ہوں
اُمید کا سبز باغ، اے صلِ علیٰ
اِک عالمِ رنگ و بو میں گُم رہتا ہوں

(۱۹۳۴ء)

(۱۲۳)

ممکن نہیں اندیشۂ فردا کم ہو
ہاں نشۂ غفلت ہو تو ایذا کم ہو
ٹلنے کی نہیں قیامت، اچھا نہ ٹلے
مُنھ پھیر لو اپنا کہ یہ دھڑکا کم ہو

(۱۹۳۴ء)

(۱۲۴)

دُنیا سے الگ جا کے کہیں سر پھوڑو
یا جیتے ہی جی مُردوں سے ناتا جوڑو
کیوں ٹھوکریں کھانے کو پڑے ہو بیکار
بڑھنا ہے بڑھو، نہیں تو رستہ چھوڑو

(۱۹۳۴ء)

(۱۳۱)

کیا کیجیے رام رام کرتے ہی بنی
جائز نہ سہی، یہ کام کرتے ہی بنی
چاہا تو بہت، بتوں سے منھ پھیر چلوں
جھکتے ہی بنی، سلام کرتے ہی بنی

(۱۳۲)

پھر ساحلِ اُمّید دغا دے نہ کہیں
اب تک کوئی آس پار اُترنے کی نہیں
پانجھی میں بھی ہے زور وہی دھارے کا
لو پاؤں تلے سے نکلی جاتی ہے زمیں

(۱۳۳)

بیداریِ موہوم کا پردہ نہ ہٹا
کہنے کے لیے وقت بہت خوب کٹا
کیا کہیے کل سے آج تک کیا گزری
پانی کتنا بہا ہے، پُل کتنا گھٹا؟
(۱۹۳۸ء)

(۱۳۴)

زیبا نہیں یہ تُنک مزاجوں کے چلن
گُل چیں سے لاگ، باغباں سے اَن بَن
کیا حوصلہ، کیا ظرف ہے، ماشاء اللہ
اک ٹھیس میں دُہری دُہری ماتھے پہ شکن
(۱۹۴۰ء)

(۱۳۵)

کانوں میں آئی کیسی آواز نئی
دل کی دُنیا میں سنسنی دوڑ گئی
کس سے رُوٹھا ہے، ہم سے یا دُنیا سے؟
دُنیا کی طرف نہ دیکھ، دُنیا تو ہئی

(۱۹۳۵ء)

(۱۳۶)

اللہُ غنی بُتوں کی یہ جلوہ گری
کیا ساری خدائی ہے خداؤں سے بھری؟
اِتنے ہیں خدا تو خود پرستی ہی بھلی
یک سُوئی ہے اچھی کہ پریشاں نظری؟

(۱۳۷)

لڑتے ہی نظر پینگ بڑھا لیتا ہے
اُلٹا سیدھا سبق پڑھا لیتا ہے
دل کی باتوں کو سنگ دل کیا سمجھیں
دو باتوں میں داؤ پر چڑھا لیتا ہے

(۱۳۹)

وہ حُسن ہی کیا ہے جو گلے کٹوائے
فتنے برپا کرے، قیامت ڈھائے
دیکھا ہوگا مگر نہ دیکھا ہوگا
وہ حُسن جسے دیکھ کے چُپ لگ جائے

(۱۹۴۴ء)

(۱۴۰)

اربابِ وفا ہیں کُڑھنے کھپنے کے لیے
اندر اندر سُلگنے تپنے کے لیے
کس دل سے دلِ دوست دُکھاؤں واللہ
دل چاہیے بے دھڑک تڑپنے کے لیے

(۱۴۱)

واللہ وہ زندگی بھی ہے قابلِ دید
جس کی ہر سانس اِک پیامِ اُمید
زندہ ہے وہی جو مر کے زندہ ہو جائے
پیغامِ اجل جس کے لیے مژدۂ عید

(۱۴۲)

دل کا دامن کبھی نہ چھوٹے واللہ
آئینۂ ادراک نہ ٹوٹے واللہ
دل ہے روشن تو دین و دنیا روشن
آنکھیں پھوٹیں، ہیا نہ پھوٹے واللہ

(۱۶۱)

کچھ دردِ محبت کی کسک ہے تو سہی
ہلکی سی نبض میں دھمک ہے تو سہی
چڑھ جائے کوئی لہر تو پھر کیا چارہ
کچھ دن کے لیے موت میں شک ہے تو سہی
(۱۹۳۳ء)

گنجینہ

قلمی/ غیر مطبوعہ/ بخطِ یگانہ

مرتبہ: ۱۹۵۱ء

گنجینہ

امامُ الغزل

مرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

"گنجینہ" قلمی کا سرورق، بخطِ یگانہ (عکس)

یگانہ آرٹ

(رباعیات)

(۴۷)

اِک وہ کہ پھرا کرتے ہیں اکڑے اکڑے
اِک ہم کہ شکنجے میں پڑے ہیں جکڑے
بے چارہ جو درد سے ہو یوں دست بہ دل
کس ہاتھ سے ظالم کا گریباں پکڑے؟

(۱۹۵۰ء)

(۴۸)

کیوں مجھ پہ توجہ ہے، خدا خیر کرے
ناکردہ گنہ گار بھی بے موت مرے
جن کی کوئی پُرسش ہی نہ ہو، ایسوں سے
کرتا بھی ڈرے اور نہ کرتا بھی ڈرے

(۵۴)

وہ مستِ شباب یاد آتا کیوں ہے
امکانِ ہوس کو آزماتا کیوں ہے
میں یہ نہیں کہتا کہ مرے پاس آجا
پرچھائیں سی پردے پہ دکھاتا کیوں ہے؟

(۱۹۴۸ء)

(۵۵)

کیوں ذوقِ نظر، طعنۂ غفلت سہتا
جی میں اپنے نہ جانے وہ کیا کہتا؟
جب حسن و شباب ہو سراپا دعوت!
دل کو کب تک کوئی مَسوسے رہتا؟

(۵۶)

کیوں ساری خدائی میں اب اندھیر نہ ہو؟
ایمان پلٹتے بھی کوئی دیر نہ ہو؟
جاتی رہے بھوک پیاس، جلوہ ایسا!
دیکھے تو کبھی چشمِ ہوس سیر نہ ہو!

(۱۹۵۱ء)

(۵۸)

بھوکا تیرا کبھی نہیں چھکنے کا
انداز تو دیکھے کوئی مُنہ تکنے کا!
کیوں کر ممکن ہے حُسن سے مُنہ پھیرے؟
مارے سے کبھی دل نہیں مر سکنے کا

(۶۰)

ہر رنگِ شباب اپنی طرف کھینچتا ہے
ہر حُسنِ حجاب اپنی طرف کھینچتا ہے
آپ ایسے کہ جنبش نہیں کرتے، ورنہ
ہر دامِ سراب اپنی طرف کھینچتا ہے

(۶۴)

کھلتے ہیں عِلم سے بشر کے جوہر
پاکیزہ سرشت و بدگہر کے جوہر
جب اُٹھ گیا پردۂ جہالت، ناداں
کُھلتے پھر کیوں نہ خیر و شر کے جوہر؟

(۶۸)

عاشق ہی نہیں ہوس کے بندے بھی تو ہیں
آنکھوں کے سوا، عقل کے اندھے بھی تو ہیں
اِک وہ ہیں کہ دوست سے گلے ملتے ہیں
پرچھائیں پہ دوڑتے ہیں، ایسے بھی تو ہیں

(۶۹)

گزرا ہوا وقت ہاتھ کیوں کر آئے
پَودا مُرجھا گیا تو پھل کیا لائے
کب تک جھوٹی تسلّیوں کی خاطر
چُوکا اِک بوند کا گھڑے ڈھلکائے؟

(۷۰)

افسانۂ حُسن و عشق دُہرا لینا
بچّوں کی طرح سے دل کو بہلا لینا
کیا کیجیے اب وقت کچھ ایسا آیا
خالی تک تک کے ہاتھ گرما لینا

(۷۱)

نغمہ بھی کوئی وجد میں لاتا نہیں اب
کیسا ہی مزہ ہو دل کو بھاتا نہیں اب
اللہ اللہ یہ وقت بھی آ پہنچا
پیاری صورت پہ پیار آتا نہیں اب

(۷۲)

بازار میں جب کوئی بھی گاہک نہ رہا
دُکھتے دل سے کسی نے کیا خوب کہا
آغاز وہ تھا، حُسن کا انجام یہ ہے
ساری وہ رنگ و بُو ہوا ہو گئی۔ ہا!
(۱۹۵۰ء)

(۸۱)

کچھ کام کرو کہ چارۂ غم ہے یہی
زخمِ دلِ ناکام کا مرہم ہے یہی
اللہ سے لَو لگائے بیٹھے کیا ہو؟
شیطاں سے نپٹ لو کہ مقدّم ہے یہی
(۱۹۵۰ء)

(۸۸)

مردانِ عمل کو اجر کی پروا کیا
خود ذوقِ عمل اجر ہے ۰ اندیشہ کیا
دنیا میری بلا سے خوش ہو کہ نہ ہو
میں اپنے سے خوش ہوں تو غمِ دنیا کیا

(۹۷)

آپ اپنی جگہ جو شرم سے گڑ جائے
اُس پر بھی کوئی ترس نہ تجھ کو آئے؟
میرا تو خدا ایسا نہ ہو گا بخدا
بندے کی خطا بندے کے مُنھ پر لائے

(۹۸)

زمزم سے گناہوں کا ہے دھونا اچھا
یا خوفِ عذاب سے ہے رونا اچھا
مہمل ہے یہ سب ۰ دل تو یہی کہتا ہے
دوزخ میں گھُس کے پاک ہونا اچھا

(۱۰۲)

بوسیدہ عمارت پہ کہاں تک کہگل؟
سودائے عمل ہے یہ کہ فکرِ باطل؟
کیوں حال سے بیزار ہو ۰ کیا چاہتے ہو
ماضی سے بندھے سلسلۂ مستقبل؟

(۱۰۷)

مطلب یہ ہے اُنھیں میں ہم بھی ہوتے
یعنی کوئی قادری نظامی ہوتے
کیا چیز ہیں ہم، قوم کے دل سے پوچھو
سب چاہتے ہیں یگانہ سنّی ہوتے

(۱۰۸)

حافظ کو بھی اپنا پیشوا کہنے لگے
غالب کو بھی اپنا ہی سگا کہنے لگے
اپنی ہی جماعت میں گھسیڑا، کیا خوب!
دیکھا جسے ڈانڈ گا، چچا کہنے لگے

(۱۰۹)

ڈر ہے اثرِ مذہب و ملّت نہ پڑے
تدبیرِ سیاست کی تمھیں لت نہ پڑے
دھوکا ہے یہ سب دولتِ دین و دنیا
تُم پر بھی کہیں سایۂ دولت نہ پڑے

(۱۱۰)

کیا کیا حرم و دیر میں آوارہ پھرا
بندہ اپنی نظر سے پھر بھی نہ گرا
ماحول سے جنگ پر تُلا کیوں نہ رہے
رہتا ہے جو ہر طرف گناہوں سے گھِرا

(۱۱۳)

غیرت ہی نہیں ، جاؤ جہنم میں پڑو
جوتے غیروں کے کھاؤ، آپس میں لڑو
کیوں خاکِ وطن کو کر رہے ہو ناپاک
آباد کرو جیل ، الگ ہٹ کے سڑو

(۱۹۲۳ء)

(۱۱۴)

یہ گردشِ انقلاب یہ فتنہ گری!
کیا ساری خدائی ہے خبیثوں سے بھری؟
آندھی، طوفان، زلزلے جاگ اُٹھے
شیطاں نے سنائی واہ کیا خوش خبری!

(۱۱۵)

کہتے ہیں شہیدوں نے شہادت پائی
ٹھنڈے ٹھنڈے سدھارے، راحت پائی
کیا کہیے مگر اُس کی خوشی کا عالم
مُنہ موڑ کے حق سے جس نے دولت پائی

(۱۱۶)

مردانِ خدا کسی کے آگے نہ جُھکے
دل شعلۂ غم سے پُھک رہا ہے تو پُھکے
جادہ اپنا ہے اور ارادہ اپنا
دھارا کیا پتھروں پہاڑوں سے رُکے

(۱۱۸)

آندھی طوفان سر سے گزرے ہر چند
خاطر میں نہ لایا کوئی دشوار پسند
ثابت قدمی کا راز کیا پوچھتے ہو
گہرا اُتنا ہی ہوگا جتنا ہے بلند
(۱۹۵۰ء)

(۱۱۹)

پستی سے بلندی پہ جو چڑھتا جائے
ہر خطرے پہ لاحول ہی پڑھتا جائے
ایسے کو سہارا نہ ملے، کیا معنی؟
گرتا پڑتا جو آگے بڑھتا جائے

(۱۲۰)

گاڑے ہیں بہادروں نے کیا کیا جھنڈے
کیا کیا کوڑے چکھائے کیا کیا ڈنڈے
تھی سہو و خطا جوش عمل کے دم تک
جب دم نہ رہا تو پڑ گئے خود ٹھنڈے

(۱۲۲)

کیا پیاس بُجھانا ہے سرِ چشمہ گناہ؟
بھوکے کے لیے شرطِ ادب؟ واہ جی واہ!
کچھ بھی جو پس و پیش ہُوا ہو، واللہ
قانون دھرا رہ گیا، قصہ کوتاہ

(۱۲۳)

ممکن نہیں سب کے سب تونگر ہو جائیں
تقدیر کے دائرے سے باہر ہو جائیں
ہے ایک کا رنج دوسرے کی راحت
خوش کون رہے جو سب برابر ہو جائیں

(۱۲۴)

کیا کہیے زمیں کتنی ہے، زر کتنا ہے
سب کچھ سہی، جنجال مگر کتنا ہے
دولت کو تہونستے ہو، یہ تو دیکھو
دولت کے ساتھ دردِ سر کتنا ہے

(۱۲۶)

جلووں کی یہ تکرار رہا کرتی ہے
آنکھ اپنی گنہ گار رہا کرتی ہے
وہ صبح کا عالم تھا، یہ شب کا عالم
نظارے پہ کیا مار رہا کرتی ہے

(۱۳۰)

زاہد بھی ہے اپنے رنگ میں مستِ الست
میں بھی اپنے خیال میں حُسن پرست
کیا یوسفِ نادیدہ کی تعریف کروں
وہ نکہتِ پیرہن کہ اندھا بھی ہو مست!

(۱۳۱)

فطرت کا تقاضا ہے بشر سے لغزش
میدانِ عمل میں نامور سے لغزش
پیدا کتنے ہیں ، کتنے معنی پنہاں
کب تک نہ ہو اربابِ نظر سے لغزش؟
(۱۹۵۰ء)

(۱۳۴)

آندھی اُٹھ کر پہاڑ کے دامن سے
ہاتھی کو اُڑا لے گئی کجلی بن سے
پامال کرے کون سی طاقت اُس کو
تِیا تا پھرے جو اپنے ہلکے پن سے

(۱۳۵)ء

ہر گام پہ تازہ گُل کِھلاتے چلیے
ہر روز کوئی فتنہ اُٹھاتے چلیے
فطرت کے ساتھ ساتھ چلنا ہے اگر
ہر وقت بگاڑتے بناتے چلیے

(۱۳۶)

کل تک تو وہی ہم تھے وہی دنیا تھی
دل میں پنہاں مگر نئی دنیا تھی
دیکھا کرتے تھے خواب آزادی کا
آج آنکھ کُھلی تو دوسری دنیا تھی

(۱۳۷)

دل پہلے جو سادہ تھا سو تاریک ہوا
خطرہ جو بہت دُور تھا نزدیک ہوا
آنکھیں پھوٹی ہیں روشنی کے مارے
تہذیب کا انجام بہت ٹھیک ہوا

(۱۳۸)

رہنا ہے دیس میں تو بسنا سیکھو
خدمت کے لیے کمر تو کسنا سیکھو
مشکل کا وقت ہے تو ہنس کر ٹالو
ہنسنا آتا نہیں تو ہنسنا سیکھو

(۱۹۵۰ء)

(۱۳۹)

بِپتا اپنے ہی دیس میں کیوں نہ سہے
بے چارہ غریب کیا کہے، کس سے کہے؟
رہنا ہے یہیں اچھی بُری سہنا ہے
دل میں اُن کے جگہ رہے یا نہ رہے

(۱۹۵۰ء)

(۱۴۰)

دنیا سے الگ بیٹھے ہو دامن جھاڑے
بکھرائے ہوئے بال، گریباں پھاڑے
رُوٹھے تو سہی پھر بھی نہ پیچھا چھوڑا
گھر چھوڑ کے جا بیٹھے کہاں پچھواڑے؟

(۱۵۱)

مٹتے مٹتے ہے اب تک اِتنا کس بل
جمہور کی ذہنیت کو دیتا ہوں کچل
چنگیز بچہ ہوں شیخ چلّی تو نہیں
تاریخ پکارے ہے ہمیں "گریٹ مُغل"

(۱۵۶)

بننے کی ہوس میں کوئی اِتنا نہ بنے
ہستی نہ بگڑ جائے، تماشا نہ بنے
فطرت کا تقاضا تو یہی ہے واللہ
انسان بنے آدمی دیوتا نہ بنے
(۱۹۵۰ء)

(۱۶۱)

نیرنگیِ دنیا سے وفا چاہتا ہے
سادہ لوحی تو دیکھو کیا چاہتا ہے
دیکھیں کِس کِس کو راس آتی ہے بہار
ہر نخلِ ہوس نشوونما چاہتا ہے
(۱۹۵۰ء)

(۱۶۲)

کیا کہیے یہ دنیائے دَنی کے مارے
کیوں کر پنپیں گے بددلی کے مارے
اربابِ خرد غم زدہ و دست بدل
ناچے ہے سُبک مغز خوشی کے مارے

(۱۷۶)

ہاں جب ہے مزہ قدرِ عمل پہچانے
دشمن بھی مرے قلم کا لوہا مانے
تخریب بھی کرتا ہوں برائے تعمیر
میں کون سے بھیس میں ہوں، تُو کیا جانے؟

(۱۷۷)

تقلید کا بندہ نہیں خودسر ہوں میں
واللہ اِک آزاد سخنور ہوں میں
وہ موج نہیں ہوں جسے ساحل روکے
دھارا ہوں آج، کل سمندر ہوں میں
(۱۹۳۳ء)

غالب

(۱۹۷)

اِتنا بھی سمجھتے نہیں ہونگے بوکھل
آخر آخر ہے اور اوّل اوّل
اکمل مُتأخِر ، متقدم افضل
غالب افضل ، مگر یگانہ اکمل
(۱۹۳۳ء)

(۱۹۸)

شاعر تو ہیں بہتیرے مگر پھُسپھُس ہیں
کچھ اِن میں ہیں خام جوش کچھ کچ رس ہیں
غالب غالب ارے کہاں کے غالب
غالب کے چچا کے آگے سب ڈھینڈس ہیں
(۱۹۳۳ء)

(۱۹۹)

بدبیں کی نظر سے کیوں میں اُلٹا دیکھوں
سچ مچ جیسا ہوں کیوں نہ ویسا دیکھوں
آنکھیں اپنی ہیں اور جلوہ اپنا
آئینہ پرائی آنکھ سے کیا دیکھوں؟
(۱۹۳۳ء)

(۲۰۴)

ہاں میرؔ سے اعجاز بیانی سیکھی
گویا تلوار کی روانی سیکھی
اور "قاطعِ برہان" سے کیا فیض ملا
غالبؔ کی طرح بدزبانی سیکھی

(۱۹۳۳ء)

(۲۰۵)

پنجاب سے سیکھ آئے ہو کیا خوب ہنر
غالبؔ کا نہ غالبؔ کے سگوں کا کچھ ڈر
ایسے کبھی مُنھ سے پھول جھڑتے تو نہ تھے
اَوکھی بکتے ہو کیا مزے لے لے کر

(۱۹۳۵ء)

(۲۰۶)

مرزاؔ کو فلاطوںؔ سے سوا پاؤ گے
سقراط و ارسطو کا چچا پاؤ گے
غالبؔ کو غلیچی کی نظر سے دیکھو
ایسا نہ کرو گے تو خطا پاؤ گے

(۱۹۳۶ء)

(۲۰۷)

وہ جاتے ہیں میرزا یگانہؔ، وہ دیکھ!
میدانِ سخن کے مردِ یکتا، وہ دیکھ!
غالبؔ کے پٹیت، دشمنِ جانِ ادب
وہ کان لیے جاتا ہے کوّا، وہ دیکھ!

(۱۹۳۵ء)

(۲۰۸)

کیا اُمتِ غالبؔ میں بپا ہے فریاد
مرزاؔ کے بُت پہ آہ ایسی بیداد
ہنّس ہنّس کے جَلا جَلا کے کرتے ہو جہاد
کیا کہنے ہیں ، واہ ، ہاتھ لانا اُستاد!
(۱۹۳۳ء)

(۲۰۹)

مالا جپنے لگا ہے بڈھو گھر گھر
کلمہ پڑھنے لگا ہے مِٹھو گھر گھر
ٹُیاں بھی ہے حافظِ کلامِ غالبؔ
مرزا کا بولتا ہے اُلو گھر گھر
(۱۹۳۳ء)

(۲۱۱)

کیا جانیں ادھورا ہے کہ پُورا شاعر
جب مُنھ میں زباں نہیں تو کیسا شاعر؟
سچ کہتے ہیں میرزا یگانہؔ صاحب
غالبؔ سا نہ ہوگا کوئی گونگا شاعر
(۱۹۳۳ء)

(۲۱۲)

ایسے سرگشتۂ ہوس کم ہوں گے
ایسے پابندِ پیش و پس کم ہوں گے
اُڑتے ہیں مگر اُڑ نہیں سکتے واللہ
غالبؔ کے ایسے کٹنے ٹُھس کم ہوں گے
(۱۹۳۳ء)

(۲۱۴)

شاباش ارے واہ رے جنگلی بدّھو
ہر شہر میں بولتا ہے تیرا اُلّو
انجیل میں یا وید میں کیا رکھا ہے
غالبؔ کا دیوان پڑھے جا مِٹھّو
(۱۹۳۴ء)

(۲۱۵)

غالبؔ کے سوا کوئی بشر ہے کہ نہیں
اَوروں کے بھی حصّے میں ہنر ہے کہ نہیں
مُردہ بھیڑوں کو پُوجتا ہے ناداں
زندہ شیروں کی کچھ خبر ہے کہ نہیں؟
(۱۹۳۴ء)

(۲۱۶)

غالبؔ بھی ہے واللہ انوکھا صوفی
انگریز کے دربار کا بُھوکا صوفی
پنشن جو ہوئی بند تو بُھوک اور کُھلی
ہے ایسا کوئی پیٹ کا بندہ صوفی؟
(۱۹۳۴ء)

(۲۱۷)

غالبؔ تو ہے دنیا سے نرالا صوفی
مانگے ہے روز تر نوالہ صوفی
میٹھا ہو بہت سا ہو کہ تن کر کھائے
کون ایسا ہے آم کھانے والا صوفی؟
(۱۹۳۵ء)

(۲۱۸)

اللہ ری ہوا و ہوسِ خلعت و زر
مرزا کا سر ہے اور انگریز کا در
ہاں کیوں نہ ہوں مُورکھوں کے دیوتا غالب
ہے باؤلے گاؤں اونٹ بھی پرمیشر
(۱۹۳۵ء)

(۲۱۹)

کیوں کیا ہوئے وہ بہادری کے جوہر؟
سَو پُشتوں کی سپہ گری کے جوہر
پنشن کے لیے دلّی سے کلکتے تک
دکھلانے چلے ہو شاعری کے جوہر؟
(۱۹۳۳ء)

(۲۲۰)

انگریز چُپڑ میں کھیں آتے ہیں جناب
کیا دُور تھا آ جاتا کوئی اور عتاب
کیا عبدِ وفادار بنے تھے مرزا
کیسا سُوکھا ملا قصیدے کا جواب
(۱۹۳۳ء)

(۲۲۱)

خاصہ نہ سہی بلا سے کُھرچن ہے بہت
تن ڈھکنے کو صاحب کا اُتارن ہے بہت
دلّی کا تخت اُلٹ گیا۔ ٹھینگے سے!
نوشہ کے لیے خلعت و پنشن ہے بہت
(۱۹۳۳ء)

(۲۲۲)

پیری میں بھی ہے مزاج رندانہ وہی
ساقی وہی، شیشہ وہی، پیمانہ وہی
دلّی تو ہے تخت و تاج کے ماتم میں
مرزا کی ہے گفتگو ظریفانہ وہی!
(۱۹۳۵ء)

(۲۲۳)

شہزادے پڑے فرنگیوں کے پالے
مرزا کے گلے میں موتیوں کے مالے؟
کم بخت گریبان میں مُنھ ڈال کے دیکھ
غالبؔ کو وطن پرست کہنے والے!
(۱۹۳۵ء)

(۲۲۴)

اِک شاعرِ کہنہ سال کہہ سکتے ہو
پیسے کا شریکِ حال کہہ سکتے ہو
جو چاہو کہو یار مگر یہ تو کہو
غالبؔ کو نمک حلال کہہ سکتے ہو؟
(۱۹۳۳ء)

(۲۲۵)

تلوار سے مطلب ہے نہ کھانڈے سے غرض
مومن سے سروکار نہ ٹانڈے سے غرض
رنگون میں دم توڑتا ہے شاہ ظفرؔ
غالبؔ کو ہے اپنے حلوے مانڈے سے غرض!
(۱۹۳۳ء)

(۲۲۷)

رہزن کے روپ میں ہے رہبر یہ کیا؟
غالبؔ کا پنڈت ایسا سخنور یہ کیا؟
واللہ یگانہؔ نے عجب کام کیا
سیاںؒ کے بھیس میں پیمبر یہ کیا؟

(۱۹۳۶ء)

(۲۲۸)

کیا مطلب، مرہٹوں پہ کیسی بیتی
یا غدر کے پرکٹوں پہ کیسی بیتی
یہ دیکھنا ہے قلم سے چنگیزی کے
غالبؔ کے دلچٹوں پہ کیسی بیتی

(۱۹۳۶ء)

(۲۲۹)

یاروں کا گلا ہے اور مرزا کی چھری
بنتی نہیں کچھ بات بجز خانہ پری
کس دل سے یگانہؔ کو بھلا دے کوئی
واللہ قلم کی مار ہوتی ہے بری!

(۱۹۳۶ء)

(۲۳۰)

دل کتنوں کے چٹنی ہوئے پستے پستے
بہ بہ گئیں غم سے آنکھیں رستے رستے
کیا لاگ غلچیوں سے رکھتا ہے قلم
تیز اور ہوا جاتا ہے گھستے گھستے

(۱۹۳۶ء)

☆ سیاں: لکھنؤ کا مشہور و معروف شہدا مگر صاحبِ ایمان۔ اس بیسویں صدی میں بھی برنارڈ نے مسخرے کے بھیس میں پیمبری لی ہے۔ (یگانہ)

(۲۳۱)

کیوں کیا ہوئی وہ ہیٹ بسر کی تیزی؟
غالبؔ کے پھندیت ، نیم ٹر کی تیزی
ناک اُلٹی چھری سے پونچھ لی یاروں کی
کیا پوچھو ہو میرے پارکر کی تیزی

(۱۹۳۶ء)

(۲۳۲)

مغرب زدہ بیدھوں کو نہ یوں پُچمکارو
پُچمکار کو کب مانتے ہیں ، پھٹکارو
یہ زورِ قلم ملا ہے کس دن کے لیے؟
مارو مارو غلیچیوں کو مارو!

(۱۹۳۶ء)

(۲۳۳)

بگڑی تو عزیزوں سے بنائے نہ بنی
یوں مر کے دکھا دیتے ہیں جب دل میں ٹھنی
وہ ٹھاٹھ کچھ اور ہی تھا، یہ شان کچھ اور
غالبؔ شکنی کہاں ، کہاں خود شکنی!

(۱۹۵۰ء)

(۲۳۷)

پڑھتا ہے کوئی شعر کوئی سُنتا ہے
مُنہ تکتا ہے کوئی ، کوئی سر دُھنتا ہے
اربابِ نگاہ رولتے ہیں موتی
اندھا نقّاد کنکری چُنتا ہے
(۱۹۳۶ء)

(۲۳۹) ☆

دُوبھر ہو سماج پر ، حکومت پہ کھَلے
جس کا دھندا کبھی چلائے نہ چلے
راس آئے نہ مذہب ، نہ سیاست ہی پھلے
بے چارہ غریب شاعری لاد نہ لے!

(۲۳۲)

ہاں جانتا ہوں وہ کالا صاحب نِمرُوڈ
وہ نورجہاں گیٹ ، بدایونی روڈ
لینڈی اب کیوں نہ آسماں پر چڑھ جائے
کھانے کو مِلے مُچّے ، ہگنے کو کموڈ

---

* اندھا نقاد ، بے خود موہانی۔ (یگانہ)
☆ یہ اور اس کے بعد کی دو رباعیاں فانی بدایونی کے بارے میں ہیں۔ (مرتب)

(۲۴۴)

مانجھا ڈھیلا ہے، اُکھڑی اُکھڑی بیٹھک
کِس بَل پہ کرے گا فتح ایسا مردک؟
عادت ہے جسے کموڈ پر بیٹھنے کی
اُکڑوں بیٹھے گا وہ کسی پر کب تک؟

(۲۴۵)

توبہ، نگہِ شوق جہاں گڑتی ہے
ہٹتی نہیں کم بخت وہیں سڑتی ہے
ننگے کی طرف دیکھ کے ہنّسنا کیا خوب
جب دیکھو نظر بُری جگہ پڑتی ہے

(۲۴۶)

ڈہکاتی ہے کیا کیا یہ لگاوٹ کی نظر
تیکھی چتون کبھی یہ میٹھے تیور
جب دیکھتا ہوں تمھیں تو جی چاہتا ہے
کچّا کھا جاؤں جیسے مُولی گاجر

(۲۴۷)

درشن کچھ بھی نہیں مگر نام بڑا
لیلیٰ کو کبھی آپ سے پالا نہ پڑا
کیا حُسن ہے واہ کیا مسیحائی ہے
مُردہ بھی تمھیں دیکھ کے ہوتا ہے کھڑا

(۲۵۲)

دروازہ کیوں نہ بند ہو روزی کا
دھندا چل نکلا آتش افروزی کا
کس نے ہڑتال کا پڑھایا تھا سبق؟
خمیازہ اُٹھاؤ اب بدآموزی کا

(۲۵۳)

اُلٹا رستہ بتانے والے، باز آ
ٹوٹا چرخہ چلانے والے، باز آ
کل جُگ میں ہوس فضول ہے سَت جُگ کی
اُلٹی گنگا بہانے والے، باز آ

(۲۵۴)

سُنتا ہی نہیں، زمانہ کیا کہتا ہے
دل ہے اپنا، وہ اپنے خوش رہتا ہے
دیوانہ تو دیوانہ، اُسے کیا پروا
دھارا تہذیب کا کدھر بہتا ہے

(۲۵۹)

منبر سے جنابِ شیخ اُتر لیتے ہیں
اِک زحمتِ طُرفہ اپنے سر لیتے ہیں
پاکیزہ مزاج ایسے نہ دیکھے نہ سُنے
ہر "پھونک" پہ آب دست کر لیتے ہیں

(۲۶۲)

ڈوبے تو بہت ہوں گے تِرے کم ہوں گے
اِس طرح کے طوفاں میں گھِرے کم ہوں گے
لو سنگِ ملامت سے ہوئے اور بھی سخت
ایسے تو یگانہ سرپھِرے کم ہوں گے
(۱۹۳۵ء)

(۲۶۳)

آپ اپنی مثال لکھنؤ کا ہر فرد
عورت وہ مردمار، وہ نازک مرد
نواب بہادر کی نزاکت دیکھی؟
سارنگی سُن کے ہو گیا کان میں درد!

(۲۶۴)

ٹیڑھے مرزا نے پہلے رشتہ جوڑا
پھر گومتی والوں ہی کا کدّو پھوڑا
دلّی والوں کو کیا اچھوتا چھوڑا؟
غالبؔ کا بُت بتاؤ کس نے توڑا؟

(۲۶۵)

کیوں لکھنؤ میرزا یگانہ سے تنا؟
بگڑا ہوا کھیل پھر بنائے نہ بنا
میدانِ ادب مار چلا چنگیزی
چت ہو گئے تم، یوں بھی ہریالا بنا!

(۲۶۶)

چھُٹ بھیّوں کی شاعری کا یہ زور یہ شور
ایسوں کو کہے گا کون میدان کا چور؟
شاعر ہیں یا مشاعروں کے ٹُھیے
سُن پائی کوئی "طرح" لگانے لگے زور

(۲۶۸)*

یہ کس نے بتائی رسم و راہِ ادبی؟
میدانِ سخن میں یہ مبارز طلبی؟
کالا کوّا بھی گاتا پھرتا ہے غزل
کیا فیضِ یگانہ ہے، زہے بوالعجبی!

(۲۶۹)

جو میں نے کہا وہ بھی وہی کہنے لگا
دو باتیں سُن کے تیسری کہنے لگا
میں نے کہی فارسی تو دیکھا دیکھی
کالا کوّا بھی فارسی کہنے لگا

(۲۷۱)

بالغ ہونے کی کیوں دوا چاہتے ہیں
کیا آج ہی سب کام کِیا چاہتے ہیں
شاعر بن جائیں دس برس کے اندر؟
دیکھو تو یہ خام کار کیا چاہتے ہیں

---

* یہ اور اس کے بعد کی رباعی اصغر گونڈوی کے بارے میں ہے۔ (مرتب)

(۲۷۴)

کیا خوب ہیں یہ ناز و نیاز آپس کے
دل میں لیتے ہو چٹکیاں ہنّس ہنّس کے
ہنّستے ہنّستے ہی بات بڑھ جاتی ہے
ایسا نہ ہو میں بھی گُدگُدا دوں کس کے!

(۱۹۳۴ء)

(۲۷۵)

انساں وہی انساں ہے سعیدالدارین
دُکھ درد پہ اَوروں کے جو ہو خود بے چین
کس مُنھ سے کہوں کہ میں ہوں تیرا بندہ
بندہ تیرا ہے ایک الطاف حسین☆

(۲۵۔۱۹۲۴ء)

☆ سیّدی و مولائی جناب سیّد الطاف حسین، بی۔اے۔ ہڈ ماسٹر، اسلامیہ ہائی اسکول، اِٹاوہ (یو پی)۔ (یگانہ)

غزلیات

(۱۱۷)

حُسن سے بے خبر گزرنا کیا
سجدۂ حق ادا نہ کرنا کیا

دم بخود ہیں تمام محرمِ راز
تہ کو پہنچے تو پھر اُبھرنا کیا

دیکھ ڈالے بہت جلال و جمال
برق چمکے تو چمکے، ڈرنا کیا

اِک نگاہِ غلط اِدھر بھی سہی
یار انصاف سے گزرنا کیا

دل دھڑکتا نہیں ترا ہَے ہَے
خونِ ناحق سے ہاتھ بھرنا کیا

"کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے"
پردے پردے میں یہ سنوّرنا کیا

صبح کے دم سے تھی وہ شادابی
شام ہوتی ہے اب نکھرنا کیا

دل کا کیا حال ہے کہو تو سہی
دردِ سر کا بہانہ کرنا کیا

ہو نہ ہو دل کسی کو دے بیٹھے
ورنہ بے وجہ مُنھ اُترنا کیا

دیکھ لیں وہ تو کیا قیامت ہو
دم بدم آہِ سرد بھرنا کیا

لااُبالی جیے، خوشی سے مرے
رات دن غم کے مارے مرنا کیا

اجی ظالم ہو چاہے جاہل ہو
اپنے بندے کو نام دھرنا کیا

خاک اُڑتی ہے پیٹ میں ساقی
ارے خالی پیالہ بھرنا کیا

ہر طرف نِت نئی خدائی ہے
پھر یگانہ کو یاد کرنا کیا (۱۹۳۹ء)

مشیت سے بگڑے تو کیوں کر بنے؟
خدا سے جو رُوٹھے وہ کس سے منے؟
بُتوں سے خدا جانے کیسی بنے؟
چلو یاں سے اب اُٹھ چلو سب جنے
کہاں کے نشیب اور کہاں کے فراز
جوانی ہے یہ ، دل میں جیسی ٹھنے
مچلنے پہ آئے تو دریا ہے دل
کہ اُمڈے تو پیچھے نہ ہٹتے بنے
کہاں رہ گئے رہزن و رہنما؟
وہ چٹیل بیاباں، وہ جنگل گھنے
خبردار دلّی سے آگے نہ جا
اُدھر کے جناور بڑے مرکھنے
مرا پاؤں پھسلا تو پروا نہیں
مگر تم مرے ساتھ ناحق سنے
اچانک ترقّی کوئی کھیل ہے؟
بُرا یا بھلا بنتے بنتے بنے!

سمجھتے نہ تھے جب تو خیر اب سہی
سمجھ لیں گے آپس میں دونوں جنے
مساوات، فطرت میں ہے بھی کہیں؟
کہیں میوے دانے، کہیں گڑ چنے!
جسے ایسے ویسوں سے جھکنا پڑے
بجا ہے ہم ایسوں سے جتنا تنے
غریبوں پہ کیا کیا ستم ڈھائے ہیں
کھڑے ہیں جو یہ سامنے بت بنے
خدا کا بڑا نام روشن کیا
خدا کے چہیتے، خدا کے جنے
حقیقت کی تہ کو پہنچنا محال
وہ پتلی چھنے چاہے گاڑھی چھنے
اُمید، ایسی اُمید کس کام کی؟
کبھی تو کوئی بچّہ زندہ جنے
مبارک ہو جنت کا وعدہ تجھے
بس اِس کے سوا کیا ہے تیرے کنے

یگانہ بنے یا امام الغزل
وہ جو کچھ بنے بنتے بنتے بنے

فریبِ آرزو کب تک، اُمیدِ سخت جاں کب تک ؟
مجھے خود بھی تعجب ہے، رہے گا دل جواں کب تک ؟
رہو گے پردۂ سیمیں پہ رُسوائے جہاں کب تک
ارے یہ خود نمائی، خود فروشی کی دکاں کب تک
دو روزہ نوجوانی کیا ہے، مٹّی کا کھلونا ہے
تمھارے ساتھ دل بہلائیں گے پیر و جواں کب تک
زمانہ کون سا تھا؟ نوجوانی کا زمانہ تھا
زمانے سے لڑی رہتی نگاہِ پاسباں کب تک
زمانہ ساتھ دیتا ہے چلو جب ساتھ ساتھ اُس کے
مگر بچھڑے ہُوؤں کی تاک رکھتا کارواں کب تک
عجب حربہ ہے خاموشی ، چلانا جس کو آتا ہو
چلے گی اُس کے آگے آپ کی تیغِ زباں کب تک
دلِ تاریک میں نیکی جو آئی بھی تو کیا آئی
اندھیرا ہی اندھیرا ہو تو ٹھہرے میہماں کب تک
کہاں لے جائے گی یہ فکرِ دُور اندیش کیا جانے
نظر کے سامنے نیرنگِ باطل کا دھواں کب تک

یگانہ کی غزل تم نے سُنی کی اَن سُنی کر دی
مگر دردِ سخن کی تاب لائے گی زباں کب تک

(۱۲۲)

کیا بن پڑے جو شوقِ طلب کی مدد نہ ہو
کھٹکا ہے دل کو نیتِ رہبر ہی بد نہ ہو
قدرت کے کارخانے میں یہ کیا بعید ہے
آغاز نیک ہو نہ ہو، انجام بد نہ ہو
ہوش و خرد دو ورقۂ کونین میں ہیں گُم
پاؤں کہاں وہ دردِ طلب جس کی حد نہ ہو
کانوں میں ہیں رچی ہوئی کیا کیا روایتیں
کب تک دماغ پر اثرِ نیک و بد نہ ہو
کس سے کہوں کلیجا کھُرچتا ہے بھوک سے
کیا ہو سکے نماز جو تیری مدد نہ ہو
خالی کا یہ مہینا ہے، اب کی خدا کرے
سرکارِ حُسن میں مری درخواست رد نہ ہو
ٹکرایئے کسی سے نہ صدمے اُٹھایئے
رَداِس طرف سے کیوں ہو، اُدھر سے جو کد نہ ہو

عیدیں، خدا نکردہ، منائیں الگ الگ
دونوں کے واسطے یہ کہیں روزِ بد نہ ہو

دیکھو زمین پاؤں تلے سے نکل نہ جائے
اِتنا اکڑ کے چلتے ہو، اک روز بھَد نہ ہو

میٹھی زباں سے آپ تو مُنھ مار☆ دیتے ہیں
رکھ دیتے ہو وہ مفت کا احساں کہ رد نہ ہو

جب اور کوئی فیض نہ پہنچے تو کم سے کم
شاہوں کا عیب اپنے لیے کیوں سَند نہ ہو؟

لڑتی نہیں نظر تو غنیمت ہی جانیے
جلووں کی مار آنکھوں پہ ہو، دل پہ زد نہ ہو

زندہ رہا تو کیا، ارے پیدا ہوا تو کیوں
وہ بدنصیب جس سے کسی کو حسَد نہ ہو

عالم میں روشنی تو یگانہؔ کے دم سے ہے
کیا ہیں یہ چاند تارے جو یہ اِک عدد نہ ہو

☆ حاشیے پر یگانہؔ نے یہ متبادل الفاظ لکھے ہیں: "کیل دیتے"۔ (..... منھ کیل دیتے ہیں)۔ (مرتب)

(۱۲۳)

یہ انقلاب کیسا، یہ کیا قیامت آئی

آئی تو ہر طرف سے آفت ہی آفت آئی

معنی کی روشنی میں دیکھی جب اپنی صورت

صورت کا مُنھ چڑھاتی ظالم کی سیرت آئی

یہ کس کے ہتھکنڈے تھے، سمجھے تو کون سمجھے؟

یاروں کے دم قدم سے یاروں کی شامت آئی

رنجش کا جب مزہ ہے کیچڑ اُچھالیں دونوں

اوّل کدورت آئی، آخر کدورت آئی

ترسی ہوئی نگاہیں عالم وہ رنگ و بُو کا

اب کیا بتاؤں نیّت کیوں کر سلامت آئی

کچھ ایسی مُنھ کی کھائی توبہ بھی بھول بیٹھے

اَوروں پہ ہنستے ہنستے اپنی بھی شامت آئی

اُف یہ بھری جوانی غیرت سے پانی پانی

کیا کہیے چوک میں کیا یوسف کی قیمت آئی

بھاڑ میں ہو کیا کسی کے دنیا و دیں کی دولت

جس گھر میں آپ آئے دولت ہی دولت آئی

دنیا کا کیا بھروسا ۔ دولت کا کیا ٹھکانا
دولت تو دولت ۔ آخر لٹنے کی نوبت آئی

نظروں پہ چڑھ گئے ۔ کیوں ایسی پتے کی کہہ دی؟
کیوں میرزا یگانہ کیوں ایسی نوبت آئی

(۱۹۴۰ء - ۵۰ء)

(۱۲۴)

حُسنِ کافر کی پرستش عینِ ایماں کیوں نہ ہو
دل جو رکھتا ہو مسلماں کیوں ہو ۔ انساں کیوں نہ ہو

اور ترساتا ہے مفلس کو ترستا دیکھ کر
حسنِ ارزاں ضد کے مارے اور ارزاں کیوں نہ ہو

اپنی صورت ۔ اپنی سیرت اور یہ ظالم آئنہ
آپ ہی اپنی سزا ۔ حُسنِ پشیماں کیوں نہ ہو

کیا بتاؤں ۔ میری بربادی میں کس کا ہاتھ ہے
دستِ قدرت ہے تو پیدا کیوں ہو ۔ پنہاں کیوں نہ ہو

خانۂ دل میں بھری ہیں جانے کیا کیا دولتیں
قفلِ خاموشی مرے گھر کا نگہباں کیوں نہ ہو

شوقِ آزادی خیالِ خام تھا کل تک ۔ مگر
وقت آپہنچا تو کارِ شوق آساں کیوں نہ ہو

پاؤں کو لغزش ہو اور کوئی سہارا بھی نہ ہو

ہاتھ اٹھ کر کم سے کم اپنا نگہباں کیوں نہ ہو

ہنّستے ہنّستے رہ گیا اپنا سا مُنھ لے کر غریب

جا و بے جا ہنّسنے والا خود پشیماں کیوں نہ ہو

خود کِھنچّا جاتا ہے دھارا اپنی منزل کی طرف

ساتھ دے فطرت تو مشکل اپنی آساں کیوں نہ ہو

آہ کب تک روز و شب کی یہ ورق گردانیاں

صبح و شامِ زندگی خوابِ پریشاں کیوں نہ ہو

آگے کیا کیا سُوجھتی تھی واہ رے دیوانے واہ!

عقل کی عینک لگا بیٹھا تو حیراں کیوں نہ ہو

جھُوٹ کو سچ کر دکھاؤں، کل نہیں پرسوں سہی

دوست سے انکار مشکل وعدہ آساں کیوں نہ ہو

کون آنکھوں میں سما سکتا یگانہ کے سوا؟

ماسوا سے چشم پوشی عینِ ایماں کیوں نہ ہو

(۱۹۴۹ء)

(۱۲۵)

جلوۂ حسن کا ہرچند اثر پڑتا ہے
پاس جاتا ہوں تو کچھ اور نظر پڑتا ہے

بے گناہوں کو بھی پامال کیے ڈالتے ہو
پاؤں رکھتے ہو کہاں اور کدھر پڑتا ہے

لڑکھڑاتی ہیں زبانیں سرِ محفل کیا کیا
تمھیں دیکھو جو مری چُپ کا اثر پڑتا ہے

تجھے کیا دیکھے کوئی، کون سے رُخ سے دیکھے؟
اِک نظر دیکھ لے بس عکس جدھر پڑتا ہے

توسہی پھونک دوں یہ پاپ کی بستی ساری
کیا کہوں بیچ میں اِک آپ کا گھر پڑتا ہے

کیسے خوش ہوتے تھے پہلے مگر اب کیا کہیے
ناگہاں جب کوئی مہمان اُتر پڑتا ہے

جان کھا جائے گا یہ عیش و طرب کا دَورہ
پڑنے لگتا ہے تو پھر شام و سحر پڑتا ہے

حُسنِ بے باک کی اللہ ری بیگانہ روی
دستِ گستاخ جہاں کوئی نظر پڑتا ہے

دیکھ کس ناز سے دنیا تجھے ٹھکاتی ہے
ہاتھ جھوٹا ترا پڑتا ہے جدھر پڑتا ہے

فکرِ فردا وہ بلا ہے کہ یگانہ صاحب
سوکھنے لگتا ہے دم، سایہ اگر پڑتا ہے

(۱۲۶)

یہ دل ہے یا کوئی پتھر کہ چوٹ ہی نہ لگے
کھری کھری کہو مُنھ پر تو کیوں بُری نہ لگے

جبھی تک آپ کا خادم ہوں میں تہِ دل سے
کہ اپنے ساتھ کوئی شرطِ بندگی نہ لگے

کبھی تو آئنہ دیکھو نگاہِ دشمن سے
خدا کرے یہ نصیحت تمھیں کڑی نہ لگے

وطن سے چھُوٹ کے غربت میں دل لگے کیوں کر
یہ وہ نہال ہے جس کی قلم کبھی نہ لگے

بدل کے بھیس زمانے کی تھاہ لینا ہے
نگاہِ شک میں کوئی بات اجنبی نہ لگے

نکال لینے دو یاروں کو حوصلہ دل کا
دعائے بد بھی کریں وہ تو یاں کبھی نہ لگے

گناہ گار ہوں پھر بھی وہ دل دیا تُو نے
تری جناب میں پہنچوں تو تھرتھری نہ لگے

یہی حدیثِ یگانہؔ جو تم نے دل سے سُنی
زبانِ غیر سے سنیے تو کچھ بھلی نہ لگے

(۱۲۷)

خلش تو کوئی دلِ دوست میں نہ رہ جائے
بجا ہے شوق سے جو مُنھ میں آئے کہہ جائے
ذرا سی بات پہ لگتی ہے چوٹ کیا کہیے
دلِ حزیں کہیں اِک ٹھیس میں نہ ڈھہ جائے
یہ کیا کہ ہر کس و ناکس سے دل لگا بیٹھے
وہیں کا ہو رہے انسان جس جگہ جائے
کہاں کا جرم، کہاں کی سزا، کہاں کا عذاب؟
جہاں اشارۂ پنہاں کچھ اور کہہ جائے
ارے گئی تو گئی، جس کی بات اُس کے ساتھ
یہ کیا ستم ہے جوانی کی یاد رہ جائے
خود اپنی فکر میں ڈُوبا رہے، بُرا کیا ہے
اجی یہ دل کوئی تنکا نہیں کہ بہہ جائے

عجیب نسخۂ حکمت ہیں کھیل قدرت کے
مجال کیا ہے ذرا سی کسر جو رہ جائے
وطن کو چھوڑ کے پہنچا غریب جنت میں
یہاں سے اور کہاں جائے کس جگہ جائے
دلِ ستم زدہ آغوشِ کامرانی میں
خدانخواستہ آسودہ ہو کے رہ جائے

یگانہ وہ تمھیں کیا مانتا نہیں؟ لیکن
قلم کی مار تو ایسی نہیں کہ سہہ جائے

(۱۹۵۰ء)

متفرقات

(۱۲۸)
۵

سوال : کیا کوئی بات دُور کی سوجھی؟
منُھ کے پاس آ کے گھُورتا کیا ہے؟

جواب : رنگ و بُو ایسی اِشتہا انگیز
چکھ نہ ڈالوں تو پھر مزہ کیا ہے

جواب الجواب : پہلے چُمّے ہی گال کاٹ لیا
ابتدا یہ تو انتہا کیا ہے؟
کس زباں سے ہو آپ کی تعریف
آپ کے سامنے گدھا کیا ہے؟

غیر مدوّن کلام

۱۹۱۴ء تا ۱۹۳۲ء

رباعیات

(۱)

دل ہے بنیادِ عالمِ کون و فساد
دل ہی نہ رہا تو زندگانی برباد
تھے دشمن و دوست سب اُسی کے دم تک
دونوں پہلوئے زندگی تھے آباد

(۲)

ادراکِ وجودِ حق میں عاجز ہے بشر
چکر میں ہے عقل جیسے دریا میں بھنور
اِس بحر میں ہاتھ پاؤں مارے کیا کیا
ساحل کا پتا مِلا نہ کچھ تہ کی خبر
(۱۹۱۵ء)

(۳)

شاید کوئی اعجاز تھی حسرت کی نظر
دشمن بھی کھڑے روتے رہے بالیں پر
اپنی تو زباں تک نہ کھُلی یاس مگر
اِس معنیِ بے لفظ میں کیسا تھا اثر
(۱۹۱۵ء)

(۴)

دریائے محبت کے بھنور میں پڑ کر
دیکھیں تو اُبھرتے ہیں شناور کیوں کر
ساحل کی ہوا تک نہ رہے گی سر میں
جب ڈوبنے والوں کو ہوئی تہ کی خبر
(۱۹۱۵ء)

(۵)

آوازے کسی پہ کسنے والا تُو کون؟
ہاں پیتے ہیں مے، ترسنے والا تُو کون؟
الست مچاتے ہیں اُدھم شام و سحر
ہم زندہ دلوں پہ ہنسنے والا تُو کون؟
(۱۹۲۹ء)

(۶)

حاسد جلتے ہیں آتشِ حسرت میں
عاشق جلتے ہیں آتشِ فرقت میں
حاسد جائیں گے سیدھے دوزخ کی طرف
عاشق جائیں گے بے دھڑک جنّت میں
(۱۹۱۵ء)

(۷)

رکھتے ہیں جو سودائے محبت سر میں
آتے نہیں خوفِ مرگ سے چکر میں
واعظ کو لحد کا ڈر ہے، جیسے بچے
جاتے ہوئے ڈرتے ہیں اندھیرے گھر میں
(۱۹۱۵ء)

(۸)

سوتا ہوں ترے ساتھ، ارے واہ رے میں!
روتا ہے رتن ناتھ، ارے واہ رے میں!
دیکھا جو مجھے مُہری کے رستے بھاگا
پالا ہے مرے ہاتھ، ارے واہ رے میں!

(۹)

افسانۂ دیو و جن سے ڈر جاتے ہیں
بچپن ہی سے کان جن کے بھر جاتے ہیں
وہ نامِ اجل سے یاسؔ پھر کیوں نہ ڈریں
موت آنے سے پیشتر ہی مر جاتے ہیں
(۱۹۱۵ء)

(۱۰)

حاسد جتنے ہیں بے اجل مرتے ہیں
مَر مَر کے زندگی کے دن بھرتے ہیں
مَردوں کے مقابلے میں کیوں کر آئیں
کچھ کر نہیں سکتے تو حسد کرتے ہیں
(۱۹۱۵ء)

(۱۱)

حاسد مکّار و پُردغا ہوتے ہیں
ظالم، بے درد، بے وفا ہوتے ہیں
خود مٹتے ہیں غیروں کے مٹانے کے لیے
آپ اپنی آگ میں فنا ہوتے ہیں
(۱۹۱۵ء)

(۱۲)

ہاتھ آئے گا کیا سہل نیا مال کہیں
ہر ایک سے چل سکتے ہو یہ چال کہیں
معلوم ہے تم ایک ہی بےہودہ ہو
بہلے تجھے کترنہ لو گال کہیں

(۱۳)

محفل تری بےرنگ نہ ہو جائے کہیں
اِس رنگ میں پھر بھنگ نہ ہو جائے کہیں
ثابت ہے ترا جلوۂ بےرنگ مگر
اندھوں میں کوئی جنگ نہ ہو جائے کہیں
(۱۹۲۷ء)

(۱۴)

حاسد کو غم و رنج سے چارا ہی نہیں
غیروں کی خوشی کبھی گوارا ہی نہیں
مٹ جائے کوئی تو دل کو خوش کر لینا
جینے کا کوئی اور سہارا ہی نہیں
(۱۹۱۵ء)

(۱۵)

ایامِ جوانی کو کیوں یاد کرو
دل کو یاس اِس غم سے آزاد کرو
پیری کا علاج خود فراموشی ہے
مے پی کے خدا کو اپنے یاد کرو
(۱۹۱۵ء)

(۱۶)

دنیا کے فریب سے جو بچنا چاہو
خود اپنی حفاظت کرو ، غفلت نہ کرو
شیطاں کی شرارتوں کا شکوہ ہے عبث
دشمن کی نظر سے اپنے دل کو دیکھو
(۱۹۱۵ء)

(۱۷)

روکے گا کوئی کیا دلِ آگاہ کی راہ
دیوانے کی یا چور کی یا شاہ کی راہ
منزل ہے وہی سب کی مگر کیا کہیے
کھوٹی ہوئی کیوں بندۂ درگاہ کی راہ
(۱۹۲۸ء)

(۱۸)

جی چاہے تو دل لگائیے بسم اللہ
آشوب کوئی اُٹھائیے بسم اللہ
دل کی دنیا میں ہُو کا عالم کیوں ہے
سوتے فتنے جگائیے بسم اللہ
(۱۹۲۹ء)

(۱۹)

نامحرمِ اَسرار نہ سُن لے کوئی
دیکھو پسِ دیوار نہ سُن لے کوئی
شوریدہ مزاج سر پٹکنے نہ لگیں
زنجیر کی جھنکار نہ سُن لے کوئی

(۲۰)

نافہموں کو کیوں راہ بتائے کوئی
دیوانوں کو کیوں ہوش میں لائے کوئی
زاہد کی ہدایت کو عصا کافی ہے
اندھوں کو چراغ کیوں دکھائے کوئی
(۱۹۱۵ء)

(۲۱)

پھر درد خدا چاہے تو کروٹ بدلے
پیدا ہو تڑپ مُردہ دِلی کے بدلے
مٹنے کے نہیں زندہ دلی کے آثار
یارانِ قفس سے شرط کوئی بَد لے
(۱۹۲۸ء)

(۲۲)

یہاں ایک غیر متعلق رباعی سہواً درج ہو گئی تھی جو حذف کی گئی۔ (مرتب)

(۲۳)

مرنا جینا تو داخلِ فطرت ہے
دونوں کا وجود قابلِ عبرت ہے
مرنا برحق ہے جس پہ لازم ہے شکر
باطل ہے زیست، زیست پر لعنت ہے
(۱۹۱۵ء)

متفرقات

(۲۴)

جو دل کو توڑ کے فرمائے فکرِ دل جوئی
وہ کیا شکستہ دلوں کا مزاج داں ہوتا
غم اپنے حق میں ہے گویا غذائے روحانی
یہ دردِ دل جو نہ ہوتا تو میں کہاں ہوتا
خود اپنے دل کو دُکھاتا ہوں، اے معاذاللہ
بغل میں کاشکے اِک دردِ جاوداں ہوتا
ثبوتِ زندگیِ عشق کچھ تو دینا تھا
نشانِ دل نہ سہی، دردِ بےنشاں ہوتا
کہاں کی بوئے حقیقت، کہاں کا رنگِ مجاز
جو اَب سے دُور یہ پردہ نہ درمیاں ہوتا

(۲۵)

مبارک ہو نویدِ وصل پر مدہوش ہو جانا
بھنور میں ڈوب کر گم گشتۂ آغوش ہو جانا
مذاقِ عشق سے ناآشنا ہے کامِ جاں جب تک
سمجھ میں آئے کیوں کر نیشِ غم کا نوش ہو جانا

(۲۶)

قطعہ

دل بہت آج دھڑکتا ہے، خدا خیر کرے
اپنے سائے سے بھڑکتا ہے، خدا خیر کرے
ایک اِک سانس پہ گھبرا کے تڑپ اُٹھتا ہے
آپ ہی آپ پھڑکتا ہے، خدا خیر کرے

(۲۷)

جنابِ یاسؔ ہیں اور انتظامِ باغِ سخن
ہوائے تُند کے جھونکے ہیں اور چراغِ سخن
(۱۹۱۴ء)

(۲۸)

محبت رقیبوں سے عداوت ہے یاسؔ سے
کسی پر عنایتیں کسی پر یہ شدّتیں☆
(۱۹۱۴ء)

(۲۹)

دل آشنائے معنیِ بیگانہ ہو گیا
جادو نہ چل سکا کوئی حُسنِ مجاز کا
خود نفسِ بے حیا نے کی زندگی حرام
پھر کیا ضرور شکوہ عمرِ دراز کا☆
(۱۹۱۴ء)

☆ اِن اشعار کے وزن کے سلسلے میں دیکھیے: حواشی ۲۸ و ۲۹، غیر مدون کلام۔ (مرتب)

(۳۰)

آج وہ کیوں زیرِ خاک سوتے ہیں آرام سے[1]
کانوں پہ رکھتے تھے ہاتھ جو موت کے نام سے
دنیا کی آرزو نہ دین کی آرزو
اُڑے ہیں ہوش ایسے اب گردشِ ایام سے
جلوۂ معنی کجا ، دیدۂ حیراں کجا
باز آؤ یاسؔ اِس آرزوئے خام سے
(۱۹۱۵ء)

(۳۱)

کلامِ یاسؔ پہ ٹھہری نہ جوہری کی نظر
تو کیا اُمید کرے کوئی بادشاہوں سے
(۱۹۲۱ء)

(۳۲)

آئینۂ اسلاف ہوں، یہ کیا کم ہے
وصّاف نہیں صاف ہوں، یہ کیا کم ہے
گاندھی نہیں ، اجمل نہیں ، آزاد نہیں
میں بندۂ الطاف[2] ہوں ، یہ کیا کم ہے
(۲۵-۱۹۲۴ء)

۱۔ اِن تینوں شعروں کے وزن کے سلسلے میں دیکھیے: حاشیہ ۳۰، غیر مدوّن کلام۔ (مرتب)
۲۔ مولوی سیّد الطاف حسین، ہیڈ ماسٹر، اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ۔ (مرتب)

(۳۳)

امِ صغریٰ (بیٹی) کی وفات پر

دیکھو صغریٰ یہ حال میرا کیوں ہے
مُنھ میری طرف سے تم نے پھیرا کیوں ہے
چاروں جانب تھیں چار شمعیں روشن
آج ایک طرف گھر میں اندھیرا کیوں ہے؟
(۱۹۲۹ء)

۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۵ء

رباعیات

(۳۴)

وہ حُسن ہی کیا جس میں نہ ہو خوئے وفا
دل ڈھونڈتا ہے دل میں پہلوئے وفا
اربابِ ہوس کی دل لگی کیا؟ وہی رنگ
مستوں کی غذائے روح کیا؟ بوئے وفا

(۱۹۳۴ء)

(۳۵)

کچھ معنی و مطلب سے نہ آگاہ ہوا
حق چھوڑ کے باطل کا ہواخواہ ہوا
اُستاد سے مُنھ موڑ کے کیا پھل پایا
پڑھ پڑھ کے کتاب اور گمراہ ہوا

(۳۶)

پروا کوئی رکھتا نہ طلب رکھتا ہوں
ہاں ایک کھٹک سی روز و شب رکھتا ہوں
جس کی کوئی دوا نہیں تیرے سوا
دل میں وہ دردِ منتخب رکھتا ہوں

(۱۹۳۴ء)

(۳۷)

ایسا نہ سمجھیو کوئی کھیلا ہوں میں
دُھن کا پکّا ہوں گو اکیلا ہوں میں
دم کیوں نہ بھروں پھر میں علی کا ہردم
معلوم ہے کس گرو کا چیلا ہوں میں

(۳۸)

سکھیوں میں، سہیلیوں میں ہنس لینے دو
پھولوں میں دو گھڑی تو بس لینے دو
بادل ہے گھِرا ہوا، برس لینے دو
ہاں دل کو ذرا اور ترس لینے دو

(۳۹)

کون ایسا ہے دنیا کی جسے چاہ نہ ہو
سب سے ہو الگ کسی کے ہمراہ نہ ہو
دیکھا تو یگانہ کے ہیں انداز کچھ اور
درویش کے بھیس میں شہنشاہ نہ ہو

(۴۰)

چنگیز کا پوتا ہوں، علی کا بندہ
بندے کو تو آتا نہیں لندا پھندا
میت ہے پڑی یار الکشن میں چلے
جاتے نہیں چھوڑ دیتے چلتا دھندا

(۴۱)

اندھوں کو مبارک ہو یہ دیوانہ روی
کیا جانیں یگانہ کی وہ بیگانہ روی
دریا ہوں میں صحرا کا بگولا تو نہیں
دیوانہ روی بھلی کہ مستانہ روی

(۱۹۳۳ء)

(۴۲)

بھونچال دیوی کے کرشمے

آئے گی قدم با قدم آتے آتے
ظالم تجھے کیا دیر قیامت ڈھاتے
نیرنگِ جمال پر چڑھا رنگِ جلال
دنیا ہی بدل گئی پلک جھپکاتے

(۱۹۳۵ء)

(۴۳)

کیوں مرد مدافعانہ رفتار چلے
چلنا ہے تو چنگیزی تلوار چلے
جولاں گہِ ہستی کا یہی ہے دستور
میدان اُس کا ہے جو پہلے مار چلے

(۱۹۳۴ء)

(۴۴)

غزل

خُدا کہاں ہے، کسے درمیان دے کوئی
بُتوں کے نام پہ شاید امان دے کوئی

مزہ ستانے کا جب ہے کہ دل ٹھکانے ہو
حواس گُم ہوں تو کیا امتحان دے کوئی

نگاہِ حُسن کا حُسنِ طلب ہے جانِ اُمید
اُمید ایسی تو پھر کیوں نہ جان دے کوئی

کِدھر سے آتی ہے مستانہ بوئے پیراہن
کہاں ہے، کون ہے، کِس کا نشان دے کوئی

ارے وہ ناچ نچاؤں کہ روح وجد کرے
شکستہ ساز پہ میرے جو دھیان دے کوئی

خودی کا نشہ نہ چڑھ جائے، مت پلٹ جائے
خدا نکردہ یگانہؔ کو تان دے کوئی

(۱۹۴۴ء)

۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۸ء

رباعیات

(۴۵)

قیمت میں ہیں بدگہر، حلالی سے سوا
تکیوں کے ہیں بول، فکرِ عالی سے سوا
جی جانتا ہے طنزِ یگانہ کے مزے
گالی تو نہیں مگر ہے گالی سے سوا

(۴۶)

کچھ قدرِ ہنر ہے نہ کوئی قیمتِ فن
بن پڑنے کی بات ہے، کہاں کی جدّت؟
ڈفلی بھی عجب ناچ نچا دیتی ہے
منڈھتی ہے تو خوب بجتی ہے "ٹھنک ٹھن"

(۴۷)

ہنستے ہی رہیں ہم تو عدو کیوں نہ جلے
ایسی زندہ دلی کہاں تک نہ کھلے
گریہ وہ جسے تو ہی سُنے یا نہ سُنے
خندہ ایسا کہ سات گھر ٹھیکا لے

(۴۸)

نقّاد چُغد ہے کہ گدھا ہے، کیا ہے؟
اندھا ہے کہ نیّت کی خطا ہے، کیا ہے
"آیات" و "ترانہ" دیکھ کر بھی نہ کُھلا
آئینہ ہے یا اُلٹا توا ہے، کیا ہے؟

(۴۹)

اتنی طاقت کہاں سے کوئی لائے
سَو مرتبہ اندر آئے باہر جائے
اُس پر یہ ستم جب آئے ٹھوکر کھائے
ایسی بے ہُودہ نوکری؟ باز آئے!

متفرقات

(۵۰)

چھٹ بھیوں میں ڈھونڈتے کیا ہو میرے بانکے شعر کی بات
شیر کا پنجہ، کتے کا دھکا، مینڈھے کی چوٹ، گدھے کی لات

(۵۱)

کچومر بنا ڈالوں چاہے کچالو
چچا کا چچا ہوں میں خالو کا خالو

(۵۲)

مجھ کو یگانہ سنگِ ملامت کا خوف کیا
میں تو وہ پاک شہدا ہوں سیاں☆ کہیں جسے

(۵۳)

مزہ ایسا چکھاؤں زندگی بھر یاد رہ جائے
دبے پھر کیا کسی سے وہ جو میری چوٹیں سہہ جائے

☆ سیاں۔ لکھنؤ کا مشہور شہدا مگر صاحبِ ایمان۔ (یگانہ)

(۵۴)

اپنے ہندستان میں گورے بھی ہیں، کالے بھی ہیں
میرزا والے بھی ہیں "دو میرزا" والے بھی ہیں

غلبچی

(۵۵)

غلبچی بھونکتا پھرتا ہے جیسے کوئی بوَرا با
ابابابا ، ابابابا ، ابابابا ، ابابابا

(۵۶)

یگانہ نے کیا اَن چھِلی ٹھونک دی
غلبچی پکارے، چھُری بھونک دی

اصغر گونڈوی

(۵۷)

چھُٹ بھیّوں کا اندازِ فلاطونی کیا؟
میرے آگے فریبِ موزونی کیا؟
منگل اتوار والے کالے کوّے
تُو کیا، وہ "کموڈیا" بدایونی کیا؟

(۵۸)

چنڈال نہیں ہے "دیو بھگتا" ہے کلوٹ
جو جیسا ہو ویسا اُسے لگتا ہے کلوٹ
آپ اُس سے خفا ہیں تو رہیں ٹھینگے سے
بھنگن تو خوش ہے، ایسا بگتا ہے کلوٹ

(۵۹)

کالا بھوت

شعر کہنے لگا ہے کالا بھُوت
رنگ لایا ہے کیا نرالا بھُوت
گھی کے جلنے لگے خبیثوں میں
کِس اندھیرے کا ہے اُجالا بھُوت
اِنھیں لاتوں کی ہے یہ بلہاری
پھاند سکتا تھا کیا ہمالا بھُوت
صورت و سیرت ایک سی واللہ
کس نے سانچے میں ایسا ڈھالا بھُوت

(۶۰)

مہاراجہ سرکشن پرشاد

غیروں کو ستایا نہ عزیزوں سے لڑے
زور اِتنا مگر کسی پہ بھاری نہ پڑے
کہتے ہیں مہاراج☆ بڑے آدمی ہیں
ہم ایسے سرپھِروں سے کیا ہوں گے بڑے؟

☆ مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب بہادر، صدرِ اعظم، ریاست حیدرآباد۔ (یگانہ)

(۶۱)

قطعۂ تاریخ

اے زہے حُسنِ فیضِ ملکِ دکن
دُور پہنچا ہے جس کا آوازہ

سرپرستوں سے ہے یہیں کے بنْدھا
آج علم و ہنر کا شیرازہ

تم بھی تسکینِ ذوق کیوں نہ کرو
وا ہے شعر و سخن کا دروازہ

اک اضافہ ہے دید کے قابل
ہے معینِ سخن گلِ تازہ☆

۱۳۵۸
۱ -
۱۳۵۷ھ

(۱۳ دسمبر ۱۹۳۸ء)

☆ نواب محمد معین الدین خاں (معین الدولہ) کا دیوان "معینِ سخن" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ یہ قطعۂ تاریخ اس کے آخر میں شامل ہے۔ رک حاشیہ ۶۱، غیر مدون کلام۔ (مرتب)

رباعیات

(۶۲)

سارے جھگڑوں سے پا گیا چھٹکارا
دل ہے خالی تو کیا کرے بے چارا
فرہاد کا دردِ سر اُٹھاتا کیوں کر
گھسیارے کا بنا رہا گھسیارا!

(۶۳)

نیت ہے بخیر، بول اپنا بالا
سادہ سی بات جس کا مطلب سیدھا
چُولھا مُلّا کا چاہے اَوندھا ہو جائے
رِندوں کا پیالہ تو نہ ہو گا اَوندھا

(۶۴)

ہم بندے ہیں بندوں سے ہے مطلب اپنا
ہے ایک خدا کو چھوڑ کر سب اپنا
انسان بنیں یہی ہے کرتب اپنا
سیرت اپنی ہے عین مذہب اپنا
(۱۹۵۳ء)

(۶۵)

کافر کوئی اپنا ہے نہ دیں داز اپنا
اچھا نہ سہی کوئی خریدار اپنا
ٹیکا ہے نہ گھٹا ہے یہاں ماتھے پر
سیرت اپنی ہے اور کردار اپنا
(۱۹۵۳ء)

(۶۶)

مرزاؔ کا قدم غلط نہ پڑتے دیکھا
ناحق کبھی یاروں سے نہ لڑتے دیکھا
سیدھے سے آدمی تھے بالکل سیدھے
جُھکتے کبھی دیکھا نہ اکڑتے دیکھا
(۱۹۵۳ء)

(۶۷)

ناکامیوں سے حوصلہ ہوتا نہیں پست
بدنام سہی، حال میں اپنے ہیں مست
لکھی تھی میرزا یگانہؔ کے لیے
باطن کی فتح اور ظاہر کی شکست
(۱۹۵۳ء)

(۶۸)

تخریب جسے کہتے ہیں اہلِ غفلت
عارف کی نظر میں ہے سراسر حکمت
کیوں آگ نہ برسے، کیوں نہ بھونچال آئے
نیت جیسی ہو جس کی ویسی برکت

(۶۹)

ہوگا کوئی شریف عالی گوہر
میں تو نہ شریف ہوں نہ اعلیٰ افسر
عزت جو مٹائے سے کسی کے مٹ جائے
ایسی عزت پہ مارتا ہوں ٹھوکر

(۱۹۵۳ء)

(۷۰)

یہاں ایک غیر متعلق رباعی سہواً درج ہو گئی تھی جو حذف کی گئی۔ (مرتب)

(۷۱)

کچھ دن تو رہا فتح کا سودا سر میں
بل چل سی مچ گئی زمانے بھر میں
لُوٹا تو سہی، لُوٹ کے لے جائیں کہاں
دلّی کیوں کر سمائے اُن کے گھر میں؟

(۱۹۵۳ء)

(۷۲)

تصویرِ عمل بہ چشمِ بینا ہم ہیں
ظاہر ہے کہ لاشریک، تنہا ہم ہیں
کام اپنا ہے، شوق اپنا ہے، ڈھب اپنا ہے
اپنی ڈیوٹی کے کارفرما ہم ہیں

(۱۹۵۳ء)

(۷۳)

دُنیا میں وہ مزہ رہا بھی تو نہیں
اِس باغ میں اب بوئے وفا بھی تو نہیں
پُھولوں سے پَھلوں سے جُھک گیا ہوں ایسا
چکھنا معلوم، سونگھتا بھی تو نہیں

(۷۴)

زندہ ہے ادب تو قوم مرنے کی نہیں
روشن ہے آفتاب سے روئے زمیں
مرزا کا ذکرِ خیر کرنے والو!
آخر یہ ٹریجڈی ہے یا فتحِ مُبیں؟
(۱۹۵۴ء)

(۷۵)

کیا جانے کوئی کدھر کدھر جانا ہو
جانے وہی جس نے حق کو پہچانا ہو
منزل اپنی ہے اور جادہ اپنا
رہبر دیکھے تو کتنا کھسیانا ہو

(۷۶)

ایسے میں سویرا ہے بھگا لے جاؤ
اُردو ہو کہ فارسی بچا لے جاؤ
اُلّو بولا سِدھارنے والوں کا
تشریف کا ٹوکرا اُٹھا لے جاؤ

(۷۷)

دیوانۂ عشق کو نصیحت توبہ!
وہ عقل کی باتیں، وہ حماقت توبہ!
جذبہ کسی جذبے ہی سے مٹ سکتا ہے
نفرت سے بدل گئی محبت توبہ!

(۷۸)

بے کار ہے اے دوست مسلماں سے گلہ
دیتے ہیں بہادر ہی بہادر کو صلہ
حاصل ہے کسے عزت و ذلت کا شرف
جو لکھنؤ کے ہاتھوں یگانہ کو ملا

(۱۹۵۳ء)

(۷۹)

یہ تیزیِ طبع، اُف یہ کج رفتاری
دس بیس پہ جانتے ہو خود کو بھاری
کیا زور ہے کیا زعم ہے ماشاءاللہ
آپ اپنے پاؤں پر کلھاڑی ماری؟

(۱۹۵۳ء)

(۸۰)

مٹی میں نہ مِل جائے عداوت ساری
برباد نہ ہو جائے یہ آتش باری
صدمہ پہنچا کے دیکھ لو، میں کیا ہوں
پتھر میں کیا بھرا ہے، اِک چنگاری

(۱۹۵۳ء)

(۸۱)

سُنتے ہو یار پھبتیاں یاروں کی
چلتی رہتی ہیں چُٹکیاں یاروں کی
دیوانہ بن کے میں بھی اک کام کروں
کہیے تو اُڑا دوں دھجّیاں یاروں کی

(۸۲)

بھکّو نے کہا، کہاں میّسر ہے دہی؟
سیروں پی جائیے دہی ہو کہ کڑھی
مِل جائے جو رام پور کا پَس خوردہ
دو لقمے میں چھُٹ جائے پھپھوندی مُنھ کی!
(۱۹۵۴ء)

(۸۳)

کیا ہو گئی وہ حُسن کی رنگت، نہ رہی
بس رنگ ہی رنگ ہے، طراوت نہ رہی
رُوکھے پھیکے سے پیٹ بھر لیتا کیا
کیا لذتِ عیش جب طبیعت نہ رہی

(۸۴)

سرکار کی وہ قدر، وہ قیمت نہ رہی
ایمان پلٹ گیا، ارادت نہ رہی
سچ بول کے ناصح نے چھُڑایا تم سے
وہ پاک محبت، وہ عقیدت نہ رہی

(۸۵)

سینہ کافر کا چاک کر ڈالیں گے
قصّہ دم بھر میں پاک کر ڈالیں گے
سچ کے بل پر اکڑتا ہے چنگیزی
ہم سچ کو کچل کے خاک کر ڈالیں گے

(۸۶)

لڑتے ہی نگاہ دل دھڑکنے نہ لگے
نیّت معصوم کی بھٹکنے نہ لگے
دل کے اندر دبی ہوئی چنگاری
دنیا کی ہوا کھا کے بھڑکنے نہ لگے

(۸۷)

اِتنا سادہ تو کوئی انسان بنے
محفل میں قدم رکھتے ہی نادان بنے
گہرے اِتنے کہ تھاہ دیتے ہی نہیں
بیٹھے ہیں جو کھوئے ہوئے انجان بنے
(۱۹۵۲ء)

(۸۸)

واعظ کو مناسب نہیں رِندوں سے ٹھنے
منبر پہ لتاڑ دیں اگر دل میں ٹھنے
اچھے ہیں یگانہؔ یا بُرے، جیسے ہیں
یاروں نے بنا دیا کہ خود ایسے بنے

(۸۹)

انسان کی صحبت آدمی چاہتا ہے
زندہ رہتا ہے، زندگی چاہتا ہے
دل ہو چنگا تو پھر گنواروں سے بھی
ہنسنے کو بولنے کو جی چاہتا ہے
(۱۹۵۴ء)

(۹۰)

ظالم کو بھی دیوانہ ہنسا دیتا ہے
اندازِ ستم گری بھُلا دیتا ہے
چھُوتا ہے نہ چھیڑتا ہے، حیرت تو یہ ہے
پتھر بھی ہو دل تو گُدگُدا دیتا ہے

(۹۱)

کہنے کو تو کعبہ بھی خدا کا گھر ہے
دیکھا تو وہی اینٹ ہے یا پتھر ہے
حق کا مرکز ہے حق شناسوں کے لیے
یہ سینۂ بے کینہ عجب مندر ہے
(۱۹۵۳ء)

(۹۲)

اللہ اللہ حضور کی سُوجھتی ہے
نخاس سے رام پُور کی سُوجھتی ہے
ٹیلے پر چڑھ کے طُور کی سُوجھتی ہے
دیوانے کو کتنی دُور کی سُوجھتی ہے
(۱۹۵۳ء)

(۹۳)

ایسا نہ ہو حق کا سامنا ہو جائے
سارا یہ طلسمات ہوا ہو جائے
کیا کرتا ہے، سچ پہ جان دینے والے!
یاروں کا مزہ نہ کرکرا ہو جائے

(۱۹۵۵ء)

(۹۴)

ایسا نہ ہو یہ حُسن مصیبت ہو جائے
یہ گرمیِ بازار اِک آفت ہو جائے
اچھا ہے. ڈھل چلی جوانی اُن کی
سورج نہ ڈھلے تو پھر قیامت ہو جائے

(۹۵)

تھے اور بھی جانور رفاقت کے لیے
تاکا مگر آپ ہی کو خدمت کے لیے
انساں سے جدا رہ نہیں سکتا کتّا
انسان بنا کتّے کی صحبت کے لیے؟

(۱۹۵۴ء)

(۹۶)

پیدا ہوئے فاختہ اُڑانے کے لیے
دولت ہاتھ آئی ہے لُٹانے کے لیے
آزاد تو آزاد اِنھیں کیا پروا
کھانے کے لیے ہیں، بلبلانے کے لیے!

(۱۹۵۴ء)

متفرقات

(۹۷)

وہ جانِ ادب ، خاصۂ خاصانِ ادب
ساتھ اپنے یگانہ لے گئے شانِ ادب
(۱۹۵۳ء)

(۹۸)

ہاشم اسمٰعیل

بمبئی والے ہاشمؔ اسمٰعیل
ہوں تو ایسے ہوں دوست ، ایسے خلیل
حیدرآباد میں مجھے یہ ملے
جیسے نعمت خدا کی قدرت سے
ایسے ، مخلص کہاں سے پاؤں گا
کون ہے اک دوارکا[☆] کے سوا
مردِ جوہر شناس ، شایستہ
خدمتِ دوست پر کمربستہ
وہ ہیں بمبئی میں ، لکھنؤ میں ہم
پھر بھی اُن کی نظر میں ہیں ہردم

☆ دوارکا داس شعلہ ۔ (مرتب)

میرے دُکھ درد کا اُنھیں احساس

اپنے اخلاق، اپنے فرض کا پاس

ہے یہ معیار اُن کے ایماں کا

مرتبہ جانتے ہیں انساں کا

گرگٹوں کو یگانہ دیکھ چُکے

خوب رنگِ زمانہ دیکھ چُکے

(۹۹)

آخری غزل

بندھی ہے ٹکٹکی، آپس میں گفتگو نہ سہی
زبانِ حال سہی، حرفِ آرزو نہ سہی

بھرا ہے بادۂ بے رنگ سے یہ شیشۂ دل
دماغ تازہ ہے اپنا، شگفتہ رُو نہ سہی

کہاں وہ جلوۂ عریاں، کہاں یہ حُسنِ حجاب
یہی تو دید کے قابل ہے رُوبرو نہ سہی

جو تیری یاد میں کھویا گیا تو کیا پروا
جدھر بھی ہو دلِ گم گشتہ، قبلہ رُو نہ سہی

پیامِ حق تو اُدھر ہی سے آئے گا اِک دن
کھڑے ہیں منتظرِ وقت، جستجو نہ سہی

خدا کے سامنے پاکیزگی جتانا کیا
نگاہ پاک ہو، دل صاف ہو، وضو نہ سہی

بھری بہار میں ننیت نہ ہو گی ڈانواں ڈول؟
خیالِ خام سہی، تیری آرزو نہ سہی

ٹٹول لینے سے بے چارہ کیوں رہے محروم
ہوس نصیب کو احساسِ رنگ و بُو نہ سہی

کسے خبر کہ یہ صُورت ہے کس مرض کی دوا
نظر میں جچتی نہیں، ایسی رنگ و بُو نہ سہی

مزاج کیوں نہ بہکتا زمانہ سازوں کا
زمانہ اُن کے موافق ہے، ایک تُو نہ سہی

یگانہؔ آم وہی ہیں وہی ہیں خربوزے
یہ لکھنؤ ہے وہی، گو وہ لکھنؤ نہ سہی

(۱۹۵۳ء)

(۱۰۰)

آخری مصرع

مرزا صاحب رہ گئے تنہا اِک اِک ساتھی چھوٹ گیا

(۱۹۵۶ء)

غزلیات

(۱)

خودی کا نشہ چڑھا آپ میں رہا نہ گیا — خدا بنے تھے یگانہ مگر بنا نہ گیا

پیامِ زیرِ لب ایسا کہ کچھ سنا نہ گیا — اشارہ پاتے ہی انگڑائی لی رہا نہ گیا

ہنسی میں وعدۂ فردا کو ٹالنے والو — لو دیکھ لو وہی کل، آج بن کے آ نہ گیا؟

گناہِ زندہ دلی کہیے یا دل آزاری — کسی پہ ہنس لیے اتنا کہ پھر ہنسا نہ گیا!

پکارتا رہا کس کس کو ڈوبنے والا — خدا تھے اتنے مگر کوئی آڑے آ نہ گیا؟

سمجھتے کیا تھے مگر سنتے تھے ترانۂ درد — سمجھ میں آنے لگا جب تو پھر سنا نہ گیا!

کروں تو کس سے کروں دردِ نارسا کا گلہ؟ — کہ مجھ کو لے کے دلِ دوست میں سما نہ گیا!

بتوں کو دیکھ کے سب نے خدا کو پہچانا — خدا کے گھر تو کوئی بندۂ خدا نہ گیا

کرشن کا ہوں پجاری علیؑ کا بندہ ہوں
یگانہ شانِ خدا دیکھ کر رہا نہ گیا

''گنجینہ'' قلمی حصہ، غزلیات کا پہلا صفحہ

باقیات

(۱)

مقدر کے کرشمے ہیں، خطا کیسی، سزا کیسی
مجھے اپنے کیے پر یاس شرمانا نہیں آتا

(۱۹۲۴ء)

(۲)

اجل کے واسطے خالی نہیں مکاں اپنا
ہے ایک دشمنِ جاں آج میہماں اپنا

(۱۹۱۶ء)

(۳)

کیا خوب اُلٹے پاؤں جوانی پھر آ گئی
دیکھو نہ، میرا شعر جوانوں سے لڑ گیا
دامِ خرد سے چھوٹ کے پہنچا مُراد کو
دیوانہ بن کے قیس بنا، یا بگڑ گیا
شیطان کا مقابلہ کیا عشقِ پاک سے
لڑنے کو لڑ پڑا مگر آخر پچھڑ گیا

(۱۹۲۱ء)

(۴)

کمالِ عشق ہے دونوں جہاں سے بے خبر ہونا
حواسِ ظاہری و باطنی کا منتشر ہونا
بُتوں کے دل کو شاید خانۂ کعبہ سمجھتے ہو
بہت مشکل ہے اِس گھر میں غریبوں کا گزر ہونا
بلائے جاں ہے مستوں کے لیے اندیشۂ فردا
مآلِ کار کی تصویر کا پیشِ نظر ہونا
(۱۹۱۵ء)

(۵)

حق بجانب ہے جو صیّاد گلا گھونٹ دے اب
سوئے فتنوں کو اسیروں نے جگانا چاہا
(۱۹۱۸ء)

(۶)

بے ہُودہ سر پٹکنے کا حاصل نہیں کوئی
نقشِ قدم تک اب سرِ منزل نہیں رہا
(۱۹۱۶ء)

(۷)

سر سلامت پھر بہارِ سنگِ طفلاں دیکھنا
دل سلامت لذتِ صد درد و درماں دیکھنا
جنگِ حُسن و عشق کا کیا دل شکن نظارہ ہے
شعلہ و پروانہ کو دست و گریباں دیکھنا

آنکھ بھر کر جاگتے میں کوئی دیکھے۔ کیا مجال
خواب میں ممکن ہو شاید روئے جاناں دیکھنا
جلوۂ موہوم کیا اِک دُرد کا پیمانہ تھا
ہو گیا آپے سے باہر ظرفِ انساں دیکھنا
(۱۹۲۴ء)

(۸)

چوٹ کھاتے کھاتے دل سنگ آزما ہو جائے گا
درد بڑھتے بڑھتے آپ اپنی دوا ہو جائے گا
(۱۹۲۲ء)

(۹)

تلاطم نے اُچھالا تھا بھنور نے گھیر کر مارا
خیالِ خام تھا بحرِ فنا سے پار ہو جانا
(۱۹۲۰ء)

(۱۰)

کوئی محرم نہیں اِس دِل کے نہاں خانے کا
داغِ پنہاں نہیں یہ گنج ہے ویرانے کا
چارہ سازوں نے سُنی ایک نہ دیوانوں کی
راستہ روک لیا بیچ سے ویرانے کا
صبحِ پیری نے کیا دل کے کنول کو ٹھنڈا
آئنہ خانے پہ عالم ہے سیہ خانے کا

کیا اِسی پردے میں ہو جائے گا دیدارِ خدا
شوق بے حد ہے اِن آنکھوں کو صنم خانے کا
(۱۹۱۵ء)

(۱۱)

رہوں گا صورتِ تصویر پابندِ رضا ہو کر
ملے گی چپ کی داد افسانۂ بعدِ فنا ہو کر
(۱۹۱۸ء)

(۱۲)

نگاہِ بے زباں نے کیا اثر ڈالا برہمن پر
مِٹا ہے پیکرِ بے دست و پا کے رنگ و روغن پر
رہا تا حشر احسانِ ندامت اپنی گردن پر
بجائے مے ٹپکتا ہے زُلالِ اشک دامن پر
شرف بخشا دلِ سوزاں نے مجھ کو دوست دشمن پر
وہ دل جس کا ہر اِک ذرہ ہے بھاری موم و آہن پر
نہ جانے پہلی منزل برقِ سوزاں کی کہاں ہو گی
ستم آباد کے خطّے میں یا اُجڑے نشیمن پر
عجب کیا ہے سحر تک آنکھوں ہی آنکھوں میں پی جائیں
قیامت ڈھائیں گے بد بیں جمالِ شمعِ روشن پر
زہے الزامِ آزادی کہ حسرت رہ گئی دل میں
نشیمن سے نکل کر بیٹھتے شاخِ نشیمن پر

نتیجہ کچھ بھی ہو لیکن وہ اپنا کام کرتے ہیں
دلِ بے مدعا ہنستا ہے کیا شیخ و برہمن پر
بجائے نفسِ امارہ دلِ مجبور کو مارا
گوارا کر لیا کیوں خونِ انصاف اپنی گردن پر
عدو کیوں حضرتِ یاسؔ آپ کا صبر آزما ہوتا
ارے یہ تہمتِ بے جا بجائے دوست، دشمن پر

(۱۹۱۹ء)

(۱۳)

صیاد، آہ کیا کریں فصلِ بہار میں
دل اختیار میں نہ اجل اختیار میں
دل تنگ ہوں کشاکشِ اُمّید و بیم سے
دن گن رہا ہوں حسرتِ روزِ شمار میں
وہ دن گئے کہ زور نہ چلتا تھا چرخ کا
مست اینڈتے تھے سایۂ ابرِ بہار میں

(۱۹۱۶ء)

(۱۴)

ہاتھ اُٹھاتے ہی چمک جاتی ہے بجلی دُور تک
ہائے اب وہ جَس کہاں اِس دستِ بے شمشیر میں

(۱۹۱۰ء)

(۱۵)

دامنِ مطلبِ نایاب کی اللہ رے ہوس
دستِ شل حوصلۂ بے سروپا کرتے ہیں
(۱۹۲۱ء)

(۱۶)

شہیدانِ وفا سوتے ہیں جلتی دھوپ میں غافل
غضب کی نیند آتی ہے ہوائے تیغِ قاتل سے
(۱۹۱۴ء)

(۱۷)

وہی امام ہے اس شاہ راہِ فطرت کا
جو دل کے ساتھ ہے اور دل کے اختیار میں ہے
طلسمِ خاک کو دیوارِ آہنیں نہ سمجھ
سوادِ منزل اسی پردۂ غبار میں ہے
اسی کو کہتے ہیں شاید طلسمِ بیم و رجا
یہ کیفیت جو نگاہِ گناہ گار میں ہے
(۱۹۱۷ء)

(۱۸)

تمیزِ عشق و ہوس وحشیوں سے ناممکن
کھڑے ہیں بیچ دوراہے پہ حق و باطل کے
(۱۹۱۷ء)

(۱۹)

انگڑائیوں کا زور ہے دُکھتا ہے بند بند
ہنگامِ صبح بس نہیں چلتا خمار سے
لاشہ کسی غریب کا پُھکوا دیا تو کیا
لپٹے گی روح سایۂ دیوارِ یار سے
دل نے جہادِ نفس کیا بھی تو کیا ہوا
آخر شہید ہو کے پِھرا کارزار سے
(۱۹۱۶ء)

(۲۰)

باز آ ریشہ دوانیِ جفا سے ظالم!
بڑھتے بڑھتے کہیں ایسا نہ ہو افسانہ بنے
(۱۹۱۷ء)

(۲۱)

خونِ ناحق پہ پسینا بھی نہ آیا ظالم!
توبۂ خشک عجب کیا ہے جو باطل ہو جائے
(۱۹۲۳ء)

(۲۲)

ذرّے ہی پارس تھے اپنی خاکِ پُر تاثیر کے
آشنا تھا کون پہلے نام سے اکسیر کے
ڈوب کر لائے تہِ دریائے فطرت کی خبر
فکر سے جوہر کُھلے آئینۂ تدبیر کے

خانۂ زنداں تو کیا تھا، شش جہت بھی کانپ اُٹھے
زلزلے آئے جو نالوں سے مری زنجیر کے

پھٹ پڑے دیوار و در، پردہ نہ اپنا کُھل سکا
رنگ بے ڈھب ہو چلے تھے آسمانِ پیر کے

دیکھیے انجام کیا ہو ہستیِ موہوم کا
منتظر ہیں کب سے ہم اِس خواب کی تعبیر کے

لذّتِ دردِ نہاں اِک معنیِ بے لفظ ہے
اضطرابِ بے سبب قابل نہیں تحریر کے

(۱۹۱۷ء)

(۲۳)

سرِ برہمن ابھی ٹھوکروں سے ہو پامال
بتوں کے دل میں اگر ڈال دے خدا نیکی

(۱۹۱۸ء)

(۲۴)

قفس پر بادل آئے، آشیانے پر گری بجلی
چمن میں آگ برسے خانۂ دل تک دھواں آئے

دعائیں ہوں تو ایسی ہوں، سفارش ہو تو ایسی ہو
فلک آمیں کہے، دل سے صدائے الاماں آئے

(۱۹۲۳ء)

(۲۵)

ارتقا سے جو فرشتہ کوئی شیطاں ہو جائے
کیا یہ ممکن ہے کہ بڑھ کر کبھی انساں ہو جائے
وحشیو، اپنی اسیری کو مبارک سمجھو
تو سہی بابِ سعادت درِ زنداں ہو جائے

(۱۹۲۳ء)

(۲۶)

دعائے خیر کا وہ کیا اُمیدوار رہے
جو اپنی آگ میں جل کر گناہ گار رہے

(۱۹۲۵ء)

(۲۷)

یہ رنگ، یہ بُو ایک ہی جھونکے کی ہے مہماں
قائم نہ ہَوا پر کوئی بنیاد رہے گی
منزل کی طلب ہے تو پس و پیش کہاں تک
خالی کبھی راہِ عدم آباد رہے گی؟

(۱۹۲۵ء)

(۲۸)

رنگ و بُو لائی نویدِ دردِ سر میرے لیے
کر چکے پیشین گوئی بال و پر میرے لیے

(۱۹۲۶ء)

(۲۹)

تختِ رواں سے ہمتِ مردانہ کم نہیں
منزل کی دُھن میں خوف کسے سنگِ راہ کا
(۱۹۱۷ء)

(۳۰)

کچھ عجب خاک کے پُتلے میں کرامت دیکھی
غم غلط ہو گیا جب چاند سی صورت دیکھی
سر تو اُٹھتا نہیں اب ناز اُٹھانا کیسا
ناتوانوں کی مگر آپ نے ہمت دیکھی
(۱۹۱۴ء)

(۳۱)

مثلث کا بند

بے زبان آپس میں آج ہی سے لڑتے ہیں
شوق میں ربائی کے مُنھ سے پھول جھڑتے ہیں
دن پھرے اسیروں کے مژدہَ بہار آیا
(۱۹۱۷ء)

(۳۲)

غضب ہے جرمِ شور انگیز پر مجبور ہو جانا
پتے کی بات کہہ کر بے دھڑک منصور ہو جانا
خدائی بھر میں ہلچل ہے، یہ کیا قانونِ قدرت ہے
ارے بندہ تو کیا، اللہ کا مجبور ہو جانا

طلسمِ پیش و پس میں گھِر کے رہ جانا قیامت ہے
غنیمت ہے لگی میں اپنی حد سے دُور ہو جانا

کمالِ عشق کن آنکھوں سے دیکھے گا جمال اپنا
لپٹ کر شمع سے آخر سراپا نُور ہو جانا

شعر ۱، ۲ و ۳ : ۱۹۲۶ء
شعر ۲ : ۱۹۳۱ء

(۳۳)

ہر کسے افگندہ خود را در پناہِ ناکساں
بندگانِ ناخدا را با خدا کارے نماند

(۳۴)

جاگتی جوت کی تھی سب لیلا
آنکھ مُندتے ہی تھا اندھیرا پاک
(۱۹۳۳ء)

(۳۵)

ہاتھ پھیلا کے گِڑگڑانا کیا؟
مانگنا ہے دُعا تو دل میں مانگ
(۱۹۳۳ء)

(۳۶)

جامہ [تو] ایسا تولواں پھینک دیا اُتار کر
آپ نے کھٹملوں کا کیا اچھا [یہ] خوں بہا دیا

ہائے وہ ماجرائے شب، ہائے وہ صبحِ اوّلیں
جُھک کے سلام کیوں کیا، آئنہ کیوں دکھا دیا
(۱۹۳۹ء)

(۳۷)

کاٹ دی رات ایک کروٹ سے
نیند تیری حرام کیا کرتا

(۳۸)

فریب ہستیِ برباد، اے معاذاللہ
ہوا سے بگولے چکر میں آئے ہیں کیا کیا

(۳۹)

کون کہتا ہے روح کو آزاد؟
چاہے تو کھینچ لائے آدم زاد
کوئی جلتا ہے رشک سے تو جلے
ارے جیسا چراغ ویسی مراد

(۴۰)

ایک لیلیٰ کے اِتنے دیوانے!
سچ تو ہے ایک انار سو بیمار
آ گئی چھینک، رُک گیا پیشاب
پھر بھی انساں ہے فاعلِ مختار

کس مزے میں ہیں بیویوں والے
عیش کرتے ہیں روزمرہ، اُدھار
نہ تجھی میں رہا نہ مجھ میں کچھ
میرے آگے اب اتنا مُنھ نہ پسار
کیوں نہ مہنگے جلیں گے سستوں سے
کس کے دَم سے ہے گرمیِ بازار
(۱۹۴۲ء)

(۴۱)

وہیں پہ عرش اُتر آئے کیا تماشا ہے
کسی کے دھیان میں متوالے جس جگہ بیٹھے
اُتر کے تخت سے پہنچے ہیں عرش پر گویا
نجف میں جھومتے ہیں کتنے کج کُلہ بیٹھے

(۴۲)

مری طرف سے بھی اِک ہاتھ، اے ترے صدقے
دھگڑ کا تاؤ خصم پر اُتارنے والے!

(۴۳)

عجب نہیں جو کبھی چُپ کی داد مل جائے
کسے خبر، کوئی کس بھیس میں کدھر گزرے

نہ لینے دوں تمھیں کروٹ، نہ میں ہی کروٹ لوں
جو میرے ساتھ کوئی شام یا سحر گزرے
(۱۹۳۸ء)

(۴۴)

یہ کیسی عید آئی ، یہ کیا قیامت آئی
یہ کس سے آنکھ اُلجھی ، کس پر طبیعت آئی
گرمی دکھا رہا ہے عہدِ شباب کیا کیا
کیا خوب، پھل جب آئے پھولوں کی شامت آئی
بیچھے نہ پھر کے دیکھے ، دیتے رہو دُہائی
یہ کس سے آنکھ اُلجھی ، کس پر طبیعت آئی
دو چار گالیاں ہی دے لیتے وہ تو کیا تھا
رونے کی جا تو یہ ہے دل میں کدورت آئی
چشمِ کرم کے صدقے ، دامن پسارتا کیا
جب مُنھ سے مانگتے بھی بندے کو غیرت آئی
یہ سادگی تو دیکھو دل مجھ سے پوچھتا ہے
یہ کس سے آنکھ اُلجھی ، کس پر طبیعت آئی
(۱۹۴۰ء۔۵۰)

(۴۵)

تڑپا رہی ہے مقصدِ موہوم کی خلش
کیا روگ لگ گیا دلِ اُمّیدوار کو
(۱۹۲۲ء)

(۴۶)

ڈھونڈلے گی خود اجل مجھ کو کوئی پروا نہیں
بے نیازی کارسازِ مدّعا ہو جائے گی

(۱۹۱۷ء)

(۴۷)

مُردوں سے شرط باندھ کے سوئی ہے اپنی موت
مُردے کو کیا سمجھ کے جگایا کرے کوئی

(۱۹۳۲ء)

(۴۸)

دردمندوں کو تڑپنے تلملانے کے سِوا
کیا خبر اپنا دلِ ہمدرد کس مشکل میں ہے؟

(۱۹۳۱ء)

یگانہ آرٹ

(۱)

دل کو حد سے سوا دھڑکنے نہ دیا - قالب میں روح کو پھڑکنے نہ دیا

کیا آگ تھی سینے میں جسے فطرت نے؟ - روشن تو کیا مگر بھڑکنے نہ دیا!

(۲)

کوئی تجھ کو پکارتا جاتا ہے - کوئی ہمت ہی ہارتا جاتا ہے

کوئی تہ کو سدھارتا جاتا ہے - دریا ہے کہ موجیں مارتا جاتا ہے!

(۳)

دیکھوں کب تک گلوں کی یہ تشنہ لبی - فطرت کا گلہ کروں تو ہے بے ادبی

پیاسے تو ہیں جاں بلب، مگر ابرِ کرم - دریا پہ برستا ہے یہ ہے بوالعجبی!

(۴)

ہر موجِ ہوا ہے درپئے دل شکنی - ہر سانس پہ کرتی ہے قضا خندہ زنی

کھاتا کب تک حباب دنیا کی ہوا - وہ ٹھیس لگی کہ دل تو کیا دم پہ بنی!

(۵)

چارہ نہیں کوئی جلتے رہنے کے سوا - سانچے میں فنا کے ڈھلتے رہنے کے سوا

اے شمع تری حیاتِ فانی کیا ہے؟ - جھونکا کھا کے سنبھلتے رہنے کے سوا؟

"گنجینہ" قلمی حصہ رباعیات کا پہلا صفحہ

ضمائم

ضمیمہ : ۱

غیر مدوّن کلام

(۱)

جو بلند خاکِ دل سے کبھی کچھ غبار ہوتا
مرے جذبِ بے کسی کا وہ اِک اشتہار ہوتا
(۱۹۱۴ء)

(۲)

ہے کوئی ایسا محبّت کے گنہ گاروں میں
سجدۂ شکر بجا لائے جو تلواروں میں
دل سی دولت ہے اگر پاس تو پھر کیا پروا
نام لکھوائیے یوسف کے خریداروں میں
روح نے عالمِ بالا کا ارادہ باندھا
چھڑ گیا ذکرِ وطن جب وطن آواروں میں
(۱۹۱۴-۱۶ء)

(۳)

سخن ہی کیا ہے جو محسودِ لکھنؤ نہ ہوا
وہ گُل ہی کیا جو نہ کھٹکے نگاہِ دشمن میں
(۱۹۲۰ء)

(۴)

کنجِ قفس میں یاس کیا دل کا کواڑ کھولیے
سُنتا ہے کون آپ کی، بولیے یا نہ بولیے
رات بسے کی دیر تھی، اُف رے فریبِ رنگ و بُو
پھولوں کو اب تو سُونگھیے، اب تو نظر میں تولیے
بجلی کڑک رہی ہے یاس، گونجتا ہے قفس تمام
نغمۂ درد تابکے، دیکھیے آنکھ کھولیے
(۱۹۲۳ء)

(۵)

رباعی

آخر نگہِ شوق نے گرما ہی دیا
مجبور نے مختار کو شرما ہی دیا
کچھ بس نہ چلا اپنے گنہ گاروں سے
سرکار نے حکمِ عشق فرما ہی دیا
(۱۹۲۰ء)

(۶)

حُسنِ مطلق کی قسم، شاہدِ یکتا کی قسم
آج ڈنکا ہے یگانہ تری یکتائی کا

(۱۹۳۱ء)

(۷)

سچّی شاعری

کہاں کا چرخہ کہاں کا تکلہ
کہاں کا چوک اور کہاں کا چکلہ

خدا خدا کر، خدا خدا کر

کہاں کا گنّا کہاں کا پونڈا
کہاں کی لونڈی کہاں کا لَونڈا

خدا خدا کر، خدا خدا کر

کہاں کی دولت کہاں کی دُنیا
کہاں کا مومن کہاں کا دُھنیا

خدا خدا کر، خدا خدا کر

(۱۹۳۵ء)

(۸)

ادبِ جدید۔ تھُو!

سنترے رس بھرے کرارے گول
نیتّیں کیوں نہ ہوں گی ڈانواں ڈول

حُسن و عصمت کی اب وہ قدر کہاں
کیوں نہ بِک جائے کوڑیوں کے مول
چل رہی ہے ہوائے آزادی
تو بھی گھونگھٹ اُلٹ دے، ٹانگیں کھول
(۱۹۴۴ء)

(۹)

پھر لیا نامِ یگانہ بے وضو
یاد رکھنا میں ہوں میں اور تُو ہے تُو
(۱۹۴۴ء)

(۱۰)

یہ نغمۂ درد کون گا سکتا ہے
یہ سوز و گداز کون پا سکتا ہے
(۱۹۴۷ء)

(۱۱)

رباعی

فطرت سے سہو کا نہیں اندیشہ
زنہار، تغافل نہیں اِس کا پیشہ
پتّا پتّا اُسی سے پاتا ہے غذا
جس کی خاک کا پروردہ ہے ریشہ ریشہ
(۱۹۵۰ء)

ضمیمہ : ۲

باقیات

(۱)

یہ سب کشتِ ہوس مٹی ہے سرسبزی سے کیا حاصل
گری برقِ فنا جس دم، لگی بس آگ خرمن میں
فرشتوں کے بھی تیور جلتے ہیں یاں شعلۂ دل سے
حرارت آفتابِ حشر کی ہے، داغِ روشن میں

(۱۹۱۲ء)

(۲)

غیر بے موت مرے، داغ رہا یاروں کو
زیرِ دیوار صنم جب مری تربت دیکھی

(۱۹۱۴ء)

(۳)

اُٹھنے ہی کو ہے بیچ سے پردہ مجاز کا
قصّہ بس اب تمام ہے عمرِ دراز کا

آنکھوں میں رات کٹتی ہے بیمارِ ہجر کی
سودا بُرا ہے یار کی زلفِ دراز کا

اِک لَو لگی تھی وعدۂ فردا سے، ناگہاں
دھیان آگیا کرشمۂ نیرنگ ساز کا

اربابِ حال کہتے ہیں دل کو خدا کا گھر
شاید کوئی طلسم ہے راز و نیاز کا

دَیر و حرم سب ایک ہیں سالک کے واسطے
منزل کی دُھن میں ہوش کہاں امتیاز کا

آغاز کی خبر ہے نہ انجام کی خبر
دیوانگی میں ہوش کِسے امتیاز کا

میری خبر نہیں اُنھیں غیروں کی کیا خبر
کیا دَم بھرے گا کوئی کسی بے نیاز کا

دونوں جہاں میں دَم سے اُسی کے ہے روشنی
دل آئنہ ہے خلوتِ راز و نیاز کا

راہِ رضا میں ہے کوئی ایسا جو ساتھ دے
کھٹکا لگا ہے دل کو نشیب و فراز کا

بادِ صبا کو دخل نہیں بزمِ یار میں
نامحرموں سے خوف ہے افشائے راز کا
دستِ جنوں کو تارِ گریباں سے باندھیے
دل توڑنا ضرور نہیں چارہ ساز کا
دانتوں سے ہاتھ کاٹتے ہیں یاس بار بار
دامن جو چھُٹ گیا ہے کسی پاک باز کا

(۱۹۱۴ء)

(۴)

کاش اپنی روح خانۂ تن سے نکل سکے
زندانِ آب وگِل کوئی راحت کا گھر نہیں
صیّاد کیا سنائیں تجھے ماجرائے دل
نالوں میں اب وہ درد نہیں، وہ اثر نہیں
ٹوٹیں وہ ہاتھ جن کی نہ ہو التجا قبول
کٹ جائے وہ زبان کہ جس میں اثر نہیں

(۱۹۱۵ء)

(۵)

بنے گا نہ بازارِ عالم میں سودا
گئے نیک و بد پر نظر کرنے والے

خزاں ہو چلی ہے بہارِ مجازی
یہ چھینٹے نہیں اب اثر کرنے والے

گلی میں تری ٹھوکریں کھا رہے ہیں
کہاں تھک کے بیٹھے سفر کرنے والے

چراغِ ہدایت ہیں یہ نقشِ عبرت
دلِ بے اثر پر اثر کرنے والے

بڑا شور ہے لکھنؤ میں تمہارا
پڑھو یاسؔ کچھ شعر اثر کرنے والے

(۱۹۱۵ء)

(۹)

دولتِ دیدار نے آنکھوں کو روشن کر دیا
مرتبہ عین الیقیں کا آج حاصل ہوگیا

لے اُڑی خلوت سرا سے تم کو بُوئے پیرہن
آخر اِک دن سب حجابِ ناز باطل ہوگیا

پار اُترے، ڈوبنے والے محیطِ عشق کے
حلقۂ گرداب اِک آغوشِ ساحل ہوگیا

صورتِ آبادِ جہاں خواب پریشاں تھا کوئی
دیکھتے ہی دیکھتے سب نقشِ باطل ہوگیا

حشر کے دن یاسؔ ناحق زاہدوں میں جا پھنسا
ہم گنہ گاروں کی صف میں کیوں نہ شامل ہو گیا

(۱۹۱۵ء)

(۷)

ہوش مستوں کو ہے اب خُم کا نہ پیمانے کا
اثر اِتنا تو ہُوا یاسؔ کے افسانے کا

حُسن سے اپنے وہ نادان ہُوا ہے آگاہ
شوق بڑھتا چلا اب آئنے اور شانے کا

تنِ بے جاں کی خرابی ہے مجھے یاد اب تک
ہَول کیا دل میں سمائے کسی ویرانے کا

دشتِ غربت میں جو زندانِ وطن یاد آیا
اور گُھٹنے لگا دَم آپ کے دیوانے کا

(۱۹۱۵ء)

(۸)

لادے ہوئے سفر کا سرانجام دوش پر
اب مر چلے ہیں موت ترے انتظار میں

(۱۹۱۶ء)

(٩)

بعدِ فنا بھی ہے دلِ بے جاں شریکِ حال

خالی کبھی مرا قفسِ گِل نہیں رہا

پار اُترے جب دو آبۂ اُمید و بیم سے

پھر کچھ خیالِ دامنِ ساحل نہیں رہا

(١٩١٦ء)

(١٠)

نظر آجائے اگر دل کو سوادِ منزل

گرم رفتارِ فنا صورتِ پروانہ بنے

(١٩١٧ء)

(١١)

نگاہِ یاس میں اِک مُشتِ خاک ہے انساں

بلند و پستِ جہاں جس کے اختیار میں ہے

(١٩١٧ء)

(١٢)

غمزے اُٹھاتے کب تک بادِ مراد کے☆

آخر کو ایک غوطے میں ہم پار اُتر گئے

(١٩١٨ء)

☆ اس مصرعے کے وزن کے لیے رک: حاشیہ ١٢، ضمیمہ ٢۔

(۱۳)

نگہِ یاس کجا، جلوۂ اُمید کجا
شبِ دیجور و شبِ ماہ ہے یکساں مجھ کو

(۱۹۱۸ء)

(۱۴)

عدم آباد کو ویرانۂ دل میں نہاں پایا
نظر پہنچی کہاں تک واردِ عبرت سرا ہو کر
خبر لائے گا کیا کوئی تہِ دریائے فطرت کی
تصوّر بھی بھٹکتا ہے نگاہِ نارسا ہو کر

(۱۹۱۸ء)

(۱۵)

بتوں نے داد بھی دی میرے سر جھکانے کی؟
ذرا بھی شرم کسی دشمنِ وفا نے کی؟

(۱۹۱۸ء)

(۱۶)

رہے گا روز و شب اِک حسرتِ خاموش کا جلوہ
مجاورِ روشنی کب تک کرے گا میرے مدفن پر

(۱۹۱۹ء)

(۱۷)

دردِ بے ہنگام کا شکوہ نہ کچھ دل کا گلہ
غش سے چونکایا مجھے پھر موت کی تاخیر نے

(۱۹۱۹ء)

(۱۸)

شش جہت دکھلاتے رہتے ہیں برابر آئنہ
بے خبر سمجھے ہیں غافل حق و باطل سے مجھے

(۱۹۱۹ء)

(۱۹)

نہیں معلوم شبستانِ خودی میں رہ کر
سیر کیا دیدۂ بیدار نما کرتے ہیں
مُردہ دل دور رہیں، سنگ دل آئیں نزدیک
دردمند آج سرِ بزم صَلا کرتے ہیں

(۱۹۲۱ء)

(۲۰)

کون سا دل ہے درد سے خالی
کون سے دل میں جا کرے کوئی؟

(۱۹۳۰ء)

(۲۱)

خراب پھرتا ہے دیوانہ کیوں بگولا سا؟
زمیں میں صورت آب رواں سما نہ گیا

(۱۹۳۲ء)

(۲۲)

تُو کس خدا پر نادیدہ ریجھا
فکرِ رسا کی یہ روشنی کیا؟

(۱۹۳۲ء)

(۲۳)

اِس سے تو غفلت اچھی، یہ کیا مصیبت آئی
چونکے تو ایسے چونکے جیسے قیامت آئی

(۱۹۳۰-۵۰ء)

فرہنگ

اس فرہنگ میں کلام یگانہ کے تمام الفاظ و محاورات کا احاطہ نہیں کیا گیا۔ صرف وہی شامل کیے گئے ہیں جو آج کے قارئین کے لیے کسی حد تک اجنبی ہیں یا ان کے ایسے معنی مراد ہیں جو معروف نہیں ہیں۔ غزل کی مخصوص لفظیات اور تلمیحات کو بھی اس فرہنگ سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی لفظ کثیر المعانی ہے تو فرہنگ میں تمام معنی درج نہیں کیے گئے، صرف انھیں معانی کے بیان پر اکتفا کیا گیا ہے جو مطلوب و مرادِ شاعر ہیں۔

ہر لفظ یا محاورے کے آگے قوسین میں دو نمبر درج کیے گئے ہیں۔ پہلا نمبر اُس صفحے کا ہے جس پر وہ شعر ہے جس میں متعلقہ لفظ یا محاورہ استعمال کیا گیا ہے۔ دوسرا نمبر شعر کا ہے۔ گویا ان نمبروں کی مدد سے متعلقہ شعر فوری طور پر تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کسی لفظ یا محاورے کا محلِ استعمال کیا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی اور شعر میں یہ لفظ یا محاورہ استعمال نہیں ہوا۔ فرہنگ میں عموماً اُس شعر کا حوالہ دیا گیا ہے جہاں یہ لفظ یا محاورہ پہلی مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

فرہنگ کی تیاری میں مندرجہ ذیل لغات سے استفادہ کیا گیا ہے:

۱۔ مخزن الفوائد از نیاز علی بیگ نکہت دہلوی

سالِ تصنیف ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۵ء) مرتبہ ڈاکٹر محمد ذاکر حسین۔ شائع کردہ، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ ۱۹۹۸ء۔

۲۔ سرمایۂ زبانِ اردو و تحفۂ سخنوراں از جلال لکھنوی

مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۰۴ھ (۸۷۔۱۸۸۶ء)

۳۔ محاوراتِ ہند از مولوی سبحان بخش

مطبع مجتبائی دہلی، طبعِ دوم، ۱۹۱۳ء

۴۔ فرہنگِ آصفیہ از مولوی سیّد احمد دہلوی

طبع دوم ۱۹۱۸ء کا عکس، مرتبہ خورشید احمد خاں، لاہور، سالِ طبع ندارد۔

۵۔ فرہنگِ شفق از منشی لالتا پرشاد شفق لکھنوی

طبع اوّل ۱۹۱۹ء کا عکس، شائع کردہ اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ۱۹۸۲ء

۶۔ نور اللغات از مولوی نورالحسن نیّر کاکوروی

طبعِ اوّل ۲۵۔۱۹۲۴ء کی نقل بنام ''جدید اڈیشن''، کراچی ۱۹۵۷ء

۷۔ جامع اللغات از خواجہ عبدالمجید

لاہور، ۳۵۔۱۹۳۳ء

۸۔ معیار اردو از نواب فصاحت جنگ جلیل (مانک پوری)

طبعِ اوّل صفر ۱۳۵۳ھ (۱۹۳۴ء) کا عکس، شائع کردہ مکتبۂ جامعہ دہلی، ۱۹۹۴ء

۹۔ فرہنگِ اثر از آثر لکھنوی

شائع کردہ مقتدرۂ قومی زبان، اسلام آباد، جلد اوّل ۱۹۸۷ء، جلد دوم ۱۹۹۲ء

۱۰۔ اردو لغت، جلد اوّل تا ہفدہم

شائع کردہ اردو لغت بورڈ کراچی، مطبوعہ ۱۹۷۷ء تا ۲۰۰۰ء

معانی بیانی کرتے ہوئے جہاں کہیں رشید حسن خاں کا حوالہ آیا ہے، ایسے تمام مقامات کے مطالب رشید حسن کے خطوط بنام مرتّب کلّیات یگانہ سے ماخوذ ہیں۔ تفصیل کے لیے رک: دیباچۂ مرتّب۔

آبِ آتشیں (۱/۳۰۵)

مجازاً شرابِ سرخ کو کہتے ہیں مگر ایک معنی اشکِ خونیں بھی ہیں۔ یگانہ نے یہ ترکیب اسی مناسبت سے استعمال کی ہے۔

آبِ دمِ خنجر (۱/۱۲۵)

خنجر کی دھار کی تیزی (آب= چمک دمک، کاٹ، دھار، تیزی۔ دم = دھار)
دیکھیے: خنجر کا پانی۔

آبِ شمشیر (۲/۱۱۶)

تلوار کی چمک، تیزی، کاٹ۔

آب و گِل (۷/۱۷۵)

جسم، سرشت، خمیر، مزاج۔
رشید حسن خان لکھتے ہیں: ''اِس کی تذکیر و تانیث میں اختلاف ہے مگر اساتذۂ لکھنؤ نے بطورِ عموم اِسے بہ تانیث نظم کیا ہے۔''

آبلے پھوٹ بہنا (۲/۱۷۹)

آبلے کا پھوٹ کر پانی جاری ہونا، چھالے کا نوٹ جانا۔ مجازی معنی: دل کی حسرت یا دل کا غبار نکلنا۔

آپ سے گزرنا (۷/۴۶۴)

اپنے آپ کو بھول جانا، اپنی ہستی کو مٹا دینا، اپنے وجود کا احساس دل سے نکل جانا۔

آپ میں آنا (۴/۱۳۵)

ہوش میں آنا، غفلت کے بعد اپنے وجود کا، اپنی ذات کا احساس پیدا ہونا۔

آپ میں رہنا (۲/۴۱۲)

ہوش وحواس قائم رکھنا، حد سے تجاوز نہ کرنا۔

آتش اَفروزی (۱/۵۴۰)

آگ لگانا، فتنہ پردازی کرنا، شرانگیزی کرنا۔

آتش بہ جان (۱/۳۱۵)

جس میں تڑپ اور بے چینی ہو، مضطرب، بے قرار۔

آج مرے کل دوسرا دن (۲/۳۲۷)

زندگی کی بے ثباتی ظاہر کرنے کے لیے کہتے ہیں۔ عمر کا کیا بھروسا۔

آڑے آنا (۴/۱۷۵)

مشکل کے وقت کام آنا، درمیان میں آنا، مدد کرنا، پناہ لینا۔

آزاری (۶/۱۴۱)

روگی، مریض، بیمار۔

آفریدہ (۹/۵۰۱)

جسے پیدا کیا گیا ہو، مخلوق۔

آگ بگولا (۸/۳۰۶)

غضب ناک، غصے میں بھرا ہوا، برافروختہ۔

آگا باندھنا (۱/۳۸۱)

سامنے آکر روکنا، سدِ راہ ہونا۔

آنکھ جھکنا (۳/۲۵۳)

شرمندہ ہونا، شرمانا، شرم سے آنکھ نیچی کرنا، ان معنی میں ''آنکھیں جھکنا'' بھی آتا ہے۔

آنکھ سے سُوجھنا (۴/۱۴۱)

یہ یگانہ کا تصرف ہے۔ محاورہ ''آنکھوں سے سُوجھنا'' ہے۔ دکھائی دینا، نظر آنا۔

آنکھ کے آگے ناک، سُوجھے کیا خاک (۷/۴۲۶)

(کہاوت) کسی کو سامنے کی چیز بھی دکھائی نہ دے تو طنزاً کہا جاتا ہے۔ بے وقوف اور بے عقل کے لیے بھی مستعمل ہے۔ ''آنکھوں کے آگے...'' بھی مروّج ہے۔

آنکھ مُندی اندھیرا پاک (۴/۶۰۷)

(کہاوت) جب مر گئے دنیا اندھیر ہوگئی۔ مرنے کے بعد کچھ نظر نہیں آتا۔ کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ دنیا میں کیا ہے اور کیا نہیں۔

دیکھیے: اندھیرا پاک

آنکھوں میں اندھیرا آنا (۲/۱۱۲)

غش آنا، دنیا کا نظروں میں تاریک ہوجانا، چکرانا، کچھ نہ سُوجھنا۔

آنکھوں آنکھوں میں تولنا (۴/۳۴۱)

جانچنا، اندازہ کرنا۔

آنکھوں ہی آنکھوں میں پینا (۷/۲۰۰)

گھورنا، خواہش کی نظر سے دیر تک دیکھنا، بے روک ٹوک دیر تک محبوب کا نظارہ کرنا، بُری نظر سے گھورنا۔

آنکھیں بنوایئے (۵/۱۳۱)

دیکھنے کی قابلیت پیدا کرو۔ (طنزاً) پرکھ یا لیاقت پیدا کرو۔ بینائی کی کمی کی طرف اشارہ کہ اس کا علاج کراؤ۔ ''آنکھ بنوایئے'' بھی مستعمل ہے۔

آنکھیں جُھک آنا (آنکھیں جُھکنا) (۷/۱۵۳)

نشے (یا نیند) کے غلبے میں آنکھیں بند ہونا۔

آنکھیں دکھانا (۲/۱۴۱)

ڈرانے دھمکانے کے لیے گھورنا، تنبیہ کرنا، غصہ کرنا، آنکھ کے اشارے سے بات سمجھانا۔ ''آنکھ دکھانا'' بھی مستعمل ہے۔

آنکھیں سینکنا (۳/۵۰۰)

نظارہ کرنا، دیکھ کر خوش ہونا، نظربازی کرنا، گھورنا۔ ''آنکھ سینکنا'' بھی مستعمل ہے۔

آنکھیں مَلنا (۹/۱۴۰)

نیند کا خمار دُور کرنے یا دُھندلاپن محسوس ہونے پر آنکھوں کو ہتھیلیوں سے ملنا۔

آوازہ (۱/۵۸۰)

شہرت، چرچا، دُھوم، ناموری۔

آہِ سرد (۵/۳۱۱)

ٹھنڈی سانس، وہ گہری سانس جو غم کی شدت یا صدمے کو زائل کرنے کے لیے کھینچتے ہیں۔

آہٹ لینا (۳/۳۸۱)

ٹوہ لگانا، خبردار ہونا، سُن گُن لینا۔

آئی پر چوکنا

''ترانہ'' کی رُباعی: ۱۸۱ کا (ص ۳۹۵) کا عنوان: ''آئی پر چوکنا کیا''۔ محاورہ ''آئی پر نہ چوکنا'' ہے: موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ موقع پر کچھ کہنے سے باز نہ رہنا۔ یگانہ نے مذکورہ رُباعی پر یہ حاشیہ لکھا ہے: ''آئی پر گئی کیوں کرتا، یعنی آئی پر کیوں چوکتا''۔

آئی پر گئی کرنا (حاشیہ ص ۳۹۵)

دیکھیے: آئی پر چوکنا

آئی کو ٹالنا (۳/۴۹۲)

آئی ہوئی آفت یا مصیبت دُور کرنا۔

آئینہ دکھانا (۱/۶۰۸)

حقیقتِ حال ظاہر کر دینا۔

اَب سے آئے گھر سے آئے (۴/۳۸۷)

(کہاوت) جو ہوا سو ہوا، آیندہ ایسا نہ ہوگا۔

اب سے دُور (۵/۵۶۷)

کسی گزشتہ سانحے کا ذکر کرتے ہوئے، اُس کے دوبارہ وقوع پذیر نہ ہونے کے خیال سے یہ الفاظ کہے جاتے ہیں۔ اب خدا اِس بات سے محفوظ رکھے۔ عموماً عورتوں کی زبان میں مستعمل، کبھی کبھی مرد بھی بولتے ہیں۔

اپنا سا مُنھ لے کر رہ جانا (۲/۵۵۲)

شرمندہ ہونا، نادم ہونا، سٹی گم ہو جانا۔

اپنی اپنی گانا (۳/۱۸۳)

اپنے اپنے مطلب کی باتیں کہنا، اپنی بات کے آگے کسی کی نہ سننا۔

اپنی بات پر آنا (۴/۱۷۵)

جو کہا اُس پر قائم رہنا، اپنے کہے کی پچ کرنا، ضد کرنا۔

اپنی ڈفلی اپنا راگ (۲/۴۷۴)

(کہاوت) ہر شخص کا قول و فعل جدا ہے، سب کی باتیں ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ جب کسی گروہ میں اتحادِ عمل نہ ہو اور افراتفری کا عالم ہو تو بولتے ہیں۔ یہ کہاوت اس طرح بھی مستعمل ہے: اپنی اپنی ڈفلی، اپنا اپنا راگ۔

اپنی سی کر گزرنا (۸/۳۰۰)

جہاں تک امکان ہو کوشش کرنا، مقدور بھر اپنی حد تک کر گزرنا، اپنی مرضی کے مطابق اپنے مطلب کے لیے کر گزرنا (اپنی سی کرنا، اپنی سی کر دیکھنا، بھی مستعمل ہے۔)

اپنے پیرہن میں مست ہونا (۳/۲۶۳)

محاورہ ''اپنی کملی میں مست ہونا'' یا ''اپنی کھال میں مست ہونا'' ہے۔ پیرہن میں مست ہونا یگانہ کا تصرف ہے۔ جیسا بھی حال ہو، اُس میں خوش رہنا۔

اپنے سائے سے بھڑکنا (۲/۳۵۱)

اعتدال سے زیادہ چوکنا ہونا، خوف زدہ ہونا۔

اُتارن (۷/۵۳۴)

اُترن، دوسرے کا اُتارا ہوا یا استعمال شدہ لباس۔ بقول اثر لکھنوی: لکھنؤ میں ''اُترن'' مستعمل ہے۔ ''اُتارن'' کوئی نہیں بولتا۔
(فرہنگ اثر، دوم، ۱۳۲)

اَٹکھیلی (۱/۴۸۷)

شوخی، شرارت، ناز و انداز۔

اَٹکھیلیاں کرنا (۷/۱۶۶)

اٹھلانا، شوخیاں کرنا، چھیڑ کرنا۔

اَجیرن (۶/۳۸۵)

دُشوار، دُوبھر، ناگوار، بارِ خاطر، تکلیف دہ۔

اَحول (۱/۲۶۱)

بھینگا پن، ایک کی جگہ دو نظر آنے کا عمل۔

ادب گاہ (۷/۳۱۹)

وہ جگہ جہاں رہنے والے پر خاص ضابطوں کی پابندی لازم ہو یا وہ جگہ جہاں کسی کو سزا کے طور پر رکھا جائے۔

ادوائن کا توتا (۴/۴۰۰)

حاشیہ از یگانہ: ''سُست رفتار شخص پر ادوائن کے توتے کی پھبتی کہی جاتی ہے۔ جس طرح توتا پلنگ کی ادوائن پر رسان رسان قدم رکھتا ہے، وہی حال تقلید پیشہ تشاعرین کا ہوتا ہے''۔ (کنایتہً) ٹانگیں گھسیٹ گھسیٹ کر آہستہ آہستہ چلنے والا شخص، سُست رفتار شخص (جو اِس طرح آڑا آڑا چلے جیسے توتا ادوائن کی رسّی پر ایک پنجے سے دوسرا پنجا جوڑ کر چلتا ہے۔)

اُڑ چلنا (۷/۴۲۷)

سبقت لے جانا، آگے نکل جانا، مقابلے پر آنا۔

اُستادِ ازل (۲/۴۰۱)

(کنایتہً) خداوند تعالیٰ، خالقِ کائنات۔

اِستخارہ کرنا (۶/۲۴۸)

کام کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کلام اللہ یا دوسرے مقرر طریقوں سے استصواب یا مشورہ یا غیبی اشارہ معلوم کرنا۔

اِسمَعُوا (۱/۲۷۶)

سُنو (کلمۂ تخاطب)

اُفتاد پڑنا (۵/۳۴۵)

ناگہانی آفت آنا، اتفاقیہ مصیبت ٹوٹنا، اچانک کوئی حادثہ پیش آنا۔

اِفہَمُوا (۱/۲۷۶)

سمجھو (کلمۂ تخاطب)

اکڑ کے چلنا (۲/۵۴۹)

غرور و تکبر کا اظہار کرنا

اُکڑوں بیٹھنا (۲/۵۳۹)

تلووں پر بیٹھنے کا وہ طریقہ جس میں زانو پیٹ سے، گھٹنے سینے سے اور ایڑیاں پنڈلیاں رانوں سے ملی رہیں۔ مگر یگانہ نے، بقول رشید حسن خان، طنزاً جماع کرنے کے مفہوم میں لکھا ہے۔

اَلاپنا (۵/۴۶۴)

ویسے تو اِس لفظ کے معروف معنی سُر ملانے اور تانیں لگانے کے ہیں، لیکن ایک معنی تکلیف سے کراہنے اور چیخنے چلانے کے بھی ہیں۔ یگانہ کے یہاں یہی مفہوم ملتا ہے۔

اُلٹا سبق پڑھانا (۶/۳۱۳)

نامناسب صلاح دینا، خلافِ مصلحت یا خلافِ اصول کوئی بات سکھانا، بہکانا، ورغلانا، اپنی مرضی کے مطابق دوسرے کو آمادہ کرنے کی کوشش کرنا۔

اُلٹوانسی (اُلٹ وَاں سی) (۵/۴۸۸)

سیدھی بات کو پلٹ دینا، اُلٹا کام، اُلٹی بات۔

اُلٹی کہنا (۴/۴۸۸)

اُلٹی بات کہنا، بے ڈھنگی بات کہنا، خلافِ اصول بات کہنا۔

اُلٹی گنگا بہانا (۴/۵۴۰)

رسم و رواج اور دستور کے خلاف کوئی بات یا کام کرنا۔

اُلٹی مَت (۲/۲۳۱)

اُلٹی سمجھ، اوندھی عقل

اُلٹی ہوا چلنا (۶/۲۶۶)

خلافِ قاعدہ امور کا واقع ہونا، رسم و رواج یا معمول کے خلاف باتوں یا کاموں کا چلن ہونا۔

اَلمست (۴/۵۶۲)

بدمست، سرشار، نشے میں چور (مجازاً) لااُبالی، بے خبر۔

اللہ غنی (۳/۵۱۳)

لفظی معنی : اللہ بے نیاز ہے۔ عموماً حیرت و استعجاب کے موقع پر بولتے ہیں۔

اَلھڑ (۶/۴۸۰)

نادان، کم سن، بھولا بھالا، اناڑی، ناتجربے کار۔

اَم جانا (۵/۱۵۱)

کسی عضو کا دُکھ جانا، بھاری، سُن، ماؤف یا شل ہوجانا۔

امانت لے چل (۴/۳۵۹)

جوں کا توں، بہت احتیاط کے ساتھ، کسی کمی بیشی کے بغیر لے چل۔

اَن چھلی ٹھونک دینا (۳/۵۷۸)

(لفظاً) کھردری، ناہموار لکڑی یا سلاخ وغیرہ گاڑنا (مراداً) سخت جسمانی اذیت دینا۔

اَنا الحق (۴/۳۷۳)

(لفظاً) میں حق (خدا) ہوں۔ (مراداً) ایک کلمہ جس کو منصور حلاج محویت اور استغراق کے عالم میں کہہ اُٹھتے تھے اور اس بنا پر انھیں موت کی سزا دی گئی۔

اندھا آئنہ (۶/۵۰۹)

وہ آئنہ جس میں کچھ دکھائی نہ دے، میلا، غیر شفاف۔

اندھوں کے آگے بیٹھ کے رونا (۶/۲۸۷)

کہاوت جو یوں ہے: اندھے کے آگے رونا، اپنی آنکھیں (دیدے یا نین) کھونا۔ یگانہ نے اس میں تصرف کیا ہے۔ مراد یہ کہ نااہل کو نصیحت کرنا، مفت کا دردِ سر مول لینا ہے۔ بے حس انسان سے اپنا دُکھ درد بیان کرنا بے سود ہے۔

اندھی روشنی (۶/۴۹۴)

یگانہ نے یہ ترکیب ''اندھا آئینہ'' (دھندلا آئینہ) اور ''اندھا چراغ'' (جو دُھندلا یا دھیما جلتا ہے) کے قیاس پر بنائی ہے۔ مراد ہے بجھی بجھی سی روشنی، ایسی دُھندلی روشنی جس میں کوئی چیز واضح طور پر نظر نہ آئے۔

اندھی نگری (۶/۲۸۱)

وہ بستی جہاں بُرے بھلے اور کھوٹے کھرے میں تمیز نہ ہو، جاہلوں یا بے وقوفوں کا نگر، ظالموں اور نامنصفوں کا راج۔

اندھیاری (۱/۴۳۲)

تاریکی، سیاہی۔

اندھیرا پاک (۴/۶۰۷)

یہ دراصل ''اندھیرا پاکھ'' ہے۔ ''پاکھ'' کے لفظی معنی ہیں آدھا مہینہ یا پندرھواڑا۔ ہر قمری مہینے میں دو پاکھ ہوتے ہیں۔ پہلے پندرہ دن ''اُجالا پاکھ'' کہلاتے ہیں جب چاند بڑھتا ہے اور چاندنی بھی بڑھتی ہے۔ دوسرے پندرہ دن ''اندھیرا پاکھ'' کہلاتے ہیں جب چاند گھٹتا ہے اور اسی نسبت سے اندھیرا بڑھتا جاتا ہے۔

اندھیرے اُجالے (۸/۲۹۴)

وقت بے وقت، موقع بے موقع، کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں۔

اندھیرے کا اُجالا (۴/۲۸۱)

اندھیرے میں اُجالے کا شائبہ، اندھیرے میں

ہلکی سی روشنی جو اندھیرے میں کمی نہ کر سکے۔
دیکھیے: ''اندھیرے گھر کا اُجالا'' جس میں تصرف کر کے یگانہ نے یہ ترکیب (اندھیرے کا اُجالا) وضع کی ہے۔

اندھیرے گھر کا اُجالا (۳/۴۲۹)

جس سے گھر کی رونق ہو، نہایت محبوب، پیارا۔

اُوپری دل سے (۱۰/۴۱۹)

ظاہر داری سے، بناوٹ سے۔

اَوکھی (۴/۵۳۱)

اردو لغات میں اِس لفظ کے معنی بے جا، بے موقع، بری یا چبھتی ہوئی بات بتائے گئے ہیں۔ لیکن یگانہ نے یہ لفظ پنجاب کے حوالے سے استعمال کیا ہے۔ پنجابی میں اِس کے معنی ہیں: مشکل، نرالی یا عجیب وغریب (بات)

اَوندھا چولھا (۲/۵۸۱)

ٹھنڈا چولھا۔

اَہلے گہلے پھرنا (۲/۳۹۴)

حاشیہ از یگانہ: ''اہلے گہلے پھرتے ہیں یعنی اینڈے اینڈے پھرتے ہیں''۔ مراد: خراماں خراماں، جھومتے جھامتے، اتراتے ہوئے پھرنا۔

ایسے ویسے (۳/۵۴۶)

ادنٰی درجے کے، کم حیثیت، نامعتبر لوگ۔

ایک گھاٹ اُترنا (۱/۲۶۷)

یکساں برتاؤ کا مستحق ہونا۔

اَینڈنا (۶/۱۰۱)

غرور یا تکبر سے اکڑنا، غرور یا ناز کرنا (نشے، نیند یا مستی میں) بدن کو تاننا، انگڑائیاں لینا، جھومنا۔

باگ اُٹھانا (۸/۴۶۲)

چل پڑنا، روانہ ہونا، گھوڑا دوڑانا۔

باگ کسنا (۸/۴۶۲)

باگ (لگام) کھینچنا، گھوڑے کو پوری طرح قابو میں رکھنا اور زیادہ تیز دوڑنے نہ دینا۔

بال باندھے بردے (۶/۳۸۴)

حاشیہ از یگانہ: ''بال باندھے غلام لٹکے ہیں یعنی معلق ہیں۔ اِن کے مقدمے کا کوئی فیصلہ نہیں ہو چکتا۔''

بال باندھا: مجبور، تابع، مطیع۔

بردہ: غلام

بال باندھے بردے: ایسے غلام جو ہر حال میں تابع فرمان ہوں۔ مجبور، بے بس۔

بال ٹیڑھا کرنا (۵/۴۷۴)

ذرا سا نقصان پہنچانا، کسی کا کچھ بگاڑنا۔

بالاروی (۶/۴۹۰)

دوسروں سے الگ اور بلند ہو کر چلنا۔ کنایہ ہے تیز رفتاری اور بلند پروازی سے۔

بالیں (۷/۲۹۵)

سرہانا، پائنتی کی ضد، تکیہ۔

بانس پر چڑھانا (۱/۴۰۲)

بے جا تعریف کرنا، شہرت دینا، بہت بڑھا دینا۔

بانک پن (۲/۳۸۰_۷/۲۴۹)

(۱) البیلا پن، چھبیلا پن، حُسن، ناز و انداز، شوخی۔ (۲) سپاہیانہ آن بان، دلیری، خودداری، سج دھج۔

باؤ کے گھوڑے پہ اُڑنا (۲/۳۶۶)

محاورہ ''باؤ کے گھوڑے پر سوار ہونا'' ہے۔ یگانہ

نے اس میں تصرّف کیا ہے: غرور کرنا، اِترانا، جلدبازی کرنا۔

بِپتا سہنا (۵/۵۲۷)

تکلیف یا دُکھ اُٹھانا۔

بُتِ بے پیر (۱/۱۶۱)

(لفظاً) جس کا کوئی مرشد یا رہنما نہ ہو (مراداً) ظالم، بدذات، بے ایمان، بداعتقاد۔ لیکن محبوب کے لیے صرف ظالم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

بجلی چمک جانا (۷/۶۰۱)

یہ کسی لغت میں نہیں ملا۔ یگانہ نے بے طاقتی کے اظہار کے لیے یہ پیرایہ اختیار کیا ہے کہ ہاتھ اُٹھانا بھی صدمہ اُٹھانے (بجلی گرنے) کی طرح ہے۔

بجلی دوڑنا (۵/۲۶۶)

بجلی جیسی تیزی اور حرکت پیدا ہوجانا۔

بَچا (۳/۴۰۲)

بچہ، بچّو۔ تحقیر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

بَچارنا (۵/۳۸۳)

غور کرنا، اندازہ لگانا، سمجھنا۔

بدگہر (۳/۵۱۹)

بداصل، بری نسل کا، کمینہ، پاجی، بدذات۔

بَدا (۱/۳۴۹)

قسمت کا لکھا، مقسوم۔ (بدنا: مقرر کرنا، قسمت میں لکھنا، قسمت ہونا، مقدر ہونا)

برش [بُ رَش] (۸/۱۷۱)

کاٹ، دھار کی تیزی۔

بَڑ مارنا (۳/۴۵۴)

لفاظی کرنا، فضول باتیں کرنا، بڑھ چڑھ کر باتیں کرنا۔

بغل میں پالنا (۹/۲۸۲)

اپنی حمایت میں پرورش کرنا، اپنی نگرانی میں پال پوس کر بڑا کرنا۔

بِکسنا (۱/۳۷۵)

مُرجھانا، کُملانا، پژمردہ ہونا۔

بکھانا (۲/۴۵۴)

بیان کرنا، تشریح کرنا، تفصیل سے کہنا۔

بکھیڑا پاک ہونا (۵/۴۲۶)

قضیہ، جنجال یا جھمیلا ختم ہونا۔ مشکل حل ہونا۔ مسئلہ طے ہونا۔

بلبلانا (۶/۳۹۷)

(اُونٹ کا) مستی پر آنا۔ جوش مارنا، بکواس کرنا، مہمل باتیں کرنا۔

بندگی بے چارگی (۷/۴۶۱)

یہ مقولہ ہے بہ معنی: تابع داری اور فرماں برداری میں کچھ اختیار نہیں رہتا۔ مراد: ملازمت، پابندی، مجبوری۔

بَورَاہا (۲/۵۷۸)

باؤلا، پاگل۔

بوسہ بہ پیغام (۴/۴۳۱)

کسی دوسرے کی وساطت سے حصولِ مقصد۔ نمائشی ربط ضبط۔

بَوکھل (۱/۵۳۰)

گھبرایا ہوا، بدحواس، احمق، بے وقوف، دیوانہ۔

''بُوکھلانا'' اور ''بوکھلاہٹ'' اِسی سے بنے ہیں۔

بولتی تصویر (۴/۲۴۴)

جیتی جاگتی یا چلتی پھرتی تصویر، ہو بہو اصل کے مطابق جس سے پورا حال معلوم ہوجائے۔

مراد: انسان۔

بُوند کا چوکا گھڑے ڈھلکائے (۸/۵۱۹)

جب موقع ہاتھ سے نکل جائے تو پھر بہت زیادہ ہاتھ پاؤں مارنے سے بھی کام نہیں چلتا۔ یہ کہاوت کئی طرح بولی جاتی ہے:

بوند کا چوکا گھڑے لنڈھائے تو کیا ہوتا ہے۔

بوند کا گیا حوض سے نہیں آتا۔

بوند کا چوکا گھڑا ڈھلکائے۔

بُونڈلا (۴/۴۷۷)

گرد باد، بگولا۔

بُونگا (۱/۵۳۰)

بے وقوف، نادان، ٹیڑھا، بے ڈھب، ناموزوں، بے محل۔

بے اٹکل (۴/۴۲۷)

بلا سوچے سمجھے، کسی قرینے، اندازے یا قیاس کے بغیر۔

بَیٹھک (۱/۵۳۹)

بیٹھنے کا انداز، آسن (یگانہ نے جماع کے آسن کے لیے یہ لفظ استعمال کیا ہے)۔

بیدھا (۳/۵۳۷)

حاشیہ از یگانہ: ''بیدھا وہ جس کی مت اوندھی ہوگئی ہو۔ جو سقراط وارسطو کے مقابلے پر غازی میاں کو نچاتا پھرے''۔ مسحور، جس پر جادو کیا گیا ہو۔ (مجازاً) غافل، بے خبر، احمق۔

بے گُرا (۱/۴۰۱)

بے وصف، بے تدبیر، نکتہ ناشناس۔

بیگار میں پکڑے جانا (۳/۲۶۴)

بغیر اجرت کے کسی کام کے کرنے پر مجبور کرنا۔

بیل منڈھے چڑھنا (۶/۳۵۳)

کسی کام کا تکمیل کو پہنچنا، کسی عمل کا نتیجہ خیز ہونا۔

بینش (۶/۲۷۷)

بینائی، بصارت۔

بے ہودہ نگار (۱/۳۹۹)

فضول نویس، لغویات لکھنے والا۔

بھاری ہونا (دل، منزل) (۲،۱/۳۴۶)

- (دل کے ساتھ) اُداس، غمگین، افسردہ ہونا۔
- (منزل کے ساتھ) کٹھن، دُشوار، مشکل اور دُور دراز ہونا۔

بھاڑ میں تپنا (۱/۳۸۰)

بھاڑ میں جلنا بھُنتا۔ مراد: حسد کی آگ میں جلنا۔

بھاویں (۸/۵۵۰)

پسندِ خاطر، لائقِ توجہ۔

بھَد (۲/۵۴۹)

بے عزتی، رُسوائی، خواری۔

بھکو (۳/۵۸۶)

بھیک مانگنے والا (''بھیک'' سے بنا ہے)

بھوکا (''بھوک'' سے بنا ہے)

بھلے کو (۹/۴۷۹)

اچھا ہوا کہ، خیریت گزری کہ، خوش بختی سے۔

بھنبھوڑنا (۶/۳۹۴)

دانتوں سے کاٹنا، نوچنا کھسوٹنا۔

بھنگ چڑھ جانا (۱۰/۴۶۶)

بھنگ کے نشے میں بے حواس ہوجانا۔

بھنگ ہونا (۳/۳۹۳)

تباہ ہونا، برباد ہوا، شکستہ ہونا، بے حال ہونا۔

بھور کرنا یا کر دینا (۳/۱۲۷)

تمام کر دینا، خاتمہ کر دینا (''بھور'' صبح کو بھی کہتے ہیں۔ یگانہ نے متعلقہ شعر میں اس رعایت کو ملحوظ رکھا ہے)

بھوک پیاس جاتی رہنا (۶/۵۱۸)

خواہشات کا ختم ہوجانا، کسی کا ایسا گرویدہ ہونا کہ سوا اُس کے کسی اور چیز کی خواہش نہ رہنا۔

پاٹنا (۴/۴۸۰)

(گڑھے یا نشیب کو) مٹی یا کوئی چیز ڈال کر بھرنا یا ہموار کرنا۔

پارَس (۶/۶۰۳)

ایک پتھر جس کی نسبت مشہور ہے کہ لوہے کو چھو جائے تو اُسے سونا بنا دیتا ہے۔

پالا ہاتھ ہونا (۲/۵۶۳)

بازی جیتنا، فتح یاب ہونا۔

پالے پڑنا (۴/۲۹۳)

واسطہ ہونا، ذمے ہوجانا، پلّے بندھ جانا۔

پانچھی (۴/۵۱۲)

ندی کا وہ حصہ جہاں پانی کم ہو۔ گھٹنوں تک یا اِس سے بھی کم پانی۔ یگانہ نے اپنی بیاض (ش:۴) میں اِس لفظ کے معنی ''پایاب'' لکھے ہیں۔

پانی پھیرنا (۵/۴۹۳)

ملیامیٹ کر دینا، مٹا دینا، ضائع کر دینا۔

پانی نہ مانگنا (۶/۳۵۷)

فوراً دم نکل جانا (کہ پانی تک مانگنے کا موقع نہ ملے)۔ جھٹ پٹ مرجانا۔

پاؤ رتی باون تولے (۴/۳۸۰)

ٹھیک ٹھیک، اندازے یا بیان کے مطابق درست، پورم پور۔

پاؤں پکڑنا (۵/۱۵۹)

روکنا، جگہ سے حرکت نہ کرنے دینا، جانے نہ دینا۔

پاؤں توڑ کے بیٹھ رہنا (۱/۲۲۳)

خدا پر بھروسا کر کے بیٹھ رہنا، گوشہ نشین ہوجانا، قناعت کر کے بیٹھ رہنا۔

پاؤں کی خاک کا سر پر آنا (۳/۲۵۸)

ذلیل وحقیر کا شریف پر غلبہ پانا۔

پَچتانا (۴/۵۲۶)

شرمندہ ہونا، حواس باختہ ہونا، گھبرانا، مضطرب ہونا۔

پتھر پانی ہونا (۲/۳۷۲)

کسی کی حالتِ زار سے متاثر ہونا، سنگ دل آدمی کو رحم آجانا۔

پٹم ہونا (۸/۴۵۹)

(آنکھ کا) بے نور ہونا۔ کوسنا: ''آنکھیں پٹم ہوجائیں''۔ اندھا ہوجانے اور دیدے پھوٹ جانے کے معنوں میں آتا ہے۔

پَٹّی (۵/۴۷۸)

پلنگ یا تخت وغیرہ کا بازو جو سرہانے اور پائنتی کے پائے کی چول میں بٹھایا جاتا ہے۔ "پٹی سے لگ کر رونا" محاورہ ہے جس کے معنی ہیں پلنگ کے پاس بیٹھ کر رونا۔ عورتیں اِسے فالِ بد سمجھتی ہیں کیوں کہ اس طرح رونا اُس میّت کے لیے ہوتا ہے جو پلنگ پر رکھی ہو۔ یگانہ نے متعلقہ شعر میں "کوئی پٹی سے چمٹا رو رہا ہے" کہا ہے۔ یہ یگانہ کا تصرف ہے۔

پَٹَیت (۸/۵۳۱)

یہ لغات اضداد میں سے ہے۔ اس کے معنی دشمن، حریف اور مدِمقابل کے بھی ہیں اور حمایتی اور طرف دار کے بھی۔ یگانہ نے یہ لفظ حمایتی اور طرف دار کے معنوں میں استعمال کیا ہے (لفظی معنی: پٹے بازی کے فن کا ماہر۔ پٹا: لاٹھی، ڈنڈا۔)

پَٹَیتی (۴/۴۷۴)

پٹے بازی کی مہارت، مقابلہ، لڑائی۔

پُٹھے پہ ہاتھ رکھنا (۴/۳۵۷)

قریب آنا، چمکارنا، اپنانے کی کوشش کرنا۔

پچھاڑیں کھانا (۲/۱۲۶)

(انتہائے غم میں) زمین پر لوٹنا، پٹخنیاں کھانا، غش کھانا۔

پچھڑنا (۱/۲۳۲)

ہار جانا، شکست کھا جانا۔

پِچھواڑا (۸/۵۲۷)

گھر کا پچھلا حصہ، مکان کا عقب، پڑوس۔

پَر کٹا (۳/۵۳۶)

اڑنے سے معذور پرندہ جس کے پر کاٹ دیے گئے ہوں۔ (مجازاً) مجبور، بے بس، بے چارہ۔

پر نکالنا (۱/۲۵۹)

حد سے بڑھ جانا، اِترانا۔ اُڑنے کے قابل ہوجانا۔

پُر دغا (۷/۵۶۳)

دغاباز، دھوکے باز، فریبی۔

پُرفن (۱/۱۸۴)

چالاک، مکار، عیار۔

پرچہ لگنا (۳/۴۹۳)

مخبری کرنا، خفیہ امر کی اطلاع دینا۔

پَرچھانواں ڈالنا (۴/۱۲۹)

سایہ ڈالنا، اپنے جیسا کرنا، اپنے رنگ میں رنگنا۔

پردہ کھل جانا (۳/۳۲۱)

بھید ظاہر ہونا، کسی چیز کی اصلیت یا حقیقت ظاہر ہونا، عیب کا ظاہر ہونا۔

پریم بھگت (۱۲/۴۶۹)

محبت کی مشق یا ریاضت میں منہمک رہنے والا۔

پریم پاپی (۶/۴۳۲)

گناہ گارِ محبت۔

پڑا رہنا (۳/۱۳۵)

بے حرکت ایک ہی حالت میں (بیماری یا غم کی وجہ سے) لیٹے رہنا۔

پَس خُوردہ (۴/۵۸۶)

آگے کا بچا ہوا کھانا، جھوٹا کھانا، اُلش۔

پَسارنا (۲/۴۷۸_۷/۴۹۰_۷/۴۹۱)

(ہاتھ، پاؤں، دامن کے ساتھ) پھیلانا، دراز کرنا۔ (منھ کے ساتھ) طمع کرنا، حرص کرنا،

لالچ کرنا، کھولنا، پھاڑنا، حیران رہ جانا۔

پسلی پھڑکنا (۲/۳۶۳)

(کسی بات کی) خود بخود خبر ہوجانا (کسی شخص کا حال یا کسی امر کی اصلیت) بغیر کسی کے بتائے معلوم ہوجانا۔

پگڑی اُتارنا (۹/۴۹۱)

آبرو لینا، عزت بگاڑنا، رُسوا کرنا۔

پُن (۳/۴۳۳)

نیک عمل، نیکی، کارِخیر، ثواب کا کام۔

پونڈا (۳/۶۱۷)

موٹا گنا جو دو طرح کا ہوتا ہے۔ سفید اور سیاہ۔ اِس میں بہت رس ہوتا ہے، کھانڈ کے ذرات کم ہوتے ہیں، اِس لیے زیادہ تر رس پینے کے کام آتا ہے۔

پہاڑ کاٹنا (۱/۲۹۳)

مصیبت جھیلنا، سخت دُشوار اور مشکل کام کرنا۔

پہلو دبانا (۶/۲۳۲)

زیر کرنا، غالب آجانا۔

پہلے ہی چُمّے گال کاٹنا (۳/۵۵۷)

پہلی ہی ملاقات میں رنج دینا۔

پیٹ کا بندہ (۶/۵۳۳)

خود غرض، لالچی۔

پیٹ کا ہلکا (۴/۳۷۳)

جو راز فاش کر دے، جسے کوئی بات نہ پچے اوچھا، تنگ ظرف۔

پیٹھ لگنا (۷/۱۴۰)

آرام پانا، قرار پانا، چین ملنا۔

پَیدا (۲/۵۲۶)

ظاہر، آشکارا، نمایاں۔

پَیرنا (۶/۲۸۲)

تیرنا، عبور کرنا۔

پیش گاہ (۳/۲۶۳)

دربار میں بیٹھنے کی جگہ، بارگاہ، حضوری، نشست گاہ۔

پینگ بڑھا لینا (۵/۵۱۳)

میل ملاقات بڑھا لینا، تعلقاتِ محبت میں اضافہ کر لینا، ارتباط پیدا کرنا۔

پھاڑے کھانا (۷/۱۵۲)

تکلیف دہ ہونا، ناگوار گزرنا، ناپسند ہونا۔

پُھپُھس (۳/۵۳۰)

بہت موٹا اور غیر متوازن جسم۔ پولا، اندر سے خالی (پھل یا گنا وغیرہ) پھیکا، بدمزہ۔

پھٹ پڑنا (۷/۲۳۸)

ٹوٹنا، بوجھ سے گر پڑنا، تباہ و برباد ہونا۔

پھلانگ (۷/۴۲۷)

جست، کود، چھلانگ۔

پھندَیت (۱/۵۳۷)

سدھا ہوا جانور (جیسے ہاتھی یا بٹیر) جو ہم جنسوں کو فریب دے کر جال میں پھنسوائے۔ (مجازاً) دوسروں کو پھانس کر لانے والا شخص، جال بچھانے والا۔ یہ لفظ ''پھند'' سے بنا ہے جس کے معنی ہیں مکر، فریب، ترکیب۔

پھوٹی آنکھ (۵/۵۰۹)

وہ آنکھ جس میں کوئی خلل آگیا ہو، آنکھ کے

نابینا ہونے کی کیفیت۔

پھول وہی جو مہیسر چڑھے (۶/۳۶۳)

یگانہ نے اِس کا یہ مطلب بیان کیا ہے: "اِک مثل ہے، اِک پھول کی معراج بھی ہے کہ دیوتا پر چڑھایا جائے۔ جو دیوتاؤں پر نہ چڑھایا گیا، وہ پھول کس کام کا"۔ لغت نگاروں نے یہ معنی بھی بتائے ہیں: چیز وہی اچھی جسے لوگ پسند کریں۔ اس محل پر بولتے ہیں کہ کوئی چیز پسندیدۂ عمائد ہو۔ تحفہ وہی بہتر جو قابلِ قبول ہو۔ مہیسر کی جگہ مہیش بھی بولتے ہیں۔ مہیسر = مہیشور = مہا ایشور = مہیش = ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق سب سے بڑا خدا۔

پھیر پڑنا (۴/۳۶۹)

چکر پڑنا، مشکل پڑنا، فرق پڑنا۔

پھیر کھانا (۷/۴۶۴)

طول طویل راستہ طے کرنا، گھوم کر جانا، چکر کھانا۔

تان دینا، تاننا (۷/۴۵۴۔۶/۵۷۴)

اُکسا دینا، اشتعال دلانا، طعنہ دینا۔

تاؤ (۶/۶۰۹)

غیظ وغضب، غصہ۔

تاؤ بھاؤ (۲/۳۶۸)

اونچ نیچ، نرم گرم، نشیب وفراز۔

تختِ رواں (۱/۴۵۹)

حضرت سلیمانؑ کا اُڑنے والا تخت جس کے ذریعے طویل ترین فاصلے لمحوں میں طے ہوتے تھے۔

تر نوالہ (۵/۳۹۸)

عمدہ غذائیں، لذیذ کھانے۔

تڑکا ہو جانا (۵/۴۶۰)

غرور یا گھمنڈ دور ہو جانا، حقیقت معلوم ہو جانا۔

تُڑنا (۴/۲۳۲۔۳/۳۶۹)

(۱) خوب پرکھ لیا جانا، پہچان لیا جانا، تاڑا جانا، تاڑ لیا جانا۔ (۲) تولا جانا، تلنا۔ یگانہ نے یہ حاشیہ لکھا ہے: تڑا بمعنی تلا۔

تشریف (۴/۱۶۵)

لباس، خلعت، وہ پوشاک جو اعزاز و اکرام کے طور پر ملتی ہے۔ اسمِ مونث لیکن لکھنؤ میں مذکر بھی۔

تشریف کا ٹوکرا اُٹھا لے جانا (۸/۵۸۴)

طنزاً یا تحقیراً کسی کو کسی جگہ سے چلے جانے کے لیے کہتے ہیں۔

تکلہ (۲/۶۱۷)

چرخے کی آہنی سلاخ جس پر کاتتے وقت کُکڑی بنتی جاتی ہے۔ (کُکڑی: کچے سُوت کی لچھی)

تُکیا (۱/۵۷۵)

تک بند، فضول گو، غیر شاعر۔

تلوار تولنا (۱/۴۹۰)

تلوار کو جانچ کر ہاتھ میں پکڑنا تاکہ وار خالی نہ جائے، تلوار سنبھالنا، شمشیر زنی کے لیے تیار ہونا۔

تلوریا (۵/۴۷۴)

تلوار چلانے والا، تلوار کا دھنی۔

تنکے چُنتا (۵/۳۷۵)

دیوانوں کے سے کام کرنا، مخبوط الحواس ہو جانا، مجنوں ہو جانا، عاشق ہو جانا، آوارہ پھرنا

تنگ دل (۴/۲۳۸)

ملول، افسردہ، رنجیدہ، غمگین۔

تننا (۷/۵۴۱)

(غرور و فخر سے) اکڑنا، (غصے یا خفگی سے) کھنچنا، دُور رہنا، اکڑ تکڑ دکھانا۔

توأم (۳/۲۵۳)

جُڑواں (مجازاً) ساتھ ساتھ، لازم و ملزوم۔

توڑ (۱/۱۱۹)

تیر کے اثر کرنے یا گھاؤ ڈالنے کی قوت، ضرب، مار۔

تولواں (۶/۶۰۷)

یہ لفظ زیادہ تر "تُلواں" ہی مستعمل ہے۔ بہ معنی: بھاری، وزنی (مراد) قیمتی (لباس)

توَنسنا (۸/۲۵۳)

گرمی کی شدت سے مضمحل ہونا، پیاس کے مارے بے چین ہونا، گرمی کی شدت سے مُرجھانا، رنگ بدل جانا۔

تہ بیٹھنا (۴/۴۹۰)

(عموماً گرد وغیرہ کا) کسی سطح پر جم جانا، پرت جم جانا۔

تیور بجھنا (۲/۲۵۰)

نظر یا انداز سے دل کی افسردگی ظاہر ہونا، افسردہ ہونا۔

تیور جلنا (۲/۶۱۹)

چکا چوند ہونا، روشنی برداشت نہ کرسکنا، کسی بہت روشن اور چمکتی ہوئی چیز کی تاب نہ لانا۔

تیورانا (۲/۱۱۲)

آنکھوں کے تلے اندھیرا آجانا، سر چکرانا۔

تھانگ (۸/۴۲۷)

چوروں کی کمین گاہ، چوروں میں آپس میں مشورے کا مقام، چوروں کا اڈا۔ مگر یگانہ نے یہ لفظ ٹولی اور گروہ کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

تھاہ لینا (۷/۵۵۴)

گہرائی معلوم کرنا، مقصد یا منشا معلوم کرنا، بھید کو پہنچنا، حقیقت معلوم کرنا۔

ٹاپنا (۳/۵۱۰)

کسی چیز کی تلاش میں حیران و پریشان ہونا، مارے مارے پھرنا۔

ٹانگ سے ٹانگ باندھنا (۱/۴۲۸)

ساتھ دینا، ایک کھیل جس میں ٹانگ سے ٹانگ باندھ کر بھاگتے ہیں، جو تھک جائے وہ ہار جاتا ہے۔

ٹُہیا (۲/۵۴۲)

ٹوہ سے۔ مخبر، کھوجی، سراغ لگانے والا۔ یگانہ نے ایک خط میں اس کے یہ معنی لکھے ہیں: "مشاعروں کی ٹوہ میں جو رہتے ہیں، مصرع طرح سنتے ہی..." [حاشیہ: ۲۶۶، گنجینہ ق (ر)] عام طور پر مستعمل: ٹوہیا۔

ٹُیاں (۴/۵۳۲)

ایک قسم کا چھوٹا توتا۔

ٹھنڈا پسینا آنا (۵/۴۵۳)

خوف و ہراس یا عالم نزع میں پسینا آنا (جو ٹھنڈا ہوتا ہے)

ٹھنڈی مٹی کا بنا ہونا (۶/۳۶۶)

وہ شخص جس پر کسی بات کا اثر نہ ہو، بے جوش و

ولولہ، بے حس۔ یگانہ نے اِس پر یہ حاشیہ لکھا ہے: ''دل لبھانے یا رِجھانے والی باتوں پر بھی جس شخص میں جوش یا ہلہلا پیدا نہ ہو، اُسے کہتے ہیں کہ یہ شخص کیسی ٹھنڈی مٹی کا بنا ہوا ہے۔''

ٹھنڈے ٹھنڈے سِدھارنا (۸/۱۴۵)

اپنا راستہ لینا، خیر سے سدھارنا (طنزاً) سلامتی کے ساتھ چلے جانا۔ عموماً ''ٹھنڈے ٹھنڈے جانا'' مستعمل ہے۔

ٹھیکا لینا (۶/۵۷۵)

(۱) رُکنا، ٹھہرنا، دم لینا، تھوڑا چل کے ٹھہر جانا۔ اِن معنوں میں ''ٹھیکی لینا'' بھی مستعمل ہے۔ ٹیکا اور ٹیکی بھی بولتے ہیں۔ (۲) رشید حسن خاں لکھتے ہیں: ''اِس کے ایک معنی، طبلے کی آواز کا دُور تک پہنچنا، بھی ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ [متعلقہ شعر کے] پہلے مصرعے کی مناسبت اِسی مفہوم کی متقاضی ہے کہ رونا آہستہ آہستہ کہ کوئی اور نہ سنے اور ہنسا ایسا کہ سات گھر یعنی دُور تک آواز جائے، سب سنیں۔''

جاگتی جوت (۲/۵۰۹)

جاگنا: روشن ہونا۔

جوت: چمک، نور، ضیا، روشنی، بینائی، سورج کی کرن، چراغ کی روشنی۔

مراد: زندگی، عشق، محبت، زندگی کے ہنگامے۔

جاں کاہ (۶/۲۲۰)

(لفظاً) جاں گھٹانے یا کمزور کرنے والا (مراداً) انتہائی تکلیف دہ، ضرر رساں۔

جریدہ (۱/۵۰۲)

اکیلا، تنہا (سب سے) الگ تھلگ۔

جَس (۷/۶۰۱)

طاقت، مہارت، وصف، لیاقت۔

جِن سوار ہونا (۷/۴۹۴)

کسی چیز یا کام کی دُھن ہونا، خبط ہونا۔

جناور (۶/۵۴۵)

جانور کا عوامی تلفظ۔

جنگل میں منگل (۵/۳۹۷)

ویرانے میں رونق، چہل پہل۔

جنَم لنڈورا (۲/۳۹۶)

پیدائشی معذور (لنڈورا اُس پرندے کو کہتے ہیں جس کی دُم کٹی ہوئی ہو)

جَولاں گاہ (۶/۵۷۳)

میدانِ عمل، بھاگ دوڑ کی جگہ۔

جَوہر (۳/۲۲۳)

شے کی اصل، خاصیت، ہنر، کمال۔ تلوار، فولاد یا آئینے پر نظر آنے والے نقوش یا لہریں جو چمک کی وجہ سے نظر آتی ہیں۔

جَوہر کھلنا (۶/۳۷۸)

کمال یا ہنر کا ظاہر ہونا، اصلیت یا استعداد کا ظاہر ہونا، قابلیت معلوم ہونا۔

جہادِ نفس (۸/۲۴۰)

نفس کشی، اپنے نفس پر قابو پانا۔

جہلِ مُرکّب (۲/۲۷۵)

کوئی کچھ نہ جانے اور یہ سمجھے کہ وہ جانتا ہے، ایسے شخص میں دو جہالتیں یک جا ہوتی ہیں۔ ان دو جہالتوں کا اجتماع جہلِ مرکب کہلاتا ہے۔ دُہری نادانی۔ دو جہالتوں میں مبتلا ہونے کی حالت وکیفیت۔

جی چھڑانا (۳/۳۸۶)

حوصلہ پست کر دینا، ہمت توڑ دینا۔

جی سَن سے ہو جانا (۳/۲۵۱)

سکتے میں آجانا، گھبرا جانا۔

جیسا چراغ ویسی مراد (۵/۶۰۸)

جیسی نیت ویسی مراد، جیسی نیت ہو ویسا ہی اُس کا پھل ملتا ہے۔

جھنڈے پہ چڑھانا (۴/۴۰۱)

شہرت دینا، بدنام کرنا، رُسوا کرنا، خوب تعریف کرنا، مغرور بنا دینا۔

جھنڈے گاڑنا (۵/۵۲۴)

سکّہ بٹھانا، تسلّط یا قبضہ جمانا، کسی جگہ یا مقام کو مسخر کرنا، رنگ جمانا۔

جھونکا کھانا (۲/۳۶۶)

ڈگمگانا، لڑکھڑانا، ہوا سے شمع کی لو کا لہرانا۔

چادر سے باہر پاؤں پھیلانا (۷/۲۲۲)

اپنی حد یا بساط سے باہر قدم رکھنا۔

چاندنی کا کھیت کرنا (۶/۱۶۶)

چاندنی چھٹکنا، چاندنی کا خوب پھیل جانا۔

چپ کی داد پانا (۶/۴۹۱)

خاموش دعا کا اثر ہونا، ظلم کا انتقام نہ لینے یا نہ لے سکنے کی صورت میں ظالم کو سزا اور مظلوم کو صبر کا اجر ملنا۔

چپڑ میں آنا (۵/۵۳۴)

(چپڑنا سے مشتق۔ نرم یا چکنا بنانا) خوشامد سے متاثر ہونا، باتوں میں آجانا۔

چت بھی اپنی پَٹ بھی اپنی (۱۰/۴۵۴)

ہر معاملے میں اپنے مطلب کو ملحوظ رکھنا یا ہر طرح سے اپنا ہی فائدہ چاہنا۔ (اس طرح بھی بولتے ہیں: چت بھی میری پَٹ بھی میری)

چتون (۵/۵۳۹)

تیوری، نظر، نگاہ، دیکھنے کا عمل۔

چتون بدلنا (۷/۱۱۸)

برتاؤ میں فرق لانا، مختلف انداز اور ڈھنگ اختیار کرنا، تیوری پر بل ڈالنا۔

چُٹکیوں میں اُڑانا (۳/۴۵۵)

خاطر میں نہ لانا، حقیر سمجھنا، نظرانداز کرنا، مذاق اُڑانا۔

چرخہ نانّدھنا (۵/۳۶۸)

حاشیہ از یگانہ: ”نااندھنا بہ معنی شروع کر دینا، چلانا۔ مگر محاورے میں چرخہ نااندھنا بہ معنی دُکھڑے رونا، گلے شکوے کرنا۔“

چُرسا اُدھڑنا (۷/۲۳۱)

کھال (چرسا) اُدھڑنا۔ مراد: سخت تکلیف اُٹھانا، بے حد اذیت میں مبتلا ہونا۔ اس مفہوم میں زیادہ تر یہ محاورے مروّج ہیں: چمڑی اُدھڑنا، تسمے اُڑنا، کھال اُدھڑنا۔

چُمکار (۳/۵۳۷)

پیار پچکار، چُمکارنے کا عمل (چُمکارنا: ہاتھ پھیر کر تھپک کر یا گلے لگا کر یا یوں ہی منھ سے پچکارنے کی آواز نکال کر پیار کرنا۔)

چنڈال (۱/۵۷۹)

رذیل، کمینہ، مکار، بدکار، منحوس، کنجوس۔

چنگا (۲/۵۸۸)

تندرست، خوب صورت، توانا، صحت مند۔

چور ہونا (۹/۴۸۳)

بدگمانی ہونا، دل میں کسی کے بارے میں برا

خیال ہونا، خطرہ ہونا۔

چونپ (۵/۳۶۶)

رغبت، میلان، شوق، لگاؤ، خواہش۔

حاشیہ از یگانہ: ولولہ، اُمنگ۔

چھکنا (۵/۳۸۲)

سیر ہونا، اِس حد تک کھانا یا پینا کہ مزید کی گنجائش نہ رہے۔

چھیڑنا (۵/۱۲۶)

پھوڑے پر نشتر لگانا۔

چھینٹا (۱/۶۲۲)

فریب، مکر، دھوکا، جھوٹی تسلی۔

حاشیے چڑھانا (۸/۲۴۸)

اصل کی زیبائش کے لیے اُس میں کچھ اضافہ کرنا، اپنی طرف سے کسی بات میں نمک مرچ لگانا، مبالغہ آمیزی کرنا۔

حَجلہ (۶/۳۹۵)

پردے دار مسہری، چھپر کھٹ (عربی میں جیم پر زبر، اردو میں جیم ساکن)

حُرارہ لانا (۳/۴۶۰)

برافروختہ ہونا، برہم ہونا، ناراض ہونا، تیزی دکھانا۔

حَربہ چلانا (۶/۵۴۷)

(حربہ: ہتھیار، نیزہ، برچھی، بھالا وغیرہ) ہتھیار چلانا۔

حلوے مانڈے سے غرض (۸/۵۳۵)

صحیح: حلوے مانڈے سے کام۔ مراد یہ کہ کوئی جیے یا مرے اپنے فائدے کو دیکھنا۔ (مانڈا: ایک قسم کی پتلی روٹی جو میدے میں گھی ملا کر پکائی جاتی ہے اور حلوے کے ساتھ کھائی جاتی ہے)۔

حیرت کا پُتلا (۵/۲۵۳)

سخت متحیر، مجسم حیرانی، ہکا بکا۔

خاک سے پاک کرنا یا ہونا (۲/۳۱۷)

ادنیٰ سے اعلیٰ درجے تک پہنچا دینا۔

خاک سے یکساں کرنا یا ہونا (۴/۲۹۹)

خاک میں مل کر خاک ہونا یا خاک کے برابر ہونا۔

خالی دینا (۳/۴۷۴)

حریف کی ضرب یا وار بچا جانا۔

خالی کا مہینہ (۷/۵۴۸)

قمری سال کا گیارھواں مہینہ ذیقعدہ جس کے معنی صاحبِ قیام کے ہیں۔ عرب اِس مہینے میں جنگ و جدل موقوف رکھتے تھے۔ اِس کا نام خالی اِس لیے رکھا گیا کہ اِس سے پہلے کے مہینے شوال میں عیدالفطر ہوتی ہے اور بعد کے مہینے ذی الحجہ میں عیدالاضحیٰ۔

خام جوش (۳/۵۳۰)

جس میں جوش و خروش کم ہو یا جو ناپختہ ہو۔

خدا کی سنْوار (۱۱/۴۶۶)

خدا کی مار، لعنت، پھٹکار۔ اس کوسنے کی درشتی کم کرنے کے لیے "خدا کی سنوار" کہتے ہیں۔ عموماً عورتوں کی زبان پر ہے۔

خدا کی مار (۲/۴۹۳)

لعنت بھیجنے اور پھٹکارنے کے موقع پر بولتے ہیں۔

خدا لگتی (۲/۴۵۷)

سچی بات، انصاف کی بات، ایمان کی بات، سچ سچ۔

خنجر کا پانی (۴/۱۴۳)

خنجر کی دھار یا آب۔ دیکھیے: آبِ دمِ خنجر

خوں گرفتہ (۲/۴۸۶)

واجب القتل، اجل رسیدہ، مصیبت زدہ، پریشاں حال، ستایا ہوا۔

خون ہلکا ہونا (۴/۲۴۳)

نظرِ بد کا بہت جلد اثر ہونا۔

خیلا (۱/۵۷۲)

(۱) احمق، نادان (۲) بدتمیز، جھگڑالو، پھوہڑ، بے ڈھنگی عورت۔

دال میں نمک (۲/۵۱۰)

بہت کم، ذرا سا۔ اِن معنوں میں ''آٹے میں نمک''، مستعمل ہے۔

دامنِ زیں (۱/۱۵۶)

کاٹھی کے نیچے کا چمڑے کا حصہ جو گھوڑے کی پسلیوں پر دونوں طرف لٹکا رہتا ہے۔

دامنِ شمشیر (۶/۱۷۲)

تلوار کے دونوں کناروں کا درمیانی حصہ۔ مراد تلوار۔

دانگ (۳/۴۲۸)

سمت، طرف۔

داؤ پر چڑھا لینا (۶/۵۱۳)

قابو میں کر لینا، رام کر لینا، ہموار کر لینا۔

دَر گزرنا (۲/۴۹۳)

چھوڑ دینا، ترک کر دینا۔ متعلقہ شعر میں یہ مراد ہے کہ کبھی اِس کا خیال بھی نہ کیا کہ سر چلا جائے گا۔

درمیان دینا (۱/۵۷۴)

گواہ بنانا، بیچ میں ڈالنا، درمیان میں لانا۔

دڑیڑا (۳/۴۹۰)

بہت زور کی بارش اور اُس کے پانی کا بہاؤ۔ اِس کا تلفظ ڈریڑا اور ڈریڑا بھی کیا جاتا ہے۔

دَسا (۴/۴۶۲)

حالت، کیفیت۔ لیکن یگانہ نے ایک حاشیے میں اس کے معنی ''دُرگت'' بتائے ہیں۔

دست و پا گم کر دینا (۵/۲۹۹)

حواس گم ہو جانا، ہوش نہ رہنا، سکتے میں آ جانا۔

دفتر کھلنا (۶/۱۲۲)

بیان کیا جانا، طول دے کر بیان کرنا۔ (دفتر: طومار، تفصیل، اعمال نامہ، فردِ عصیاں)

دِل تنگ (۱۵/۴۶۹)

غمگین، ناخوش، اداس، بیزار، گھبرایا ہوا۔

دِل میں چور ہونا (۴/۳۹۴)

بدگمانی ہونا، بدظنی ہونا، کسی بات یا خیال کو دل میں چھپائے رکھنا اور ظاہر نہ کرنا، اندیشہ ہونا۔

دَل چٹا (۴/۵۳۶)

رشید حسن خاں لکھتے ہیں: ''دل کے ایک معنی پتا بھی ہیں۔ اِس نسبت سے دل چٹا اُس کیڑے کو کہہ سکتے ہیں جو پتوں کو چاٹ کر سوراخ دار بنا دیتا ہے۔ مگر میرے ذہن میں یہ پہلو بھی

اُبھرتا ہے کہ دَل کو دال کا مخفف مان لوں (اور اس میں کسی طرح کی خرابی نہیں) اِس صورت میں دَل چٹا کے معنی ہوں گے: دال چاٹنے والا، یعنی طفیلی، خیرات خور۔ مراد: خوشامدی۔ یہی پہلو مجھے نسبتاً بہتر معلوم ہوتا ہے۔ غالب کے دل چٹے: غالب کے خوشامدی، اُن کو بے وجہ بڑھانے والے۔''

دَلِدّر بھاگنا (۵/۳۷۴)

اس لفظ کا تلفظ دِلَدّر بھی ہے) افلاس دُور ہونا، نحوست ختم ہونا۔

دَلیل (۱۲۱/۷)

راستہ دکھانے والا، راہ نما۔

دَم سُوکھنا (۲/۵۵۴)

ڈر جانا، خوف طاری ہونا، سہم جانا۔

دِن بھرنا (۵/۵۶۳)

تنگی ترشی یا غم واندوہ میں زندگی کے دن گزارنا۔

دُند مچانا (۹/۴۱۶)

شور وغل مچانا، ہنگامہ آرائی کرنا۔ (دُند: ڈھول، بڑا نقارہ، شور، غل غپاڑا)

دنیا کی ہوا کھانا (۹/۴۱۶)

دنیا کی خواہش کرنا، دنیا کی طمع کرنا، زندگی بسر کرنے کے لیے جو سامان ضروری ہے، اُس کی طلب کرنا۔

دو نُکھی (۱/۴۷۲)

دو رُخی، مبہم، ذومعنی۔

دو میں تیسرا آنکھوں میں ٹھیکرا (۳/۴۸۹)

جب دو آدمیوں کے درمیان اجنبی شخص کی آمد ناگوار گزرے تو یہ کہاوت بولتے ہیں۔

دو ہاتھ ہارنا (۲/۴۹۱)

رشید حسن خاں لکھتے ہیں: ''یہ محاورہ (اگر ہے) تو نظر سے نہیں گزرا... میرا خیال ہے کہ یہاں مراد جواریوں کے اُس طریقے سے ہے جس میں نئے کھلاڑی کو رجھانے اور پھنسانے کے لیے پہلے دو تین ہاتھ خود ہار جاتے ہیں اور پھر بڑا داؤں لگوا کر سب کچھ جیت لیتے ہیں۔ (متعلقہ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ) یہ لوگ بڑے زمانہ ساز ہیں کہ دھوکا دینے میں ماہر ہیں، پہلے رجھائیں گے اور پھر کاٹ کریں گے۔ یہ محض قیاس ہے قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

دونوں پلّے بھرنا (۶/۳۴۸)

مراد برآنا، تمنا پوری ہونا، خواہش کی تکمیل ہونا۔

دَہ بیٹھنا (۲/۴۹۰)

صبر کرنا۔

دُہائی کھینچنا (۴/۲۶۱)

مظلوموں کا فریاد کرنا، پناہ مانگنا، داد خواہی کرنا۔

دید نہ شنید (۱/۳۴۲)

دیکھا نہ سنا، عجیب، انوکھا۔

دیو بھگتا (۱/۵۷۹)

دیوتاؤں کی خدمت کرنے والا، نیک، پارسا۔

دیوار درمیاں (۲/۲۲۷)

ہمسایہ (دیوار درمیاں اُس مکان کے لیے کہتے ہیں جس کے اور دوسرے مکان کے درمیان صرف ایک دیوار حائل ہو، دیوار بیچ)

دیوانی ہنسی (۴/۳۹۹)

رشید حسن خاں لکھتے ہیں: ''لغت میں تو یہ نہیں ملا، مگر واضح طور پر اس سے مراد ہے ناواقف

محبت اور نا آشنائے درد لوگوں کی ایسی ہنسی جو محض تمسخر کے اظہار کے لیے ہو۔ دیوانی ہانڈی میں جو نسبت ہے اَن مِل، بے جوڑ چیزوں کی، ویسی ہی نسبت ہے یہاں۔ بے دردوں کی ہنسی، بے مطلب کی بے تکی ہنسی، تحقیر و تمسخر کو ظاہر کرنے والی ہنسی۔"

دھجیاں اُڑانا (۲/۵۸۶)

ذلیل کرنا، شرمندہ کرنا، بُری طرح خبر لینا۔

دھجیاں لینا (۱/۲۴۵)

پھاڑ ڈالنا، ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، پُرزے پُرزے کر دینا۔

دھرانا (۲/۳۵۸)

ڈرانا، دھمکانا، خوف زدہ کرنا۔

دھگڑ (۶/۶۰۹)

فاحشہ عورت کا یار، آشنا (دھگڑ بالتشدید اور دھگڑا بھی مستعمل ہے)

دھوکے کی ٹٹی (۵/۱۱۹)

بے حقیقت، بے اصل، ناپائدار، عارضی، فریب دینے والا، مغالطے میں ڈالنے والی چیز۔

ڈانڈا ملنا (۳/۲۸۷)

ملحق ہونا، سرحدوں کا ملنا، قریبی نسبت ہونا، مماثلت ہونا (ڈنڈا: ملک کی سرحد، حد بندی کی لکیر)

ڈانٹگا (۴/۵۲۲)

آغا جان ابن یگانہ ایک جگہ (بیاضِ یگانہ: ۳۔ ورق ۵۶، الف) لکھتے ہیں: "ڈانٹگا دکنی لفظ ہے جس کے معنی ہیں لمبا تڑنگا، موٹا تازہ۔"

ڈگن (۶/۳۴۶)

بنسی۔ بانس کی لمبی اور پتلی چھڑ، ڈور اور لوہے کے کانٹے وغیرہ پر مشتمل، مچھلی کا شکار کھیلنے کا آلہ۔ اِس پر مفصل بحث کے لیے دیکھیے: حاشیہ ۳۵، ترانہ۔

ڈوب کر (۲/۳۰۸)

گہرائی سے، محو ہو کر، دل جمعی کے ساتھ۔

ڈہکانا (۱/۵۵۴)

کسی شخص کو کوئی چیز دینے کے لیے دکھانا اور جب وہ لینے کے لیے آگے بڑھے تو اُس کو نہ دینا، ترسانا، دھوکا دینا، گمراہ کرنا۔

ڈھی دینا (۲/۲۹۳)

ایک جگہ جم کر بیٹھ رہنا، جانے کا نام نہ لینا، کسی کے گھر بہت دنوں تک ٹھہرے رہنا، پڑ رہنا۔ (زیادہ تر ڈھئی بجائے ڈھی مستعمل ہے)

ڈھینڈس (۴/۵۳۰)

لفظاً: ٹنڈا (سبزی) مجازاً: خصیہ، خایہ، بے حقیقت، بے معنی، مغلوب۔

ذات (۱/۴۶۵)

رشید حسن خاں لکھتے ہیں: "یہ ذو معنی لفظ ہے ایک معنی وجود کے ہیں اور دوسرے 'جات' کی بدلی ہوئی شکل 'ذات'۔ اگرچہ یگانہ نے اِسے 'وجود' کے معنوں میں استعمال کیا ہے، لیکن کوئی چاہے تو دوسرے معنی بھی مراد لے سکتا ہے۔ گویا یگانہ بدقومے تھے۔"

رات بسنا (۴/۳۵۴)

رات گزرنا، رات بسر ہونا۔

رات بھیگنا (۸/۱۲۷)

رات ڈھلنا، آدھی رات سے زیادہ ہونا۔

راندا جانا (۳/۴۷۳)

ذلیل کیا جانا، مردود ہونا۔

راہ کھوٹی کرنا / ہونا (۴/۲۳۳)

کام بگاڑنا، خلل انداز ہونا۔

رَبِّ عُلا (۲/۱۱۱)

بلند پایہ پروردگار۔

رُت بدلنا (۴/۱۴۴)

حاشیہ از یگانہ: ''وحشیوں کی رُت بدل جانا، مجازاً کہا گیا ہے اور میرا تصرف ہے۔''
موسم یا فصل تبدیل ہونا، حسبِ دل خواہ حالت پیدا کرنا یا ہونا، قسمت کا راستی پر آنا یا لانا۔

رُت پھرنا (۵/۲۵۱)

حالت بدلنا، بہتر ہونا۔

رَچنا (۵/۵۴۸)

سما جانا، گھُل مِل جانا۔

رُخصت (۸/۱۴۳)

اجازت، منظوری۔

رَسان رَسان

حاشیہ از یگانہ: ''تو تا پلنگ کی ادوائن پر رسان رسان قدم رکھتا ہے...'' (ترانہ، رباعی: ۱۹۷، ص۴۰۰) دھیرے دھیرے، آہستہ آہستہ، چپکے چپکے۔

رَمیدہ (۷/۵۰۰)

الگ، جدا، دُور۔

رُندھنا (۳/۲۴۶ ـ ۱/۲۸۸)

(۱) امنڈنا، گھرا ہونا (بادل کا)
(۲) افسردہ رہنا، غمگین رہنا (دل کا)

رنگ بے ڈھب ہونا (۲/۶۰۴)

انداز ناروا ہوجانا، روش تکلیف دہ ہوجانا۔

رنگ پکڑنا (۲/۳۰۰)

رنگت اختیار کرنا، بارونق ہونا، پُر بہار ہونا۔

رنگ کھُلنا (۷/۱۱۲)

زیب دینا، نکھرنا۔

روش (۳/۲۷۳)

اسلوب، طرز، طریق، طور۔

رویا (۷/۱۴۲)

خواب۔

ریز (۱/۳۹۷)

اظہار کرنا، ہونٹوں کا جنبش کرنا۔

زبان میں کانٹے پڑنا (۲/۱۵۷)

زبان اِس حد تک خشک اور کھردری ہوجانا کہ بولنے کی سکت نہ رہے۔

زحمتِ نظری (۱/۵۰۸)

وہ تکلیف جو تلاش میں نظر نے اُٹھائی۔

زُلال (۷/۳۲۶)

لفظاً: صاف، خوش گوار اور نتھرا ہوا پانی۔
متعلقہ شعر میں مراد: دُرد (تلچھٹ) کے مقابلے پر صاف شراب جو ظرف کے اوپر کے حصے میں ہوتی ہے۔

زمین پر پاؤں نہ پڑنا (۸/۳۱۰)

کنایہ ہے نہایت تیز چلنے سے۔

زمین پر قدم نہ رکھنا (۲/۲۹۸)

اترا کر چلنا، کسی سرور انگیز کیفیت کے باعث ناز و انداز سے چلنا۔

زندہ داریِ شب (۵/۴۵۷)

رات بھر جاگنا۔

سات پردوں سے عیاں ہونا (۱/۱۳۲)

باوجود انتہائی رازداری اور چھپانے کے ظاہر ہونا۔

سادھنا (نثر: ۳۳۸)

سنبھالنا، قابو میں رکھنا، توازن قائم رکھنا۔

ساز وار (۵/۱۵۴)

سازگار، مبارک، زیب دہ۔

سان پر چڑھنا (۵/۵۰۰)

"سان پر چڑھانا" کا لازم۔ دھار تیز کرنا۔
مجازاً: کسی چیز میں تیزی، حرکت اور جولانی پیدا کرنا۔

سانگ لانا (۲/۱۴۸)

روپ دھارنا، بھیس بدلنا، بہروپ بھرنا۔

سانا (۸/۴۵۴)

شریکِ جرم کرنا، عیب لگانا، ملوث کرنا۔

سائے سے بھڑکنا (۶/۴۶۶)

ذرا ذرا سی بات سے ڈر جانا، وحشت زدہ ہونا۔

سبحان الذی اسریٰ (۹/۱۴۵)

یہ قرآن مجید کی سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کے ابتدائی الفاظ ہیں۔ (لفظی معنی: پاک ہے جو لے گیا ایک رات) جن سے پوری آیت کے اس مفہوم کی طرف اشارہ ہے کہ خدا خود حضرت محمد صلعم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا (اور وہاں سے آں حضرتؐ معراج کے لیے روانہ ہوئے۔)

سبز باغ (۴/۵۱۱)

بے حقیقت شے، وہ موہوم امر یا شے جو بہت دل خوش کن ہو، جھوٹا وعدہ، بہلاوا، مغالطہ۔

سُبک مغز (۸/۵۲۸)

کم عقل، بے وقوف، سنکی، خبطی۔

سبھاؤ (۱/۳۶۸)

رنگ ڈھنگ، دستور، طور طریق۔

سَت جُگ (۴/۵۴۰)

نہایت سچا زمانہ، دیوتاؤں کا زمانہ۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق دنیا کے چار مقررہ قرنوں میں سے پہلا قرن جس میں حق اور سچائی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ کل جگ چوتھا اور آخری قرن ہے جس میں برائی کے سوا کچھ نہیں۔

سر اُٹھا کے نکلنا (۹/۲۲۷)

صحیح محاورہ "سر اُٹھا کے چلنا" ہے۔ یگانہ نے اِس میں تصرف کیا ہے۔ غرور کرنا، اِترانا۔

سرانجام (۶/۶۲۳)

اختتام، تکمیل، نتیجہ، حاصل۔

سرانجام کرنا (۸/۲۲۳)

سامان کرنا، انتظام کرنا، بندوبست کرنا۔

سر پر جِن سوار ہونا (۲/۴۹۳)

جنوں ہونا، بلا نازل ہونا، آپے سے باہر ہونا۔

سردے مارنا (۸/۴۶۶)

کوئی چیز کسی کو غصے یا حقارت سے لوٹا دینا۔

سر سے گزر جانا (۲/۱۱۶)

قامت سے اونچا ہو جانا، بہت بلند ہو جانا، کسی معاملے کا انتہا پر پہنچ جانا۔ اس کے ایک معنی جان کی بازی لگا دینے کے بھی ہیں۔ متعلقہ شعر میں یگانہ نے اِن معنی کی رعایت بھی ملحوظ رکھی ہے۔

سر کی بلا ٹلنا (۲/۲۸۷)
مصیبت سے بچنا، متوقع تکلیف سے بچ جانا۔

سر کے بَھل (بَل) (۸/۱۵۶)
ذوق وشوق سے، ادب و تعظیم سے، تابع داری اور مجبوری سے۔

سر میں ہوا بھرنا (۹/۳۱۲)
سودا سمانا، دُھن سوار ہونا، شوق کا حد سے بڑھ جانا۔

سعید الدارین (۳/۵۴۳)
دونوں جہانوں (دارین) کا نیک بخت اور خوش کردار (سعید)

سمجھ کا پھیر (۴/۴۸۸)
ناسمجھی، کم عقلی، نادانی۔

سَمے (۴/۴۲۶)
وقت، زمانہ۔

سَمے کی بلہاری (۲/۴۳۲)
نیرنگیِ زمانہ (سمے : زمانہ۔ بلہاری : نچھاور، تصدق، قربان، نذر) رشید حسن خاں لکھتے ہیں: "مفہوم اس کا واضح ہے جسے اردو میں کہیں گے، وقت پڑے کی بات ہے، وقت ہی ایسا آگیا ہے کہ یہی ہونا تھا۔ یگانہ نے خاص طور پر اسی مفہوم میں نظم کیا ہے۔ مجھے بہت تعجب ہے کہ کیسا عمدہ ٹکڑا ہے جو لغت سے غیر حاضر رہا ہے۔"

سناٹے میں آنا (۲/۱۵۹)
حیرت زدہ ہوجانا، ہکا بکا رہ جانا، ڈر جانا، سہم جانا۔

سُنانی (۲/۳۶۴)
موت کی خبر (عموماً "سناونی" کہتے ہیں)

سنگوانا (۵/۳۹۵)
("منگوانا" کا قافیہ) حاصل کرنا۔

سَنْنا (۷/۵۴۵)
آلودہ ہونا، ملوث ہونا، موردِ الزام ٹھہرایا جانا۔

سواد (۶/۳۸۵)
ذائقہ، مزہ، لذت، لطافت۔

سوادِ منزل (۴/۲۲۴)
منزل کی حدود، منزل کا نشان، منزل کے آثار۔ (سواد: سیاہی۔ شہر یا منزل کے آثار ذرا فاصلے سے اِس طرح نظر آتے ہیں جیسے فضا میں سیاہی سی ہو۔)

سواری بولنا (۴/۳۱۵)
سواری کی آمد کا اعلان کرنا۔ پرانے زمانے میں دستور تھا کہ جب سواری اپنی منزل پر پہنچتی تو کہار آواز لگاتے سواری اُتروالو۔ سواری بولنا سے یہی اعلان مراد ہے۔

سوتا سنسار (۲/۳۳۵)
خاموشی اور اُجاڑ پن، بالخصوص رات کے سنسان ہونے کی کیفیت۔

سُوکھا جواب (۶/۵۳۴)
صاف انکار، واضح انکار، مایوس کن جواب۔

سیاں (۳/۵۷۷)
حاشیہ از یگانہ: لکھنؤ کا مشہور شہدا مگر صاحب ایمان۔

سَیر دیکھنا (۶/۱۳۹)
لطف اُٹھانا، نظارہ کرنا، محظوظ ہونا۔

شادی مرگ (۷/۲۲۷)

وہ موت جو کسی غیر متوقع اور غیر معمولی خوشی کے سبب واقع ہو۔

شامِ غریباں (۵/۱۳۸)

مصیبت و بے کسی کی شام، وہ شام جو وطن سے دور عالمِ بے کسی میں آئے۔

شب چراغ (۴/۳۰۲)

رات کو چراغ کی طرح چمکنے والا قیمتی لعل یا موتی۔

شُدنی (۴/۳۵۶)

ہونے والا امر، ہونے والی بات۔

شیرازی (۱/۴۸۱)

ایک قسم کا گول مٹول کبوتر جس کا قد اور سر بڑا، سینہ چوڑا اور آنکھیں بڑی بڑی ہوتی ہیں۔ پیٹ سفید اور باقی جسم عنابی یا لاکھی ہوتا ہے۔

صاحبی (۷/۴۹۵)

حکومت، سرداری، شان و شوکت۔

صاد (۷/۴۱۴)

انتخاب، پسندیدگی، منظوری، پسند کیے جانے کا نشان۔ حاشیہ از یگانہ: "ایک پہ بھی صاد نہیں، ایک بھی قابلِ انتخاب نہیں۔"

صَلوات بھیجنا (۸/۲۸۹)

ترک کرنا، نظرانداز کرنا۔

صَواب (۶/۲۴۷)

درست، صحیح۔

صُورت پکڑنا (۵/۲۳۶)

شکل اختیار کرنا، وقوع میں آنا۔

صُورت حرام (۸/۴۵۸)

وہ چیز جو دیکھنے میں اچھی ہو مگر باطن میں خراب۔

صُورت گر (۵/۲۹۰)

تصویر بنانے یا کھینچنے والا، مصور، نقاش۔

طبیعت ہری رہنا (۲/۵۰۸)

دل خوش ہونا۔

طلسم بندی (۲/۱۴۱)

جادوگری، کسی کو جادو کے اثر میں لانا۔

عالی گوہر (۱/۵۸۳)

عالی خاندان، اعلیٰ نسب والا۔

عبد (۶/۵۳۴)

بندہ، غلام، تابع دار، خدمت گزار۔

عَربدہ جُو (۵/۳۰۳)

جھگڑالو، جنگ جُو، بدخصلت۔

عَرصہ (۲/۱۵۴)

میدان۔

عرصہ تنگ ہونا (۶/۴۶۹)

مصیبت میں مبتلا ہونا، عاجز ہونا، ناچار ہونا، پریشان ہونا، جان ضیق میں پڑنا۔

عَقرب (۸/۴۵۷)

بچھو۔ (کنایۃً) جھگڑالو۔

عقل کا اندھا (۲/۳۸۴)

احمق، بے وقوف، نادان۔

علم مُذبذَب (۳/۳۴۴)

ایسا علم جو یقین نہ بخش سکے، شک پیدا کرے۔

عید پیچھے ٹر (۴/۳۴۹)

کسی کام کو بے محل یا وقت نکل جانے کے بعد

کرنے کو کہتے ہیں۔

عین الیقین (۵/۶۲۲)

کسی امر کی کیفیت اور ماہیت جان لینے کے بعد اُس کیفیت و ماہیت کا مشاہدہ۔ علم الیقین کے بعد کا درجہ۔

غُبارِ خاطر (۲/۳۳۹)

دل کی کدورت، رنج، ملال۔

غَلبچی (۴/۵۳۷)

غالب کے مقلدوں اور طرف داروں کے لیے یگانہ نے تحقیراً یہ اصطلاح وضع کی ہے۔

غول (۵/۳۲۶)

چھلاوہ، بھوت، دیو۔ (کنایتہً) گمراہ کرنے والا۔

فاختہ اُڑانا (۷/۵۸۹)

عیش کرنا، مزے کرنا، فضول کام کرنا۔

فانُوس (۶/۱۵۸)

بلور یا شیشے کا بنا ہوا شمع پوش جس میں پرانے زمانے میں شمع روشن کرتے تھے۔ اُسے باریک کپڑے اور کاغذ سے بھی منڈھا جاتا تھا اور یہ پنجرے کی شکل کا ہوتا تھا۔ قندیل۔

فرد (۳/۳۱۱)

وہ کاغذ جس پر حساب کتاب درج کیا جاتا ہے۔ گوشوارہ۔ (مراداً) فردِ عمل، گناہوں کی فہرست۔

فِیہ (۸/۲۶۲)

عیب، نقص، برائی (ان معنی میں ''فی'' زیادہ مروّج ہے جو فیہ کی مختصر صورت ہے۔)

قاضی کی گدھی بھگانا (۴/۴۷۶)

قاضی شرعی فیصلے کرنے والا جج ہوتا ہے جو مجرموں کو سزا دیتا ہے۔ اُس کے ہاں چوری کرنے کے لیے انتہائی دلیری اور بے باکی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مراد: بے باکی سے جرم کرنا۔ ''قاضی کی گدھی چُرانا'' بھی ملتا ہے۔

قالب خاکی (۵/۱۳۰)

آدمی کا جسم، جسمِ انسانی۔

قدم جھوٹا پڑنا (۴/۴۶۱)

''ہاتھ جھوٹا پڑنا'' کے قیاس پر یگانہ نے یہ محاورہ بنایا ہے۔ مراد: قدم غلط پڑنا، ابتدا ہی میں غلط راستے پر چل نکلنا۔

قدم چُومنا (۹/۴۶۴)

فضیلت یا عظمت کا اعتراف کرنا۔

قدم مارنا (۶/۲۸۲)

قدم رکھنا، کسی کام میں پڑنا۔

قفسِ گِل (۱/۶۲۴)

قفسِ عنصری، قالب خاکی، جسم انسانی۔

قلم لگنا (۶/۵۵۴)

پیوند کاری۔ کسی پودے میں دوسرے پودے کی ٹہنی لگانا۔

کالا (۸/۴۵۷)

سیاہ رنگ کا سانپ، کوبرا۔

کالے کوس روشن ہونا (۳/۲۴۱)

دُور و دراز کا فاصلہ طے ہونا۔

کان بجنا (۸/۲۴۱)

ایسی آواز یا بات سنائی دینا جس کی کوئی اصل نہ

ہو، بغیر کسی کے پکارے یا بلا کسی آہٹ کے کانوں میں خواہ مخواہ سنائی دینا۔

کان کھُلنا (۳/۴۷۲)

متنبہ ہونا، عبرت پکڑنا۔

کانوں پر ہاتھ رکھنا (۱/۵۶۹)

کسی کے شر سے پناہ مانگنا، بیزاری کا اظہار کرنا۔

کجلی بن (۳/۵۲۶)

وہ جنگل جہاں بہت سے ہاتھی ہوں یا ہاتھیوں کے رہنے کا جنگل۔ (اصل میں "گجلی بن"۔ "گج" ہندی میں ہاتھی کو کہتے ہیں۔)

کچ رس (۳/۵۳۰)

جو کچا یا خام رہ گیا، ناپختہ۔

کدّو پھوڑنا (۵/۵۴۱)

سر پھوڑنا، حاشیہ از یگانہ: "اہلِ زبان محاورے میں سر کو مزاح کی راہ سے کدو بھی کہتے ہیں۔"

کر کری (۵/۴۶۷)

بے مزہ، بے لطف۔

کَرنی (۱۰/۴۵۹)

فعل، کام، کرتوت، ناشایستہ حرکت۔

کرنی کسی کی بھرنی کسی کی (۳/۴۸۷)

اُس موقع پر بولتے ہیں جب قصور کسی اور کا ہو اور اُس کی سزا کسی اور کو ملے یا کسی کا بُرا عمل کسی اور سے منسوب کیا جائے۔

کروٹ نہ لینا (۲/۲۵۴)

خبر نہ لینا، توجہ نہ کرنا، دھیان نہ دینا۔

کُڑھنا کھپنا (۱/۵۱۴)

جی جلانا، دل سوزی کرنا، رنج و غم میں تحلیل ہونا۔

کَس بَل (۲/۴۶۳)

زور، طاقت، قوت۔ (کس اور بل، دونوں کے الگ الگ معنی بھی یہی ہیں)

کَل پہ ہونا (۶/۱۷۹)

ڈھب، طور، طرح پر ہونا۔

کَل جُگ (۴/۵۴۰)

دیکھیے: ست جگ۔

کلاہ ٹیڑھی ہونا (۳/۳۹۸)

کج کلاہی، بانک پن اور بے نیازی کا اظہار ہونا۔

کَلوٹ (۱/۵۷۹)

کلوٹا، بہت کالے رنگ کا، سیاہ فام (کلوٹا میں واوٴ معروف ہے کلوٹ میں واوٴ مجہول)

کلیاں پھوٹنا (۲/۳۹۶)

پرندوں کے چوزوں کی کھال پر چھوٹے چھوٹے پر نمایاں ہونا۔

کنول ٹھنڈا ہونا (۷/۵۹۹)

کنول کا بجھنا، کنول میں روشن ہونے والی شمع کا بجھنا (کنول شیشے کا ایک ظرف جس میں شمع روشن کرتے ہیں۔ فانوس کی ایک قسم، کنول یا کھلے ہوئے پھول سے مشابہ ایک فانوس جس میں موم بتی روشن کی جاتی ہے۔)

کُنویں میں گرانا (۸/۳۱۱)

مصیبت میں ڈالنا۔

کَنّے ٹھُس (۸/۵۳۲)

وہ کنکوا جس کے کنّوں (اوپر نیچے کے حصوں) میں توازن نہ ہو۔

کوا کان لے گیا (۸/۵۳۱)

جھوٹی بات کو بے تحقیق مان لینے کے موقع پر بولتے ہیں۔ کوا کان لے گیا، سُن کر کان کو نہیں دیکھتے، کوے کے پیچھے دوڑتے ہیں۔

کُوچے کٹوانا (۲/۱۲۳)

''کوچے کاٹنے'' کا لازم۔ دونوں پیر ایڑی کے اوپر سے کاٹنا، مراد: جہاں بیٹھے وہیں بیٹھے رہنا۔ کسی جگہ جم کر بیٹھ جانا اور اُٹھنے کا نام نہ لینا۔ یہ لفظ کئی طرح سے مستعمل ہے: کُونچے، کُوچیں، کُونچیں۔

کَہگِل (۷/۵۲۱)

بھوسا ملی ہوئی مٹی جو بارش سے محفوظ رکھنے کے لیے دیوار اور چھت پر لگائی جاتی ہے۔ (کاہ=گھاس۔ گِل = مٹی)

کھانڈا (۷/۵۳۵)

تلوار کی ایک قسم جو سیدھی اور دو رُخی ہوتی ہے، اس کی نوک مثلث نما ہوتی ہے۔ قصائی کا بغدا۔

کھپنا (۲/۳۸۰ـ ۵/۴۶۳)

(۱) زیب دینا، موزوں ہونا، جچنا (ان معنوں میں عام طور پر ''کھبنا'' مستعمل ہے مگر یگانہ نے ''کھپنا'' لکھا ہے۔)

(۲) گھلنا، بُرا حال ہونا، رنج و غم میں تحلیل ہونا، شرمانا، پشیمان ہونا۔

کھِسیانی ہنسی ہنسنا (۶/۳۹۸)

زبردستی ہنسنا، دکھاوے کے لیے ہنسنا، خفت منانے کے لیے ہنسنا۔

کھُلے خزانے (۱/۴۲۷)

علی الاعلان، کھُلم کھُلا، علانیہ، برملا۔

کھیتی ہری ہونا (۵/۳۷۰)

(مجازاً) خوش ہونا، آسودہ ہونا۔

کھیل بگڑنا (۷/۵۴۱)

کام خراب ہونا، رنگ میں بھنگ پڑنا۔

گُڑ کھائیں گلگلوں سے پرہیز (۲/۳۹۷)

بڑی برائی میں ملوث ہونا اور چھوٹی برائی سے بچنا۔

گلے کا ہار (۵/۱۵۵)

جو ہر وقت ساتھ رہے، جو ہر وقت دل و دماغ پر حاوی رہے۔ ایسی مسلسل وابستگی جو بالآخر ناگوار گزرے۔

گنگا نہا لینا (۱۲/۴۵۹)

گناہوں سے پاک ہونا، مصیبت سے نجات پانا، پاک صاف ہونا، کارِ ثواب انجام دینا [ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق دریائے گنگا کے پانی میں نہا لینے سے تمام گناہ دُھل جاتے ہیں اور آدمی پاک ہوجاتا ہے]

گھرے ہونا (۳/۴۹۰)

بہت فائدہ ہونا، وارے نیارے ہونا۔

گہنا (۱/۴۹۰)

کسی چیز کو پکڑنا (اصلاً گرہن جس کے معنی گرفت کے ہیں) حاشیۂ یگانہ: گہہ بیٹھے۔ ٹھیٹھ ہندی کا محاورہ ہے یعنی ایسی گرفت کہ چھڑائے نہ چھوٹے۔ ہندی کا شاعر کہتا ہے: ''شیام رے موری بہیاں گہونا۔''

گھر بولنا (۵/۳۷۴)

بارونق ہونا۔ حاشیہ از یگانہ: ''گھر بولتا ہے یعنی گھر کی رُت ایسی بدل گئی ہے، ایسی رونق آگئی

ہے کہ گویا منھ سے بول رہا ہے۔''

گھروندا بگڑنا (۱/۲۳۱)

گھر تباہ ہونا، یگانہ نے ''گھر بگڑنا'' کے قیاس پر گھروندا بگڑنا بنایا ہے۔

گھن (۳/۳۵۵)

گھنا بادل، بادلوں کا ہجوم۔

گھی کے جلنا (۲/۳۸۶)

گھی کے چراغ جلنا بہ معنی مراد پوری ہونا، مطلب حاصل ہونا (جب کوئی مراد پوری ہوتی ہے یا کسی مقصد میں کامیابی ہوتی ہے تو اُس کی خوشی میں بزرگانِ دین کے مزاروں پر تیل کی جگہ گھی کے چراغ جلائے جاتے ہیں۔)

لاد لینا (۴/۵۳۸)

زبردستی یا مجبوراً بوجھ اُٹھانا۔

لاگ (۱/۱۶۵۔۸/۵۳۶)

(۱) ربط، تعلق، وابستگی، لگن، عشق، محبت، چسکا، شوق۔

(۲) عداوت، دشمنی۔

لٹکنا (۶/۳۸۴)

معلق رہنا، انتظار میں رہنا۔

لد جانا (۷/۴۹۲)

چلے جانا، گزر جانا، بیت جانا، ختم ہوجانا۔

لگا لے جانا (۴/۴۹۷)

ورغلا کر یا بہلا پھسلا کر ساتھ لے جانا، اپنا گرویدہ بنا کر اپنے ساتھ لے جانا۔

لگاوٹ (۵/۴۷۱)

محبوبوں کی دل لبھانے والی حرکات، محبت آمیز باتوں سے اپنی طرف مائل کرنے کا انداز، نمائشی محبت، دکھاوے کا پیار۔

لگن لگنا (۵/۳۴۶)

خیال بندھنا، شوق پیدا ہونا، دھن لگنا، دل لگنا۔

لگور (۳/۳۹۴)

وہ جو لاگو ہو یعنی کسی کے پیچھے پڑ جائے، وہ جسے انسانی خون کی چاٹ لگی ہو۔ آشنا، یار۔

لمبا پڑنا (۸/۴۶۱)

چل دینا، بھاگ جانا، موقع پر ساتھ چھوڑ جانا۔

لندا پھندا (۷/۵۷۲)

مکروفریب (''لند پھند'' اور ''لندے پھندے'' بھی مستعمل ہے)

لوہا ماننا (۱/۵۲۹)

کسی کی استادی، ہنر یا دلیری کا قائل ہونا، رعب ماننا، کسی کو زبردست تسلیم کرنا، برتری تسلیم کرنا۔

لوہے لگنا (۲/۴۹۷)

تکلیفیں پیش آنا، مشکلیں پڑنا۔

لہر (۹/۳۱۵)

اُمنگ، شوق، ولولہ، جوش، من کی موج، سرور۔

لہر چڑھنا (۸/۵۱۴)

زہر کا اثر ہونا۔

لہرانا (۴/۳۱۳۔۵/۴۱۶)

(۱) دل میں کسی چیز کا شوق پیدا ہونا، اُمنگ پیدا ہونا (۲) ہلنا، جنبش کرنا۔

لہو پانی کرنا (۷/۱۶۵)

سخت تکلیف اُٹھانا، غم و غصہ میں مبتلا ہونا۔

لیلا (۴/۶۰۷)

رونق، خوب صورتی، حسن، کھیل تماشا، کرشمہ۔

لے اُڑنا (۵/۱۶۵)

مدہوش کر دینا، متوالا کر دینا، بے خود کر دینا۔

لینڈی آسمان پر چڑھنا (۶/۵۳۸)

مغرور و متکبر ہونا، تھوڑی سی بات پر بھول جانا۔

مآلِ مجلس (۷/۱۲۹)

مرثیہ خوانی یا واقعاتِ کربلا بیان کرنے کے بعد گریہ کرنے کو مآلِ مجلس کہتے ہیں۔

ماتھا ٹھنکنا (۱/۴۹۷)

کسی بات یا کام کا برا انجام آثار سے معلوم ہوجانا۔ گمان، شبہہ یا اندیشہ ہونا۔ کسی آفت سے پہلے اُس کے پیش آنے کا اندازہ ہوجانا۔

مان کا ہونا (۳/۴۱۵)

قابو کا ہونا، اختیار کا ہونا۔

مانجھا ڈھیلا ہونا (۱/۵۳۹)

قوت مردی کم ہونا۔

مُبتَدائے بے خبر (۶/۲۵۵)

جملۂ اسمیہ کا پہلا جزو ''مبتدا'' کہلاتا ہے اور آخری ''خبر''۔ مبتدا کسی شخص یا شے کو کہتے ہیں، خبر یہ کہ جو کچھ اُس شخص یا شے کے بارے میں کہا جائے۔ مبتدائے بے خبر سے مراد ہے کوئی بھی عمل جو نامکمل رہ جائے۔

مُچّا (۶/۵۳۸)

گوشت کا بڑا سا ٹکڑا۔

محمل سوار (۳/۱۷۶)

مراد: لیلیٰ۔

مُحیط (۷/۶۲۲)

لفظی معنی: احاطہ، گھیرا، احاطہ کرنے والا، گھیرنے والا۔ مراد: بڑا دریا، سمندر۔

مُحیطِ چرخ (۶/۳۰۴)

وہ جگہ جسے آسمان نے گھیر رکھا ہے۔ مراد: دنیا، عالم

مَرتے کچھڑتے (۳/۳۴۷)

گرتے پڑتے، بہ حالِ خستہ و تباہ۔

مَردَک (۱/۵۳۹)

مرد کی تصغیر حقارت کے ساتھ، حقیر آدمی، ادنیٰ شخص، نامکمل مرد جس کی مردانگی مشتبہ ہو۔

مَردمار (۳/۵۴۱)

ایسی عورت جو مردوں کے کان کاٹے، مرد جس سے پناہ مانگیں، ڈھیٹ، دلیر۔ (عورتیں لفظ ''مرد'' کو ''نظر'' کے وزن پر بولتی ہیں۔)

مَردُوا (۳/۴۶۹)

مرد کی تصغیر حقارت کے ساتھ (عورتوں کی زبان میں) بیگانہ شخص، غیرمرد، شوہر) اس لفظ کے ایک معنی بہادر اور دلیر شخص کے بھی ہیں۔ یگانہ نے انھیں معنی میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔

مُردوں سے شرط باندھ کے سونا (۵/۲۲۳)

نہایت غفلت کی نیند سونا، بہت بے خبر ہوکر سونا، نہایت گہری نیند سونا۔

مُردہ بھاری ہونا (۲/۴۰۳)

(۱) باوجود کمزوری اور بے استطاعتی کے حریف پر غالب ہونا۔ (۲) میت بھاری ہونا۔ کہا جاتا ہے گناہ گار کی لاش بھاری ہوجاتی ہے۔

مزاج بگڑنا (۶/۱۱۸)

مزاج برہم ہونا، طبیعت ناساز ہونا۔

مزاج پانا (۴/۲۵۱)

مزاج کے مطابق ہونا، مزاج کو سمجھنا۔

مزہ کرکرا ہونا (۲/۵۸۹)

لطف کھو دینا، بے لطفی ہونا، عیش میں خلل پڑنا۔

مستِ الست (۷/۵۲۵)

وہ جو قدرتی طور پر مست ہو، مجذوب کامل، ہمیشہ مست۔

مَسوسنا (۴/۵۱۸)

دل میں غم کھانا اور شکوہ زبان پر نہ لانا۔ کسی جوش، جذبے یا ولولے کو دبانا۔ جبر سے صبر گوارا کرنا۔

مَلگجی پوشاک (۷/۱۵۲)

مٹی کے رنگ کا لباس۔ مراد: جسم (کیوں کہ جسم روح کا لباس ہے)

مُمتنع (۴/۲۴۷)

روکنے والا، باز رکھنے والا۔

مَنڈھنا (۴/۵۷۵)

طبلے، ڈھولک اور ڈفلی وغیرہ پر کھال چڑھنا۔

منگل گانا (۳/۳۶۲)

خوشی کے گیت گانا، خوشی منانا، رنگ رلیاں کرنا۔

مُنھ بولتی تصویر (۴/۳۴۳)

نہایت عمدہ تصویر جس پر جان دار کا گمان گزرے اور محسوس ہو جیسے ابھی بولے گی۔ انسان، آدمی۔

مُنھ پَسارنا (۲/۶۰۹)

دیکھیے: پسارنا

مُنھ چاہیے (۲/۳۷۵)

ہمت چاہیے، حوصلہ چاہیے، دل گردہ چاہیے۔

مُنھ سی دینا (۳/۳۰۷)

خاموش کر دینا، بات کرنے سے روک دینا۔

مُنھ سے بولو، سر سے کھیلو (۴/۴۶۳)

یہ مثل اس طرح بولتے ہیں: ''منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے''۔ اس میں خاموش رہنے اور اشارے کنائے سے بھی کام نہ لینے کا مفہوم ہے۔ یگانہ نے اس میں تصرف کیا ہے اور مثل کے دونوں اجزا کو الگ الگ استعمال کیا ہے کہ اگر منھ سے نہیں بولتے تو اشاروں کنایوں ہی سے کچھ کہو۔

مُنھ سے پھوٹنا (۶/۳۵۱)

کنایہ ہے بات کرنے سے۔ یہ محاورہ عموماً عورتوں کی زبان پر ہے۔

مُنھ کیل دینا (۵۴۹/ حاشیہ)

خاموش کر دینا، چپ کرا دینا (کیل دینا، جادو کی اصطلاح ہے۔ جادو کے زور سے کسی بدگو پر ایسا عمل کرنا کہ وہ خاموش رہے۔)

مُنھ کے بَھل (بَل) گرنا (۲/۳۶۶)

اوندھے منھ گرنا، ذلت اٹھانا، ذلیل ہونا۔

مُنھ مار دینا (۳/۵۴۹)

خاموش کر دینا، لاجواب کر دینا، منھ بند کر دینا۔

موم کی مریم (۵/۴۲۵)

بہت نازک اور اچھوتی عورت، حضرت مریم کی طرح جسے کسی مرد نے ہاتھ نہ لگایا ہو اور جو نگاہ کی گرمی سے بھی پگھل جائے یعنی کسی کے دیکھنے کی بھی تاب نہ لا سکے۔

مُہری (۲/۵۶۳)

موری (نالی) کا ایک تلفظ۔

میدان کا چور (۱/۵۴۲)

میدان چھوڑ کر بھاگنے والا، سامنے آ کر غلط کام کرنے سے گریز کرنے والا۔

میدان مارنا (۸/۵۴۱)

لڑائی جیتنا، فتح یاب ہونا۔

میرزائی (۶/۴۶۱)

نازک مزاجی، عالی نسبی، فخر و ناز کا رویہ۔

ناچ نچانا (۵/۵۷۴)

حیرت میں ڈالنا، پریشان کرنا، تنگ کرنا۔

نادیدنی (۳/۲۵۴)

جو دیکھنے کے قابل نہ ہو۔

ناکردنی (۵/۴۶۴)

وہ کام جو کرنے کے لائق نہ ہو، بُرا کام۔

ناک پُونچھنا (۲/۵۳۷)

سخت رُسوا کرنا، بدنام کرنا۔

نام باجنا (۳/۴۲۸)

مشہور ہونا۔

نام دھرنا (۱۲/۵۴۴)

عیب لگانا، الزام لگانا، برا کہنا، بدنام کرنا۔

نظر پر چڑھنا (۵/۳۶۴)

دل کو بھانا، کسی کی نگاہ میں باوقعت ہونا، پسند آنا، منظور نظر ہونا (''نظروں پر چڑھنا'' بھی مستعمل ہے۔)

نَظَری (۷/۴۱۴)

ناپسندیدہ، نامنظور، نظر سے گرایا ہوا، بیکار، ناقص۔ (اس کی ضد کے لیے دیکھیے: صاد)

نَفسِ اَمّارہ (۲/۶۰۱)

انسان کی وہ خواہش جو اُسے بُرے کاموں کی طرف لے جائے۔ حیوانی یا شیطانی خواہش۔

نقش بہ دیوار ہونا (۴/۲۵۰)

(مجازاً) حیران، ساکت، خاموش، ہکا بکا ہونا۔

نقش بند (۱/۳۰۰)

نقاش، مصور۔

نکلتے پَیٹھتے دن (۳/۱۳۴)

حاشیہ از یگانہ: ''لکھنؤ کے روزمرہ میں نکلتے پیٹھتے دن اُس زمانے کو کہتے ہیں کہ ایک فصل جارہی ہو اور دوسری آ رہی ہو۔ اِس کو دو رسا دن بھی کہتے ہیں۔ یعنی نکلتے پیٹھتے دن، تداخلِ فصلین کا مترادف ہے۔''

نکلتے (جاتے ہوئے) پَیٹھتے (آتے ہوئے) دن۔ جب ایک موسم کی جگہ دوسرا موسم لے رہا ہو۔ (پَیٹھنا: داخل ہونا، اندر آنا)

نگاہِ واپسیں (۲/۳۰۴)

وہ نگاہ جو مرتے وقت کسی پر پڑے۔ جیتے جی آخری نگاہ۔

نگاہوں پہ چڑھانا (۳/۳۱۳)

دیکھ کر جانچنا، پرکھنا، باوقعت ہونا، دل کو بھانا۔

نیل بگڑنا (۲/۱۸۸)

کام بگڑنا، خرابی واقع ہونا، کم بختی آنا، شامت آنا۔ (لفظی معنی: نیل کے حوض کا خراب ہونا)

نیم کُر (۱/۵۳۷)

ناقص العلم، معمولی جاننے والا، ناتجربہ کار، جس کی تعلیم بہت معمولی ہو، محض حرف شناس۔

وَدِیعَت (۱/۲۸۱)

امانت، وہ چیز جو تحویل میں رکھی جائے۔

وصّاف (۵/۵۶۹)

بہت تعریف کرنے والا، صفت وثنا کرنے والا۔

ہاتھ جھوٹا پڑنا (۱/۵۵۴)

وار خالی جانا، نشانے پر نہ لگنا۔

ہاتھ سچا پڑنا (۱/۴۹۸)

وار اپنے نشانے پر لگنا۔ (سچا ہاتھ= دیانت داری، ایمان داری، ساکھ۔)

ہارے تو چلے نانپارے (۲/۴۰۰)

حاشیہ از یگانہ: ''اودھ میں ایک ریاست ہے نانپارہ۔ جب کوئی شخص ہار کر شرمندہ اور کھسیانا ہوجاتا ہے تو اُس پر یہ مثل کہی جاتی ہے: ہارے تو چلے نانپارے۔''

یہ ضرب المثل مقامی نوعیت کی ہے۔ کسی لغت میں نظر نہیں آئی۔ حاشیے میں یگانہ نے ''چلے'' لکھا ہے اور متعلقہ شعر میں ''سدھارے''۔

ہتھّے سے اُکھڑ جانا (۵/۲۳۱)

شروع ہی میں قابو سے باہر ہوجانا، معاملہ بنتے بنتے بگڑ جانا، کسی کا جھلا کر خفا ہوجانا۔

ہَلہَلا

''...جس شخص میں جوش یا ہلہلا پیدا نہ ہو، اُسے کہتے ہیں کہ یہ شخص کیسی ٹھنڈی مٹی کا بنا ہوا۔'' (حاشیہ رباعی ۹۵، ترانہ ص۳۶۶) شوق، اُمنگ۔

ہُو حق (۲/۲۶۸)

نعرۂ مستانہ، شور وغوغا۔

ہوا بگڑنا (۳/۱۳۲)

زمانے کا ناموافق ہوجانا یا پھر جانا، ساکھ جاتی رہنا، اعتبار اُٹھ جانا۔

ہوا پلٹنا (۵/۳۵۴)

ہوا بدلنا، زمانے کا رُخ بدلنا، انقلاب ہونا، موسم بدل جانا۔

ہوا پھرنا (۸/۲۲۵)

حالت بدلنا، بھلے دن آنا، زمانے کا رنگ بدلنا۔

ہوا چلنا (۳/۱۴۹)

کسی خاص امر کی طرف اشارہ کرنا، کسی امر کا رواج پانا۔

ہوا خراب ہونا (۲/۲۸۹)

حالات ناموافق ہونا۔

ہوا سر میں ہونا / بھرنا (۴/۳۱۹۔ ۶/۳۷۰)

دُھن سمانا، سودا ہونا۔

ہَونسنا (۴/۵۲۵)

لالچ کرنا، طمع کرنا۔

ہَئی (۳/۳۳۷)

حاشیہ از یگانہ: ''ہَئی مخفف ہے 'ہے ہی' کا۔ فصحا کے روزمرہ میں ہَئی مستعمل ہے اور 'ہے ہی' غیرفصیح و متروک ہے۔ اِسی طرح 'ہم ہی' کی جگہ 'ہمیں' بولتے ہیں اور یہی فصیح ہے۔''

ہیا پھوٹنا (۶/۵۱۴)

کور باطن ہونا، عاقبت نااندیش ہونا۔ لغات میں ان معنوں میں ''ہیے کی پھوٹنا'' ملتا ہے۔ (ہیا: دل، جگر، حوصلہ، دلیری، ہوش، حواس)

حواشی

حواشی میں جن کتابوں کے حوالے کثرت سے دیے گئے ہیں، اُن کے لیے مندرجۂ ذیل مخففات استعمال کیے گئے ہیں۔

نشتر = نشترِ یاس

آیات اوّل = آیاتِ وجدانی، طبعِ اوّل

آیات دوم = آیاتِ وجدانی، طبعِ دوم

آیات سوم = آیاتِ وجدانی (جدید)، طبعِ سوم

ترانہ م = ترانہ، نسخۂ مطبوعہ

ترانہ ق = ترانہ، نسخۂ قلمی

گنجینہ م = گنجینہ، نسخۂ مطبوعہ

گنجینہ ق = گنجینہ، نسخۂ قلمی

گنجینہ، نسخۂ رضوی = گنجینہ، مطبوعہ جس پر خطِ یگانہ تصحیحات ہیں۔ یہ نسخہ یگانہ نے باقر حسنین رضوی کو دیا تھا۔

خودنوشت ق = خودنوشت یاس، قلمی

جکول = بیاضِ یاس، قلمی بنام "جکول"

غالب شکن، اوّل = غالب شکن، طبعِ اوّل

غالب شکن، دوم = غالب شکن، طبعِ دوم

ان تمام کتابوں کے بارے میں تفصیلات "ماخذ" کے عنوان کے تحت کلیات کے شروع میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

حواشی میں مندرجۂ ذیل مخففات بھی استعمال کیے گئے ہیں۔

ش ۔ = نمبر شمار

ص ۔ = صفحہ نمبر

غ = غزل

ر = رباعی

س ک = سہو کتابت

قلمی بیاضوں کے حوالے اوراق کے مطابق ہیں۔ ورق کے دونوں رُخوں کے لیے الف اور ب استعمال کیے گئے ہیں۔ مثلاً ۳، الف سے مراد ہے تیسرے ورق کا سامنے کا رُخ (طاق) اور ۳ ب سے مراد ہے تیسرے ورق کی پشت کا رُخ (جفت)۔

گنجینہ قلمی و مطبوعہ میں غزلوں اور رباعیوں کے الگ الگ حصے ہیں، اس لیے ان کے نمبر شمار بھی الگ الگ ہیں۔ (ایسا خود یگانہ نے کیا تھا)۔ مثلاً ۵ غ سے مراد ہے حصۂ غزلیات کی پانچویں غزل۔ ۵ ر سے مراد ہے حصۂ رباعیات کی پانچویں رباعی۔

حواشی میں جہاں کہیں مآخذ کی فہرست درج کرنے کے بعد کچھ نہیں لکھا گیا، اُس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مآخذ میں متعلقہ تخلیق کا متن یکساں ہے۔

بعض اقتباسات کے درمیان قلابین میں اگر کوئی لفظ یا کچھ الفاظ ہوں تو اُنھیں حواشی نگار کا اضافہ سمجھا جائے۔ بعض عبارتوں کی توضیح یا تصحیح کے لیے یہ اضافے کیے گئے ہیں۔

یگانہ کے مجموعہ ہائے کلام کے حوالوں میں صفحہ نمبر درج کرنے کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ متعلقہ تخلیق کا کسی مجموعے میں نمبر شمار کیا ہے۔ لیکن بیاضوں کا حوالہ دیتے ہوئے صرف اوراق نمبر درج کیے گئے ہیں۔ تخلیقات کے نمبر شمار اس لیے درج نہیں کیے گئے کہ بعض بیاضوں میں کلام کے علاوہ دیگر مندرجات بھی ہیں۔

حواشی میں جہاں کہیں یہ لکھا گیا ہے کہ کسی مجموعے کی کوئی غزل کسی دوسرے مجموعے کی اُسی غزل کے مطابق ہے تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں غزلوں کا متن ایک جیسا ہے اور تعداد اشعار بھی یکساں ہے۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو صراحت کی گئی ہے کہ ایک مجموعے کی کوئی غزل بعد کے کسی مجموعے میں یکساں نہیں ہے تو کیوں؟ اشعار زیادہ ہوں تو زاید اشعار کی اور کم ہوں تو موجود نہ ہونے والے اشعار کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اس کمی بیشی کی صراحت کے لیے اشعار کے نمبر شمار درج کیے ہیں اور ایسے تمام نمبر شمار زیر نظر کلیات کے متن کے مطابق ہیں۔

س ک یعنی سہو کتابت کے عنوان کے تحت صرف اہم غلطیوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ یگانہ کے مطبوعہ مجموعوں میں بعض معمولی نوعیت کی اغلاط کتابت بھی ملتی ہیں۔ جیسے ''ٹکڑے'' کی جگہ ''ٹکرے'' یا ''ہتھکنڈے'' کی جگہ ''ہتھ کنڈے''۔ ایسی اغلاط کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

حواشی کے سلسلے میں بعض توضیحات کلیات کے دیباچے میں بھی ہیں۔ بہتر ہے کہ انھیں بھی دیکھ لیا جائے۔

نشتر یاس

۱: ص ۲۔۱

☆ آیات اوّل: ص ۱۱۰۔۱۰۹، ش: ۱۱
☆ آیات دوم: ص ۲۳۔۲۱، ش: ۹
☆ آیات سوم: ص ۱۰۶، ش: ۲۵
☆ گنجینہ م: ص ۲۶، ش: ۲۷ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۹۳، ش: ۲۶ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۱۸، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۹ ب
☆ خودنوشت (قلمی): ص ۵۔۴

نشتر میں یہ غزل ۱۶ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات اوّل و دوم، گنجینہ م و ق اور بیاض ۳ و ۴ میں یہ ۸ شعر شامل کیے گئے ہیں۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔ آیات سوم میں سوائے ایک (ش: ۳) کے باقی ساتوں شعر ہیں۔ خودنوشت میں ۱۵ شعر ہیں۔ شعر، ش: ۱۳، اِس میں نہیں ہے۔

اختلافِ نسخ:

نشتر، شعر۱۲، مصرع ۱ : اشکِ خوں سے زرد چہرے پر ہے اک طرفہ بہار
باقی تمام متون میں "کیا" بجائے "اک"۔ کلیات میں یہ مصرع اِس ترمیم کے مطابق ہے۔

نشتر، شعر۱۶، مصرع ۱ : ہاتھ الجھا اب گریباں میں تو گھبراؤ نہ یاسؔ
باقی تمام متون میں "ہے" بجائے "اب"۔ کلیات میں یہ مصرع اِس ترمیم کے مطابق ہے۔

اصلاحِ استاد:

شعر ۱۵، مصرع ۱، کی ابتدائی صورت یہ تھی: صحبتِ واعظ میں بس انگڑائیاں آنے لگیں
پیارے صاحب رشید نے "بس" کو "بھی" سے تبدیل کر دیا۔ (مشاطۂ سخن، حصہ اوّل، مرتبہ صفدر میرزا پوری، ص ۱۳۷) نشتر میں اصلاح شدہ مصرع ہے۔

زمانۂ تصنیف:

یہ غزل حکیم منے آغا ابر لکھنوی کے مکان پر منعقدہ مشاعرے کی طرح میں لکھی گئی ہے۔ اِس مشاعرے کی

غزلیں رسالہ "معیار" لکھنؤ کے مارچ ۱۹۱۲ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہیں*۔ اِن میں یاس کی غزل بھی ہے۔ اِس بنا پر اِس کا سالِ تصنیف ۱۹۱۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

یاس نے خود نوشت (قلمی) میں نشتر کی غزل : ۲۶ کا ذکر کیا ہے جو پنڈت برج نراین چکبست کے مشاعرے منعقدہ ۶ رمئی ۱۹۱۲ء کے لیے لکھی گئی تھی۔ اس کے فوراً بعد یاس لکھتے ہیں :

> "اس کے بعد حکیم منّے آغا صاحب (جو معیار پارٹی کے ایک رکن ہیں) کے مکان میں بنّے صاحب طاہر کی طرف سے غالب کی زمین میں (منظر کھلا، دفتر کھلا) ایک مشاعرہ ہوا۔ اس مشاعرے میں بھی حکیم منّے آغا صاحب اور بعض اراکینِ معیار نے وہی سلوک کیا جیسے آگے ذکر کیا گیا۔ [یعنی مضحکہ اُڑایا گیا۔ رک : حاشیہ غزل ۳۶ ،نشتر] مجھے بھی مجبور ہو کر کہنا پڑا کہ مجھے نہ کسی کی داد سے غرض ہے نہ بے داد کا شکوہ۔ کلام دل پذیر کسی کی داد و بے داد کی پروا نہیں رکھتا"۔ (ص ۴)

یاس کا یہ لکھنا کہ چکبست کا مشاعرہ پہلے ہوا اور حکیم منّے آغا کے مکان پر بعد میں، درست نہیں۔ جس مشاعرے کی غزلیں رسالہ "معیار" لکھنؤ، مارچ ۱۹۱۲ء کے شمارے میں چھپ چکی ہوں، وہ ۶ رمئی ۱۹۱۲ء (مشاعرۂ چکبست کے انعقاد کی تاریخ) کے بعد منعقد نہیں ہوسکتا۔

۲ : ص ۲

☆ گنجینہ ق : ۱۶۶، ش ۱/ ۱۲۸ (غ)　　　☆ بیاض ۳ : ورق ۵ ، الف

۱۰ شعروں کی یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔ مذکورۂ بالا دونوں مجموعوں میں بھی اِس کا صرف مقطع ہے۔

س ک :

شعر ۵ ، مصرع ۱ میں : "کُھلی ہیں" کی بجائے "کُھلیں ہیں" چھپا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

اصلاحِ استاد :

اِس غزل پر شاد عظیم آبادی نے اصلاح دی تھی۔

شعر ۱، مصرع ۲ : اِک تڑپنے کا جو ارماں تھا وہ ارماں رہ گیا

اصلاح : اِک تڑپنے کا تھا ارماں وہ بھی ارماں رہ گیا

شعر ۷، مصرع ۱ : مرتے دم تک تو نہ شرمندہ ہوئے احباب سے

اصلاح : زندگی بھر تک تو شرمندہ نہ تھے یاروں سے ہم

(مشاطۂ سخن، حصہ اوّل، از صفدر میرزا پوری، ص ۱۳۹)

نشتر میں یہ مصرعے اصلاح کے مطابق ہیں۔

زمانۂ تصنیف :

یاس، پٹنہ میں شاد سے اصلاح لیتے تھے۔ اس بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف یاس کی آمدِ لکھنؤ (۱۹۰۶ء) سے ایک دو سال قبل (۵-۱۹۰۴ء) متعین کیا جاسکتا ہے۔

---

* یہ حوالہ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی عنایت سے دستیاب ہوا ہے۔ یہ رسالہ پنجاب یونی ورسٹی لائبریری میں اُن کی نظر سے گزرا تھا۔ اب وہاں نہیں ہے۔

۳ : ص ۳ـ۲

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف :

یہ طرحی غزل ہے کیوں کہ اِس طرح میں صفی (دیوان، ص ۳۰) ثاقب (دیوان، ص ۲۰) اور عزیز (گل کدہ، ص ۳۰ـ۲۹) نے بھی غزلیں کہی ہیں۔ صفی کی غزل کے ساتھ صرف سنہ لکھا ہے (۱۹۱۱ء) جب کہ عزیز و ثاقب کی غزلوں کے ساتھ تاریخ (۱۲ر نومبر ۱۹۱۱ء) بھی ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ یاس کی غزل بھی اِسی سال کہی گئی ہوگی۔

۴ : ص ۴ـ۳

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

اصلاحِ استاد :

اِس غزل پر شاد عظیم آبادی نے اصلاح دی ہے۔

شعر ۱، مصرع ۲ : مشکلوں میں بھی طبیعت کا وہی جوش رہا

اصلاح : کش مکش میں بھی ....

شعر ۱۴ : صبح دم رویا ہوں مینا سے گلے مل مل کر
چلتے چلتے بھی خم و جام کو اک جوش رہا

اصلاح : اٹھتے اٹھتے بھی وہی بزم کی مستانہ روش
چلتے چلتے بھی خمِ مے کو وہی جوش رہا

(مشاطۂ سخن، حصہ اوّل، : صفدر میرزا پوری، ص ۱۳۸)

نشتر میں یہ تینوں مصرعے اصلاح کے مطابق ہیں۔

زمانۂ تصنیف :

۵ـ۱۹۰۴ء۔ مطابق حاشیہ : ۲، مذکورۂ بالا۔

۵ : ص ۴

☆ آیاتِ اوّل : ص ۱۳۷، ش ۲۶ ☆ آیاتِ دوم : ص ۶۱ـ۶۰، ش ۲۶

بارہ شعروں کی اِس غزل کے یہ چار شعر آیاتِ اوّل و دوم میں شامل کیے گئے ہیں۔ ش : ۴، ۵، ۷، ۱۰۔

۶ : ص ۵ـ۴

☆ آیاتِ اوّل : ص ۳۰۰، ش ۹۲/۸ ☆ آیاتِ دوم : ص ۲۸۶، ش ۱۲۹/۱۰

دس شعروں کی اِس غزل کے یہ دو شعر آیاتِ اوّل میں ہیں۔ ش : ۱، ۵۔ آیاتِ دوم میں اِن کے علاوہ ایک شعر اور بھی ہے۔ ش : ۷۔

۷ : ص ۶۔۵

☆ آیات اوّل : ص ۲۹۹، ش ۹۲/۱ ☆ آیات دوم : ص ۲۸۴، ش ۱۲۹/۶

دس شعروں کی اِس غزل کے یہ تین شعر آیات اوّل و دوم میں شامل کیے گئے ہیں۔ ش : ۱، ۷، ۱۰۔

س ک :

شعر ۱، مصرع ۱ : مشکل نہیں رکھتا کوئی جو دل نہیں رکھتا

نشتر میں ''کوئی جو'' کی جگہ ''جو کوئی'' چھپا ہے۔ اِس غلطی کی نشان دہی نشتر کے غلط نامے میں کی گئی ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

شعر ۹، مصرع ۱ : ''دیکھے گا'' کی جگہ ''دیکھے کا'' لکھا گیا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

۸ : ص ۶

☆ آیات اوّل : ص ۳۰۰، ش ۹۲/۹ ☆ آیات دوم : ص ۲۸۲، ش ۱۲۹/۱

آیات اوّل و دوم میں ۶ شعروں کی اِس غزل کا صرف مطلعِ اوّل شامل کیا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

یہ طرحی غزل ہے۔ دیوانِ ثاقب میں اِس طرح میں ۴ر جون ۱۹۱۳ء کی نوشتہ غزل ہے (ص ۲) یاس کی غزل کا سالِ تصنیف بھی یہی ہوسکتا ہے۔

۹ : ص ۷۔۶

☆ آیات اوّل : ص ۸۸۔۸۷، ش ۵ ☆ آیات دوم : ص ۹۔۸، ش ۴

☆ آیات سوم : ص ۹۸۔۹۷، ش ۲۱ ☆ گنجینہ م : ص ۲۳، ش ۲۲ (غ)

☆ گنجینہ ق : ص ۹۰، ش ۲۱ (غ) ☆ بیاض ۳ : ورق ۱۴، الف

☆ بیاض ۴ : ورق ۷ ب

۹ شعروں کی اِس غزل کے یہ ۶ شعر آیات سوم میں ہیں۔ ش : ۱ تا ۴، ۸، ۱۰۔ باقی سب میں اِن کے علاوہ ایک شعر (ش : ۵) اور بھی ہے۔

اصلاحِ استاد :

پیارے صاحب رشید نے مطلع کے مصرعِ اوّل : چلے چلو جہاں لے جائے ولولہ دل کا

کو یوں تبدیل کر دیا تھا : چلیں گے لے چلے جس سمت ولولہ دل کا

(مشاطۂ سخن، حصہ اوّل، از صفدر میرزا پوری، ص ۱۳۸)

مگر یاس نے اِس اصلاح کو قبول نہیں کیا اور نشتر میں مصرعے کو اُسی طرح رہنے دیا جس طرح لکھا تھا۔

زمانۂ تصنیف :

یاس جب لکھنؤ آئے تو یہاں اُنھیں ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی استاد کو کلام دکھایا جائے۔ پیارے صاحب رشید سے مشورۂ سخن کیا (خودنوشت، قلمی، ص ۳) مگر یہ مشورہ چند غزلوں تک محدود رہا (ایضاً، ص ۳۹) اِس کا مطلب یہ ہے کہ شاگردی کا زمانہ مختصر رہا ہوگا۔ نشتر کی غزلیں، ش : ۱ و۴۲ پیارے صاحب رشید کی اصلاح کردہ ہیں اور ۱۹۱۲ء کی نوشتہ ہیں۔ گمانِ غالب ہے کہ رشید کی شاگردی ۱۹۱۲ء میں مختصر مدت کے لیے اختیار کی ہوگی۔ اِس بنا پر زیرِنظر غزل کا زمانہ تصنیف بھی یہی متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰ : ص ۸ ۔ ۷

☆ آیات اوّل : ص ۳۰۰، ش ۹۲/۵ ☆ آیات دوم : ص ۲۸۲، ش ۱۲۹/۳

۱۶ شعروں کی اِس غزل کا صرف مقطع آیات اوّل و دوم میں شامل کیا گیا ہے۔

زمانۂ تصیف :

یہ طرحی غزل ہے جو معیار پارٹی کے مشاعرے کے لیے غالب کی زمین (غلطی کی کہ جو کافر کو مسلماں سمجھا) میں لکھی گئی ہے۔ اِس مشاعرے کی غزلیں رسالہ ''معیار'' لکھنؤ بابت اکتوبر ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی تھیں۔ اِن میں یاس کی غزل بھی شامل ہے۔ اِس بنا پر اِس غزل کو ۱۹۱۲ء کی تصنیف قرار دیا جاسکتا ہے۔ (رسالہ ''معیار'' کا حوالہ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی عنایت سے ملا ہے۔ یہ رسالہ پنجاب یونی ورسٹی لائبریری لاہور میں اُن کی نظر سے گزرا تھا۔ اب یہ وہاں دستیاب نہیں ہے)۔

۱۱ : ص ۹-۸

☆ آیات اوّل : ص ۱۳۵، ش ۲۳ ☆ آیات دوم : ص ۵۰-۴۹، ش ۲۱
☆ آیات سوم : ص ۱۱۴-۱۱۳، ش ۳۲ ☆ گنجینۂ م : ص ۲۱-۲۰ ، ش ۱۸ (غ)
☆ گنجینۂ ق : ص ۸۷، ش ۱۷ (غ) ☆ بیاض ۳ : ورق ۲۴، الف و ب
☆ بیاض ۴ : ورق ۱۳ ب

۱۷ شعروں کی اِس غزل کے یہ سات شعر آیات اوّل، دوم، سوم اور بیاض ۳، ۴ میں ملتے ہیں۔ ش : ۱، ۲، ۶، ۸، ۱۰، ۱۵، ۱۶۔ گنجینۂ م و ق میں اِن میں سے ۶ شعر ہیں، ایک (ش : ۲) شامل نہیں کیا گیا۔

۱۲ : ص ۱۰-۹

☆ آیات اوّل : ص ۱۳۸-۱۳۷، ش ۲۷ ☆ آیات دوم : ص ۲۸۳، ش ۱۲۹/۴

۱۴ شعروں کی اِس غزل کے تین شعر (ش : ۱، ۱۱، ۱۳) آیات اوّل و دوم میں شامل کیے گئے ہیں۔

اختلافِ نسخ :

شعر ۱، مصرع ۱ : دلِ بے تاب کو کب وصل کا یارا ہوتا

نشتر میں ''دلِ ناکام'' ہے اور آیات دوم میں ''دلِ بے تاب''۔ کلیات میں آیات دوم کے مطابق ترمیم کی گئی۔

زمانۂ تصنیف :

یہ غزل طرحی ہے۔ اِس طرح میں عزیز لکھنوی نے بھی غزل کہی تھی جس کی تاریخِ تصنیف ۱۸ر مئی ۱۹۱۳ء ہے (گل کدہ، ص ۳۸)۔ یاس کی غزل بھی ۱۹۱۳ء کی ہوگی۔

۱۳ : ص ۱۱-۱۰

☆ آیات اوّل : ص ۱۱۳-۱۱۲، ش ۱۳
☆ آیات دوم : ص ۲۸-۲۶، ش ۱۱
☆ آیات سوم : ص ۱۰۸، ش ۲۷
☆ گنجینہ م : ص ۲۷، ش ۲۸ (غ)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۶۶، ش ۲/۱۲۸ (غ)
☆ بیاض ۳ : ورق ۱۹، الف و ب
☆ بیاض ۴ : ورق ۱۰، الف

۱۴ شعروں کی اِس غزل کے ۹ شعر (ش : ۱ تا ۳، ۵، ۸، ۱۰ تا ۱۲، ۱۴) آیات اوّل و دوم میں، ۶ شعر (ش :۱، ۵، ۱۰ تا ۱۳) آیات سوم و بیاض ۴ میں، ۵ شعر (ش : ۱، ۵، ۱۰، تا ۱۲) گنجینہ م میں اور ۷ شعر (ش : ۱، ۲، ۵، ۱۰ تا ۱۲، ۱۴) بیاض ۳ میں ملتے ہیں۔ گنجینہ ق میں صرف ایک شعر ہے (ش : ۱۱)۔ بیاض ۴ میں شعر ۲ کا مصرعِ اوّل قلم زد کیا گیا ہے۔ اِسے تبدیل کرنے کا خیال ہوگا جو عمل میں نہیں آیا۔

زمانۂ تصنیف :

مرقعِ ادب (حصہ اوّل، مرتبہ صفدر میرزا پوری، لکھنؤ ۱۹۲۰ء) میں شوق قدوائی کے خط مورخہ ۵ر مئی ۱۹۱۳ء بنام صفدر میرزا پوری میں مشاعرۂ سندیلہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا ہے : ''اب کی یہ طرح آئی ہے : روشن چراغِ کعبہ سے بت خانہ ہوگیا''۔ (ص ۸۶)۔ دیوانِ ثاقب میں اِس زمین میں دو غزلیں موجود ہیں جو بالترتیب ۲۱ر جون ۱۹۱۳ء (ص ۱۴) اور ۲۶ر جون ۱۹۱۳ء (ص ۱۶) کی نوشتہ ہیں۔ یاس کی غزل بھی طرحی ہے اور اِسی زمانے کی تصنیف ہے۔

۱۴ : ص ۱۱

☆ آیات اوّل : ص ۱۳۷-۱۳۶، ش ۲۵

نشتر کی یہ واحد غزل ہے جو بعد کے کسی مجموعے میں مکمل درج کی گئی ہے۔

س ک :

آیاتِ اوّل میں شعر ۱، مصرع ۱، کا پہلا لفظ ''پیش'' کی بجائے ''بیش'' لکھا ہے۔

۱۵ : ص ۱۲-۱۱

☆ آیات اوّل : ص ۳۰۳-۳۰۲، ش ۹۲/۲۵

۱۶ شعروں کی غزل کے یہ تین شعر آیات اوّل میں درج کیے گئے ہیں۔ ش : ۱۱، ۱۲، ۱۵۔

زمانۂ تصنیف :

یہ طرحی غزل ہے۔ اِس زمین میں عزیز لکھنوی نے بھی غزل کہی تھی جس کی تاریخِ تصنیف ۲۰ر نومبر ۱۹۱۳ء

ہے۔ (گل کدہ، ص ۳۹) اِس بنا پر یاس کی غزل کا سالِ تصنیف بھی ۱۹۱۳ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۱۶: ص ۱۳-۱۴

☆ آیاتِ اوّل: ص ۳۰۳، ش ۹۲/۲۶ ☆ آیاتِ دوم: ص ۲۸۷، ش ۱۲۹/۱۲

۹ شعروں کی اِس غزل کے صرف دو شعر (ش: ۱، ۴) آیاتِ اوّل و دوم میں شامل کیے گئے ہیں۔ اِس غزل کے مطلع میں محاورہ "نکلتے بیٹھتے دن" استعمال کیا گیا ہے۔ یگانہ نے اِس کے بارے میں یہ صراحت کی ہے:

"بعض احمقوں نے اعتراض جڑ دیا کہ نکلتے بیٹھتے دن کون سا محاورہ ہے۔ میں نے کہا کہ یہ خاص لکھنؤ کا محاورہ ہے۔ شرفا و امرا میں علی العموم مستعمل ہے۔ سوال کیا گیا کہ کسی نے نظم کیا تو دکھائیے۔ میں نے کہا کہ غالباً یہ محاورہ اب تک کسی نے نظم نہیں کیا، میں پہلا شخص ہوں جس نے اس محاورے کا محلِ صرف بتایا ہے......
.... نکلتے بیٹھتے دن، تداخلِ فصلین کے زمانے کو کہتے ہیں۔ ایک فصل جاتی ہے، دوسری فصل آتی ہے"۔ (چراغِ سخن، طبع دوم، لکھنؤ ۱۹۲۱ء، ص ۵-۴)

یہ مطلع ماہنامہ "مخزن" لاہور، بابت اپریل ۱۹۱۸ء میں بھی شائع ہوا تھا۔ یاس نے اِس پر یہ حاشیہ لکھا تھا:

"لکھنؤ کے روزمرہ میں نکلتے بیٹھتے دن اُس زمانے کو کہتے ہیں کہ ایک فصل جا رہی ہو اور دوسری فصل آ رہی ہو۔ اس کو دو رسا دن بھی کہتے ہیں یعنی نکلتے بیٹھتے دن، تداخلِ فصلین کا مترادف ہے"۔ (ص ۲۹)

۱۷: ص ۱۴

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۱۸: ص ۱۴

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۱۹: ص ۱۴

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف:

پیارے صاحب رشید کی سوانح عمری "حضرت رشید" میں سیّد آغا اشہر لکھنوی لکھتے ہیں:

"... معیار (پارٹی) کا ایک سالانہ بہاریہ مشاعرہ ایک وسیع پیمانے پر ہوا کرتا تھا، اور مصرع طرح کی ردیف لفظ "بہار" ہوتی تھی۔ موسم بہار ۲ر جولائی ۱۹۱۲ء میں بہاریہ مشاعرہ جناب شہنشاہ حسین وکیل کے باغ میں ہوا جو گومتی پار واقع ہے۔ مصرعِ طرح یہ تھا:

لوحِ معیار نظر آتی تھی تصویرِ بہار

اچھی اچھی غزلیں پڑھی گئیں۔ مشاعرہ کامیاب رہا... قریب قریب لکھنؤ میں جتنے

کہنے والے تھے، سب نے اِس طرح پر طبع آزمائی کی، عام اِس سے کہ شریکِ مشاعرہ ہوئے یا نہیں''۔ (ص ۸۱)

اِس زمین میں صفی، ثاقب اور عزیز کی غزلیں اُن کے دیوانوں میں موجود ہیں، اور اِن تینوں کا سالِ تصنیف ۱۹۱۳ء بتایا گیا ہے۔ صفی کی غزل کے ساتھ صرف سنہ درج ہے (دیوان، ص ۵۵)۔ ثاقب اور عزیز کی غزلوں کے ساتھ سنہ مع تاریخ و ماہ درج ہے جو ۲۱ر جنوری (دیوان ثاقب، ص ۸۱) اور ۲۷ر جولائی (گل کدہ، ص ۵۱) ہیں۔ اِن تفصیلات سے ظاہر ہے کہ مذکورہ مشاعرہ ۱۹۱۳ء میں ۲۷ر جولائی کے بعد منعقد ہوا ہوگا۔ گمانِ غالب ہے کہ آغا اشہر سے مشاعرے کی تاریخ اور سنہ لکھنے میں سہو ہوا ہے۔ یاس کی غزل بھی ۱۹۱۳ء کی ہے۔ واضح رہے کہ ۱۹۱۲ء کے بہاریہ مشاعرے کی طرح میں یاس نے نشتر کی غزل، ش: ۲۰ لکھی تھی۔

۲۰: ص ۱۴

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف:

یاس کی غزل طرحی ہے۔ اِس طرح میں صفی (دیوان، ص ۵۴) اور عزیز (گل کدہ، ص ۴۹) کی غزلیں بھی ہیں جو ۱۹۱۲ء کی تصنیف ہیں۔ یاس کی غزل کا سالِ تصنیف بھی یہی ہے۔

۲۱: ص ۱۵-۱۴

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

س ک:

شعر ا، مصرع ا: دیتی ہے وحشتِ دل فصلِ بہاراں کی خبر

نشتر میں ''فصلِ گلستاں'' ہے۔ نشتر کے غلط نامے کے مطابق یہاں ''فصلِ بہاراں'' چاہیے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

۲۲: ص ۱۵

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

س ک:

شعر ا، مصرع ا: وحشتِ دل بڑھ چلی فصلِ بہاراں دیکھ کر

نشتر میں ''فصلِ گلستاں'' ہے۔ نشتر کے غلط نامے کے مطابق یہاں ''فصلِ بہاراں'' چاہیے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانۂ تصنیف:

یاس کی غزل طرحی ہے۔ اِس طرح میں عزیز لکھنوی کی غزل بھی ہے جو ۶ر اگست ۱۹۱۰ء کی تصنیف ہے۔ (گل کدہ، ص ۴۷) یاس کی غزل کا سالِ تصنیف بھی یہی ہو سکتا ہے۔

۲۳ : ص ۱۶-۱۵

☆ آیات اوّل : ص ۱۵۷-۱۵۲، ش ۳۱ ☆ آیات دوم : ۶۸-۶۵، ش ۲۹
☆ آیات سوم : ص ۱۴۲-۱۴۱، ش ۴۴ ☆ گنجینہ م : ص ۳۶، ش ۴۲ (غ)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۰۳، ش ۴۰ (غ) ☆ بیاض ۳ : ورق ۲۶، الف و ب
☆ بیاض ۴ : ورق ۱۷، ب

۱۷ شعروں کی اِس غزل کے بعض اشعار بہ تفصیل ذیل مذکورہ مجموعوں اور بیاضوں میں شامل نہیں ہیں۔
آیات اوّل و دوم میں یہ ۳ شعر۔ش : ۷، ۱۰، ۱۷۔
آیات سوم و بیاض ۴ میں یہ ۵ شعر۔ش : ۷، ۱۰، ۱۲، ۱۴، ۱۷۔
گنجینہ م و ق میں یہ ۶ شعر۔ش: ۲، ۷، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۷۔
بیاض ۳ میں یہ ۳ شعر۔ش : ۷، ۱۰، ۱۷۔

اختلافِ نسخ :

بعد کے تمام مجموعوں میں نشتر کے مندرجۂ ذیل مصرعوں میں ترمیمات ملتی ہیں:
شعر۴، مصرع ۱ : خندۂ گل کے ساتھ اسیر ہوگئے باہر آب سے
ترمیم : عالم شوق میں اسیر ....
شعر۵، مصرع ۱ : مستوں کی قبر کو فلک فیضِ کرم سے رکھ معاف
ترمیم : مستوں کی خاک کو فلک ....
شعر ۱۵، مصرع ۲ : تاب نہ لائے گر پڑے آخرکار دیکھ کر
ترمیم : تاب نہ لائے غش ہوئے آخرِکار ......
شعر ۱۶، مصرع ۲ : سوجھا پھر آنکھ سے نہ کچھ کوچۂ یار دیکھ کر
ترمیم : .... کچھ منزلِ یار دیکھ کر
آیات سوم و بیاض ۴ میں مندرجۂ ذیل ترمیم بھی ملتی ہے :
شعر ۱۳، مصرع ۲ : نظروں سے آج گر گئے روئے نگار دیکھ کر
ترمیم : آنکھوں سے ....

رسالہ ''مخزن'' لاہور بابت اپریل ۱۹۱۸ء میں یاس نے اپنے کلام کا انتخاب بعنوان ''نالۂ یاس دل خراش، نغمۂ یاس دل نشیں'' چھپوایا تھا (ص ۳۱-۲۸)۔ اُس میں شعر ۳ کے مصرع ۲ میں ترمیم کی گئی ہے :
اصل : پھکیں گے سر قفس پہ ہم پھولوں کا ہار دیکھ کر
ترمیم : .... پھولوں کے ہار ....
کلیات میں مذکورۂ بالا تمام مصرعے ترمیمات کے مطابق شامل کیے گئے ہیں۔

شعر ۴، مصرع ۱ میں ترمیم کا پس منظر یہ ہے کہ رسالہ ''خیال'' میرٹھ بابت جولائی، اگست ۱۹۱۷ء میں ''خاکِ پائے آتش'' کے عنوان سے اور ''شاعرگر'' کے فرضی نام سے نشتر کے بارے میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں نشتر کے صفحات کی تعداد کی رعایت سے چالیس اعتراضات کیے گئے تھے۔ اِن میں شعر ۴ پر بھی ایک

اعتراض تھا جسے یاس نے تسلیم کیا۔ مدیر "خیال" کے نام خط مورخہ ۱۶ر فروری ۱۹۱۸ء میں یاس لکھتے ہیں:

ایک اعتراض کو میں تسلیم کرتا ہوں، وہ یہ ہے:

خندۂ گل کے ساتھ اسیر ہو گئے باہر آپ سے
چل بسے آمد آمدِ فصلِ بہار دیکھ کر

معترض کہتا ہے کہ خندۂ گل عین بہار ہے۔ پھر بہار کی آمد آمد کیسی؟ اِس میں کوئی شک نہیں کہ معترض نے نہایت باریک بات نکالی۔ مگر یہ میرا ہی نفس ہے کہ میں اِس کا اعتراف کرتا ہوں۔ کاش اہلِ معیار بھی اپنی غلطیوں کو تسلیم کر لیتے جو میں آج سے بہت دن قبل دکھا چکا ہوں۔ لیجیے میں اپنی غلطی کی اصلاح بھی کیے لیتا ہوں:

عالم شوق میں اسیر ہو گئے باہر آپ سے
چل بسے آمد آمدِ فصلِ بہار دیکھ کر

(ماہنامہ "خیال" میرٹھ، اپریل ۱۹۱۸ء، ص ا سے پہلے کا الگ صفحہ)

س ک:

یاس نے میرزا رضی شیرازی کے فرضی نام سے ۳۲-۱۹۳۱ء میں ایک مضمون "اساطین لکھنؤ" لکھا۔ اِس کی روایتِ اوّل ماہنامہ "شبابِ اردو" لاہور بابت ستمبر تا اکتوبر ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی۔ اِس میں شعر ۵ کا مصرع ا، اِس صورت میں چھپا ہے:

مستوں کی قبر کو فلک فیضِ کرم سے کر معاف

جب کہ اصل میں "کر معاف" کی جگہ "رکھ معاف" ہے۔ ممکن ہے "شبابِ اردو" میں مطبوعہ مصرعے کو مصنف کی ترمیم سمجھا جائے، اِس لیے یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ ترمیم مدیر "شبابِ اردو" نے کی تھی نہ کہ مصنف نے۔ راقم کے پیشِ نظر اِس مضمون کا اصل مسودہ بھی ہے جو "شبابِ اردو" کو اشاعت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اِس میں زیرِ بحث مصرع لکھتے وقت لفظ "رکھ" لکھنے سے رہ گیا ہے۔ مدیر "شبابِ اردو" نے مصرعے کو ناموزوں دیکھ کر لفظ "کر" اضافہ کر دیا، اور یہ نہ سوچا کہ اِس طرح مصرع بے معنی ہو گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

آیاتِ سوم میں یہ اشارہ ملتا ہے: "یہ غزل کوئی ۳۵ سال قبل کی ہے"۔ (ص ۱۴۲)

آیاتِ سوم پر سالِ طباعت ۱۹۴۵ء درج ہے۔ اگر اِس کا مسودہ برائے طباعت سال بھر پہلے تیار ہوا ہو تو غزل کا سالِ تصنیف ۱۹۰۹ء قرار دیا جا سکتا ہے۔

۲۴: ص ۱۷-۱۶

☆ آیاتِ اوّل: ص ۲۰۵، ش ۴۶
☆ آیاتِ دوم: ص ۱۱۲-۱۱۱، ش ۴۴
☆ آیاتِ سوم: ص ۱۸۵-۱۸۴، ش ۶۴
☆ گنجینہ م: ص ۴۶، ش ۵۶ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۴، ش ۵۴ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۸۹، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۲۵، الف

۱۳ شعروں کی اِس غزل کے ۵ شعر (ش: ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۲) مذکورۂ بالا تمام مجموعوں اور بیاضوں میں شامل

ہیں۔ آیات سوم، گنجینہ م و ق میں ایک نیا مطلع (... حیات جاوداں پیاری نہیں) اضافہ کیا گیا ہے۔ چوں کہ یہ مطلع بہت بعد کی تصنیف ہے، اِس لیے کلیات میں نشتر میں شامل نہیں کیا گیا۔ یہ آیات سوم میں شامل ہے کیوں کہ پہلی مرتبہ اُسی میں چھپا تھا۔

اختلافِ نسخ:

ذیل کی ترمیم نشتر کے بعد کے تمام مجموعوں اور بیاضوں میں ملتی ہے۔

شعر ۸، مصرع ۱ : لوگ کہتے ہیں کہ رفتہ رفتہ مٹ جائے گا داغ

ترمیم : صبر کہتا ہے کہ ....

کلیات میں یہ مصرع ترمیم کے مطابق شامل کیا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

یہ طرحی غزل ہے۔ اس طرح میں ثاقب (دیوان، ص ۱۱۵) اور عزیز (گل کدہ، ص ۶۴) کی غزلیں بھی ہیں جو بالترتیب ۲۱ رستمبر ۱۹۱۱ء اور ۲۱ر اکتوبر ۱۹۱۱ء کی تصنیف ہیں۔ اِس بنا پر یاس کی غزل کا سالِ تصنیف بھی ۱۹۱۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۵: ص ۱۸-۱۷

☆ آیات اوّل: ص ۲۱۰، ش ۵۱
☆ آیات دوم: ص ۱۱۷-۱۱۶، ش ۴۸
☆ گنجینہ م: ص ۴۸، ش ۵۹ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۶۶، ش ۳/ ۱۲۸ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۳۸، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۲۷ ب

گیارہ شعروں کی اِس غزل کے دو شعر (ش: ۹، ۱۱) آیات اوّل میں ہیں۔ آیات دوم اور گنجینہ م و ق میں اِن کے علاوہ مطلع بھی ہے۔ بیاض ۳ و ۴ میں اِن تین شعروں کے ساتھ ایک اور شعر (ش: ٦) بھی ہے۔

اختلافِ نسخ:

آیات دوم، گنجینہ م و ق اور بیاض ۳ و ۴ میں مندرجۂ ذیل ترمیم ملتی ہے:

شعر ۱، مصرع ۲ : نہیں ممکن پھر ایسا خواب دیکھوں زندگانی میں

ترمیم : کہاں ممکن ....

کلیات میں یہ مصرع ترمیم کے مطابق شامل کیا گیا ہے۔

۲۶: ص ۱۹-۱۸

☆ آیات اوّل: ص ۲۱۳-۲۱۲، ش ۵۳
☆ آیات دوم: ص ۱۲۱-۱۲۰، ش ۵۰
☆ آیات سوم: ص ۱۸۸، ش ۶۸
☆ گنجینہ م: ص ۴۹، ش ۶۲ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۷، ش ۵۹ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۵۰، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۲۶ ب
☆ خودنوشت (قلمی): ص ۴-۳
☆ ماہنامہ ''ادیب'' الہ آباد: مئی ۱۹۱۲ء، ص ۲۷۱

نشتر میں یہ غزل ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے۔ خودنوشت (قلمی) میں یہ تمام اشعار موجود ہیں۔ آیات اوّل و دوم اور بیاض ۳ میں یہ ٦ شعر ہیں۔ ش: ۱، ۴، ٦، ۷، ۱۲، ۱۴۔ آیات سوم اور گنجینہ م و ق میں اِن شعروں میں سے ایک (ش : ۱۲) نہیں ہے، باقی ۵ ہیں۔ بیاض ۴ میں دو شعر (ش: ۷، ۱۲) نہیں ہیں، باقی ۴ ہیں۔ رسالہ ''ادیب'' محوّلۂ بالا میں ۱٦ شعر ہیں۔ ۱۴ تو وہی جو نشتر میں ہیں، اور باقی ۲ کسی دوسری جگہ نہیں ملتے۔ رک : ضمیمہ ۲، ش ۱۔

اختلافِ نسخ :

مندرجۂ ذیل ترمیمات تمام مجموعوں اور بیاضوں میں ملتی ہیں :

شعر ۱، مصرع ۱ : نہیں معلوم کیسا سحر تھا، اُس بت کی چتون میں

ترمیم : خدا معلوم ....

شعر ۱، مصرع ۲ : چلی جاتی ہیں اب تک چشمکیں شیخ و برہمن میں

ترمیم : چلے جاتی ہیں ....

شعر ۷، مصرع ۲ : اُتاریں بیڑیاں اور پہنے دو دو طوق گردن میں

ترمیم : .... پہنے دُہرے طوق گردن میں

کلیات میں یہ مصرعے ترامیم کے مطابق شامل کیے گئے ہیں۔

س ک :

خودنوشت (قلمی) میں شعر ٦، مصرع ۲ میں لفظ ''کیا'' لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

اِس غزل کے بارے میں یاس نے خودنوشت (قلمی) میں لکھا ہے :

''پنڈت برج نرائن چکبست نے ایک مشاعرہ خواجہ آتش علیہ الرحمۃ کی زمین (گریباں پھاڑ کر چل بیٹھیے صحرا کے دامن میں) میں کیا۔ میں بھی اُس مشاعرے میں مدعو تھا۔ حضرت عارف مرحوم اور حضرت افضل بھی شریک تھے اور بہت سے وکلا اور بیرسٹر بھی تھے۔ اور.... معیار پارٹی کے سب لوگ جمع تھے۔ میری غزل پر ان حضرات نے اور ان کے ہوا خواہوں نے وہ وہ فرمائشی قہقہے لگائے کہ میں ہمیشہ ممنونِ احسان رہوں گا۔''
(ص ۳)

چکبست کی طرف سے یہ مشاعرہ ٦ رمئی ۱۹۱۲ء کو پنڈت سورج نراین کے مکان واقع کشمیری محلہ لکھنؤ میں منعقد ہوا تھا۔ (''چکبست اور باقیاتِ چکبست'' از کالی داس گپتا رضا، بمبئی، ۱۹۷۹ء، ص ۴۹)۔ اِس مشاعرے کی طرح میں ثاقب (دیوان، ص ۱۱۵) اور عزیز (گل کدہ، ص ٦۵) کی غزلیں بھی موجود ہیں اور اُن پر سالِ تصنیف ۱۹۱۲ء درج ہے۔ ظاہر ہے یاس کی غزل بھی اِسی سال کی تصنیف ہے جس کی تصدیق رسالہ ''ادیب'' محوّلۂ بالا سے ہوتی ہے جس میں یہ غزل پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھی۔

۴۷: ص ۱۹

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں شامل نہیں ہے۔

۲۸ : ص ۲۰-۱۹

☆ آیات اوّل : ص ۲۱۲-۲۱۱، ش ۵۲ و ص ۳۰۱، ش ۹۲/۱۲
☆ آیات دوم : ص ۱۱۶-۱۱۴، ش ۴۷ و ص ۲۶۶، ش ۱۰۹
☆ آیاتِ سوم : ص ۱۸۸-۱۸۷، ش ۶۷ ☆ گنجینہ م : ص ۴۹-۴۸، ش ۶۱ (غ)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۱۶، ش ۵۸ (غ) ☆ بیاض ۳ : ورق ۳۷ ب
☆ بیاض ۴ : ورق ۲۹ ب

۱۶ شعروں کی اِس غزل کے ۹ شعر (ش : ۱ تا ۳، ۱۱ تا ۱۶) آیات اوّل و دوم اور بیاض ۳ میں شامل ہیں۔ اِن ۹ شعروں میں سے ایک (ش : ۳) کے سوا باقی آٹھ آیات سوم میں ہیں۔ ایک شعر (ش : ۱۲) کے سوا باقی آٹھ بیاض ۴ میں بھی ہیں۔ مذکورہ ۹ شعروں میں سے ۷ گنجینہ م و ق میں ہیں۔ دو شعر (ش : ۳ و ۱۲) اِن میں شامل نہیں۔

اختلافِ نسخ :

شعر ۱۶، مصرع ۲ : کام اپنا کرلو یاس بہانے بہانے میں
آیات دوم : کام اپنا کرلو یار بہانے .....

اِس ترمیم کو بعد کے مجموعوں میں نظر انداز کر دیا گیا ہے، اِس لیے یہ مصرع کلیات میں اصل صورت میں شامل ہے۔

س ک :

نشتر میں مقطعے کے مصرع ۲ میں ردیف ''میں'' کی بجائے ''سے'' ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانۂ تصنیف :

یہ طرحی غزل ہے۔ اِس طرح میں عزیز لکھنوی کی غزل بھی ہے (گل کدہ، ص ۶۶) جس کی تاریخِ تصنیف یکم جون ۱۹۱۲ء ہے۔ اِس بنا پر یاس کی غزل کا سالِ تصنیف بھی ۱۹۱۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۹ : ص ۲۱-۲۰

☆ آیاتِ اوّل : ص ۲۹۹، ش ۹۲/۲

۱۸ شعروں کی اِس غزل کا صرف ایک شعر (ش : ۱۷) آیات اوّل میں شامل کیا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

یہ طرحی غزل ہے۔ اِس طرح میں عزیز لکھنوی کی غزل بھی ہے۔ (گل کدہ، ص ۶۸) جس کا سالِ تصنیف ۱۹۱۲ء ہے۔ اِس بنا پر یاس کی غزل کا سالِ تصنیف بھی ۱۹۱۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۰ : ص ۲۲-۲۱

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۳۱ : ص ۲۲

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف:

یہ طرحی غزل ہے۔ اِس طرح میں عزیز لکھنوی کی غزل بھی ہے (گل کدہ، ص ۷۰) جس کا سالِ تصنیف ۱۹۱۳ء ہے۔ اِس بنا پر یاس کی غزل کا سالِ تصنیف بھی ۱۹۱۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۲: ص ۲۳

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

س ک:

مقطع، مصرع ۱ : راس آئے گی ہے نہ آئے گی زمانے کی ہوا

تصحیح مطابق غلط نامہ نشتر : راس آئی ہے نہ آئے گی زمانے کی ہوا

کلیات میں غلط نامے کے مطابق تصحیح کی گئی۔

زمانۂ تصنیف:

یہ طرحی غزل ہے۔ اِس طرح میں ثاقب (دیوان، ص ۹۵) اور عزیز (گل کدہ، ص ۷۰) کی غزلیں بھی ہیں جو ۱۹۱۴ء کی تصنیف ہیں۔ اِس بنا پر یاس کی غزل کا سالِ تصنیف بھی ۱۹۱۴ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۳: ص ۲۴-۲۳

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۳۴: ص ۲۴

☆ آیاتِ اوّل: ص ۳۰۲، ش ۹۲/۲۲ ☆ آیاتِ دوم: ص ۲۸۷، ش ۱۲۹/۱۳

☆ گنجول: ص ۴۷

۷ شعروں کی اِس غزل کے صرف ۲ شعر (ش: ۶،۳) آیاتِ اوّل و دوم اور گنجول میں شامل کیے گئے ہیں۔

اصلاحِ استاد:

اِس غزل پر پیارے صاحب رشید سے اصلاح لی گئی تھی۔

شعر ۵، مصرع ۱ : اللہ رے اضطراب دلِ ناصبور کا

اصلاح : منھ اُن کے منھ کے پاس ہے دل کو سوا ہے شوق

(مشاطۂ سخن، مرتبہ صفدر میرزا پوری، حصہ اوّل، ص ۱۳۷)

نشتر میں یہ مصرع اصلاح شدہ صورت میں شامل ہے۔

زمانۂ تصنیف:

نشتر کی غزل ۹ کا زمانۂ تصنیف، پیارے صاحب رشید کی شاگردی کے زمانے کے حوالے سے ۱۹۱۲ء-۱۹۱۱ء متعین کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر غزل کا زمانۂ تصنیف بھی یہی ہوسکتا ہے۔

۳۵: ص ۲۵-۲۴

☆ آیات اوّل: ص ۲۴۰-۲۳۹، ش ۶۳ ☆ آیات دوم: ص ۱۴۵-۱۴۳، ش ۶۱
☆ گنجینہ م: ص ۷۳، ش ۹۴ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۰، ش ۹۱ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۵۶ ب ☆ بیاض ۴: ورق ۳۸، الف

نشتر میں یہ غزل ۱۷ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں ۱۸ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۱۷) کے اضافے کی وجہ سطورِ ذیل سے معلوم ہوگی۔

آیات اوّل و دوم اور بیاض ۳ میں یہ غزل ۹ شعروں پر مشتمل ہے۔ ۸ شعر نشتر کی زیرِ بحث غزل سے لیے گئے ہیں (ش: ۱، ۷، ۹، ۱۱ تا ۱۴، ۱۶) نواں شعر یہ ہے:

جام لب ریز ہوا ہے کسی مجہور کا آج
بوئے خوں آتی ہے ساقی ترے پیمانے سے

یہ دراصل نشتر کی غزل ۳۶ کا شعر ۱۰ ہے جو قافیے کی تبدیلی ("پیمانوں" کی جگہ "پیمانے") سے آیات اوّل و دوم اور بیاض ۳ میں شامل کیا گیا ہے۔ اِسے نشتر کی زیرِنظر غزل میں اِس لیے شامل کیا گیا ہے کہ شعر کے دونوں متن سامنے رہیں۔*

گنجینہ م و ق اور بیاض ۴ میں اِس غزل کے یہ ۷ شعر شامل کیے گئے ہیں۔ ش: ۱، ۷، ۹، ۱۲ تا ۱۴، ۱۶، ۱۷۔

س ک:

شعر ۳، مصرع ۲ : گیسوے یار سنور کے نہیں شانے سے

کلیات میں غلط نامۂ نشتر کے مطابق تصحیح کی گئی۔ "سنور کے" کی جگہ "سنورنے کے" لکھا گیا۔

۳۶: ص ۲۶

☆ آیات اوّل: ص ۲۳۹-۲۳۸، ش ۶۲ و ص ۳۰۲، ش ۹۲/۲۳
☆ آیات دوم: ص ۱۴۳-۱۴۱، ش ۶۰ ☆ آیات سوم: ص ۳۸۵، ش ۱۰۹
☆ گنجینہ م: ص ۷۳-۷۲، ش ۹۳ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۰، ش ۹۰ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۵۵ ب و ۵۶، الف ☆ بیاض ۴: ورق ۳۸، الف
☆ ماہنامہ "ادیب" الہ آباد۔ مئی ۱۹۱۳ء ص ۴، ۲۷

نشتر میں یہ غزل ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات اوّل میں ابتداءً اِس کے ۹ شعر (ش: ۱ تا ۵، ۱۱ تا ۱۴) شامل کیے گئے تھے۔ بعد میں متفرقات کے تحت ایک شعر (ش: ۶) درج کیا گیا۔ بیاض ۴ کے سوا باقی تمام مجموعوں میں مذکورہ ۹ شعر ہی درج ہیں۔ بیاض ۴ میں آٹھ شعر ہیں۔ شعر ۴، اِس میں شامل نہیں کیا گیا۔ شعر ۱۰ کے لیے رک: حاشیہ ۳۵، مذکورۂ بالا۔

* نشتر کی غزل: ۵۰ میں بھی اِس مضمون کا ایک شعر ہے:

دیکھیے لب ریز ہو کس مست کا پیمانہ آج
بوئے خوں آتی ہے ساقی مے کدے کی خاک سے

اختلافِ نسخ :

نشتر میں اس غزل کے مقطع کا مصرع ۲ یوں ہے :

درد دل یاس جو رونے لگے بیگانوں سے

باقی تمام متون میں یہ مصرع اس طرح ہے :

درد دل رونے لگے یاس جو بیگانوں سے

کلیات میں یہ مصرع ترمیم شدہ صورت میں شامل کیا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''ادیب'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اِس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۱۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۷ : ص ۲۷-۲۶

☆ آیات اوّل : ص ۳۰۲، ش ۹۲/۲۴

۱۳ شعروں کی اِس غزل کے صرف ۲ شعر (ش : ۱۰ و ۱۲) آیات اوّل میں شامل کیے گئے ہیں۔

زمانۂ تصنیف :

یہ طرحی غزل ہے۔ اِس طرح میں عزیز لکھنوی نے بھی غزل کہی تھی (گل کدہ، ص ۱۲۱) جس کا سالِ تصنیف ۱۹۱۲ء ہے۔ اِس بنا پر یاس کی غزل کا سالِ تصنیف بھی ۱۹۱۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۸ : ص ۲۸-۲۷

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۳۹ : ص ۲۸

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۴۰ : ص ۲۹-۲۸

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف :

یہ طرحی غزل ہے۔ اِس طرح میں عزیز لکھنوی نے بھی غزل کہی تھی (گل کدہ، ص ۸۸) جس کا سالِ تصنیف ۱۹۰۶ء ہے۔ اِس بنا پر یاس کی غزل کا سالِ تصنیف بھی یہی متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۱ : ص ۳۰-۲۹

☆ آیات اوّل : ص ۳۰۲، ش ۹۲/۲۱

۱۹ شعروں کی اِس غزل کے دو شعر (ش : ۹ و ۱۷) آیات اوّل میں شامل کیے گئے ہیں۔

۴۲ : ص ۳۱-۳۰

☆ آیات اوّل : ص ۲۸۲-۲۸۱ ، ش ۸۴ و ص ۳۰۱ ، ش ۹۲/۱۶

☆ آیات دوم : ص ۲۰۷-۲۰۵ ، ش ۸۳
☆ آیات سوم : ص ۳۵۳ ، ش ۹۰

☆ گنجینہ م : ص ۸۰-۷۹ ، ش ۱۰۵ (غ)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۴۸-۱۴۷ ، ش ۱۰۲ (غ)

☆ بیاض ۳ : ورق ۷۵ ب و ۷۶ ، الف
☆ بیاض ۴ : ورق ۴۵ ، الف

نشتر کی ۲۲ شعروں کی اِس غزل کے یہ ۱۳ شعر آیات اوّل و سوم میں ہیں۔ ش : ۲، ۳، ۵، ۶، ۱۳، ۱۴، ۱۶ تا ۲۲۔ آیات اوّل میں شعر: ۲۲ غزل کے متن میں نہیں ''متفرقات'' کے تحت ہے۔ آیات دوم، گنجینہ م اور بیاض ۳ و ۴ میں مذکورہ ۱۳ شعروں میں سے ایک (ش : ۲۲) نہیں ہے، باقی سب ہیں۔ بیاض ۴ میں شعر: ۵ لکھ کر قلم زد کیا گیا ہے۔ گنجینہ ق میں ۱۱ شعر ہیں، دو شعر (ش : ۶ و ۲۲) نہیں ہیں۔ گنجینہ م میں سہو کتابت سے شعر: ۵ کا دوسرا مصرع اور شعر: ۶ کا پہلا مصرع لکھنے سے رہ گیا ہے۔ اِس طرح دو شعروں کا ایک شعر بن گیا ہے جو اِس صورت میں ہے :

اللہ ری بے تابیِ دل وصل کی شب کو
کچھ نیند بھی آنکھوں میں ہے کچھ مے کا اثر بھی

اصلاحِ استاد :

شعر ۱۰، مصرع ۱، پہلے اس صورت میں تھا :

لو دل کو سنبھالو بس اب اتنا نہ کراہو

پیارے صاحب رشید کی اصلاح کے بعد یہ صورت ہوئی :

اب چپ رہو جو دل پہ گزرتی ہے گزر جائے

(مشاطۂ سخن، حصہ اوّل، مرتبہ صفدر میرزا پوری، ص ۱۳۷)

لیکن یاس نے نشتر کی اشاعت کے وقت مصرعے کو یوں کر دیا :

اب چپ رہو جو دل پہ گزرنی تھی وہ گزری

س ک :

شعر ۲۰، مصرع ۱ : گنجینہ م میں ''مرے دیوانے'' کے بجائے ''ترے دیوانے''۔ (گنجینہ م، نسخۂ باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اِس غلطی کی تصحیح کی ہے)۔

زمانۂ تصنیف :

دیباچۂ نشتر (بعنوان ''مرزا واجد حسین یاس'') از حامد علی خاں بیرسٹر ایٹ لا میں بتایا گیا ہے کہ ''قریب دو برس ہوئے'' یاس نے یہ غزل مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی کے مشاعرے میں پڑھی تھی (ص دال)۔ یہ دیباچہ ۱۹۱۴ء کا نوشتہ ہے۔ اِس حساب سے یہ غزل ۱۹۱۲ء کی تصنیف ہوسکتی ہے۔ اِس کی تصدیق اِس سے ہوتی ہے کہ ثاقب و عزیز نے بھی اِس طرح میں غزلیں لکھی تھیں۔ ثاقب کے دیوان میں دو غزلیں ہیں۔ (ص ۱۴۶ و ۱۴۸) عزیز کے دیوان میں ایک غزل ہے (گل کدہ، ص ۱۱۹) یہ تینوں غزلیں ۱۹۱۲ء کی تصنیف ہیں۔

۴۳ : ص ۳۲-۳۱

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف:
یہ طرحی غزل ہے۔ اِس طرح میں ثاقب (دیوان، ص ۱۴۶) اور عزیز (گل کدہ، ص ۱۱۸) نے بھی غزلیں کہی تھیں جو ۱۹۱۱ء کی تصنیف ہیں۔ اِس بنا پر یاس کی غزل کا سالِ تصنیف بھی ۱۹۱۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۴: ص ۳۲
یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۴۵: ص ۳۳
یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

اصلاحِ استاد:
اِس غزل کے دو شعروں پر شاد عظیم آبادی نے اصلاح دی تھی۔
شعر ۶، مصرع ۱: مطلب ہے یہ ساقی کہ رہوں حشر میں بدمست
یاس نے "...۔ حشر میں بے فکر" لکھا تھا جسے شاد نے "...... حشر میں بدمست" سے بدل دیا۔
مقطع، مصرع ۲: یاروں کی نصیحت کہیں تاثیر نہ کر جائے
یاس نے "ناصح کی نصیحت" لکھا تھا جسے شاد نے "یاروں کی نصیحت" سے بدل دیا۔
(مشاطۂ سخن، مؤلفہ صفدر میرزا پوری، حصہ اوّل، لکھنؤ ۱۹۱۸ء، ص ۳۹-۱۳۸)
یاس نے یہ اشعار (اصلاحوں کے ساتھ) خود صفدر میرزا پوری کو فراہم کیے تھے۔
"مشاطۂ سخن" میں شعر: ۶ کا پہلا مصرع اِس صورت میں ہے:
مطلب یہ ہے ساقی..................
نیز مقطعے کے مصرعِ اوّل:
اس مدرسۂ غم سے نکلنا نہ کبھی یاس
میں سہوِ کتابت سے "نکلنا" کی جگہ "نکلتا" لکھا ہے۔

۴۶: ص ۳۴-۳۳
یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

س ک:
شعر ۶، مصرع ۱: گر زمزمہ پر یہ مُشت پر آجائے
غلط نامے کے مطابق "زمزمہ" کی جگہ "زمزمہ سنج" ہونا چاہیے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

۴۷: ص ۳۴
یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۴۸: ص ۳۵-۳۴
یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۴۹ : ص ۳۵

☆ آیات اوّل : ص ۳۰۳ ، ش ۹۲/۳۲

۱۱ شعروں کی اِس غزل کا صرف ایک شعر (ش : ۱۰) آیات اوّل میں شامل ہے۔

۵۰ : ص ۳۶-۳۵

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۵۱ : ص ۳۶

یہ غزل کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔

۵۲ : ص ۳۷-۳۶

☆ آیات اوّل : ص ۳۰۱ ، ش ۹۲/۱۸

۶ شعروں کی اِس غزل کے ۴ شعر آیات اوّل میں شامل کیے گئے ہیں۔ دو شعر (ش : ۲ و ۶) شامل نہیں کیے گئے۔

۵۳ : ص ۳۷ ، متفرقات

(۱) یہ تین شعر کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔
(۲) یہ دو شعر کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔
(۳) یہ ایک شعر کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔
(۴) یہ دو شعر کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔

۵۴ : ص ۴۰-۳۸ ، رباعیات

کل ۱۲ رباعیاں ہیں۔ اِن میں سے پہلی ۱۱ کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔ آخری یعنی بارھویں رباعی کجکول (قلمی۔ ص ۷۶) اور یاس کے ایک مضمون ''کشکولِ یاس'' (ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ ، جنوری ۱۹۱۸ء : ص ۱۱) میں شامل ہے۔

اختلافِ نسخ :

رباعی ۱۲ ، مصرع ۳ : آئے بھی اگر اجل تو کیا خوف اے یاس
''کجکول'' اور ''کشکول یاس'' میں : .... خوف ہے یاس

س ک :

رباعی ۱۱ ، مصرع ۱ : جب کھو گئے پھر ہوش آؤ گے کیا
اس مصرعے میں ''ہوش'' کے بعد ''میں'' لکھنے سے رہ گیا تھا۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

۵۵ : ص ۴۰

یہ سہرا کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ سہرا کس کے لیے لکھا گیا تھا۔

☆☆☆

آیاتِ وجدانی

(طبعِ اوّل)

الف : جلوہ فرما حق ہوا باطل گیا

یہ مصرع آیات اوّل کے اندرونی سرورق کی پیشانی پر درج ہے۔ اِس سے پہلے اور اِس کے بعد بھی یگانہ نے یہ مصرع کسی دوسری جگہ نہیں لکھا۔ یہ مصرع ۱۹۲۷ء کی تصنیف ہے جو آیات اوّل کا سالِ طباعت ہے۔ یگانہ نے یہ مصرع دورانِ طباعت کتاب کے سرورق پر درج کیا تھا۔ راقم کے پاس آیات اوّل کے وہ پروف ہیں جو مطبع کریمی لاہور نے یگانہ کو پڑھنے کے لیے دیے تھے۔ کتاب کے سرورق پر پہلے آیات اوّل کی غزل : ۹۷ کا یہ شعر لکھا تھا :

اضطرابِ بال و پر پروانہ وارم دادہ اند
جاے دل یک شعلۂ بے اختیارم دادہ اند

یگانہ نے اِس شعر کو قلم زد کر کے مذکورہ مصرع لکھا اور ساتھ ہی اہلِ مطبع کو یہ ہدایت بھی دی کہ یہ مصرع جلی قلم سے لکھا جائے۔

ب : اندرونی سرورق اور یگانہ کی تصویر کے بعد کے صفحے پر عنوان ''مطمحِ نظر'' کے تحت یہ شعر (... حق پرستی کیجیے) صرف بیاض ۱ (ورق ۸ ب) میں ملتا ہے۔ بعد میں یہ شعر آیات دوم کے سرورق پر درج کیا گیا۔

۱ : ص ۶۳-۶۴، فارسی غزل

☆ آیات دوم : ص ۲۳۲-۲۳۱، ش ۹۳ ☆ آیات سوم : ص ۱۱۶-۱۱۵، ش ۳۵
☆ گنجینہ م : ص ۲۹-۲۸، ش ۳۲ (غ) ☆ گنجینہ ق : ص ۹۶-۹۵، ش ۳۰ (غ)
☆ بیاض ۱ : ورق ۳۸ ب ☆ بیاض ۳ : ورق ۹۱ ب و ورق ۹۲، الف
☆ ''علی گڑھ میگزین'' علی گڑھ، اکتوبر، نومبر ۱۹۲۴ء : ص ۹۰
☆ گنجینہ م : نسخۂ باقر حسنین رضوی : ص ۲۹

تمام مجموعوں اور بیاضوں میں اِس غزل کے شعروں کی تعداد یکساں (گیارہ عدد) ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر۴، مصرع ۲۔ آیات اوّل و سوم، بیاض ۳، اور علی گڑھ میگزین میں اس مصرعے کی ابتدائی صورت یہ ہے:

ہست شاہد عادل بوئے پیرہن تنہا

باقی مجموعوں میں یہ اس صورت میں ہے :

شاہدیست غمازے بوئے پیرہن تنہا

کلیات میں مصرعے کو اسی صورت میں شامل کیا گیا ہے کیوں کہ یہی صورت گنجینۂ ق میں ہے جو بقلم یگانہ اس غزل کا آخری متن ہے۔

شعر۹، مصرع ۲ : کار من بدریا در دست و پا زدن تنہا

" گنجینہ م : کار من بدریائے دست و پا زدن تنہا

گنجینہ م، نسخۂ باقر حسنین رضوی میں اس ترمیم کو رد کیا گیا ہے۔ یگانہ نے بقلم خود ''ئے'' کو قلم زد کر کے ''در'' لکھا ہے۔

شعر۱۱، مصرع ۱ : نکتہ دان خود سازم میرزا یگانہ را

''علی گڑھ میگزین'' : تازہ تحفۂ دارم یاس بہر سر سپرد

اس ترمیم کی وجہ ذیل میں ''وضاحت'' کے عنوان کے تحت بیان کی گئی ہے۔

س ک :

شعر۷، مصرع ۱ : چارۂ پشیمانی، خوش دلی و خوش کامی

بیاض ۱ میں ''خوش کامی'' کی جگہ ''خودکامی'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

فراق گورکھ پوری نے اس غزل کی زمین میں فارسی و اردو میں دو غزلیں کہی تھیں جو ماہنامہ ''آج کل'' دہلی بابت جون ۱۹۶۸ء میں یگانہ کی غزل کے ساتھ شائع ہوئی تھیں۔ ان غزلوں کی تمہید میں فراق لکھتے ہیں :

> ''آج سے کوئی پینتالیس (۴۵) برس پہلے کی بات ہے... الہ آباد کے ایک مشاعرے میں میرزا یگانہ نے اپنی تازہ ترین فارسی غزل سنائی جس کی شہرت اب تک اردو دنیا کے خاص خاص حلقوں میں ہے۔ اس زمین یا اسی بحر میں قافیہ بدل کر صرف ''تنہا'' کی ردیف کے ساتھ ہندوستان و پاکستان میں کئی اردو غزلیں کہی گئیں مگر انھیں میرزا یگانہ کی غزل کی مقبولیت نصیب نہیں ہوئی۔ میرا دل بھی اس زمین میں غزل کہنے کو برسوں سے چاہ رہا تھا، آج پینتالیس برس بعد یہ تمنا پوری ہوئی''۔ (ص ۳)

فراق کے بیان کے مطابق اس غزل کا زمانۂ تصنیف (۱۹۶۸۔۴۵) ۱۹۲۳ء قرار پاتا ہے۔ فراق کا اندازہ قریب قریب درست ہے کیوں کہ یہ غزل پہلی مرتبہ علی گڑھ میگزین محولۂ بالا میں ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں حرف آخر یہ ہے کہ یگانہ نے الہ آباد کے جس مشاعرے میں یہ غزل پڑھی تھی، وہ ۱۹۲۴ء میں سر تیج بہادر سپرو کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ اس مشاعرے میں یگانہ نے طرحی و غیر طرحی دونوں طرح کا کلام سنایا تھا۔ (تفصیل کے لیے رک : حاشیہ، غزل : ۳۴، آیات اوّل) گمان غالب ہے کہ یہ غزل ۱۹۲۴ء کی تصنیف ہے۔

وضاحت:

''علی گڑھ میگزین'' میں اس غزل کا مقطع یہ ہے:

تازہ تحفۂ دارم یاس بہرِ سر سپرو
دل نمی تواں برداشت لذتِ سخن تنہا

جو مذکورۂ بالا مشاعرے میں سر سپرو کی موجودگی میں پڑھا گیا۔ لیکن جب یہ غزل آیات اوّل میں شامل کی گئی تو پہلا مصرع تبدیل کر دیا گیا جیسا کہ اوپر اختلافِ نسخ میں بتایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آیات اوّل شائع ہوئی، اُس وقت یگانہ سر سپرو سے کچھ خوش نہیں تھے۔ اس کی تفصیل بھی آیات اوّل ہی میں ملتی ہے۔ زیرِ نظر غزل کی شرح میں یگانہ اپنی ناقدری کا ذکر کرتے ہوئے میرزا مراد بیگ شیرازی کی زبان میں لکھتے ہیں:

''افسوس کہ ہندوستان کی وہ ہستی جو سرزمینِ ایران کے لیے بھی مایۂ ناز کہی جاتی تو بے جا نہ تھا، ہندوستان کی مجرمانہ اور بے دردانہ غفلتوں سے یوں تباہی و ہلاکت کے قریب پہنچ گئی۔ نہ جانے ہندوستان کی غیرت وحمیت کو کیا ہوا۔ ملک کے ایک نامور فرزند سر تیج بہادر سپرو کو ایک بار بس اتنا خیال پیدا ہوا تھا کہ وہ مرزا صاحب کا کلام پروفیسر براؤن کی خدمت میں خود اپنی معرفت بھیج دیں تاکہ پروفیسر صاحب... کے سلسلۂ تالیفات میں شامل ہو کر یوروپ میں روشناس ہوسکے۔ مگر بڑے آدمیوں کی بڑی بات۔ سر تیج بہادر کو پھر اُس کا خیال بھی نہ آیا، بھول بھال گئے اور اب تو پروفیسر براؤن بھی چل بسے''۔ (ص ۶۳)

۲: ص ۶۴-۶۷

☆ آیات دوم: ص ۶۴-۶۱، ش ۲۷
☆ گنجینہ م: ص ۲۱، ش ۱۹ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۱۴ ب
☆ ماہنامہ ''کہکشاں'' لاہور، جنوری ۱۹۲۰ء: ص ۴۸
☆ آیات سوم: ص ۹۰-۸۷، ش ۱۸
☆ گنجینہ ق: ص ۸۸، ش ۱۸ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۵، الف

تمام مجموعوں اور بیاضوں میں اشعار کی تعداد یکساں (۱۲ عدد) ہے۔ شعر: ۶ کا حاشیہ صرف آیات اوّل میں ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۲، مصرع ۱	:	مری بہار و خزاں جس کے اختیار میں ہے
آیات اوّل، بیاض ۱ و ۴، رسالہ کہکشاں	:	.... میں تھی
شعر ۳، مصرع ۲	:	قفس میں نالۂ جاں کاہ کا مزہ نہ ملا
رسالہ کہکشاں	:	خزاں میں ....
شعر ۵، مصرع ۱	:	ہوا کے دوش پہ جاتا ہے کاروانِ نفس
رسالہ کہکشاں	:	ہوا کے گھوڑے پہ ....

زمانۂ تصنیف:

''مشاعرۂ لکھنؤ، باغ قاضی ۱۹۱۹ء'' (بیاض ۱)

۳ : ص ۸۲-۷۷

☆ آیات دوم : ص ۵-۳ ، ش ۲
☆ گنجینہ م : ص ۲۳-۲۲ ، ش ۲۱ (غ)
☆ بیاض ۱ : ورق ۳۸ ، الف
☆ بیاض ۴ : ورق ۷ ، الف
☆ آیات سوم : ص ۹۳-۹۰ ، ش ۱۹
☆ گنجینہ ق : ص ۹۰-۸۹ ، ش ۲۰ (غ)
☆ بیاض ۳ : ورق ۱۲ ب
☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، دسمبر ۱۹۲۳ء : ص ۱۹

بیاض ۱، اور رسالہ ''شباب اردو'' میں ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے مجموعے میں نہیں۔ اس کے لیے رک : باقیات ، ۱۔ باقی سب مآخذ میں ۸ شعروں کی یہ غزل یکساں ہے۔

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرہ انٹر کالج اٹاوہ، ۸ ر ستمبر ۱۹۲۴ء'' (بیاض ۱)

۴ : ص ۸۷-۸۳

☆ آیات دوم : ص ۸-۵ ، ش ۳
☆ گنجینہ م : ص ۲۴-۲۳ ، ش ۲۳ (غ)
☆ بیاض ۱ : ورق ۳۵ ، الف
☆ بیاض ۴ : ورق ۵۵ ، الف
☆ آیات سوم : ص ۹۶-۹۴ ، ش ۲۰
☆ گنجینہ ق : ص ۹۱-۹۰ ، ش ۲۲ (غ)
☆ بیاض ۳ : ورق ۱۳ ، الف و ب
☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، مارچ ۱۹۲۲ء : ص ۱۹
☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، مارچ ۱۹۲۲ء : ص ۶۰-۵۹

آیات اوّل ، دوم اور سوم میں اس غزل کے ۱۲ شعر ہیں اور یہی کلیات میں ہیں۔ گنجینہ م و ق اور بیاض ۳ و ۴ میں ۱۱ شعر ہیں۔ شعر : ۳، ان میں نہیں ہے۔ بیاض ۱ میں بھی ۱۱ شعر ہیں۔ شعر : ۵، اس میں نہیں ہے۔ ''شباب اردو'' اور ''ہمایوں'' میں یہ غزل آیات اوّل کے مطابق ہے۔ شعر : ۵ کا مصرع اوّل ایک اور غزل میں بھی شامل ہے۔ رک : باقیات ۴۷۔

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ کان پور، ۲۸ ر اگست ۱۹۲۶ء'' (بیاض ۱) ۱۹۲۶ء سہو قلم ہے۔ یہ غزل ''شباب اردو'' اور ''ہمایوں'' کے محولۂ بالا شماروں میں بیک وقت شائع ہوئی ہے، اس لیے ۱۹۲۱ء کی تصنیف ہو سکتی ہے۔

۵ : ص ۸۸-۸۷

نشتر کی غزل ۹ کے ۷ شعر
رک : حاشیہ ۹ ، نشتر

۶ : ص ۹۳-۸۹

☆ آیات دوم : ص ۱۳-۱۰ ، ش ۵
☆ گنجینہ م : ص ۲۵-۲۴ ، ش ۲۴ (غ)
☆ بیاض ۱ : ورق ۱۵ ، الف
☆ بیاض ۴ : ورق ۵۵ ب
☆ آیات سوم : ص ۱۰۱-۹۸ ، ش ۲۲
☆ گنجینہ ق : ص ۹۲-۹۱ ، ش ۲۳ (غ)
☆ بیاض ۳ : ورق ۱۴ ب و ورق ۱۵ ، الف
☆ کشکول : ص ۱۰۱
☆ ماہنامہ ''مخزن'' لاہور، نومبر ۱۹۱۸ء : ص ۵۲ (بعنوان ''جذباتِ یاس'')

آیات اوّل، دوم، سوم، بیاض ا، کجکول اور مخزن میں یہ غزل ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے اور یہ سب شعر کلیات میں شامل ہیں۔ گنجینہ م و ق میں ۱۲ شعر ہیں۔ شعر: ۷ و ۱۰، ان میں نہیں۔ بیاض ۴ میں بھی ۱۲ شعر ہیں۔ شعر: ۱۰ و ۱۲ اس میں نہیں۔ بیاض ۳ میں ۱۳ شعر ہیں۔ شعر: ۷، اس میں نہیں۔

شعر ۱۰ : ہوا پھری افسردہ دلوں کی رُت بدلی
اُبل پڑا ہے پھر رنگ نقشِ باطل کا

کے وزن کے بارے میں ''مخزن'' میں یہ حاشیہ ملتا ہے:

''ممکن ہے بعض حضرات کے نزدیک یہ شعر غور طلب ہو۔ (یاس)''

آیات اوّل میں یہ لکھا ہے:

''جو لوگ فن عروض سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں، وہ اس شعر کو صحیح طور پر پڑھ نہیں سکتے۔ یہ غزل بحر مجتث مخبون مقصور [میں] ہے جس کا وزن (مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن) ہے۔ مگر اس شعر کے دوسرے رکن فعلاتن پر تسکینِ اوسط کا زحاف واقع ہوا ہے، اس وجہ سے فعلاتن، مفعولن سے بدل گیا اور اس شعر کی تقطیع مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلن سے کی جائے گی۔ جو لوگ اس عروضی نکتے سے واقفیت اور موسیقیت سے لگاؤ نہیں رکھتے، وہ اس شعر کو عجب نہیں کہ ناموزوں سمجھیں''۔ (ص ۹۲-۹۱)

عروض کی یہی بحث آیات اوّل کے حواشی: ۸ و ۶۹ میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

اختلاف نسخ:

مقطع کا مصرعِ اوّل : حضور دوست یگانہ کچھ ایسے غائب تھے

آیات اوّل و دوم، بیاض ا و ۴، اور کجکول میں : جنابِ یاس تھے تعبیرِ بد سے خود آگاہ

''مخزن'' میں ''تھے'' کی جگہ ''ہے'' ہے۔

بیاض ۴ میں پہلے مذکورہ مصرعے کی ابتدائی صورت لکھی تھی (آیات اوّل وغیرہ کے مطابق) اُسے قلم زد کر کے ترمیم شدہ صورت لکھی گئی۔

زمانۂ تصنیف:

''مشاعرۂ فرنگی محل، لکھنؤ ۱۹۱۷ء'' (بیاض ا)

۷ : ص ۹۸-۹۴

☆ آیات دوم: ص ۱۷-۱۳، ش ۶
☆ آیات سوم: ص ۱۰۳-۱۰۲، ش ۲۳
☆ گنجینہ م: ص ۲۵، ش ۲۵ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۹۲، ش ۲۴ (غ)
☆ بیاض ا: ورق ۶، الف و ورق ۷، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۱۵ ب و ورق ۱۶، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۸ ب
☆ کجکول: ص ۵۴
☆ ماہنامہ ''تمدن'' دہلی، دسمبر ۱۹۱۵ء، ص ۵۶-۵۵
☆ ماہنامہ ''مخزن'' لاہور، ستمبر ۱۹۱۷ء، ص ۳۰-۲۹
☆ گنجینہ م: نسخۂ باقر حسنین رضوی، ص ۲۵

۱۷ شعروں کی یہ غزل مکمل صورت میں آیات اوّل، بیاض ا، اور کجکول میں شامل ہے۔ آیات دوم میں ۱۵

شعر ہیں۔ شعر: ۸ و ۱۱، اس میں شامل نہیں۔ بیاض ۳ میں ۱۳ شعر ہیں۔ یہ چار شعر اس میں شامل نہیں۔ ش: ۳، ۶، ۸، ۱۱۔ آیات سوم، گنجینہ م و ق اور بیاض ۴ میں ۱۲،۱۲ شعر ہیں۔ آیات سوم میں یہ ۵ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۳، ۶، ۸، ۱۰، ۱۱۔ گنجینہ م و ق، اور بیاض ۴ میں یہ ۵ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۳، ۶، ۸، ۱۱، ۱۳۔

"مخزن" میں مقطع پر یہ حاشیہ ہے:

"مجھے اردو میں خواجہ آتش اور میر تقی میر کے اندازِ تغزل سے زیادہ اور کسی کا تغزل پسند نہیں آتا۔ اسی وجہ سے لوگ مجھے آتش پرست کہتے ہیں، اور یہ سچ ہے۔ یاس۔"

(ص ۳۰)

اختلاف نسخ:

شعر ۷، مصرع ۱	:	نہاں تھا خانۂ دل ہی میں شاہدِ مقصود
کچکول	:	.... شاہدِ معنی
شعر ۱۶، مصرع ۱	:	اب اپنی روح ہے اور سیرِ عالمِ بالا
آیات دوم و گنجینہ م	:	.... سیرِ باغِ عالم ہے

بعد میں یگانہ نے اس ترمیم کو رد کر دیا تھا۔ گنجینہ م، نسخۂ باقر حسنین رضوی میں بقلم یگانہ "سیرِ باغِ عالم ہے" کے الفاظ قلم زد کر کے "سیرِ عالمِ بالا" لکھا ہے۔

س ک:

شعر ۷، مصرع ۱	:	نہاں تھا خانۂ دل ہی میں شاہدِ مقصود
رسالہ "مخزن"	:	بنا تھا . . . .

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "تمدن" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۱۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸: ص ۱۰۳-۹۸ و ص ۳۰۰، ش ۹۲/۴ (متفرقات)

☆ آیات دوم: ص ۲۰-۱۷، ش ۷
☆ آیات سوم: ص ۱۰۶-۱۰۳، ش ۲۴
☆ گنجینہ م: ص ۲۶-۲۵، ش ۲۶ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۹۳، ش ۲۵ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۷ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۱۶ ب و ورق ۱۷، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۹، الف
☆ کچکول: ص ۴۷
☆ شہرت کاذبہ: ص ۱۳
☆ ماہنامہ "نظارہ" میرٹھ، نومبر دسمبر ۱۹۱۶ء: ص ۳۵۷

آیات اول میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ ۱۱ شعر غزل کے متن میں ہیں اور ایک "متفرقات" کے تحت۔ یہ زائد شعر کلیات میں مقطع سے پہلے غزل میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ تمام شعر آیات دوم، بیاض ۱ و ۳، اور "شہرت کاذبہ" میں بھی ہیں۔ بیاض ۴ میں ۱۱ شعر ہیں۔ شعر: ۱۱، اس میں نہیں ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ م میں ۱۰،۱۰ شعر ہیں۔ آیات سوم میں شعر: ۲ و ۶، اور گنجینہ م میں شعر: ۱۱ و ۱۲ نہیں ہیں۔ گنجینہ ق میں ۹ شعر ہیں۔ شعر: ۲، ۱۱ و ۱۲، اس میں نہیں ہیں۔ کچکول میں ۱۲ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۴) اس میں نہیں ہے۔ ایک مطلع زائد ہے جو مذکورۂ بالا کسی ماخذ میں نہیں ہے۔ رک: باقیات ۲۔ رسالہ "نظارہ" میں ۱۳ شعر ہیں۔ ۱۲ تو وہ جو آیات اول میں ہیں اور ایک وہ جو باقیات میں شامل کیا گیا۔

عروضی نکتہ:

اس غزل کا مقطع ہے:

ہمارا رنگِ سخن یاس کوئی کیا جانے
سوائے آتش ہے کون ہم زباں اپنا

اس کے دوسرے مصرعے کا وزن، غزل کے باقی مصرعوں کے وزن سے مختلف ہے۔ یہ غزل بحر مجتث میں ہے۔ ''چراغِ سخن'' طبع دوم میں یگانہ نے بحر مجتث مخبون محذوف اور مجتث مشعث محذوف کے اجتماع کی مثال میں جو شعر پیش کیا ہے، وہ وہ زیرِ نظر غزل کا مقطع ہی ہے۔ دونوں مصرعوں کے اوزان یہ ہیں:

مصرع ۱	:	مفاعلن	فعلاتن	مفاعلن	فعلن
مصرع ۲	:	مفاعلن	مفعولن	مفاعلن	فعلن

(ص ۱۲۸-۱۲۶)

یہی بحث آیات اوّل کے حواشی: ۶ و ۶۹ میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱۰، مصرع ۱ : خدا کسی کو بھی یہ خوابِ بد نہ دکھلائے

آیات دوم اور بیاض ۳ میں ''خوابِ بد'' کے نیچے لکیر کھینچ کر اس کا متبادل ''روزِ بد'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نظارہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۱۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ آیات سوم میں اس غزل کے بارے میں لکھا ہے:

''یہ وہ غزل ہے جو فروری ۱۹۱۷ء میں علی گڑھ کے مشاعرے میں پڑھی گئی تھی۔''
(ص ۱۰۳)

اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ یہ غزل اس مشاعرے کے لیے لکھی گئی ہوگی، اس لیے اس کا سال تصنیف ۱۹۱۷ء ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ ''شہرت کاذبہ'' میں اس مشاعرے کی جو تفصیل ملتی ہے (ص ۱۵-۱۰)، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی گڑھ کے ۱۹۱۷ء کے مشاعرے کے لیے جو غزل لکھی گئی تھی، وہ طرحی تھی۔ مصرعِ طرح غالب کا یہ مصرع تھا:

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

یہ طرحی غزل آیات اوّل میں شامل ہے۔ (شمارہ: ۳۰) مشاعرے کی غیر طرحی نشست میں یگانہ نے دو غیر طرحی غزلیں پڑھی تھیں۔ اُن میں سے ایک زیرِ بحث غزل ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مشاعرے سے پہلے کی تصنیف ہوگی۔

۹: ص ۷-۱۰۳ (فارسی غزل)

☆ آیات دوم: ص ۲۳۵-۲۳۳، ش ۹۴
☆ آیات سوم: ص ۱۱۵، ش ۳۴
☆ گنجینہ م: ص ۲۸، ش ۳۱ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۹۵، ش ۲۹ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۵۰، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۹۲، الف و ب

تمام مجموعوں اور بیاضوں میں اس غزل کے اشعار کی تعداد (۹ عدد) یکساں ہے۔

س ک :

گنجینہ م میں شعر ۳ ، مصرع ۲ کی ترکیب ''نشۂ پندار'' کو ''تشنۂ پندار'' لکھا ہے اور شعر ۸ ، مصرع ۲ کے لفظ ''بر'' کو ''پر'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرہ کپورتھلہ۔ ۶ ر جون ۱۹۲۶ء'' (بیاض ۱)

یہ مشاعرہ ''خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب وزیر تعلیم پنجاب کی صدارت میں ہوا تھا۔'' (آیات اوّل ، ص ۱۰۵)

۱۰ : ص ۹-۱۰۸

☆ آیات دوم : ص ۲۱-۲۰ ، ش ۸ ☆ آیات سوم : ص ۸۱-۸۰ ، ش ۱۴

☆ گنجینہ م : ص ۱۵ ، ش ۹ (غ) ☆ گنجینہ ق : ص ۸۱ ، ش ۹ (غ)

☆ بیاض ۱ : ورق ۳۴ ب

☆ بیاض ۳ : ورق ۷ ا ب (متن اوّل) ورق ۱۰۳ ، الف (متن دوم)

☆ بیاض ۴ : ورق ۶ ، الف

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور ، مئی ۱۹۲۰ء : ص ۱۹ (بعنوان : فکر ناتمام) یہ غزل اسی رسالے میں جون ۱۹۲۱ء میں دوبارہ شائع ہوئی تھی۔ (ص ۳۶)

کلیات میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ یہ شعر آیات اوّل ، دوم ، سوم ، گنجینہ م ، اور گنجینہ ق سے ماخوذ ہیں اور ان سب میں شعروں کی تعداد مختلف ہے۔ غزل کا بنیادی متن گنجینہ ق کے مطابق ہے جس میں ۹ شعر ہیں۔ باقی تین شعر دوسرے مجموعوں سے لیے گئے ہیں بہ تفصیل ذیل :

آیات اوّل میں یہ ۶ شعر ہیں۔ ش : ا تا ۳ ، ۹ تا ۱۱

آیات دوم میں یہ ۵ شعر ہیں۔ ش : ا تا ۳ ، ۹ ، ۱۱

آیات سوم اور گنجینہ میں یہ ۸ شعر ہیں۔ ش : ا تا ۷ ، ۱۲

گنجینہ ق میں یہ ۹ شعر ہیں۔ ش : ا تا ۸ ، ۱۲ (شعر ۸ کسی مطبوعہ مجموعے میں نہیں)

اس تفصیل سے واضح ہے کہ صرف ابتدائی تین شعر پانچوں مجموعوں میں مشترک ہیں۔ غزل کے شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے ، وہ تین شعر جو گنجینہ ق میں نہیں ہیں ، مقطع سے پہلے شامل کر دیے گئے ہیں۔ بیاض ۱ میں وہی ۶ شعر ہیں جو آیات اوّل میں ہیں۔ یہی ۶ شعر ''شباب اردو'' میں بھی ہیں۔ بیاض ۳ میں یہ غزل دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ متن اوّل میں پانچ شعر ہیں (کلیات میں شامل غزل کے یہ اشعار۔ ش : ا تا ۳ ، ۱۰ ، ۱۲) یہ پانچوں شعر قلم زد کر کے غزل کا دوسرا متن لکھا گیا ہے جس میں ۱۱ شعر ہیں۔ ان میں سے یہ ۸ کلیات میں شامل ہیں۔ ش : ا تا ۶ ، ۸ ، ۱۲۔ ۳ شعر ایسے ہیں جو کسی دوسرے مجموعے میں نہیں۔ رک : باقیات ۳۔ بیاض ۴ میں ۱۰ شعر ہیں۔ ان میں سے یہ ۹ کلیات میں شامل ہیں۔ ش : ا تا ۸ ، ۱۲۔ اور ایک وہ ہے جو باقیات میں پہلا شعر ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر۴، مصرع ۱ : بوئے وفا کہاں چمنِ روزگار میں
بیاض ۳، متن دوم : کیا رہ گیا ہے اب چمنِ روزگار میں
شعر ۸، مصرع ۱ : دونوں کے دل سے پوچھیے انجام کارِ عشق
بیاض ۳، متن اوّل : سنگیں دلوں سے ....
شعر ۹، مصرع ۱ : وہ مرد ہے جو زیر کرے دیوِ نفس کو
آیات دوم و بیاض ۳، متن اوّل : انساں وہ ہے جو ....

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''شباب اردو'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا سالِ تصنیف ۱۹۲۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ صرف اُن ۶ شعروں کی حد تک ہے جو اس رسالے میں چھپے ہیں۔ اُس وقت تک غزل ناتمام تھی، اسی لیے غزل کا عنوان ''فکرِ ناتمام'' ہے۔ باقی اشعار ۱۹۲۷ء (سالِ اشاعت آیات اوّل) اور ۱۹۳۸ء (بیاض ۳ کا زمانۂ تحریر) کے درمیانی زمانے کے ہیں۔ چوں کہ یگانہ نے غزل کے آخری متن (گنجینہ ق) میں بیشتر اشعار کو ایک ہی جگہ جمع کردیا ہے، اس لیے زمانۂ تصنیف کے اعتبار سے اشعار کو منقسم نہیں کیا گیا۔

۱۱ : ص ۱۰-۱۰۹

نشتر کی غزل: ۱ کے یہ آٹھ شعر۔ ش : ۱، ۳، ۵، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔

رک : حاشیہ ۱، نشتر

۱۲ : ص ۱۱۲-۱۱۰ و ص ۳۰۴، ش ۹۲/۳۴ (متفرقات)

☆ آیات دوم: ص ۲۶-۲۳، ش ۱۰
☆ آیات سوم : ص ۱۰۷، ش ۲۶
☆ گنجینہ م: ص ۲۸-۲۷، ش ۳۰ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۹۴، ش ۲۸ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۲۶، الف و ب
☆ بیاض ۳: ورق ۱۸، ب و ورق ۱۹، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۱۱، الف
☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، اپریل ۱۹۲۱ء: ص ۱۲ (بعنوان: ''موجِ تخیّل'')

کلیات میں ۱۲ شعر ہیں جو آیات اوّل کے مطابق ہیں۔ تین مزید شعر ''متفرقات'' کے تحت ہیں۔ یہ قطعہ بند ہیں، اس لیے انھیں غزل میں شامل نہیں کیا اور ''متفرقات'' ہی میں رہنے دیا ہے۔ (رک : ۹۲/۳۴)۔

آیات دوم میں ۱۱ شعر ہیں۔ شعر : ۵، اس میں نہیں ہے۔

آیات سوم میں ۹ شعر ہیں۔ یہ تین اس میں نہیں ہیں۔ ش : ۳، ۵، ۶۔

گنجینہ م و ق میں ۸-۸ شعر ہیں۔ یہ چار شعر ان میں نہیں ہیں۔ ش : ۳، ۵، ۶، ۱۰۔

بیاض ۱ میں ۱۸ شعر ہیں۔ ۱۲ شعر آیات اوّل کی غزل کے اور ۳ ''متفرقات'' کے۔ مزید ۳ کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔ رک : باقیات ۴۔

بیاض ۳ میں ۸ شعر ہیں جو یہ ہیں۔ ش : ۱، ۲، ۴، ۷ تا ۱۰، ۱۲۔

بیاض ۴ میں ۷ شعر ہیں جو یہ ہیں۔ ش : ۱، ۲، ۴، ۷ تا ۹، ۱۲۔

''شباب اردو'' میں وہ تمام شعر ہیں جو بیاض ا میں ہیں۔ فرق یہ ہے کہ قطعہ دو شعروں پر مشتمل ہے، تیسرا شعر غزل میں شامل ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر۲، مصرع ۲ : زہے قسمت مرے بالیں پہ تیرا جلوہ گر ہونا
شباب اردو : ....پہ اُن کا جلوہ گر ہونا
شعر۱۱، مصرع ۲ : مگر لازم نہیں ہر ایک پر یکساں اثر ہونا
آیات دوم : ....ہر ذات پر ....

س ک :

آیات دوم اور گنجینہ م میں شعر۲، مصرع۲، مذکورۂ بالا میں ''مری بالیں'' بجائے ''مرے بالیں''۔

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ سندیلہ ۱۹۱۵ء'' (بیاض ۱، ورق ۲۶ ب)

۱۳ : ص ۱۱۳-۱۱۲

نشتر کی غزل ۱۳ کے یہ نو شعر۔ ش : ۱ تا ۳، ۵، ۸، ۱۰ تا ۱۲، ۱۴۔
رک : حاشیہ ۱۳، نشتر۔

۱۴ : ص ۱۱۴-۱۱۳

☆ آیات دوم : ص ۲۹-۲۸، ش ۱۲
☆ بیاض ۱ : ۳۷ ب

تینوں ماٰخذ میں ۶ شعروں کی اس غزل کا متن یکساں ہے۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۸ء (بیاض ۱)

۱۵ : ص ۱۱۶-۱۱۵

☆ آیات دوم : ص ۳۱-۳۰، ش ۱۳
☆ گنجینہ م : ص ۲۷، ش ۲۹ (غ)
☆ بیاض ۱ : ورق ۶۷ ب
☆ بیاض ۴ : ورق ۱۰ ب
☆ آیات سوم : ص ۱۰۹-۱۰۸، ش ۲۸
☆ گنجینہ ق : ص ۹۴، ش ۲۷ (غ)
☆ بیاض ۳ : ورق ۲۰، الف
☆ ماہنامہ ''انتخاب'' لاہور، جنوری ۱۹۲۶ء : ص ۵۱

آیات اوّل و دوم اور بیاض ۱ و ۳، اور رسالہ ''انتخاب'' میں ۷-۷ شعر ہیں جو کلیات میں ہیں۔ باقی سب میں ۵-۵ شعر ہیں۔ یہ دو شعر نہیں۔ ش : ۳، ۶۔ بیاض ۱ میں غزل کے آخر میں ''ناتمام'' لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مزید شعر کہنے کا ارادہ تھا۔

اختلاف نسخ:

شعر۲، مصرع ۲ : اے وائے دردِ دل نہ ہوا دردِ سر ہوا

رسالہ "انتخاب" : کیا خوب دردِ دل ....

س ک:

گنجینہ میں شعر: ۷ کے مصرع اوّل میں "فزا" بجائے "فردا"۔

زمانۂ تصنیف:

"مشاعرۂ دہلی ۱۹۲۵ء" (بیاض ۱)

۱۶: ص ۱۱۸-۱۱۶ و ص ۳۰۰، ش ۹۲/۶ (متفرقات)

☆ آیات دوم: ص ۳۳-۳۱، ش ۱۴
☆ بیاض ۳: ورق ۸۶ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۱۴، الف
☆ مسودۂ غزل بخطِ دوارکا داس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی
☆ ماہنامہ "شباب اردو" لاہور، مئی ۱۹۲۳ء: ص ۱۳

کلیات میں یہ غزل ۸ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات اوّل میں ۷ شعر تو غزل کے متن میں ہیں، اور ایک "متفرقات" کے تحت ہے۔ کلیات میں اسے بھی غزل میں مقطع سے پہلے شامل کر دیا گیا ہے۔ آیات دوم اور بیاض ۳ و ۴ میں ۶ شعر ہیں۔ غزل کے آخری دو شعر ان میں نہیں ہیں۔ مسودہ بخط شعلہ میں ۸ شعر ہیں۔ شعر: ۷، اس میں نہیں ہے۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی مجموعے اور بیاض میں نہیں ہے۔ "شباب اردو" میں ۹ شعر ہیں۔ یعنی وہ سب شعر جو مذکورۂ بالا ماٰخذ میں ملتے ہیں۔ زائد شعر کے لیے رگ: باقیات ۵۔

اختلاف نسخ:

شعر۴، مصرع ۱ : دلِ بیدار نے گھبرا کے مجھے چونکا دیا

مسودہ بخط شعلہ و "شباب اردو" : دلِ آگاہ نے ....

زمانۂ تصنیف:

"لکھنؤ ۱۹۱۸ء" (مسودہ بخطِ شعلہ)

۱۷: ص ۱۲۰-۱۱۹

☆ آیات دوم: ص ۳۵-۳۳، ش ۱۵
☆ بیاض ۱: ورق ۲۸ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۸۷، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۱۵ ب
☆ ماہنامہ "صلائے عام" دہلی، دسمبر ۱۹۱۶ء: ص ۱۴

آیات اوّل و دوم میں ۸ شعروں کی اس غزل کا متن یکساں ہے۔ بیاض ۱ میں یہ سب شعر ہیں اور ایک زائد ہے۔ رک: باقیات ۶۔ بیاض ۳ و ۴ میں شعر: ۲ نہیں ہے۔ رسالہ "صلائے عام" میں ۱۱ شعر ہیں۔ ۸ غزل کے

متن کے، ایک باقیات کا اور دو تمام ماٰخذ سے زائد ہیں۔ رک: ضمیمہ۲، ش ۹۔ باقیات اور ضمیمے کے اشعار کو ایک ساتھ ہونا چاہیے تھا مگر ''صلائے عام'' کا متعلقہ شمارہ اُس وقت ملا جب کلیات کمپوز ہو چکی تھی۔

زمانۂ تصنیف:

''مشاعرۂ کاکوری۔ ۱۹۱۶ء'' (بیاض ۱)

۱۸: ص ۱۲۱-۱۲۰ و ص ۳۰۰، ش ۷/۹۲ (متفرقات)

☆ آیات دوم: ص ۳۶-۳۵، ش ۱۶
☆ بیاض ۱: ورق ۶۷، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۸۷ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۱۴، الف
☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، اپریل ۱۹۲۴ء: ص ۲۲۶

آیات اوّل میں ۶ شعر غزل کے متن میں ہیں اور ایک ''متفرقات'' کے تحت۔ کلیات میں اس شعر کو بھی غزل میں مقطع سے پہلے شامل کر دیا گیا ہے۔ یہی ۷ شعر آیات دوم میں ہیں۔ بیاض ۱ میں مذکورہ سب اشعار کے علاوہ چار ایسے شعر بھی ہیں جو کسی مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔ رک: باقیات ۷۔ زائد چار شعروں میں جو مطلع ہے، وہ بیاض ۱ میں قلم زد کیا گیا ہے۔ بیاض ۳ و ۴ میں دو شعر (۴ و ۷) نہیں ہیں۔ رسالہ ''ہمایوں'' میں بیاض ۱ کے مطابق ۱۱ شعر ہیں۔

زمانۂ تصنیف:

فروری ۱۹۲۴ء (بیاض ۱)

۱۹: ص ۱۲۶-۱۲۱

☆ آیات دوم: ص ۴۰-۳۷، ش ۱۷
☆ آیات سوم: ص ۵۷-۵۵، ش ۴
☆ گنجینہ م: ص ۲۲، ش ۲۰ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۸۹، ش ۱۹ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۲۰ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۲۰ ب و ورق ۲۱، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۸، الف
☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، مارچ ۱۹۲۳ء: ص ۲۲۸
☆ رسالہ ''پیمانہ'' اکبرآباد، اگست ۱۹۲۳ء: ص ۱۷-۱۶

۱۳ شعروں کی اس غزل کا متن آیات اوّل و دوم میں یکساں ہے۔ آیات سوم میں ۵ شعر (ش: ۱، ۲، ۴، ۶، ۱۳) حذف کر کے باقی ۸ شعروں کے ساتھ نیا مطلع اور نیا مقطع اضافہ کیا گیا ہے۔ مقطع ایک مصرعے کی حد تک نیا ہے۔ شعر ۴:

یہ دلِ بے مدعا بیگانۂ امید و بیم
غرق ہو کر آپ اپنا ناخدا ہو جائے گا

کے مصرع اوّل کی جگہ یہ مصرع لکھا گیا ہے:

کیا سمجھتے تھے یگانہ محرمِ رازِ فنا

آیات سوم کے دونوں نئے شعر چوں کہ بعد کی تصنیف ہیں، اس لیے انھیں آیات اوّل کی غزل کے متن

میں شامل نہیں کیا گیا۔ انھیں آیات سوم ہی میں رہنے دیا گیا ہے۔ گنجینہ م و ق میں یہ غزل آیات سوم کے مطابق ہے۔

بیاض ۱ میں وہ تمام شعر ہیں جو آیات اوّل و دوم میں ہیں۔ ایک شعر ایسا بھی ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ رک : باقیات ۸۔

بیاض ۳ میں ابتداء وہی ۱۳ شعر تھے جو آیات اوّل و دوم میں ملتے ہیں۔ بعد میں ان اشعار میں شامل مطلع قلم زد کر کے حاشیے پر وہ مطلع لکھ دیا گیا ہے جو آیات سوم میں ملتا ہے۔

بیاض ۴ میں ۱۰ شعر ہیں۔ ان میں سے ۸ آیات اوّل میں شامل ہیں (ش: ۳، ۴، ۵، ۷ تا ۱۲)۔ باقی دو شعر وہ ہیں جو آیات سوم میں ہیں۔

رسالہ ''ہمایوں'' میں یہ غزل بیاض ۱ کے مطابق ہے۔ اس میں وہ زائد شعر بھی ہے جو اس بیاض میں ملتا ہے۔ رسالہ ''پیمانہ'' میں غزل کا انتخاب ہے جو پانچ شعروں (ش: ۱، ۲، ۷، ۸، ۱۲) پر مشتمل ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۵، مصرع ۱ : کیا خبر تھی دل سا شاہنشاہ آخر ایک دن
رسالہ ''ہمایوں'' : .... شاہنشاہ عالم ایک دن
شعر ۵، مصرع ۲ : عشق کے ہاتھوں گداؤں کا گدا ہو جائے گا
بیاض ۱ و ۴ : اپنے ہی ہاتھوں ....

دونوں بیاضوں میں حاشیے پر متبادل الفاظ (''عشق کے'' بجائے ''اپنے ہی'') بھی لکھے ہیں۔

شعر ۱۰، مصرع ۲ : اک اشارے میں ہوا کے دم فنا ہو جائے گا
رسالہ ''ہمایوں'' : ایک جھونکے میں ہوا کے.............
شعر ۱۲، مصرع ۱ : بڑھتے بڑھتے اپنی حد سے بڑھ چلا دست ہوس
رسالہ ''پیمانہ'' : ....بڑھ گیا دست ہوس

زمانۂ تصنیف:

آیات اوّل میں لکھا ہے:

''یہ وہ معرکہ آرا غزل ہے جو مرزا صاحب نے ۳۰ر دسمبر ۱۹۲۲ء کو پنڈت امرناتھ ساحر دہلوی کے مشاعرے میں پڑھی تھی۔'' (ص ۱۲۲-۱۲۱)

لیکن بیاض ۱ میں مشاعرے کے انعقاد کا مہینہ اور سنہ تو یہی ہے تاریخ مختلف ہے: ''مشاعرۂ دہلی۔ ۳۱ر دسمبر ۱۹۲۲ء''۔ (ورق ۲۰ ب)

۲۰: ص ۱۲۹-۱۲۶

☆ آیات دوم: ص ۴۳-۴۰، ش ۱۸
☆ گنجینہ م: ص ۱۹، ش ۱۵ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۳۳، الف و ب
☆ بیاض ۴: ورق ۱۱ ب و ورق ۱۲، الف

☆ آیات سوم: ص ۱۱۱-۱۰۹، ش ۲۹
☆ گنجینہ ق: ص ۸۶، ش ۱۵ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۲۱ ب و ورق ۲۲، الف
☆ ماہنامہ ''کہکشاں'' لاہور، اپریل ۱۹۲۰ء: ص ۴۷

۱۲ شعروں کی اس غزل کا متن آیات اوّل، دوم وسوم میں یکساں ہے۔ گنجینہ م و ق، اور بیاض ۳ و ۴ میں مطلع ثانی حذف کر دیا گیا ہے۔ بیاض ۱ میں کلیات میں شامل غزل کے تمام اشعار موجود ہیں۔ ایک شعر زائد ہے۔ رک : باقیات ۹۔ رسالہ ''کہکشاں'' میں وہ تمام اشعار ہیں جو بیاض ۱ میں ملتے ہیں۔

اختلاف نسخ :

شعر۳، مصرع ۱، آیات اوّل و رسالہ ''کہکشاں'' : دوا کا اور دعا کا امتحاں منظور تھا دل کو

بعد کے تمام مجموعوں میں : .... منظور تھا ورنہ

کلیات میں یہ مصرع بعد کے مجموعوں کے مطابق ہے۔

زمانۂ تصنیف :

''مرزا صاحب نے یہ غزل ۷ مارچ ۱۹۲۰ء کو کیننگ کالج لکھنؤ کے سالانہ مشاعرے میں پڑھی تھی۔'' (آیات اوّل، ص ۱۳۶)

۲۱ : ص ۱۳۲-۱۲۹ و ص ۳۰۴، ش ۹۲/۳۵ (متفرقات)

☆ آیات دوم : ص ۴۶-۴۳، ش ۱۹

☆ آیات سوم : ص ۱۱۳-۱۱۱، ش ۳۰

☆ گنجینہ م : ص ۲۰-۱۹، ش ۱۶ (غ)

☆ گنجینہ ق : ص ۸۷، ش ۱۶ (غ)

☆ بیاض ۱ : ورق ۲۷، الف و ب

☆ بیاض ۳ : ورق ۲۲ ب و ۲۳، الف

☆ بیاض ۴ : ورق ۱۳، الف

☆ کچکول : ص ۵۳

☆ ماہنامہ ''خیال'' ہاپوڑ، نومبر ۱۹۱۵ء : ص ۱۵-۱۴

کلیات میں یہ غزل ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے۔ یہ سب آیات اوّل میں ہیں۔ ۱۳ شعر غزل کے متن میں اور ایک ''متفرقات'' کے تحت۔ اس ایک شعر کو مقطع سے پہلے غزل میں شامل کیا گیا ہے۔ بیاض ۱ میں ۱۸ شعر ہیں۔ ۱۴ تو وہی ہیں جو کلیات میں ہیں، باقی ۴ شعر کسی مجموعے یا بیاض میں نہیں۔ رک : باقیات ۱۰۔ آیات دوم اور بیاض ۳ میں ۱۳-۱۳ شعر ہیں۔ شعر : ۱۳، ان میں نہیں ہے۔ آیات سوم اور بیاض ۴ میں ۱۱-۱۱ شعر ہیں۔ تین شعر (ش : ۸، ۹، ۱۳) ان میں نہیں ہیں۔ گنجینہ م و ق میں ۹-۹ شعر ہیں۔ ۵ شعر (ش : ۴، ۸ تا ۱۰، ۱۳) ان میں نہیں ہیں۔ کچکول میں ۱۳ شعر ہیں۔ ۹ شعر کلیات کے (ش : ۳ تا ۶، ۸ تا ۱۰، ۱۲، ۱۴) اور ۴ باقیات کے۔ رسالہ ''خیال'' میں ۲۱ شعر ہیں۔ کلیات کا مطلع اس میں نہیں ہے، مذکورۂ بالا مجموعوں کے باقی تمام شعر اس میں ہیں۔ چار شعر ایسے ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتے۔ ان زائد اشعار کے لیے رک : ضمیمہ ۲، ش ۷۔

اختلاف نسخ :

کلیات میں شعر : ۴ پر جو حاشیہ ہے، وہ صرف آیات سوم میں ہے۔

شعر ۱۴، مصرع ۲ : سلسلہ چھڑ گیا جب آپ کے افسانے کا

آیات اوّل، دوم، سوم، بیاض ۳ و ۴، کچکول اور رسالہ ''خیال'' میں ''آپ'' کی بجائے ''یاس'' ہے۔ کلیات میں گنجینہ ق کے مطابق ''آپ'' لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف:

''مشاعرۂ منصور نگر، ۱۹۱۵ء'' (بیاض ۱)

۲۲: ص ۱۳۴-۱۳۳

☆ آیات دوم: ص ۴۹-۴۶، ش ۲۰
☆ بیاض ۱: ورق ۲۰، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۱۲ ب
☆ آیات سوم: ص ۱۱۳، ش ۳۱
☆ بیاض ۳: ورق ۲۳ ب و ورق ۲۴، الف
☆ ماہنامہ ''خیال'' ہاپوڑ، اگست ۱۹۱۵ء: ص ۴۱-۴۰

کلیات میں یہ غزل ۱۱ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات اوّل و دوم اور بیاض ۳ میں یہ سب شعر ہیں۔ آیات سوم میں ۸ شعر ہیں۔ تین شعر (ش: ۵ تا ۷) اس میں نہیں ہیں۔ بیاض ۱ میں کلیات میں شامل تمام اشعار کے علاوہ بھی ایک شعر ہے۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۶۔ بیاض ۴ میں ۹ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۵ و ۶) اس میں نہیں۔ رسالہ ''خیال'' میں یہ غزل ۱۵ شعروں پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک شعر (ش: ۶) نہیں ہے، باقی سب ہیں۔ ۵ شعر کلیات سے زائد ہیں۔ ایک تو وہی ہے جو بیاض ۱ میں زائد ہے۔ باقی ۴ کسی دوسری جگہ نہیں ملتے۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۶۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۱ : جلوۂ موہوم آخر خضر منزل ہوگیا
رسالہ ''خیال'' : شکر ہے پیک تصور خضر منزل ہوگیا
شعر ۳، مصرع ۲ : سیکڑوں آزاد پابند سلاسل ہوگیا

اس پر آیات سوم میں یہ حاشیہ ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا:

''سیکڑوں آزاد پابند ہوگیا۔ عین روزمرہ ہے۔ اہل زبان بعض اوقات واحد بول کر جمع مراد لیتے ہیں''۔ (ص ۱۱۳)

شعر ۱۱، مصرع ۱ : یاس اب تنگ آ گئے اس ملگجی پوشاک سے
بیاض ۱ و رسالہ ''خیال'' : تنگ آیا ہوں بہت اس ....

بیاض ۱ میں اس مصرعے کو قلم زد کر کے کلیات کے مطابق مصرع لکھا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

''مشاعرۂ ہاپوڑ۔ ۱۹۱۵ء'' (بیاض ۱)

ہاپوڑ میں سالانہ مشاعرے کا اہتمام وہاں کے دو رئیس چودھری کچھمی نراین اور سید ابن حسن کرتے تھے۔ انتظامی امور حکیم شاہ ابوالحاسن شفیق حیدر آبادی مدیر ماہنامہ ''خیال'' سے متعلق تھے۔ ۱۹۱۵ء کا مشاعرہ ۲/جولائی کو منعقد ہوا تھا اور اس کا مصرع طرح یہ تھا:

تو نے آدھی بات کی میں نیم بسمل ہوگیا

(اشتہار در ماہنامہ ''خیال'' ہاپوڑ، جون ۱۹۱۵ء، عقبی سرورق)

۲۳: ص ۱۳۵

نشتر کی غزل: ۱۱ کے ۷ شعر (ش: ۱، ۲، ۶، ۸، ۱۰، ۱۵، ۱۶)۔ رک: حاشیہ ۱۱، نشتر۔

۲۴ : ص ۱۳۶

☆ آیات دوم: ص۵۲-۵۱، ش ۲۲

☆ بیاض ۱: ورق ۲۶ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۱۳ ب

☆ گنجینہ م: ص ۲۰، ش ۱۷ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۲۴ ب

تمام مجموعوں اور بیاضوں میں پانچ شعروں کی اس غزل کا متن یکساں ہے۔

س ک :

آیات اوّل میں شعر ۲، مصرع ۲ میں ''جاتا'' کی جگہ ''جانا'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۸ء (بیاض ۱)

۲۵ : ص ۱۳۷-۱۳۶

نشتر کی غزل: ۱۴، مکمل ۔ رک : حاشیہ ۱۴، نشتر

۲۶ : ص ۱۳۷

نشتر کی غزل: ۵ کے ۴ شعر (ش: ۴، ۵، ۷، ۱۰) رک : حاشیہ ۵، نشتر۔

۲۷ : ص ۱۳۸-۱۳۷

نشتر کی غزل: ۱۲ کے تین شعر (ش: ۱، ۱۱، ۱۳)۔ رک : حاشیہ ۱۱، نشتر۔

۲۸ : ص ۱۳۸ (مثلث)

☆ آیات دوم: ص ۶۰-۵۷، ش ۲۵

☆ گنجینہ م: ص ۹۲، ش ۱۳۱ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۴۰، الف و ب

☆ آیات سوم: ص ۱۱۴، ش ۳۳

☆ گنجینہ ق: ص ۱۶۰، ش ۱۲۰ (غ)

☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، جون ۱۹۲۵ء: ص ۳۴۹

۶ بندوں کے اس مثلث کا متن آیات اوّل و دوم میں یکساں ہے اور یہی کلیات میں شامل ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ م و ق میں ایک بند (ش: ۳) نہیں ہے۔ ''ہمایوں'' میں بھی ایک بند (ش: ۵) نہیں ہے۔

اختلاف نسخ :

بند ۲، مصرع ۲ : اُمنڈ رہا ہے ابرِ غم نہ جانے کب برس پڑے

ہمایوں : گھرا ہوا ہے ابرِ غم ....

بند ۴، مصرع ۱ : نہ مبتدا کی کچھ خبر نہ کچھ خبر کا مبتدا

لفظ ''مبتدا'' مذکر و مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ آیات اوّل و دوم اور بیاض ۱ میں مؤنث ہے اور باقی سب میں مذکر۔

بند۵، مصرع ۳ : فریب مجھ سے پوچھیے کرشمۂ سراب کا
بیاض ۱ : فریب چل نہ جائے کیوں کرشمۂ سراب کا
بند ۶، مصرع ۳ : جواب باصواب یاجواب بے صواب کا
ہمایوں : .... جواب ناصواب کا

س ک :

بند ۲، مصرع ۳ : گنجینہ م میں ''رندھا'' کی بجائے ''اندھا'' لکھا ہے۔
بند ۵، مصرع ۳ : گنجینہ م میں ''کرشمۂ سراب'' کی بجائے ''کرشمہ وسراب'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ اسلامیہ کالج اٹاوہ، ۱ر [یکم] مارچ ۱۹۲۵ء''۔ (بیاض ۱)

۲۹ : ص ۱۴۶-۱۳۹

☆ آیات دوم : ص ۹۵-۹۱، ش ۳۷
☆ گنجینہ م : ص ۴۰-۳۹، ش ۳۶ (غ)
☆ بیاض ۱ : ورق ۳۹، الف و ب
☆ بیاض ۴ : ورق ۲۰ ب
☆ آیات سوم : ص ۱۳۸-۱۳۵، ش ۴۲
☆ گنجینہ ق : ص ۱۰۷-۱۰۶، ش ۴۴
☆ بیاض ۳ : ورق ۳۲ ب تا ورق ۳۳ ب
☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، مارچ ۱۹۲۵ء : ص ۱۵۵

۱۲ شعروں کی یہ غزل تمام مآخذ میں یکساں ہے۔ کلیات میں ترتیب اشعار گنجینہ م و ق کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۶، مصرع ۱ : اپنا ہاتھ اپنا گریباں اپنا سودا اپنا سر
بیاض ۱ میں یہ مصرع پہلے اس صورت میں تھا : اپنا ہاتھ اپنا گریباں اپنا دکھ اپنی دوا
اسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا۔ ''ہمایوں'' میں قلم زد مصرع شائع ہوا ہے۔
شعر ۸، مصرع ۱ : حاشیے کیا کیا چڑھاتے ہیں قفس میں زندہ دل
بیاض ۱ میں یہ مصرع پہلے اس صورت میں تھا : رُت بدلتے دفتر معنی وجدانی کھلا
اسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا۔

س ک :

شعر ۵، مصرع ۱ : چاندنی کی سیر کرتے ہم سے آنکھیں مانگ کر
گنجینہ م میں ''کرتے'' کی جگہ ''کریئے'' لکھا ہے۔ گنجینہ م، نسخہ باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود تصیح کی ہے۔

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر، مورخہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۲۴ء''۔ (بیاض ۱)

۳۰ : ص ۱۵۲-۱۴۷

☆ آیات دوم: ص ۷۳-۶۹ ، ش ۳۰

☆ آیات سوم : ص ۱۴۱-۱۳۸ ، ش ۴۳

☆ گنجینہ م : ص ۳۷-۳۶ ، ش ۴۳ (غ)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۰۴-۱۰۳ ، ش ۴۱ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۸ ، الف و ب

☆ بیاض ۳ : ورق ۲۷ ، الف تا ۲۸ ، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۱۸ ، الف و ب

☆ شہرت کاذبہ : ص ۱۲-۱۱

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، جون ۱۹۲۲ء : ص ۲۷-۲۶ (بعنوان : کارنامۂ یاس)

۲۰ شعروں کی یہ غزل آیات اوّل و دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں یکساں ہے۔ آیات سوم میں یہ ۴ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴۔ گنجینہ م و ق میں یہ ۷ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۳، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۷۔ ذیل کا شعر زائد ہے جو شعر: ۱۰ کے مصرع اوّل اور شعر: ۱۱ کے مصرع ثانی پر مشتمل ہے:

چلتی ہے کس طرف کی ہوا پچھلی رات سے
جی سن سے ہو گیا رخ بیمار دیکھ کر

بیاض ۴ ، شہرت کاذبہ اور رسالہ ''شباب اردو'' میں شعر: ۳ نہیں ہے۔

س ک :

شعر ۳، مصرع ۱: آیات سوم میں ''عبرت سرائے دہر'' کی بجائے ''عبرت سرا دہر'' لکھا ہے۔
شعر ۸، مصرع ۱: گنجینہ ق میں مصرع کا آخری لفظ ''ہم'' لکھنے سے رہ گیا ہے۔
شعر ۴، مصرع ۱: ''شباب اردو'' میں ''گُل'' بجائے ''کَل''۔

زمانۂ تصنیف :

یہ غزل فروری ۱۹۱۷ء میں طلبۂ علی گڑھ کالج کے مشاعرے کے لیے لکھی گئی تھی۔ مصرع طرح یہ تھا:
دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر (غالب)

(شہرت کاذبہ، ص ۱۱-۱۰، آیات سوم، ص ۲۱۴)

۳۱ : ص ۱۵۷-۱۵۲

نشتر کی غزل ۲۳ کے یہ ۱۴ شعر۔ ش: ۱ تا ۶، ۸، ۹، ۱۱ تا ۱۶۔
رک : حاشیہ ۲۳، نشتر۔

۳۲ : ص ۱۵۹-۱۵۸

☆ آیات دوم: ص ۸۵-۸۴ ، ش ۳۴

☆ بیاض ۱: ورق ۱۸ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۸۶ ، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۲۲ ، الف

☆ ''گلدستۂ سخن سنج'' لکھنؤ، اپریل ۱۹۱۸ء : ص ۲۵

☆ گشتی مراسلۂ یاس (مطبوعہ) بسلسلۂ اجرا رسالہ ''کار امروز'' مورخہ ۴ر نومبر ۱۹۲۰ء

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، اکتوبر ۱۹۲۱ء : ص ۵۰ (بعنوان : موجِ تخیل)

آیات اوّل و دوم اور بیاض ۳ میں یہ غزل ۵ شعروں پر مشتمل ہے۔ اور یہی شعر شاملِ کلیات غزل کے متن

میں ہیں۔ بیاض ۱ میں ۶ شعر ہیں۔ اس میں مطلع ثانی زائد ہے جو باقیات میں شامل کیا گیا ہے۔ رک: باقیات ۱۱۔ بیاض ۴ میں ۴ شعر ہیں۔ شعر: ۴، اس میں نہیں ہے۔ یہ غزل پہلی مرتبہ ''گلدستۂ سخن سنج'' میں شائع ہوئی تھی اور اس میں ۷ شعر تھے۔ ان میں سے ۴ کلیات کے متن میں شامل ہیں۔ (ش: ۲ تا ۵) کلیات کا مطلع اس میں نہیں ہے، اس کی جگہ بیاض ۱ کا مطلعِ ثانی ہے۔ ۲ شعر ایسے ہیں جو کسی مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔ ان کے لیے رک: ضمیمہ ۲، ش ۱۴۔ ''شباب اردو'' میں پہلی اور آخری مرتبہ مکمل غزل ملتی ہے۔ اس میں وہ آٹھوں شعر ہیں جو کلیات میں غزل کے متن، باقیات اور ضمیمے میں ملتے ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۲، مصرع ۱ : وطن کو چھوڑ کر جس سرزمیں کو میں نے عزت دی

بیاض ۳ و ۴ : .... سرزمیں سے دل لگایا تھا

گلدستۂ سخن سنج : .... سرزمیں کو میں نے رونق دی

س ک:

اوپر اختلاف نسخ کے تحت جو مصرع درج ہے، بیاض ۱، میں اُس میں لفظ ''کر'' لکھنے سے رہ گیا ہے۔

شعر ۴، مصرع ۱ : کُھلا آخر فریب مے چلا جب دُرد کا ساغر

''گلدستۂ سخن سنج'' میں ''دُرد'' کی جگہ ''دَور'' چھپا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

''گلدستۂ سخن سنج'' میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۱۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ کلیات میں شامل مطلع پہلی مرتبہ کشی مراسلۂ یاس میں شامل کیا گیا تھا۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ مطلع اس مراسلے کی تحریر کے زمانے میں یعنی ۱۹۲۰ء میں اضافہ کیا گیا ہوگا۔

۳۳: ص ۱۶۳-۱۶۰

☆ آیات دوم: ص ۸۸-۸۵، ش ۳۵ ☆ گنجینہ م: ص ۴۰، ش ۴۷ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۸-۱۰۷، ش ۴۵ (غ) ☆ بیاض ۱: ورق ۳۴، الف و ب

☆ بیاض ۳: ورق ۸۵، الف و ب ☆ بیاض ۴: ورق ۲۱، الف

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، مئی ۱۹۲۱ء: ص ۱۸ (بعنوان: موجِ تخیل)

گنجینہ م و ق کے سوا باقی سب آخذ میں یہ غزل ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے۔ اوّل الذکر دونوں مجموعوں میں ایک شعر (مطلع ثانی) کم ہے۔ کلیات میں شعروں کی ترتیب آیات اوّل کے مطابق ہے اور متن گنجینہ ق کی ترامیم کے مطابق۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۱ : آنکھ جھک جاتی ہے خار و گل کو باہم دیکھ کر

آیات اوّل، بیاض ۳ و ''شباب اردو'' : دل مرا دُکھتا ہے خار و گل ....

شعر ۶، مصرع ۱ : رنگ لائی گرم بازاری ہوائے دہر کی

باقی سب آخذ میں : ....ہوائے گرم کی
شعر۱۳،مصرع ۱ : انتقام قدرت خاموش آڑے آ گیا
آیات اوّل و دوم، بیاض ۱و۲ : انتظامِ قدرت ....
شعر۱۴،مصرع ۲ : چھیڑنا تھا قصۂ غم گوش محرم دیکھ کر
بیاض ۱ میں پہلے ''شکوۂ غم'' لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے ''قصۂ غم'' لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ عظیم آباد، ۱۳؍اپریل ۱۹۲۰ء'' (بیاض ۱)

۳۴ : ص ۱۷۰-۱۶۳

☆ آیات دوم: ص ۷۷-۷۴، ش ۳۱
☆ گنجینہ م: ص ۳۸-۳۷، ش ۴۴ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۶۹، الف و ب
☆ بیاض ۴: ورق ۱۹ ب
☆ آیات سوم: ص ۱۴۷-۱۴۲، ش ۴۵
☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۵-۱۰۴، ش ۴۲ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۲۸ ب و ورق ۲۹، الف

۱۵ شعروں کی یہ غزل تمام آخذ میں یکساں ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۸، مصرع ۲ : لہو کا گھونٹ اُتر جاتا ہے جب شیر و شکر ہو کر
گنجینہ م : ....جاتا ہو جب..........

س ک :

شعر۳، مصرع ۱: گنجینہ م میں ''آشیاں'' بجائے ''آشنا''۔
شعر ۶، مصرع ۲: گنجینہ م میں ''مبتلائے بے خبر'' بجائے ''مبتدائے بے خبر'' (یگانہ نے نسخۂ باقر حسنین رضوی میں بقلم خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے)۔

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ الہ آباد۔ ۱۷؍فروری ۱۹۲۴ء''۔ (بیاض ۱)

یہ مشاعرہ دیوان رادھے ناتھ گلشن کی قائم کردہ ''بزم گلشن'' کے تحت ہوا تھا اور اس کی صدارت سر تیج بہادر سپرو نے کی تھی۔ اس مشاعرے کا انتخاب یاس نے مرتب کر کے رسالہ ''زمانہ'' کانپور، جولائی ۱۹۲۴ء میں (بعنوان: ''بزمِ سخن'') شائع کیا تھا۔ (ص ۵۴-۵۲) اس میں دوسرے شاعروں کے ایک ایک دو دو شعر ہیں، یاس نے اپنی غزل کے ۹ شعر درج کیے ہیں۔

۳۵ : ص ۱۷۳-۱۷۱ (فارسی غزل)

☆ آیات دوم: ص ۳۳۸-۳۳۶، ش ۹۵
☆ گنجینہ م: ص ۳۱، ش ۳۵ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۲ ب و ورق ۳، الف
☆ آیات سوم: ص ۱۵۵، ش ۴۸
☆ گنجینہ ق: ص ۹۸-۹۷، ش ۴۳ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۹۳، الف و ب

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، اکتوبر ۱۹۲۰ء: ص ۴۹ (بعنوان: قند پارسی)

☆ ماہنامہ ''صلائے عام'' دہلی، فروری ۱۹۲۳ء: ص ۹

آیات اوّل، دوم، سوم اور بیاض ۳ میں یہ غزل ۱۰ شعروں پر مشتمل ہے جو کلیات میں شامل ہیں۔ گنجینہ م و ق میں ۹ شعر ہیں۔ مطلع ثانی ان دونوں میں نہیں ہے۔ یہی نو شعر رسالہ ''صلائے عام'' میں ہیں۔ رسالہ ''شباب اردو'' میں ۵ شعر ہیں (ش: ۲ تا ۴، ۹، ۱۰) بیاض ۱ میں مذکورہ ۱۰ شعروں کے علاوہ بھی ایک شعر ہے۔ اس کے دوسرے مصرعے کے کچھ الفاظ ناخوانا ہیں۔ شعر یہ ہے:

خاطرِ افسردۂ ما خواست سامانے دگر
انقلاب تازہ . . . و طوفانے دگر

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''شباب اردو'' میں یہ غزل نامکمل شائع ہوئی تھی اور رسالہ ''صلائے عام'' میں مکمل۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ وہ غزل جو ۱۹۲۰ء میں نامکمل تھی، ۱۹۲۲ء میں مکمل ہوئی۔ اور ۱۹۲۳ء کے آغاز میں مکمل شائع ہوئی۔

۳۶: ص ۱۷۴ (رباعی)

☆ ترانہ م: ص ۱۷۲، ش ۱۶۸ ☆ ترانہ ق: ص ۱۶۷

آیات اوّل میں یہ رباعی بلاعنوان ہے۔ کلیات میں عنوان ترانہ م و ق کے مطابق درج کیا گیا ہے۔

س ک:

مصرع ۳: ترانہ م میں ''خاموش نشینے'' بجائے ''خاموش نشینے''۔

۳۷: ص ۱۷۹-۱۷۴

☆ آیات دوم: ص ۸۱-۷۷، ش ۳۲
☆ آیات سوم: ص ۱۵۲-۱۴۷، ش ۳۶
☆ گنجینہ م: ص ۳۹-۳۸، ش ۴۵ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۶-۱۰۵، ش ۴۳ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۴۴، الف و ب
☆ بیاض ۳: ورق ۲۹ ب و ورق ۳۰، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۲۰، الف

۱۵ شعروں پر مشتمل یہ غزل آیات دوم و سوم میں مکمل ملتی ہے۔ اس لیے کلیات میں یہ انھیں کے مطابق ہے۔ ترتیبِ اشعار آیات دوم کے مطابق ہے۔ بیاض ۱ میں بھی ۱۵ شعر ہیں لیکن چوتھا شعر قلم زد کر دیا گیا ہے۔ آیات اوّل میں ۱۴ شعر ہیں۔ شعر ۲، اس میں نہیں۔ گنجینہ م و ق اور بیاض ۳ و ۴ میں بھی ۱۴، ۱۴ شعر ہیں۔ ان میں چوتھا شعر نہیں ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱۴، مصرع ۱: بہارِ لکھنؤ کو خونِ دل سے کس نے سینچا ہے
آیات سوم: گلستانِ ادب کو . . . .
حاشیے میں ''گلستانِ ادب'' کا متبادل ''بہارِ لکھنؤ'' بھی لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

"یہ غزل نومبر ۱۹۲۵ء میں .... دورانِ قیامِ علی گڑھ میں کایستھ پاٹ شالا کالج الہ آباد کے مشاعرے کے لیے کہی تھی۔" (آیات اوّل، ص ۱۷۴)

"مشاعرۂ الہ آباد۔ ۲۹ر نومبر ۱۹۲۵ء" (بیاض ۱)

۳۸ : ص ۱۸۴-۱۷۹

☆ آیاتِ دوم: ص ۹۱۔۸۸، ش ۳۶ ☆ آیاتِ سوم: ص ۱۵۵-۱۵۲، ش ۴۷

☆ گنجینہ م: ص ۴۱، ش ۴۸ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۸، ش ۴۶ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۱۱ ب و ورق ۱۲، الف (متنِ اوّل) ورق ۴۷، الف۔ ورق ۴۹، الف (متنِ دوم)

☆ بیاض ۳: ورق ۳۱ ب و ورق ۳۲، الف ☆ بیاض ۴: ورق ۲۲ ب

☆ ماہنامہ "کہکشاں" لاہور، مارچ ۱۹۲۰ء: ص ۴۷-۴۶

☆ ماہنامہ "شباب اردو" لاہور، مارچ ۱۹۲۳ء: ص ۵۰-۴۹ (بعنوان: کلام یاس)

☆ ماہنامہ "بہارستان" لاہور، جولائی ۱۹۲۶ء: ص ۳۴ (بعنوان: کلام یگانہ)

آیات اوّل و سوم میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں بھی غزل کے متن میں یہی شعر ہیں۔ بیاض ۱ کے سوا باقی تمام مجموعوں اور بیاضوں میں ۱۱-۱۱ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۴) ان میں نہیں ہے۔ بیاض ۱ میں یہ غزل دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ متنِ اوّل قلم زد کر دیا گیا ہے۔ اس میں ۱۵ شعر ہیں۔ اس میں کلیات میں شامل غزل کے ۶ شعر موجود ہیں۔ (ش: ۲، ۴، ۶ تا ۹) باقی ۹ شعر کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں نہیں ہیں۔ رک: باقیات ۱۲۔ باقیات میں دوسرے شعر کا دوسرا مصرع وہی ہے جو زیرِ نظر غزل کے پانچویں شعر کا دوسرا مصرع ہے۔ بیاض ۱ کے متنِ دوم میں ۱۲ شعر ہیں جو آیات اوّل و سوم کے مطابق ہیں۔

رسالہ "کہکشاں" میں ۱۵ شعر ہیں۔ ان میں سے ۶ کلیات میں شامل غزل کے متن میں موجود ہیں۔ (ش: ۲، ۴، ۶ تا ۹) ۸ شعر باقیات میں شامل ہیں (ش: ۲ تا ۹) ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے مجموعے میں نہیں۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۱۶۔

رسالہ "شباب اردو" میں یہ غزل ۱۶ شعروں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ۱۵ شعر تو وہی ہیں جو بیاض ۱ (متنِ اوّل) میں ہیں۔ ایک شعر وہ ہے جو رسالہ "کہکشاں" میں زائد ہے اور ضمیمہ ۲، ش ۱۶ میں شامل ہے۔

رسالہ "بہارستان" میں اس غزل کا متن آیات اوّل کے مطابق ہے (صرف مقطع کے دوسرے مصرعے میں لفظی اختلاف ہے۔ رک: اختلافِ نسخ)۔ اس رسالے میں ذیلی عنوان کے طور پر یہ لکھا ہے: "مشاعرۂ فیروز پور کی بہترین غزل"۔ اس کے ساتھ رسالے کے مدیر اختر شیرانی کا یہ نوٹ ہے:

"حضرت مرزا صاحب کی شاعری، حکیمانہ محسوسات اور فلسفیانہ نکات سے لبریز ہوتی ہے۔ اور یہ اندازِ خاص جس پر ہمیں بے اختیار صائب یاد آجاتا ہے، اردو شعر میں آپ ہی کا حصہ ہے۔ چنانچہ یہ غزل بھی اس اختصاصِ شعری سے خالی نہیں۔ بالخصوص ۱، ۳، ۵، ۶، ۹ ویں شعر کی داد نہیں دی جا سکتی۔" (ص ۳۴)

اختلاف نسخ:

ذیل میں بیاض ا کے جو حوالے ہیں وہ متنِ اوّل کے ہیں

شعر۲ : نہ ترکِ اختیار آساں نہ ضبطِ اضطرار آساں
یہی دستِ دعا جھلا کے اُٹھ جاتا تھا دشمن پر

بیاض ا، کہکشاں، شباب اردو : .... ضبطِ انتقام آساں
ترس کھاتے ہیں ایذا دوست پھر کس دل سے دشمن پر

شعر۶، مصرع۲ : بھٹکتا کوئی کب تک جادۂ شیخ و برہمن پر

بیاض ا، کہکشاں، شباب اردو : مسافر پابگل تھے نقش پائے خضر و رہزن پر

شعر۸، مصرع۲ : ڈھیے پڑتے ہیں آپی آپ کیوں گل چیں کے دامن پر

بیاض ا، کہکشاں، شباب اردو : .... آپ کیا گل چیں..............

شعر۱۲، مصرع۲ : بجا ہے رشک تم جیسوں کو ایسے صاحبِ فن پر

آیات دوم، بیاض ۳ و ۴، بہارستان : بجا ہے لکھنؤ کو رشک ایسے ....

زمانۂ تصنیف:

''یہ غزل... لاہور میں فیروز پور کے مشاعرے کے لیے کہی تھی جو ماہ مئی ۱۹۲۶ء میں منعقد ہوا تھا۔'' (آیاتِ اوّل، ص ۱۸۰)

لیکن، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، اس غزل کے ۸ شعر مارچ ۱۹۲۰ء میں رسالہ ''کہکشاں'' میں شائع ہو چکے تھے۔ اس بنا پر گمانِ غالب ہے کہ بیاض ا (متن اوّل) کے ''کہکشاں'' اور ''شباب اردو'' میں شامل تمام اشعار ۱۹۱۹ کی تصنیف ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں فیروز پور میں مشاعرہ ہوا تو یگانہ نے کچھ نئے شعر بھی کہے۔ ''نئے شعر'' وہ ہیں جو بیاض ا کے متن اوّل میں نہیں ہیں اور متن دوم میں ہیں۔ کلیات میں شامل غزل میں ۶ شعر ''پرانے'' ہیں (ش:۲، ۴، ۶ تا ۹) اور ۶ شعر ''نئے'' (ش:۱، ۳، ۵، ۱۰، تا ۱۲) ہیں۔ باقیات اور ضمیمے میں شامل تمام شعر ۱۹۱۹ء کی تصنیف ہیں۔

۳۹ : ص ۱۸۵ (رباعی)

☆ ترانہ م: ص ۱۹۹، ش ۱۹۴ ☆ ترانہ ق: ص ۱۹۲

☆ گنجینہ ق: ص ۴۶، ش ۱۷۹ (ر) ☆ بیاض ا: ورق ا، ب

☆ ماہنامہ ''کہکشاں'' لاہور، مئی جون ۱۹۲۰ء: ص ۴۸

ترانہ م و ق کے سوا کسی ماخذ میں رباعی کا عنوان نہیں ہے۔ یہ عنوان آیات اوّل میں شامل کیا گیا ہے۔ مصرع ۲ میں حضرت ابراہیمؑ کے والد (یا چچا) کا نام آیا ہے جسے تمام مآخذ میں ''آذر'' لکھا گیا ہے۔ (بقلم یگانہ ماخذ میں بھی یہی املا ہے) کلیات میں اس کا صحیح املا ''آزر'' لکھا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''کہکشاں'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب اہلِ لکھنؤ سے یگانہ کی معرکہ آرائی اپنے عروج پر تھی۔ یہ رباعی دراصل عزیز لکھنوی کے خلاف ہے۔

۴۰: ص ۱۹۴-۱۸۵

☆ آیات دوم: ص ۹۸-۹۵، ش ۳۸
☆ آیات سوم: ص ۱۷۸-۱۷۵، ش ۵۹
☆ گنجینہ م: ص ۴۵، ش ۵۴ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۳، ش ۵۲ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۲۲، الف و ب
☆ بیاض ۳: ورق ۳۴، الف و ب
☆ بیاض ۴: ورق ۲۵ ب
☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، جون ۱۹۲۳ء: ص ۴۱۶-۴۱۵ (بعنوان: جذباتِ عالیہ)

۱۴ شعروں کی یہ غزل آیات اوّل، دوم اور بیاض ۳ میں یکساں ہے۔ آیات سوم اور بیاض ۴ میں دو شعر (ش: ۳، ۶) نہیں ہیں۔ گنجینہ م و ق میں ۴ شعر (ش: ۳، ۵، ۶، ۷) نہیں ہیں۔ بیاض ۱ میں ۱۵ شعر ہیں۔ ۱۴ تو وہی ہیں جو کلیات میں ہیں، ایک شعر زائد ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ اس شعر کے دوسرے مصرعے کے بیشتر الفاظ پر سیاہی اس طرح پھیری گئی ہے کہ وہ پڑھے نہیں جاتے۔ شعر یہ ہے:

قبلۂ من جنابِ یاس آپ ہیں کس قطار میں
.... بے نماز میں

شعر ۱۴، مصرع ۲ : شادی مرگ ہوگئے عید کے دن نماز میں

بیاض ۱ میں اس مصرعے پر یہ حاشیہ ہے: ''یعنی یاس خوشی کے مارے شادی مرگ ہوگئے۔''

مذکورہ مصرعے کے وزن کے متعلق آیات اوّل میں جو صراحت کی گئی ہے، وہ کلیات میں حاشیے میں درج کر دی گئی ہے۔ آیات سوم میں اس سلسلے میں یہ اضافہ ملتا ہے:

''اس مصرعے کے رکنِ اوّل کی تقطیع مفتعلن پر نہیں، مفعولن پر ہوگی کیوں کہ یہاں تسکینِ اوسط کا زحاف واقع ہوا ہے اور یہ فنِ عروض کا مسلم مسئلہ ہے جس میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا''۔ (ص ۱۷۹)

اس عروضی نکتے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے جب یہ غزل پہلی مرتبہ رسالہ ''ہمایوں'' محولۂ بالا میں شائع ہوئی تو اس میں ''شادیِ مرگ'' (بہ اضافت) لکھا گیا تھا۔ (''ہمایوں'' میں بھی آیات اوّل کے مطابق ۱۴ شعر ہیں)

س ک:

شعر ۱۰، مصرع ۱ : ہوتا ہے بند ایک در کھُلتے ہیں صد ہزار در

آیات سوم میں ''ایک'' کی جگہ ''اک'' لکھا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

"یہ غزل ... ۱۹۲۳ء میں بمقام لکھنؤ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ کے سالانہ مشاعرے کے لیے کہی گئی تھی۔" (آیات اوّل، ص ۱۸۵)

"مشاعرۂ اٹاوہ۔ ۱۰رفروری ۱۹۲۳ء"۔ (بیاض ۱)

یگانہ اس مشاعرے میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ غزل ڈاک سے بھیج دی تھی ("فانی بدایونی۔ حیات، شخصیت اور شاعری" از ڈاکٹر مغنی تبسم، حیدرآباد دکن، ۱۹۶۹ء، ص ۵۰)

۴۱: ص ۱۹۸-۱۹۵ و ص ۳۰۰، ش ۹۲/۱۱

☆ آیات دوم: ص ۱۰۳، ۱۰۱، ش ۴۰

☆ آیات سوم: ص ۱۸۲-۱۷۹، ش ۶۰

☆ گنجینہ م: ص ۴۷، ش ۵۸ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۵، ش ۵۶ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۲۲ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۳۵، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۲۸ ب

آیات اوّل میں غزل کے متن میں ۸ شعر ہیں اور ۹ واں "متفرقات" کے تحت ہے۔ کلیات میں اسے بھی مقطع سے پہلے غزل میں شامل کیا گیا ہے۔ (ش: ۸)۔ آیات سوم کے علاوہ باقی تمام ماٰخذ میں یہی ۹ شعر ہیں۔ آیات سوم میں شعر: ۸ نہیں ہے۔ شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

زمانۂ تصنیف:

"مشاعرۂ مین پوری۔ ۲۹رنومبر ۱۹۲۳ء" (بیاض ۱)

۴۲: ص ۲۰۰-۱۹۸

☆ آیات دوم: ص ۲۴۵-۲۴۳، ش ۹۸

☆ بیاض ۱: ورق ۴۲، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۹۵، الف

☆ ماہنامہ "بہارستان" لاہور، اکتوبر ۱۹۲۶ء، ص ۴۴۔ (بعنوان: دُرِ یگانہ)

بیاض ۳ کے سوا باقی سب ماٰخذ میں غزل کا متن یکساں ہے۔ بیاض ۳ میں دو شعر (ش: ۷، ۸) نہیں ہیں۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "بہارستان" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۳: ص ۲۰۳-۲۰۰، ص ۳۰۰، ش ۹۲/۱۰ (متفرقات)

☆ آیات دوم: ص ۱۰۶-۱۰۳، ش ۴۱

☆ آیات سوم: ص ۱۸۳-۱۸۲، ش ۶۱

☆ گنجینہ م: ص ۴۸، ش ۶۰ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۶، ش ۵۷ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۹، الف و ب

☆ بیاض ۳: ورق ۳۵ ب و ورق ۳۶، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۲۸، الف

☆ کچکول: ص ۴۷

☆ ماہنامہ "خیال" ہاپوڑ، جولائی ۱۹۱۶ء: ص ۴۰

☆ ماہنامہ "کارامروز" لکھنؤ، فروری مارچ ۱۹۲۱ء: ص ۶۴

آیات اوّل میں غزل کے متن میں ۱۳ شعر ہیں اور ایک مطلع "متفرقات" کے تحت ہے۔ اس مطلع کو بطور مطلعِ ثانی غزل میں شامل کیا گیا ہے اور یہی ۱۴ شعر کلیات میں ہیں۔ آیات دوم اور بیاض ۳ میں ۱۳ شعر ہیں۔ مطلع ثانی ان میں نہیں ہے۔ آیات سوم میں ۸ شعر ہیں۔ یہ ۶ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۲ تا ۶ و ۸۔ گنجینہ م میں ۹ شعر ہیں۔ یہ ۵ شعر اس میں نہیں: ش: ۲، ۴، ۶، ۸، ۱۱۔ گنجینہ ق میں ۸ شعر ہیں۔ ۶ شعر جو اس میں نہیں ہیں، اُن میں سے ۵ تو وہی ہیں جو گنجینہ م میں کم ہیں، مزید ایک غزل کا پانچواں شعر ہے۔ بیاض ۱ میں ۱۵ شعر ہیں۔ کلیات کا ایک شعر (ش: ۶) اس میں نہیں ہے، باقی ۱۳ موجود ہیں۔ دو شعر ایسے ہیں جو مذکورۂ بالا دونوں رسائل کے علاوہ کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہیں۔ رک: باقیات ۱۳ (ش: ۱ و ۲)۔ بیاض ۴ میں ۱۱ شعر ہیں۔ یہ ۳ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۸، ۱۱۔ کچکول میں یہ ۵ شعر ہیں۔ ش: ۱، ۷، ۱۲ تا ۱۴۔

رسالہ "خیال" میں ۱۵ شعر ہیں۔ کلیات کا ایک شعر (ش: ۵) اس میں نہیں ہے۔ باقی ۱۳ موجود ہیں۔ اس میں دو شعر کلیات سے زائد ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو باقیات کا دوسرا شعر ہے۔ اور ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۸۔

رسالہ "کار امروز" میں ۱۵ شعر ہیں۔ آیات اوّل کا ایک شعر (ش: ۴) اس میں نہیں ہے۔ باقی ۱۳ ہیں۔ اس میں کلیات سے دو شعر زائد ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو باقیات کا پہلا شعر (مطلع) ہے۔ اور ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ رک: باقیات ۱۳، شعر ۳۔

اختلاف نسخ:

شعر ۹، مصرع ۲ : کیا جانیں کیا طلسم ہے مُشتِ غبار میں

آیات سوم، گنجینہ م، کار امروز : کیا جانے کیا . . . .

زمانۂ تصنیف:

یہ غزل پہلی مرتبہ رسالہ "خیال" محولۂ بالا میں شائع ہوئی تھی۔ اس بنا پر اس کا زمانۂ تصنیف ۱۹۱۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۴: ص ۲۰۳

☆ آیات دوم: ص ۱۰۹-۱۰۷، ش ۴۲

☆ آیات سوم: ص ۱۸۳، ش ۶۲

☆ بیاض ۱: ورق ۳۷، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۳۶ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۲۹، الف

۸ شعروں کی اس غزل کا متن تمام مجموعوں اور بیاضوں میں یکساں ہے۔ سوائے اس کے کہ غزل کے آخر میں غالب کا شعر صرف آیات اوّل میں ہے۔ یگانہ نے غالب کے شعر کے مصرعِ اوّل میں "بک رہا ہوں" کی جگہ "بک گیا ہوں" لکھا ہے۔ بیاض ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً یگانہ نے زیرِ نظر غزل اور آیات اوّل کی غزل: ۴۹ کے اشعار پر مشتمل ایک ہی غزل لکھی تھی۔ بعد میں اشعار کو دو غزلوں میں تقسیم کر دیا۔

شعر ۸، مصرع ۲ : یاس کیا کیجیے جب ہاتھ میں تلوار نہیں

بیاض ۱ : ہائے کیا کیجیے . . . .

بیاض ۴ : آہ کیا کیجیے . . . .

زمانۂ تصنیف:

"مشاعرۂ الہ آباد۔ ۱۴/ اکتوبر ۱۹۲۳ء"۔ (بیاض ۱)

۴۵ : ص ۲۰۵-۲۰۴

☆ آیات دوم: ص ۱۱۱-۱۰۹، ش ۴۳ ☆ آیات سوم: ص ۱۸۴-۱۸۳، ش ۶۳

☆ گنجینہ م: ص ۴۷، ش ۵۷ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۵، ش ۵۵ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۹ ب (متنِ اوّل) ورق ۱۳۱ ب (متنِ دوم)

☆ بیاض ۳: ورق ۳۷، الف ☆ بیاض ۴: ورق ۲۷ ب

☆ ماہنامہ "شباب اردو" لاہور، نومبر ۱۹۲۱ء: ص ۱۲ (بعنوان: موجِ تخیل)

۸ شعروں کی یہ غزل آیات اوّل، دوم، سوم، بیاض ۱ (دونوں متون) اور "شباب اردو" میں یکساں ہے۔ گنجینہ م و ق میں ۷ شعر ہیں۔ شعر: ۲، ان میں نہیں ہے۔ بیاض ۳ و ۴ میں ۹ شعر ہیں۔ ایک شعر تمام مآخذ سے زائد ہے۔ رک: باقیات ۱۴۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۱ : دستِ شل کو دخل ناممکن خطِ تقدیر میں

شباب اردو : ....دخل کیا ہے خامۂ تقدیر میں

س ک:

شعر ۶، مصرع ۱ : شوخیاں کیا کیا دکھائیں حُسنِ مشتِ خاک نے

آیات اوّل میں "میں" بجائے "نے"۔

شعر ۸، مصرع ۱ : اصل کے آگے فریبِ نقل چل سکتا نہیں

گنجینہ م میں "رل" بجائے "چل"۔ (گنجینہ م، نسخۂ باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے)۔

زمانۂ تصنیف:

فروری ۱۹۱۷ء۔ (بیاض ۱)

۴۶ : ص ۲۰۵

نشتر کی غزل: ۲۴ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۲۔

رک: حاشیہ ۲۴، نشتر

۴۷ : ص ۲۰۶-۲۰۵

☆ آیات دوم: ص ۱۲۰-۱۱۷، ش ۴۹ ☆ آیات سوم: ص ۱۸۶-۱۸۵، ش ۶۵

☆ گنجینہ م: ص ۴۶-۴۵، ش ۵۵ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۴-۱۱۳، ش ۵۳ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۲۸، الف و ب ☆ بیاض ۳: ورق ۴۹، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۲۷، الف ☆ کچکول: ص ۶۸

آیات اوّل، دوم، سوم اور بیاض ۳ و ۴ میں ۱۲ شعروں کی اس غزل کا متن یکساں ہے۔ گنجینہ م و ق میں ۱۰ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۱۰، ۱۱) نہیں ہیں۔ بیاض ۱، اور کچکول میں ۱۳ شعر ہیں۔ ۱۲ تو وہی جو کلیات میں ہیں اور ایک شعر ایسا ہے جو بوجوہ شائع نہیں کیا جاسکتا۔ خود یگانہ نے بھی اسے اپنے کسی مجموعے میں شامل نہیں کیا۔

اختلاف نسخ :

شعر ۶، مصرع ۱ : بجھائے کون اب دل کی لگی شوقِ شہادت میں

بیاض ۴ میں ''اس'' بجائے ''اب''۔

س ک :

کچکول میں مطلعے کے مصرع ثانی میں لفظ ''ہی'' لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۵ء (آیات سوم، ص ۳۱۹)

''مشاعرۂ ہردوئی ...۱۹ء'' (بیاض ۱) اکائی اور دہائی کے ہندسوں کی جگہ خالی رہ گئی ہے۔

۴۸ : ص ۲۰۷ و ص ۳۰۱، ش ۹۲/۱۴ (متفرقات)

☆ آیات دوم: ص ۱۰۱-۹۹، ش ۳۹ و ص ۲۸۲، ش ۱۲۹/۲ (متفرقات)

☆ آیات سوم: ص ۱۸۷-۱۸۶، ش ۶۶ ☆ گنجینہ م: ص ۵۰، ش ۶۴ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۸-۱۱۷، ش ۶۱ (غ) ☆ بیاض ۱: ورق ۳۵، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۸۸، الف و ب ☆ بیاض ۴: ورق ۳۰ ب

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، مارچ ۱۹۲۱ء: ص ۵۱-۵۰ (بعنوان: موجِ تخیل)

آیات اوّل و دوم میں اس غزل کے دس شعر متن میں ہیں اور ایک مطلع ''متفرقات'' کے تحت۔ کلیات میں یہی ۱۱ شعر ہیں، متفرقات کا مطلع غزل میں بطور مطلعِ اوّل شامل کردیا گیا ہے۔ آیات سوم میں ۹ شعر ہیں۔ اس میں مطلع اوّل اور شعر ۷ نہیں ہے۔ گنجینہ م و ق اور بیاض ۴ میں ۱۰ شعر ہیں۔ ان میں شعر ۷ نہیں ہے۔ بیاض ۱ میں ۱۲ شعر ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ رک : باقیات ۱۵۔ بیاض ۳ میں کلیات میں غزل کے متن میں شامل تمام اشعار موجود ہیں۔

رسالہ ''شباب اردو'' محولۂ بالا میں ۱۴ شعر ہیں۔ ۱۲ تو وہی ہیں جو مجموعی طور پر تمام مآخذ میں ملتے ہیں، دو شعر ایسے ہیں جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہیں۔ رک : ضمیمہ ۲، ش ۱۹۔

اختلاف نسخ :

شعر ۵، مصرع ۲ : اب جو چونکے ہیں تو آپ اپنا گلہ کرتے ہیں

شباب اردو : ....تو خود اپنا.........

شعر ۸، مصرع ۲ : جان نظارۂ اوّل پہ فدا کرتے ہیں

شباب اردو : ....اوّل میں فدا........

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ شاہ جہان پور۔ ۱۲ر فروری ۱۹۲۱ء''۔ (بیاض ۱)

۴۹ : ص ۲۱۰-۲۰۹

☆ آیات دوم: ص ۱۱۴-۱۱۳، ش ۴۶ ☆ گنجینہ م: ص ۴۹، ش ۶۳ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۷، ش ۶۰ (غ) ☆ بیاض ۱: ورق ۳۷، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۳۸، الف ☆ بیاض ۴: ورق ۲۸ ب

تمام مآخذ میں ۴ شعروں کی یہ غزل یکساں ہے۔ بیاض ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً یگانہ نے زیرِ نظر غزل اور آیات اوّل کی غزل: ۴۴ کے اشعار پر مشتمل ایک ہی غزل لکھی تھی۔ بعد میں اس کو دو غزلوں میں منقسم کر دیا۔

اختلاف نسخ:

شعر ۲، مصرع ۲ : گردشِ بختِ سیہ گردشِ پرکار نہیں

بیاض ۱ : گردشِ بختِ زبوں گردش ....

س ک :

شعر ۴، مصرع ۱ : اے زہے بخت کہ سر تیری امانت کے سوا

آیات اوّل میں "زہر" بجائے "زہے" لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

"مشاعرۂ الہ آباد۔ ۴ر اکتوبر ۱۹۲۳ء" (بیاض ۱)

۵۰ : ص ۲۱۰ و ص ۳۰۱، ش ۱۳/۹۲ (متفرقات)

☆ آیات دوم: ص ۱۱۳-۱۱۲، ش ۴۵ ☆ بیاض ۱: ورق ۲۹، الف

آیات اوّل میں اس غزل کے پانچ شعر متن میں اور ایک "متفرقات" کے تحت ہے۔ کلیات میں یہ شعر بھی غزل میں شامل کر دیا گیا ہے۔ (ش : ۶) آیات دوم میں یہ شعر نہیں ہے۔ بیاض ۱ میں ان تمام اشعار کے علاوہ ۳ شعر اور بھی ہیں۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۴۔

اختلاف نسخ:

شعر ۴، مصرع ۱ : آجائے تیرا نام زباں پر تو کیا عجب

بیاض ۱ : آجائے اُن کا نام..............

س ک :

شعر ۱، مصرع ۱ : جادے کو کاروانِ عدم کی خبر نہیں

آیات اوّل : جادو کو . . . .

زمانۂ تصنیف:

"مشاعرۂ کاکوری ۱۹۱۵ء"۔ (بیاض ۱)

۵۱: ص ۲۱۰

نشتر کی غزل: ۲۵ کے یہ ۲ شعر۔ ش: ۹، ۱۱۔

رک: حاشیہ ۲۵، نشتر۔

۵۲: ص ۲۱۲-۲۱۱ و ص ۳۰۱، ش ۹۲/۱۲

نشتر کی غزل: ۲۸ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۱۱ تا ۱۶۔

۵۳: ص ۱۱۳-۲۱۲

نشتر کی غزل: ۲۶ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۶، ۷، ۱۲، ۱۴۔

۵۴: ص ۲۱۴-۲۱۳ (فخریہ)

☆ آیات دوم: ص ۱۲۷-۱۲۵، ش ۵۲ ☆ بیاض ۱: ورق ۳۳ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۵۱، الف و ب ☆ بیاض ۴: ورق ۲۹ ب

☆ چراغِ سخن، طبع دوم: سرورق ۲۔ (عنوان: اسمعوا افہموا، یاس نام آدرم، فاتحِ لکھنؤ)

☆ شہرت کاذبہ: ص ۲۳-۲۲

دونوں مجموعوں اور تینوں بیاضوں میں ۷ شعروں کے اس قطعے کے اشعار یکساں ہیں۔ عنوان ''فخریہ'' بھی سب میں ہے۔ ''چراغِ سخن'' میں سرورق: ۲ پر یہ قطعہ چھپا ہے۔ اس میں ۶ شعر ہیں۔ آخری (ساتواں) شعر اس میں نہیں ہے۔ ''شہرت کاذبہ'' میں پورا قطعہ نقل نہیں کیا گیا۔ دو شعر (ش: ۴، ۵) اس میں نہیں ہیں۔

ابتدا میں یگانہ نے ۵ شعروں کا قطعہ لکھا تھا۔ آخری دو شعروں کا بعد میں اضافہ کیا گیا۔ اس سلسلے میں ''شہرت کاذبہ'' میں یہ تفصیل ملتی ہے، بزبان فصیح الدین بلخی جو دراصل خود یگانہ ہیں:

> ۱۹۲۰ء میں عظیم آباد کے مشاعرے میں مرزا صاحب [یگانہ] نے اک فخریہ قطعہ پڑھا تھا... پانچ شعر ... لکھنؤ واپس آ کر اس قطعے میں اور اک شعر بڑھا کر ''ہمدم'' میں شائع کرا دیا۔ وہ آخری شعر یہ ہے:
>
> جان سے بڑھ کر سمجھتے ہیں مجھے یاس اہلِ دل
> آبروئے لکھنؤ، خاکِ عظیم آباد ہوں
>
> ... آبروئے لکھنؤ، خاکِ عظیم آباد کہنے پر جب اہلِ لکھنؤ خفا ہوئے تو مرزا صاحب نے کہا، کہاں جاتا ہے اور لیتا جا۔ داماد کا قافیہ مرزا صاحب نے نہیں کہا تھا، بس اس کی کسر تھی۔ یہ قافیہ یاد آتے ہی مرزا صاحب نے ایسے زور سے اک چٹکی لی کہ گومتی والے بلبلا گئے۔ ارشاد ہوتا ہے:
>
> لکھنؤ کے فیض سے دو دو ہیں سہرے میرے سر
> اک تو استادِ یگانہ دوسرے داماد ہوں
>
> (دیباچہ، ص ۲۳-۲۲)

مذکورہ شعر میں لفظ ''یگانہ'' بطور تخلص استعمال نہیں ہوا کیوں کہ ۱۹۲۰ء تک یاس نے یہ تخلص اختیار نہیں کیا تھا۔

''یاس کے ساتھ یگانہ تخلص کرنے کی بنیاد غالباً یہیں سے پڑتی ہے''۔ (آیات اوّل، ص ۲۱۵)

آیات اوّل و دوم میں اُن شعرا کے ناموں کی فہرست بھی دی گئی ہے جن کے تخلص اس قطعے میں آئے ہیں۔ یہاں یہ فہرست آیات اوّل سے (ص ۲۱۴) مطابق اصل نقل کی جاتی ہے۔ تین جگہ قلابین میں حاشیہ نگار کا اضافہ ہے۔ بعض ناموں کے آگے قوسین میں سال ہائے وفات درج کیے گئے ہیں۔ یہ سنین ''مسلم شعرائے بہار'' از حکیم سیّد احمد اللہ ندوی (کراچی ۱۹۷۰ء) سے ماخوذ ہیں، سوائے تمنا پھلواروی کے سالِ وفات کے جس کا ماخذ ''تذکرۂ معاصرین'' از مالک رام (جلد دوم، دہلی ۱۹۷۶ء، ص ۹۳) ہے۔

۱۔ مولوی سیّد علی خاں صاحب بے تاب عظیم آبادی جن کے فیض سے مرزا صاحب [یگانہ] کی دماغی نشوونما کی ابتدا ہوئی۔ (۳۰ر ستمبر ۱۹۲۸ء)

۲۔ خان بہادر مولانا شاد [عظیم آبادی]، مرزا صاحب [یگانہ] کے معلمِ ثانی۔ (۷ر جنوری ۱۹۲۷ء)

۳۔ مولوی سید مرتضی صاحب شیر عظیم آبادی۔

۴۔ خان بہادر شمس العلما مولانا سید محمد یوسف صاحب جعفری رنجور عظیم آبادی۔ (۷ر جون ۱۹۲۳ء)

۵۔ مولانا سید محی الدین صاحب تمنا پھلواروی عظیم آبادی۔ (۲۷ر نومبر ۱۹۷۲ء)

۶۔ ڈاکٹر سید مبارک حسین صاحب عظیم آبادی تلمیذ حضرت داغ دہلوی۔ (۱۹۵۸ء)

۷۔ سیّد عنایت حسین صاحب امداد عظیم آبادی۔

۸۔ حافظ فضل حق صاحب آزاد عظیم آبادی۔ (اگست ۱۹۴۲ء)

۹۔ نواب سید صادق حسین صاحب نہال عظیم آبادی۔

۱۰۔ سیّد نذیر حسین صاحب شایق عظیم آبادی۔

۱۱۔ سیّد علی حیدر صاحب شیدا عظیم آبادی۔

۱۲۔ سیّد عزیز الدین صاحب راز بلخی عظیم آبادی (۱۹۳۵ء)

قطعے کے شعر: ۴ میں پہلے باقر کا نام تھا۔ بعد میں اسے حذف کر کے رنجور کا نام شامل کیا گیا۔ باقر سے مراد سیّد محمد باقر، باقر عظیم آبادی ہیں۔ (وفات: ۱۱ر فروری ۱۹۲۷ء)

اختلافِ نسخ:

شعر ۴، مصرع ۱	:	شیر و رنجور و تمنا و مبارک کا غلام
بیاض ۱ و چراغ سخن	:	باقر و شیر و تمنا و مبارک کا غلام

س ک:

شعر ۳، مصرع ۱	:	ہوں ادب پروردۂ بے تاب، فخر روزگار
شہرت کاذبہ	:	..........بے تاب و فخر روزگار

زمانۂ تصنیف:

''یہ قطعۂ فخریہ ۱۹۲۰ء کی تصنیف ہے ... اپریل ۱۹۲۰ء میں ایک مشاعرہ درگاہ شاہ ارزاں عظیم آباد میں ہوا تھا ... اُسی مشاعرے میں مرزا صاحب [یگانہ] نے یہ قطعہ پڑھا تھا۔'' (آیات اوّل، ص ۲۱۴)

''قطعۂ فخریہ، بمشاعرۂ عظیم آباد، اپریل ۱۹۲۰ء''۔ (بیاض ۱)

۵۵ : ص ۲۱۸-۲۱۷ (ترانۂ شقشقیہ)

☆ آیات دوم: ص ۲۴۹-۲۴۷، ش ۱۰۰ ☆ بیاض ۱: ورق ۴، الف

☆ چراغِ سخن، طبع دوم: سرورق ۲

☆ ماہنامہ "شباب اردو" لاہور، نومبر ۱۹۲۰ء: ص ۳۳۔ (بعنوان: ترانۂ خودی)

☆ ماہنامہ "مخزن" لاہور، مئی ۱۹۲۱ء: ص ۰۴۶ (بعنوان: سرورِ خودی)

دونوں رسائل کے سوا، باقی ماٰخذ میں عنوان ("ترانۂ شقشقیہ") اور شعروں کی تعداد (۹) مشترک ہے۔
دونوں رسائل میں صرف یہ ۳ شعر ہیں۔ ش: ۲، ۳، ۵۔

زمانۂ تصنیف:

"۱۹۲۰ء میں یہ ترانۂ شقشقیہ تصنیف کیا"۔ (آیات اوّل، ص ۲۱۸)

۵۶ : ص ۲۲۳-۲۱۹

☆ آیات دوم: ص ۱۲۹-۱۲۷، ش ۵۳ ☆ آیات سوم: ص ۲۶۷-۲۶۵، ش ۸۴

☆ گنجینہ م: ص ۵۵، ش ۷۱ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۳، ش ۶۸ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۳۵ ب ☆ بیاض ۳: ورق ۵۲، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۳۳ ب

آیات اوّل میں یہ غزل ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے اور یہی سب شعر کلیات میں شامل غزل میں ہیں۔ آیات دوم میں ۱۰ شعر ہیں۔ یہ ۴ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۷، ۸، ۱۱، ۱۴۔ آیات سوم میں ۱۲ شعر ہیں۔ یہ ۲ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۸، ۱۴۔ آیات سوم میں مقطع (ش: ۱۴) چوں کہ حذف کر دیا گیا ہے، اس لیے شعر: ۵ کے مصرع ثانی میں ترمیم کر کے اُسے بطور مقطع درج کیا گیا ہے۔ یہ "نیا" مقطع کلیات میں حاشیے میں درج کیا گیا ہے۔ گنجینہ م و ق میں ۱۱ شعر ہیں۔ یہ ۳ شعر ان میں نہیں ہیں۔ ش: ۶، ۱۰، ۱۴۔ آیات سوم کی طرح گنجینہ م و ق میں شعر: ۵ کو ترمیم شدہ صورت میں بطور مقطع درج کیا گیا ہے۔ بیاض ۱ میں یہ غزل آیات اوّل کے مطابق ہے۔ بیاض ۳ میں ۱۳ شعر ہیں۔ اس میں مقطع نہیں ہے۔ بیاض ۴ میں ۱۲ شعر ہیں۔ یہ ۲ شعر اس میں نہیں۔ ش: ۱۰، ۱۴۔ غزل کے جو شعر گنجینہ ق میں ہیں، اُن میں سے ۲ شعروں میں یگانہ نے ترامیم کی ہیں (رک: اختلافِ نسخ) کلیات میں شامل یہ شعر گنجینہ ق کے مطابق ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۷، مصرع ۲ : بندہ وہ ہے جو بندہ ہو بندہ نما نہ ہو
آیات اوّل و دوم و بیاض ۳ : ....جو بندۂ بندہ نما نہ ہو
شعر ۱۱، مصرع ۱ : اُمیدِ صلح کیا ہو کسی حق پرست سے
آیات اوّل و سوم : ....حق پسند سے

س ک:

شعر ۱، مصرع ۲: گنجینہ م میں "گرد باد" کی جگہ "گردوباد" لکھا ہے۔ گنجینہ م، نسخۂ باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اس کی تصحیح کی ہے۔

زمانۂ تصنیف:

''مشاعرۂ بسوان۔ جولائی ۱۹۲۲ء''۔ (بیاض ۱)

۵۷: ص ۳۲۷-۳۲۳

☆ آیات دوم: ص ۱۳۳-۱۳۰، ش ۵۴ و ص ۲۸۳، ش ۱۲۹/۵ (متفرقات)

☆ آیات سوم: ص ۲۷۰-۲۶۷، ش ۸۵

☆ گنجینہ م: ص ۵۶، ش ۷۲ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۴، ش ۶۹ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۳۶، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۵۳، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۳۴، الف

☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، جنوری ۱۹۲۳ء: ص ۷۹-۷۸

☆ بزم گلشن، مرتبہ دیوان پنڈت رادھے ناتھ کول گلشن لاہوری، الہ آباد ۱۹۲۳ء: ص ۱۴۶-۱۴۵

آیات اوّل اور بیاض ۱ میں ۸: شعر ہیں اور یہی کلیات میں شامل ہیں۔ آیات دوم میں ۱۶ شعر ہیں، ۱۵ غزل میں اور مطلع اوّل ''متفرقات'' کے تحت۔ یہ ۲ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۱۴۔ بیاض ۳ میں ۱۵ شعر ہیں۔ یہ ۳ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۱، ۲، ۱۴۔ اس بیاض میں شعر: ۱۲ قلم زد کیا گیا ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ م میں ۱۴-۱۴ شعر ہیں۔ یہ ۴ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۱۱، ۱۲، ۱۴۔ گنجینہ ق میں ان چاروں شعروں کے علاوہ ایک اور شعر (ش: ۴) بھی کم ہے۔ بیاض ۴ میں یہ تین شعر نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۱۲، ۱۴۔ رسالہ ''ہمایوں'' اور ''بزم گلشن'' میں جو غزل شائع ہوئی ہے، اُس میں ۱۹ شعر ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ رک: باقیات ۴۵۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱۳، مصرع ۱ : بے چارے بدنصیب گرفتار آشیاں

آیات اوّل، بیاض ۱، ۳، ۴، بزم گلشن : ہم ایسے بدنصیب . . . . . .

س ک:

شعر ۱۷، مصرع ۱: رسالہ ''ہمایوں'' میں ''آمادہ کرلیا'' کی جگہ ''آمادہ کر دیا'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

''یہ وہ غزل ہے جو دیوان پنڈت رادھے ناتھ کول گلشن کے مشاعرے کے لیے ۱۹۲۲ء میں کہی گئی تھی۔'' (آیات اوّل، ص ۲۲۳)

''مشاعرۂ الہ آباد۔ ۵/نومبر ۱۹۲۲ء''۔ (بیاض ۱)

۵۸: ص ۲۲۳-۲۲۷

☆ آیات دوم: ص ۱۳۷-۱۳۴، ش ۵۶

☆ آیات سوم: ص ۲۵۹-۲۴۶، ش ۷۹

☆ گنجینہ م: ص ۵۷-۵۶، ش ۷۳ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۵، ش ۷۰ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۴۵، الف و ب

☆ بیاض ۳: ورق ۵۴، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۳۴ ب

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، نومبر ۱۹۴۲ء: ص ۳۴-۲۶ (مقالہ از یگانہ: ''شعرائے عصر میں یگانہ کا درجہ''۔ ص ۳۷-۹۔ یہ مقالہ آیات سوم میں بھی شامل ہے۔ ص ۲۶۴-۱۸۹)

آیات اوّل و دوم اور تینوں بیاضوں میں یہ غزل ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے۔ اور یہی سب شعر کلیات میں ہیں۔ آیات سوم اور گنجینہ م و ق میں ایک شعر (ش: ۸) کم ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۵، مصرع ۱ : اسیروں کی یہ خاموشی کسی دن رنگ لائے گی
آیات اوّل : .... کسی دن گل کھلائے گی

آیات اوّل کے بعد کے تمام مآخذ میں یہ مصرع ترمیم شدہ صورت میں ملتا ہے، اس لیے کلیات میں ترمیم شدہ مصرع شامل کیا گیا ہے۔

شعر ۱۴، مصرع ۲ : بغل میں پالتے کیوں یاس دل سے دشمن جاں کو
نیرنگ خیال، ص ۳۳ : .... کیوں آپ دل ....

س ک:

شعر ۱۴، مصرع ۲: بیاض ۳ میں لفظ ''پالتے'' لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

''یہ ماسٹر پیس مصنف کے دوران قیام علی گڑھ کی یادگار ہے۔ دسمبر ۲۵ء میں علی گڑھ یونی ورسٹی کی جوبلی کے موقع پر ایک مشاعرہ بھی منعقد ہوا تھا جس کی ایک نشست میں مرزا صاحب [یگانہ] بھی شریک ہوئے تھے''۔

(آیات اوّل، ص ۲۲۸-۲۲۷)

''مشاعرۂ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ۔ ۲۷ر دسمبر ۱۹۲۵ء''۔ (بیاض ۱)

۵۹ : ۲۳۴-۲۳۳

☆ آیات دوم: ص ۱۳۸، ش ۵۸
☆ گنجینہ م: ص ۲۷، ش ۹۲ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۹، ش ۸۹ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۱۷ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۳۸ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۳۵، الف
☆ کشکول: ص ۱۰۲
☆ گل دستۂ سخن سنج، لکھنؤ، جنوری ۱۹۱۸ء، ص ۴۲

۴ شعروں کی یہ غزل تمام مجموعوں اور بیاضوں میں یکساں ہے۔ ''کشکول'' میں ایک شعر (ش: ۲) نہیں ہے۔ گل دستۂ سخن سنج میں ۵ شعر ہیں۔ ایک زائد شعر کے لیے رک: باقیات ۴۶۔

س ک:

شعر ۲، مصرع ۲ : دل سے جب قطع امید بے وفا ہو جائے گی
آیات دوم : دل سے قطع جب امید ....

زمانۂ تصنیف:

گل دستۂ سخن سنج کے محولۂ بالا شمارے میں مدیر گل دستہ کی طرف سے دیے گئے مصرع طرح:

کچھ نہ کچھ بیمار فرقت کی دوا ہو جائے گی

پر کہی گئی غزلیں جمع کی گئی ہیں۔ ظاہر ہے جو غزل جنوری ۱۹۱۸ء کے شمارے میں چھپی ہوگی، وہ ۱۹۱۷ء میں لکھی گئی ہوگی۔

۶۰ : ص ۲۳۶ تا ۲۳۴-۲۳۶

☆ آیات دوم: ص ۱۴۱-۱۳۹، ش ۵۹
☆ آیات سوم: ص ۳۶۱-۳۶۰، ش ۹۸
☆ گنجینہ م: ص ۸۶، ش ۱۱۴ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۴، ش ۱۱۱ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۲۴، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۵۵، الف و ب
☆ بیاض ۴: ورق ۳۵ ب

تمام مجموعوں اور بیاضوں میں ۱۰ شعروں کی یہ غزل یکساں ہے۔ شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۲۳ء (بیاض ۱)

۶۱ : ص ۲۳۷-۲۳۶ (فارسی غزل)

☆ آیات دوم: ص ۲۵۱-۲۴۹، ش ۱۰۱
☆ بیاض ۱: ورق ۳، الف و ب
☆ بیاض ۳: ورق ۹۵ ب
☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، جنوری ۱۹۲۲ء: ص ۱۸-۱۷

۱۱ شعروں کی یہ غزل آیات دوم کے بعد کسی مجموعے میں شامل نہیں کی گئی۔ آیات اوّل و دوم اور بیاض ۱ میں یہ غزل یکساں ہے۔ بیاض ۳ میں دو شعر (ش : ۶، ۷) شامل نہیں کیے گئے نیز ایک شعر (ش : ۳) قلم زد کیا گیا ہے۔ مقطعے کا مصرع ثانی جو دواوین میں ہے، حافظ شیرازی کا ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۹ : آں کہ جوید کعبۂ خلوت مثال
ترک گوید سجدہ گاہ عام را

بیاض ۳ : من کہ جویم کعبۂ خلوت مثال
ترک گفتم سجدہ گاہ عام را

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''شباب اردو'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر گمان غالب ہے کہ یہ غزل ۱۹۲۱ء کی تصنیف ہے۔

۶۲ : ص ۲۳۹-۲۳۸

نشتر کی غزل : ۳۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۵، ۱۱ تا ۱۴۔

رک : حاشیہ ۳۶، نشتر۔

۶۳ : ص ۲۴۰-۲۳۹

نشتر کی غزل : ۳۵ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۷، ۹، ۱۱ تا ۱۴، ۱۶، ۱۷۔

رک : حاشیہ ۳۵، نشتر۔

۶۴ : ۲۴۰-۲۴۳

☆ آیات دوم: ص ۱۴۸-۱۴۶، ش ۶۲
☆ آیات سوم: ص ۳۸۶-۳۸۵، ش ۱۱۰
☆ گنجینہ م: ص ۷۱-۷۰، ش ۸۹ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۸، ش ۸۶ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۱۱، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۵۷، الف و ب
☆ بیاض ۴: ورق ۳۷، الف
☆ خودنوشت، قلمی: ص ۴۸
☆ چراغ سخن، طبع دوم: ص ۱۰-۹
☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، اپریل و مئی ۱۹۱۶ء: ص ۱۵۸-۱۵۷

آیات سوم کے سوا تمام مجموعوں، بیاضوں اور خودنوشت میں یہ غزل ۱۰ شعروں پر مشتمل ہے۔ یہی سب شعر کلیات میں ہیں اور ان کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ آیات سوم میں ۹ شعر ہیں۔ مطلعِ اول اس میں نہیں ہے۔ یہ آیات سوم میں کی ایک دوسری غزل (ش: ۱۲۲) میں شامل ہے۔ وہاں سے اسے حذف کر دیا گیا ہے۔ ''چراغ سخن'' میں ۹ شعر ہیں۔ مطلع ثانی اس میں نہیں ہے۔ رسالہ ''نظارہ'' میں ۱۱ شعر ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک: باقیات ۱۶۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۲ : پیٹ کر اک سلام شوق کر لیتا ہوں منزل سے
پہلے یہ مصرع اس طرح تھا : ٹھہر کر اک سلام ....

آرزو لکھنوی کے توجہ دلانے پر یگانہ نے مصرعے میں تبدیلی کی۔ (''آرزو لکھنوی، حیات اور کارنامے'' از ڈاکٹر سید مجاہد حسین حسینی، بمبئی ۱۹۷۸ء، ص ۱۶۰-۱۵۹)

زمانۂ تصنیف:

۱۹۱۴ء (آیات سوم، ص ۲۱۹ و بیاض ۱)

۶۵ : ص ۲۴۴-۲۴۳

☆ آیات دوم: ص ۱۵۰-۱۴۸، ش ۶۳
☆ آیات سوم: ص ۳۹۳، ش ۱۲۱
☆ گنجینہ م: ص ۷۱، ش ۹۰ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۹، ش ۸۷ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۱۲، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۵۷ ب و ورق ۵۸، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۳۵ ب
☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، مئی ۱۹۲۰ء: ص ۱۹

آیات اول و دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں یہ غزل ۷ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں یہی اشعار ہیں۔ آیات دوم میں شعر: ۲ میں ترمیم کی گئی ہے۔ یہ شعر کلیات میں اس ترمیم کے مطابق ہے (رک: اختلاف نسخ) آیات سوم اور گنجینہ م و ق میں یہ ۴ شعر ہیں۔ ش: ۱، ۳، ۴، ۷۔ بیاض ۴ میں صرف یہ دو شعر ہیں۔ ش: ۱، ۷۔ ''شباب اردو'' میں یہ غزل ۷ شعروں پر ہی مشتمل ہے لیکن عنوان ''فکر ناتمام'' ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یاس اس غزل میں مزید شعر کہنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

اختلاف نسخ:

شعر۲، مصرع۱:

آیات دوم، بیاض ۱ و ۳ : زنہار ترک لذت ایذا نہ کیجیے

آیات اوّل، شباب اردو : تا حشر ترک ....

شعر۲، مصرع۲:

آیات دوم و بیاض ۱ : ہرگز گناہ عشق سے توبہ نہ کیجیے

آیات اوّل، شباب اردو : یعنی گناہ ....

بیاض ۳ میں پہلے ''ہرگز'' لکھا تھا اُسے قلم زد کر کے ''واللہ'' لکھا گیا۔

س ک:

شعر۴، مصرع۱: آیات اوّل میں ''لایئے'' کی جگہ ''لائے'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''شباب اردو'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۶: ص ۲۴۶-۲۴۴ و ص ۳۰۱، ش ۹۲/۱۵ (متفرقات)

☆ آیات دوم: ص ۱۵۴-۱۵۱، ش ۶۴

☆ آیات سوم: ص ۳۸۷-۳۸۶، ش ۱۱۱

☆ گنجینہ م: ص ۷۰-۶۹، ش ۸۷ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۷-۱۳۶، ش ۸۴ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۱۸، الف و ب

☆ بیاض ۳: ورق ۵۸ ب تا ورق ۵۹، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۳۶، الف

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، جنوری ۱۹۱۷ء: ص ۲۵

آیات اوّل میں ۱۵ شعر غزل کے متن میں اور ایک مطلع ''متفرقات'' کے تحت ہے۔ کلیات میں یہ مطلع بھی بطور مطلع اوّل غزل میں شامل کر دیا گیا ہے۔ آیات دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں یہی ۱۶ شعر ہیں۔ آیات اوّل کا وہ مطلع جو ''متفرقات'' کے تحت ہے، ان میں بطور مطلع اوّل غزل میں شامل ہے۔ آیات سوم، گنجینہ م و ق، بیاض ۴، اور رسالہ ''نظارہ'' میں یہ مطلع نہیں ہے۔ کلیات میں شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر۱۰، مصرع۱ : خدا میں شک ہے تو ہو، موت میں نہیں کوئی شک

رسالہ ''نظارہ'' : خدا میں شک ہے مگر موت ....

شعر۱۳، مصرع۱ : قفس میں ذکر نشیمن گناہ بے لذت

رسالہ ''نظارہ'' : قفس میں وصف نشیمن ....

شعر۱۴، مصرع۱ : بہار عمر گزشتہ پہ بھیجیے صلوات

رسالہ ''نظارہ'' میں اس مصرعے پر یہ حاشیہ ہے:

''لعنت کی جگہ صلوات کی لفظ رکھ دی ہے کیوں کہ بعض احباب اس لفظ لعنت کو برا جانتے ہیں۔ خیر یوں ہی سہی۔ یاس''۔

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ سندیلہ۔ ۱۹۱۶ء''۔ (بیاض ۱)

۶۷ : ص ۲۴۸-۲۴۶

☆ آیات دوم: ص ۱۵۸-۱۵۵، ش ۶۵
☆ بیاض ۳: ورق ۶۰، الف و ب
☆ کچکول: ص ۶۷
☆ ماہنامہ ''صلائے عام'' دہلی، جولائی ۱۹۱۶ء
☆ بیاض ۱: ورق ۱۰، الف و ب
☆ بیاض ۴: ورق ۳۸ ب
☆ شہرت کاذبہ: ص ۱۴
☆ ماہنامہ ''خیال'' ہاپوڑ، اکتوبر ۱۹۱۶ء : ص ۴۵

۱۴ شعروں کی یہ غزل بیاض ۳، اور ''شہرت کاذبہ'' کے سوا باقی سب مآخذ میں یکساں ہے۔ بیاض ۳ میں ایک شعر (ش: ۸) نہیں ہے۔ ''شہرت کاذبہ'' میں یہ ۵ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۱، ۶، ۸، ۹، ۱۴۔

اختلاف نسخ :

شعر۳، مصرع ۱ : واہ کیا کہنا ہے اے کوتاہی دست ہوس
رسالہ ''صلائے عام'' : ....دست جنوں
شعر۵، مصرع ۱ : رنگ لائی ہے بہار لالۂ خونیں کفن
رسالہ ''خیال'' : . . . . .خونی کفن
شعر۱۴، مصرع ۲ : کیا ٹھکانا یاس اس اندیشۂ باطل کا ہے
''کچکول'' اور رسالہ ''خیال'' : کچھ ٹھکانا ....

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''صلائے عام'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا سال تصنیف ۱۹۱۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۸ : ص ۲۵۱-۲۴۸

☆ آیات دوم: ص ۱۶۱-۱۵۸، ش ۶۶
☆ گنجینہ م: ص ۷۰، ش ۸۸ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۱۳، الف و ۱۴، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۳۶ ب
☆ آیات سوم: ص ۳۸۸-۳۸۷، ش ۱۱۲
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۸-۱۳۷، ش ۸۵ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۶۱، الف و ب، ورق ۶۲ ب
☆ ماہنامہ ''مخزن'' لاہور، جنوری ۱۹۱۸ء : ص ۵۸

آیات اوّل و دوم، تینوں بیاضوں اور رسالہ ''مخزن'' میں یہ غزل ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات سوم میں ۳ شعر (ش: ۲، ۳، ۸) نہیں ہیں اور ایک نیا مطلع اضافہ کیا گیا ہے۔ کلیات میں غزل آیات اول کے مطابق ہے اور اس میں آیات سوم کا نیا مطلع، بطور مطلع اول شامل کردیا گیا ہے۔ اس طرح غزل کے شعروں کی تعداد ۱۵ ہوگئی ہے۔ گنجینہ م و ق میں یہ غزل آیات سوم کے مطابق ہے۔ بیاض ۱ میں ورق ۱۳، الف پر ۴ شعر (ش: ۲ تا ۵) اور شعر: ۶ کا پہلا مصرع لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں۔ بیاض ۳ میں ورق ۶۲ ب پر ۳ شعر (ش: ۹ تا ۱۱) لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں۔

اختلاف نسخ :

شعر۲، مصرع ۱ : خدا پرست بھی بندے ہیں حسنِ فطرت کے
بیاض ۳ : اُٹھائے کوئی کہاں تک حجاب فطرت کے
شعر۵، مصرع ۲ : مزاج داں ہیں جو ہنگامہ زارِ فطرت کے
رسالہ ''مخزن'' : ....جو اس انتظامِ فطرت کے

س ک :

شعر۵، مصرع ۲ : آیات سوم اور گنجینہ م میں ''ہنگامہ زار'' کی جگہ ''ہنگامہ راز'' لکھا ہے۔
شعر ۹، مصرع ۲: گنجینہ م میں ''پردے اُٹھائے'' کی جگہ ''پردی ٹھانے'' لکھا ہے۔
شعر۱۲، مصرع ۲: گنجینہ م میں ''کفن ملے تو'' کی جگہ ''کفن نے تو'' لکھا ہے۔
شعر۱۳، مصرع ۲: گنجینہ م میں ''ہوس'' کی جگہ ''ہوں'' لکھا ہے۔
شعر۱۴، مصرع ۱: گنجینہ م میں ''خاک'' کی جگہ ''ناک'' لکھا ہے۔
گنجینہ م، نسخۂ باقر حسنین رضوی میں آخری چار غلطیوں کی تصحیح یگانہ نے بقلم خود کی ہے۔

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ منصور نگر۔ ۱۹۱۸ء'' ۔ (بیاض ۱: ورق ۱۴، الف)

لیکن اسی بیاض میں (ورق ۱۳، الف) یگانہ نے سال تصنیف ۱۹۱۴ء لکھا ہے اور یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ ۱۹۱۸ء کے منصور نگر کے مشاعرے میں یگانہ نے ایک دوسری غزل پڑھی تھی۔ (رک : غزل ۷۰، آیات اوّل) ویسے بھی یہ غزل رسالہ ''مخزن'' کے جنوری ۱۹۱۸ء کے شمارے میں شائع ہونے کی وجہ سے ۱۹۱۸ء سے پہلے کی تصنیف قرار پائے گی۔

۶۹ : ص۲۵۲-۲۵۱

☆ آیات دوم: ص۱۶۳-۱۶۲، ش ۶۷
☆ گنجینہ م: ص۷۲-۷۱، ش۹۱ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۹، ش ۸۸ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۲۱، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۶۲، الف
☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، ستمبر ۱۹۲۱ء، : ص۴۴-۴۳ (عنوان : ''موجِ تخیّل'')

آیات اوّل و دوم اور بیاض ۳ میں یہ غزل: ۸ شعروں پر مشتمل ہے اور یہی کلیات میں شامل ہیں۔ گنجینہ م و ق میں ۵۔۵ شعر ہیں۔ یہ ۳ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۱، ۴، ۸۔ بیاض ۱ میں ۱۱ شعر ہیں۔ ۸ تو وہی جو کلیات میں ہیں، ۳ شعر ایسے ہیں جو کسی مجموعے اور بیاض میں نہیں ہیں۔ رک : باقیات ۱۷۔ رسالہ ''شباب اردو'' میں بھی ۱۱ شعر ہیں۔ باقیات کا پہلا شعر اس میں نہیں ہے، غزل اور باقیات کے باقی سب شعر اس میں ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۱۱۔

عروضی نکتہ :

اس غزل کے آخری شعر :

چلے چلو دلِ دیوانہ کے اشارے پر
محال و ممکن سب اُس کے اختیار میں ہے

کے دوسرے مصرعے کا وزن عام قاری کے لیے الجھن کا باعث ہوسکتا ہے۔ ''چراغ سخن'' (طبع دوم، ص ۱۲۷-۱۲۶) میں یگانہ نے لکھا ہے کہ بحر مجتث مخبون محذوف یا مشعث محذوف (وزن : مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان یا فعلن) پر مختلف زحافات کے عمل سے آٹھ اوزان پیدا ہوتے ہیں جن کا باہمی اجتماع جائز ہے۔ اجتماع اوزان کی ایک مثال میں یگانہ نے مذکورہ شعر ہی پیش کیا ہے۔ اور اس کے دونوں مصرعوں کا وزن یہ بتایا ہے:

پہلا مصرع : مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

دوسرا مصرع : مفاعلن مفعولن مفاعلن فعلن

عروض کی یہی بحث آیات اوّل کے حواشی : ۶ و ۸ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ اٹاوہ۔ ۱۹۱۷ء''۔ (بیاض ۱)

۷۰ : ص ۲۵۴-۲۵۲

☆ آیات دوم : ص ۱۶۷-۱۶۵، ش ۶۹

☆ آیات سوم : ص ۳۸۸، ش ۱۱۳

☆ گنجینہ م : ص ۸۹، ش ۱۱۷ (غ)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۵۶-۱۵۵، ش ۱۱۴ (غ)

☆ بیاض ۱ : ورق ۱۲ ب

☆ بیاض ۳ : ورق ۶۳، الف

☆ بیاض ۴ : ورق ۳۹ ب

☆ ماہنامہ ''خیال'' ہاپوڑ، مارچ ۱۹۱۶ء : ص ۳۴

آیات اوّل و دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں یہی ۱۲ شعر شامل ہیں۔ آیات سوم، گنجینہ م و ق، اور بیاض ۴ میں ایک شعر (ش : ۸) نہیں ہے۔ رسالہ ''خیال'' میں ۱۵ شعر ہیں۔ غزل کا قدیم ترین متن یہی ہے۔ دو شعر اس میں نہیں ہیں۔ (ش : ۸ و مقطع)۔ ''خیال'' میں ۵ شعر ایسے ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتے۔ رک : ضمیمہ ۲، ش ۵۔

اختلاف نسخ :

شعر ۵، مصرع ۱ : گریباں میں منھ ڈال کر خود تو دیکھیں

رسالہ ''خیال'' : .... خود کو دیکھیں

شعر ۸، مصرع ۱ : بہار دوروزہ سے دل کیا بہلتا

رسالہ ''خیال'' : .... سے کیا دل اٹکتا

شعر ۱۲، مصرع ۱ : یگانہ وہی فاتح لکھنؤ ہیں

بیاض ۱ : وہی یاس اب فاتح لکھنؤ ہیں

آخری مصرعے میں تخلص کی تبدیلی ۱۹۲۵ء تک نہیں کی گئی تھی۔ یگانہ کے رسالے ''صحیفہ'' (اٹاوہ۔ جنوری ۱۹۲۵ء) میں یہ مصرع بیاض ۱ کے مطابق ہے۔ (ص ۴۸) گمان غالب ہے کہ آیات اوّل کی اشاعت کے وقت یہ تبدیلی عمل میں آئی۔

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ منصور نگر، لکھنؤ، ۱۹۱۸ء''۔ (بیاض ۱)

ممکن ہے یہ غزل مشاعرۂ منصور نگر میں پڑھی گئی ہو مگر یہ لازماً اس سے پہلے کی تصنیف ہے۔ رسالہ "خیال" میں اشاعت کی بنا پر اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۱۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷۱ : ص ۲۵۵-۲۵۴

☆ آیات دوم: ص ۱۷۰-۱۶۸، ش ۷۰
☆ آیات سوم: ص ۳۸۹-۳۸۸، ش ۱۱۴
☆ گنجینہ م: ص ۹۰-۸۹، ش ۱۱۸ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۶، ش ۱۱۵ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۱۳، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۶۳ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۴۰، الف

۱۲ شعروں کی اس غزل کا ایک شعر (ش: ۱۱) آیات سوم، گنجینہ م و ق اور بیاض ۴ میں نہیں ہے، باقی سب ماخذ میں یہ غزل آیات اوّل کے مطابق ہے۔

۷۲ : ص ۲۵۷-۲۵۶

☆ آیات دوم: ص ۱۷۲-۱۷۱، ش ۷۱
☆ گنجینہ م: ص ۷۳، ش ۹۵ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۱، ش ۹۲ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۳۱، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۶۴، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۳۹، الف
☆ ماہنامہ "نظارہ" میرٹھ، نومبر ۱۹۱۷ء: ص ۲۷۷۔

۸ شعروں کی یہ غزل آیات اوّل، آیات دوم اور بیاض ۳ میں یکساں ہے۔ گنجینہ م و ق میں یہ ۳ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۴، ۷۔ بیاض ۱ میں ۹ شعر ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ رک: باقیات ۱۸۔ بیاض ۴ میں یہ ۳ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۴، ۶، ۷۔ (شعر ۷ کے مصرعِ اوّل کے ابتدائی الفاظ "مشاہدے کو اک آئینہ" لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں)

زمانۂ تصنیف:
"مشاعرہ منصور نگر۔ ۱۹۱۸ء" (بیاض ۱)
یہ غزل رسالہ "نظارہ" بابت نومبر ۱۹۱۷ء میں چھپ چکی ہے۔ مشاعرے کے انعقاد سے پہلے کسی طرح غزل کی اشاعت ممکن نہیں۔ سنہ لکھنے میں یگانہ سے سہو ہوا ہے۔ یہ غزل ۱۹۱۷ء کی تصنیف ہو سکتی ہے۔

۷۳ : ص ۲۵۷

☆ آیات دوم: ص ۱۶۴، ش ۶۸
☆ آیات سوم: ص ۳۷۱-۳۶۹، ش ۱۰۲
☆ گنجینہ م: ص ۶۸-۶۷، ش ۸۵ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۵، ش ۸۲ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۲۷ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۶۲ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۵۰ ب

ابتدائی صورت میں یہ غزل ۴ شعروں پر مشتمل تھی جو آیات اوّل، دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں شامل ہے۔ بعد میں ۸ شعروں کا اضافہ کیا گیا۔ اضافہ شدہ اشعار کے ساتھ یہ غزل پہلی مرتبہ آیات سوم میں شامل کی گئی۔ یہی ۱۲

شعر بیاض ۴ میں بھی ہیں۔ کلیات میں آیات اوّل میں ابتدائی ۴ شعر شامل کیے گئے ہیں، اس لیے آیات سوم میں شامل غزل میں سے یہ حذف کردیے گئے ہیں۔ (رک : غزل و حاشیہ ۱۰۲، آیات سوم)

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ اٹاوہ۔ دسمبر ۱۹۲۳ء''۔ (بیاض ۱)

۷۴ : ص ۲۵۹-۲۵۷

☆ آیات دوم: ص ۱۷۵-۱۷۳، ش ۷۲

☆ گنجینہ م: ص ۷۴، ش ۹۶ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۱، ش ۹۳ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۱۳ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۶۴ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۴۰ ب

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، شمارہ ستمبر تا نومبر ۱۹۱۹ء: ص ۲۵۵-۲۵۴

آیات اوّل میں یہ غزل ۹ شعروں پر مشتمل ہے۔ یہی ۹ شعر آیات دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں ہیں۔ گنجینہ م و ق اور بیاض ۴ میں آخری دو شعر نہیں ہیں۔ رسالہ ''نظارہ'' میں ۱۰ شعر ہیں۔ ایک زائد شعر کے لیے رک : ضمیمہ ۲، ش ۱۷۔

اختلاف نسخ :

شعر ۳، مصرع ۲ : خاک سے یکساں کیا جولاں گہِ تدبیر نے
رسالہ ''نظارہ'' : واہ کیا چکر دیا جولاں گہِ تدبیر نے
شعر ۴، مصرع ۱ : باز آئے زندگی کے خوابِ رنگا رنگ سے
رسالہ ''نظارہ'' : باز آئے دہر کے اس خوابِ رنگا رنگ سے

س ک :

شعر ۷، مصرع ۱: گنجینہ م ''مانا'' کی جگہ ''مانو'' لکھا ہے۔ گنجینہ م نسخۂ باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے۔

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ ہاپڑ۔ ۱۹۱۹ء''۔ (بیاض ۱)

۷۵ : ص ۲۶۲-۲۵۹

☆ آیات دوم: ص ۱۷۸-۱۷۵، ش ۷۳

☆ آیات سوم : ص ۳۸۹، ش ۱۱۵

☆ گنجینہ م : ص ۹۰، ش ۱۱۹ (غ)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۵۷، ش ۱۱۶ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۱۶ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۶۵، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۴۰ ب

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، شمارہ ستمبر تا نومبر ۱۹۱۹ء: ص ۲۳۵

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، دسمبر ۱۹۲۲ء: ص ۱۸-۱۷

۱۲ شعروں کی یہ غزل آیات اوّل و دوم ، بیاض ۱ و ۳ اور رسالہ ''شباب اردو'' میں یکساں ہے۔ آیات سوم اور بیاض ۴ میں ۴ شعر (ش : ۲ تا ۵) اور گنجینہ م و ق میں ۳ شعر (ش : ۳ تا ۵) نہیں ہیں۔ رسالہ ''نظارہ'' میں یہ غزل ۱۱ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں شامل ۲ شعر (ش : ۳، ۱۱) اس میں نہیں ہیں۔ ایک شعر زائد ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ رک : ضمیمہ ۲، ش ۱۸۔

اختلاف نسخ :

شعر ۱۲، مصرع ۲ : یاس کیا دل بستگی اس نقشِ باطل سے مجھے

رسالہ ''نظارہ'' : ہوچکی دل بستگی ....

شعر ۲، مصرع ۱ : ہمتِ عالی سلامت ہے تو اندیشہ ہو کیا

رسالہ ''نظارہ'' : ....تو کیا اندیشہ یاس

رسالہ ''شباب اردو'' : . . . . .تو اندیشہ نہیں

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ میرٹھ۔ ۱۹۱۹ء''۔ (بیاض ۱)

۷۶ : ص ۲۶۵-۲۶۲

☆ آیات دوم: ص ۱۸۶-۱۸۴، ش ۷۶

☆ گنجینہ م: ص ۷۵، ش ۹۸ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۱۵ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۴۱ ب

☆ آیات سوم: ص ۳۹۰، ش ۱۱۶

☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۳-۱۴۲، ش ۹۵ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۶۸، الف و ب

☆ چراغ سخن، طبع دوم: ص ۱۰

☆ ماہنامہ ''کہکشاں'' لاہور، فروری ۱۹۲۰ء: ص ۴۷ ☆ گل دستۂ سخن سنج، لکھنؤ، اپریل ۱۹۲۰ء: ص ۲۸

آیات اوّل و دوم ، بیاض ۱ و ۳، اور ''چراغ سخن'' میں ۱۲ شعروں کی یہ غزل یکساں ہے۔ اور یہی کلیات میں شامل ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ م و ق میں بھی شعروں کی تعداد اتنی ہی ہے لیکن ان مجموعوں میں نیا مقطع شامل غزل کیا گیا ہے اور پہلا مقطع حذف کر دیا گیا ہے۔ بیاض ۴ میں ۱۳ شعر ہیں۔ اس میں پرانا اور نیا، دونوں مقطعے شامل ہیں۔ کلیات میں غزل کے متن میں نیا مقطع شامل نہیں کیا گیا کیوں کہ یہ بہت بعد کی تصنیف ہے۔ اسے آیات سوم میں رہنے دیا ہے جس میں یہ پہلی بار شامل کیا گیا تھا۔

اختلاف نسخ :

شعر ۸، مصرع ۱ : فلک نے بھول بھلیوں میں ڈال رکھا ہے

آیات اوّل و دوم، بیاض ۳، رسالہ کہکشاں،

گل دستۂ سخن سنج : فلک نے بھول بھلیاں میں ....

زمانۂ تصنیف :

''مشاعرۂ سیتا پور۔ ۱۹۱۹ء''۔ (بیاض ۱)

۷۷: ص ۲۶۶-۲۶۵

☆ آیات دوم: ص ۱۹۱-۱۹۰، ش ۷۸ ☆ بیاض ۱: ورق ۲۱ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۷۰، الف ☆ بیاض ۴: ورق ۳۹، الف

☆ ماہنامہ ''مخزن'' لاہور، مارچ ۱۹۱۸ء: ص ۳۱

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، ستمبر ۱۹۲۲ء: ص ۳۷ (بعنوان: کلام یاس)

☆ نقل غزل، بخط دوارکا داس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

۷ شعروں کی یہ غزل آیات اوّل و دوم، بیاض ۳ اور نقل بخط شعلہ میں یکساں ہے اور یہی کلیات میں شامل ہے۔ بیاض ۴ میں ۶ شعر ہیں۔ ایک (ش: ۴) اس میں نہیں ہے۔ بیاض ۱، میں ۹ شعر ہیں۔ دو ایسے ہیں جو ''مخزن'' کے علاوہ کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ملتے۔ رک: باقیات ۱۹، شعر ۲ و ۳۔ ''مخزن'' میں ۱۰ شعر ہیں۔ ۳ زائد شعر باقیات (ش: ۱۹) میں ہیں۔ ''شباب اردو'' میں ۹ شعر ہیں۔ باقیات کا پہلا شعر اس میں نہیں ہے، باقی سب ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۷، مصرع ۱ : یاس اب ذلیل ہی کو سمجھتے ہیں سب عزیز

شباب اردو : ....ہیں مقتدر

زمانۂ تصنیف:

''مشاعرۂ حسین گنج ۱۹۱۶ء''۔ (بیاض ۱)

نقل بخط شعلہ میں سال تصنیف ۱۹۱۲ء لکھا ہے۔ یہ سہو قلم ہے۔ اگر یہ غزل ۱۹۱۲ء کی ہوتی تو نشتر میں شامل ہوتی۔ دوسرے، مقطع میں عزیز لکھنوی کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۹۱۲ء میں عزیز سے تعلقات اس حد تک خراب نہیں ہوئے تھے کہ عزیز کو ''ذلیل'' کہا جاتا۔

۷۸: ص ۲۶۸-۲۶۶

☆ آیات دوم: ص ۱۹۰، ۱۸۷، ش ۷۷ ☆ آیات سوم: ص ۳۹۱-۳۹۰، ش ۱۱۷

☆ گنجینہ م: ص ۷۷، ش ۱۰۱ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۵-۱۴۴، ش ۹۸ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۱۶، الف ☆ بیاض ۳: ورق ۶۹، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۴۳، الف ☆ شہرت کاذبہ: ۷۳-۷۲

۱۳ شعروں کی یہ غزل آیات اوّل و دوم اور تینوں بیاضوں میں یکساں ہے۔ البتہ بیاض ۴ میں یہ ۴ شعر لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں ش: ۲، ۵، ۸، ۹۔ آیات سوم میں یہ ۳ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۵، ۸۔ گنجینہ م و ق میں یہ ۳ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۳، ۵، ۸۔ شہرت کاذبہ میں ایک شعر (ش: ۴) نہیں ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر۴، مصرع۲:

آیات سوم و گنجینہ م و ق : محبت کیا نکموں سے عداوت تک نہیں ہوتی

باقی سب مآخذ میں : محبت کیا ہم ایسوں سے ....

کلیات میں مصرعے کا اصلاح شدہ متن (مطابق آیات سوم وغیرہ) شامل کیا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

''مشاعرۂ غازی آباد، ۱۹۱۹ء'' ۔ (بیاض ۱)

۷۹: ص ۲۶۹-۲۶۸ (فارسی غزل)

☆ آیات دوم: ص ۲۵۳-۲۵۲، ش ۱۰۲
☆ گنجینہ م: ص ۳۰، ش ۳۳ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۴۰ ب
☆ علی گڑھ میگزین، مارچ اپریل ۱۹۲۵ء: ص ۲۸
☆ آیات سوم: ص ۱۲۶-۱۲۵، ش ۳۷
☆ گنجینہ ق: ص ۹۶، ش ۳۱ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۹۰ ب و ورق ۹۱، الف

تمام مآخذ میں یہ غزل یکساں ہے، سوائے اس کے کہ بیاض ۳ میں ایک شعر (ش: ۴) لکھ کر قلم زد کر دیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر۳، مصرع۱ : می دہد ہر منزل نو عشق پرواز دگر

علی گڑھ میگزین : می دہد ہر مژدۂ نو ....

زمانۂ تصنیف:

علی گڑھ میگزین محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۴ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۸۰: ص ۲۷۲-۲۷۰

☆ آیات دوم: ص ۱۹۵-۱۹۲، ش ۷۹
☆ گنجینہ م: ص ۷۷-۷۶، ش ۱۰۰ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۱۷، الف و ب
☆ بیاض ۴: ورق ۴۲ ب
☆ شہرت کاذبہ: ص ۴۲-۳۳
☆ آیات سوم: ص ۳۹۱، ش: ۱۱۸
☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۳، ش ۹۷ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۷۰ ب تا ۷۱ ب
☆ کجکول: ص ۱۰۲
☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور، مارچ ۱۹۱۸ء: ص ۱۳۳

۱۶ شعروں کی یہ غزل آیات اوّل و دوم میں یکساں ہے۔ آیات سوم میں آیات اوّل کا مطلع حذف کر کے ایک نیا مطلع شامل کیا گیا ہے۔ جو صرف ایک مصرعے کی حد تک نیا ہے۔ اس کا دوسرا مصرع شعر: ۱۲ کا دوسرا مصرع ہے۔ کلیات میں یہ غزل آیات اوّل کے مطابق درج کی گئی ہے اور آیات سوم کا ''نیا'' مطلع بطور مطلع اوّل غزل

میں شامل کیا گیا ہے۔ اس طرح کلیات میں یہ غزل ۱۷ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات سوم میں ۱۰ شعر ہیں۔ یہ ۷ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۵، ۹، ۱۱ تا ۱۳، ۱۶۔ گنجینہ م و ق میں ۹ شعر ہیں۔ یہ ۸ شعر ان میں نہیں ہیں۔ ش: ۴، ۵، ۹، ۱۱ تا ۱۳، ۱۵، ۱۷۔ بیاض ۱ میں ۱۷ شعر ہیں۔ مطلع اوّل اس میں نہیں ہے۔ ایک شعر زائد ہے جو کسی مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔ رک: باقیات ۲۰۔ بیاض ۳ میں ۱۵ شعر ہیں۔ یہ دو شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۱، ۱۶۔ بیاض ۴ میں ۱۲ شعر ہیں۔ یہ ۵ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۲، ۵، ۹، ۱۱، ۱۶، ۱۷۔ ''شہرت کاذبہ'' میں ایک بحث کے سلسلے میں اس غزل کے ۵ شعر درج کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک تو باقیات کا زائد شعر ہے اور باقی ۴ یہ ہیں۔ ش: ۲، ۱۲، ۱۶، ۱۷۔ ''کچکول'' اور رسالہ ''زمانہ'' میں ۱۸ شعر ہیں۔ ۱۶ شعر (ش ۲ تا ۱۷) کلیات کے، ایک باقیات کا اور ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۱۰۔

اختلاف نسخ:

شعر ۶، مصرع ۱ : کیوں اجل ہے کوئی ایسا کہ مرا منھ ہی دے

گنجینہ م و ق کے سوا تمام ماخذ میں ''کہ'' کی جگہ ''جو'' ہے۔

شعر ۱۴، مصرع ۱ : ڈوب کر دیکھے تو انسان کہیں کا نہ رہے

آیات سوم، گنجینہ م و ق اور بیاض ۴ کے سوا باقی تمام ماخذ میں یہ اس صورت میں ہے:

محوِ فطرت ہو کوئی دل تو کہیں کا نہ رہے

مقطع : نہ چھپا پر نہ چھپا جوہرِ عالی ظرفی
یاس مٹنے پہ بھی خاکِ درِ مے خانہ بنے

بیاض ۱، شہرت کاذبہ، کچکول، اور رسالہ ''زمانہ'' میں پہلے مصرعے میں ''عالی ظرفی'' کی جگہ ''عالی نسبی'' ہے۔ ناطق لکھنوی نے اس شعر پر اعتراض کیا تھا۔ ''شہرت کاذبہ'' میں اس اعتراض کا جواب ان الفاظ میں دیا گیا ہے:

> ''معترض کہتا ہے کہ: ''اس سے شاعر کے خاندان کا پتا چلتا ہے کہ وہ خاک درِ مے خانہ بن گیا۔ نہ معلوم مے خانے سے کس خاندان اور کس گھرانے کا تعلق ہے''۔ اس سفیہانہ حملے کے جواب میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہر خوش مذاق و صاحبِ معرفت کو اُس مے خانے سے تعلق ہے اور وہ مے خانہ معرفت ہے۔ اساتذۂ ماسبق کو اُس مے خانے سے خاص عقیدت رہی ہے اور مجھے بھی شرف نیاز حاصل ہے۔
> ... میرا مقطع یاروں کی طبع نازک پر گراں گزرا۔ آخر دعویٰ شرافت کرنا کون سا جرم ہے۔ میں اپنے عنایت فرماؤں کی خاطر سے اپنے حقوق شاعری و خدمتِ زبان اردو کی طرف سے ہاتھ اٹھا سکتا ہوں مگر شرافت نسبی ہر صحیح النسب کے لیے مایۂ فخر ہے اور اس کا اظہار دوسروں کے لیے باعث دل شکنی نہیں ہے۔ پھر نہ معلوم جوہرِ عالی نسبی کی لفظ کیوں خار کی طرح کھٹکنے لگی اور خواہ مخواہ مے خانے سے میرے خاندان کا سلسلہ ملایا گیا۔'' (ص ۴۲)

معلوم ہوتا ہے یگانہ اپنے اس جواب سے مطمئن نہیں تھے، اس لیے انھوں نے ''عالی نسبی'' کو ''عالی ظرفی'' سے بدل دیا۔

س ک:

شعر۵، مصرع ۱: زندہ در گور کیا اس دلِ وارفتہ نے

آیاتِ اوّل میں "کیا" کی جگہ "گیا" لکھا ہے۔

شعر۱۷، مصرع ۱: نہ چھپا پر نہ چھپا جوہرِ عالی ظرفی

بیاض ۳ میں دوسرا "نہ" لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

"مشاعرۂ کیننگ کالج لکھنؤ۔ ۱۹۱۷ء"۔ (بیاض ۱)

۸۱: ص ۲۷۶-۲۷۷ وص ۳۰۲، ش ۹۲/۲۰ (متفرقات)

☆ آیاتِ دوم: ص ۱۹۹-۱۹۶، ش ۸۰
☆ آیاتِ سوم: ص ۳۹۲-۳۹۱، ش ۱۱۹
☆ گنجینہ م: ص ۷۹-۷۸، ش ۱۰۳ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۶، ش ۱۰۰ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۱۹، الف و ب
☆ بیاض ۳: ورق ۷۲، الف و ب نیز ۷۳ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۴۴، الف

آیاتِ اوّل میں غزل کے متن میں ۱۳ شعر ہیں۔ ایک شعر "متفرقات" کے تحت ہے۔ کلیات میں اسے بھی مقطع سے پہلے غزل میں شامل کر دیا گیا ہے۔ یہی ۱۴ شعر آیاتِ دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں ہیں۔ بیاض ۱ میں ایک زائد شعر بھی ہے۔ رک: باقیات ۲۱۔ آیاتِ سوم میں ۱۱ شعر ہیں۔ تین شعر (ش: ۴، ۵، ۱۳) اس میں نہیں ہیں۔ گنجینہ م و ق میں ۱۲ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۴، ۵) اس میں نہیں ہیں۔ بیاض ۴ میں ۱۳ شعر ہیں۔ شعر: ۴، اس میں نہیں ہے۔ بیاض ۳ میں ورق ۷۳ ب پر ۷ شعر (ش ۷ تا ۹) لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں۔ اس وجہ سے کہ یہ سہواً دوبارہ لکھ دیے گئے تھے۔

زمانۂ تصنیف:

"مشاعرۂ میرٹھ۔ ۱۹۲۳ء"۔ (بیاض ۱)

۸۲: ص ۲۷۸-۲۷۶ وص ۳۰۴، ش ۹۲/۳۳ (متفرقات)

☆ آیاتِ دوم: ص ۲۰۴-۲۰۳، ش ۸۲
☆ آیاتِ سوم: ص ۳۵۳-۳۵۲، ش ۸۹
☆ گنجینہ م: ص ۸۰، ش ۱۰۶ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۸، ش ۱۰۳ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۲۵ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۷۵، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۴۵ ب
☆ ماہنامہ "نظارہ" میرٹھ، جولائی اگست ۱۹۱۷ء، ص ۱۶۴ و شمارہ ستمبر تا نومبر ۱۹۱۸ء: ص ۷۷
☆ ماہنامہ "کہکشاں" لاہور، اپریل ۱۹۱۹ء: ص ۴۸-۴۷
☆ ماہنامہ "صلائے عام" دہلی، جون ۱۹۲۳ء: ص ۲۳

آیاتِ اوّل میں اس غزل میں ۹ شعر ہیں۔ ۸ غزل کے متن میں اور ایک "متفرقات" کے تحت۔ کلیات میں یہ زائد شعر مقطع سے پہلے غزل میں شامل کیا گیا (ش: ۸)۔ یہ زائد شعر آیاتِ دوم اور بیاض ۳ و ۴ میں نہیں

ہے، باقی سب شعر ہیں۔ آیات سوم میں ۶ شعر ہیں۔ تین شعر (ش: ۲، ۷، ۸) نہیں ہیں۔ گنجینہ م و ق میں ۷ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۸،۲) نہیں ہیں۔ بیاض ۱ میں ۱۱ شعر ہیں۔ ۹ تو وہی ہیں جو آیات اول میں ہیں، ۲ زائد شعر بھی ہیں جو لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں۔ رک : باقیات ۲۲ (ش :۱، ۲) رسالہ ''صلائے عام'' میں بیاض ۱ کے یہی ۱۱ شعر ہیں۔ رسالہ ''نظارہ'' (شمارہ جولائی اگست ۱۹۱۷ء) میں ۱۵ شعر ہیں۔ ان میں سے ۱۱ تو وہی ہیں جو بیاض ۱ میں ہیں، چار ایسے ہیں جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہیں۔ رک : باقیات ۲۲، (ش : ۳ تا ۶)۔ رسالہ ''نظارہ'' (ستمبر تا نومبر ۱۹۱۸ء) میں ایک انتخاب میں اس غزل کے دو شعر (ش: ۳ و ۶) شامل ہیں۔ رسالہ ''کہکشاں'' میں یہ غزل ۱۳ شعروں پر مشتمل ہے۔ اس میں باقیات کے دو شعر (ش: ۳، ۵) نہیں ہیں، باقی سب ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۵، مصرع ۱ : کوئی بندہ عشق کا ہے کوئی بندہ عقل کا

آیات اول و سوم میں الفاظ ''عشق'' اور ''عقل'' ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں۔ کلیات میں غزل کے متن میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

شعر ۶، مصرع ۱ : شوقِ منزل میں زمیں پر پاؤں تک پڑتے نہیں
بیاض ۳ : ....پاؤں پڑنے کے نہیں
رسالہ ''کہکشاں'' : ....پاؤں تک پڑتا نہیں
رسالہ ''نظارہ'' (ستمبر تا نومبر، ۱۹۱۸ء) : ....پاؤں تک دھرتے نہیں
شعر ۸، مصرع ۲ : وہ کبھی قائل نہ ہوں گے گردشِ تقدیر کے
رسالہ ''نظارہ'' جولائی، اگست، ۱۹۱۷ء : وہ کبھی منکر نہ ....

زمانۂ تصنیف:

بیاض ۱ میں اس غزل کے ساتھ ''مشاعرۂ سندیلہ ... ۱۹ء'' لکھا ہے۔ اکائی اور دہائی کے ہندسوں کی جگہ خالی ہے جسے بعد میں پر کرنے کا ارادہ ہوگا مگر اس کی نوبت نہیں آئی۔ بیاض ۱ میں ۴ غزلیں ایسی ہیں جو سندیلے کے مشاعروں میں پڑھی گئیں۔ یہ آیات اول میں شامل ہیں۔ ایک تو زیر نظر غزل ہے اور باقی ۳ یہ ہیں:

غزل: ۱۲ ۱۹۱۵ء

غزل: ۶۶ ۱۹۱۶ء

غزل: ۸۳ ۱۹۱۸ء

سندیلے میں مشاعرہ ہر سال ہوتا تھا، اس لیے گمان غالب ہے کہ زیر نظر غزل ۱۹۱۷ء کے مشاعرے کی ہے کیوں کہ ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۸ء کے درمیان ۱۹۱۷ء ہی ایک ایسا سنہ ہے جو بیاض ۱ میں لکھنے سے رہ گیا ہے۔ اس کی تصدیق رسالہ ''نظارہ'' میرٹھ (شمارہ جولائی، اگست ۱۹۱۷ء) سے بھی ہوتی ہے جس میں سندیلے کے مشاعرے کی روداد بعنوان: ''سندیلہ کا عظیم الشان مشاعرہ'' شائع ہوئی ہے۔ اس روداد میں مشاعرے کے انعقاد کی تاریخ نہیں لکھی، چوں کہ شمارہ جولائی، اگست کا ہے، اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ یہ مشاعرہ جولائی ۱۹۱۷ء سے کچھ پہلے منعقد ہوا ہوگا۔ اس روداد میں زیر نظر غزل بھی شامل ہے۔

ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے اپنے ایک مضمون (''سندیلے کے سالانہ مشاعرے اور حضرت آرزو لکھنوی'' دو ماہی

''اکادمی'' لکھنؤ، جولائی، اگست ۱۹۸۴ء) میں ۱۹۱۷ء کے مشاعرۂ سندیلہ کے مطبوعہ گل دستے ''بہارِ عرس'' کے حوالے سے اُن شعرا کے ناموں کی فہرست دی ہے جنھوں نے اس مشاعرے کے لیے طرحی غزلیں لکھیں۔ اس فہرست میں یاس عظیم آبادی کا نام بھی ہے۔ اس مضمون میں مصرع طرح نہیں دیا گیا، لیکن آرزو کے دو شعر نقل کیے گئے ہیں جو اُسی زمین میں ہیں جس میں یاس کی زیر بحث غزل ہے۔ لہٰذا اس سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ زیر بحث غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۱۷ء ہے۔

۸۳ : ص ۲۸۰-۲۷۸

☆ آیات دوم: ص ۲۰۲-۱۹۹، ش ۸۱
☆ گنجینہ م: ص ۷۹، ش ۱۰۴ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۷، ش ۱۰۱ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۳۰، الف و ب
☆ بیاض ۳: ورق ۴۷، الف و ب
☆ بیاض ۴: ورق ۴۴ ب
☆ کجکول: ص ۱۰۳
☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، اپریل تا جولائی ۱۹۱۸ء: ص ۲۵۲
☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، فروری ۱۹۲۳ء: ص ۱۴-۱۳

آیات اوّل میں یہ غزل ۱۵ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں بھی یہی سب شعر ہیں۔ آیات دوم اور بیاض ۳ میں مقطع شامل نہیں کیا گیا، باقی تمام شعر ہیں۔ گنجینہ م و ق میں یہ ۹ شعر ہیں۔ ش: ۱ تا ۴، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴۔ بیاض ۱ میں ۱۶ شعر ہیں۔ ایک زائد شعر کے لیے رک : باقیات ۲۳۔ بیاض ۴ میں ۱۲ شعر ہیں۔ یہ ۳ شعر اس میں نہیں۔ ش: ۵، ۱۲، ۱۵۔ اس بیاض میں جو شعر لکھے ہیں، اُن میں سے یہ ۳ قلم زد کیے گئے ہیں۔ ش: ۶، ۸، ۹۔ کجکول اور رسالہ ''نظارہ'' میں ۱۷ شعر ہیں۔ ۱۶ تو وہ جو کلیات اور باقیات میں ہیں اور ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک : ضمیمہ ۲، ش ۱۵۔ کجکول میں دونوں زائد شعر لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں۔ رسالہ ''شباب اردو'' میں یہ غزل بیاض ۱ کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۴، مصرع ۲ :	قدم اُٹھائے جو رفتار پر زمانے کی
کجکول :	روش اگر کوئی پہچان لے زمانے کی (اس مصرعے کو قلم زد کیا گیا ہے)
	قدم بڑھائے جو رفتار پر زمانے کی
رسالہ ''نظارہ'' :	روش اگر کوئی پہچان لے زمانے کی
شعر ۸، مصرع ۲ :	کہ وہم کو بھی اجازت نہیں ہے آنے کی
رسالہ ''نظارہ'' :	. . . . ہے جانے کی
شعر ۱۲، مصرع ۲ :	ادھر حیا نے قسم دی قدم اٹھانے کی
کجکول :	. . . . .قدم بڑھانے کی
شعر ۱۵، مصرع ۲ :	دعائے خیر تو کرنے کو ناخدا نے کی
رسالہ ''نظارہ'' :	دعائے خیر تو سو بار ناخدا . . .

کجکول میں ''خیر'' اور ''ناخدا'' کے درمیان کے الفاظ قلم زد کر کے متبادل الفاظ لکھے گئے۔ پھر انھیں بھی قلم زد کر دیا گیا ہے۔ دونوں مرتبہ کے قلم زد الفاظ ناخوانا ہیں۔

س ک :

شعر۴، مصرع ۱ : ہوا کے ساتھ پھرے چار سمت آوارہ
آیات دوم : ....ساتھ پھری چار............

زمانۂ تصنیف :

"مشاعرۂ سندیلہ۔ ۱۹۱۸ء"۔ (بیاض ۱)

۸۴ : ص ۱۸۲-۱۸۱

نشتر کی غزل : ۴۲ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش : ۲، ۳، ۵، ۶، ۱۳، ۱۴، ۱۶ تا ۲۱۔
رک : حاشیہ ۴۲، نشتر۔

۸۵ : ص ۲۸۴-۲۸۳ و ص ۳۰۳، ش ۲۷/۹۲ (متفرقات)

☆ آیات دوم : ص ۲۱۰-۲۰۸، ش ۸۴
☆ آیات سوم : ص ۳۵۴، ش ۹۱
☆ گنجینہ م : ص ۷۸-۷۷، ش ۱۰۲ (غ)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۴۵، ش ۹۹ (غ)
☆ بیاض ۱ : ورق ۳۶ ب
☆ بیاض ۳ : ورق ۷۶ ب و ورق ۷۷، الف
☆ بیاض ۴ : ورق ۴۳ ب
☆ علی گڑھ میگزین : جنوری و فروری ۱۹۲۵ء : ص ۱۰

آیات اوّل میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ ایک شعر "متفرقات" میں ہے۔ اُسے بھی غزل میں مقطع سے پہلے شامل کر دیا گیا ہے، اس طرح کلیات میں غزل کے شعروں کی تعداد ۱۳ ہوگئی ہے۔ آیات دوم اور بیاض ۳ میں ایک شعر (ش: ۱۲) نہیں ہے، باقی سب ہیں۔ آیات سوم اور گنجینہ م و ق میں دو شعر (ش: ۹، ۱۲) کم ہیں۔ بیاض ۱ میں کلیات کے سب شعر ہیں۔ بیاض ۴ میں ۱۱ شعر ہیں، ان میں سے بھی ایک (ش :۹) قلم زد کر دیا گیا ہے۔ یہ دو شعر اس بیاض میں نہیں ہیں۔ ش : ۲، ۱۲۔ علی گڑھ میگزین میں غزل کے تمام اشعار ہیں۔ کلیات میں شعروں کی ترتیب آیات اوّل کے مطابق ہے اور شعروں کا متن گنجینہ ق کے مطابق۔

اختلاف نسخ :

شعر۱، مصرع ۱ : دل عجب جلوۂ اُمید دکھاتا ہے مجھے
آیات اوّل و سوم، علی گڑھ میگزین : ....جلوۂ موہوم دکھاتا.........
آیات سوم میں حاشیے پر "موہوم" کا متبادل "اُمید" بھی لکھا ہے۔
شعر۲ : جلوۂ دار و رسن اپنے نصیبوں میں کہاں
کون دنیا کی نگاہوں پہ چڑھاتا ہے مجھے
آیات اوّل اور علی گڑھ میگزین میں یہ مطلع ثانی ہے اور اس صورت میں ہے :
جلوۂ دار و رسن کوئی دکھاتا ہے مجھے
کس و ناکس کی نگاہوں پہ چڑھاتا ہے مجھے

آیات دوم اور بیاض ۱ و ۳ میں بھی شعر کی صورت یہی ہے۔ آیات دوم میں مصرع ۱، میں ''کوئی'' کی جگہ ''تو جو'' ہے۔

شعر ۱۱، مصرع ۲ : کون سے گھاٹ یہ دھارا لیے جاتا ہے مجھے

آیات اوّل و دوم، بیاض ۱، ۳، ۴، اور علی گڑھ میگزین : ناخدا کون سے گھاٹ اب لیے جاتا ہے مجھے

س ک:

شعر ۱۱، مصرع ۲، مندرجۂ بالا: گنجینہ م میں ''یہ'' کی جگہ ''پہ'' لکھا ہے۔ گنجینہ م، نسخۂ باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے۔

زمانۂ تصنیف:

''مشاعرۂ سیتا پور۔ جولائی ۱۹۲۲ء'' ۔ (بیاض ۱)

۸۶ : ص ۲۸۷-۲۸۵

☆ آیات دوم: ص ۱۸۳-۱۸۱، ش ۷۵

☆ گنجینہ م: ص ۷۶-۷۵، ش ۹۹ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۲۳، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۴۲، الف

☆ آیات سوم: ص ۳۵۶-۳۵۵، ش ۹۲

☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۳، ش ۹۶ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۶۷، الف و ب

☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، اکتوبر ۱۹۲۳ء: ص ۲۵۱

☆ ماہنامہ ''پیمانہ'' آگرہ، اپریل ۱۹۲۴ء: ص ۴۹-۴۸

۱۱ شعروں کی یہ غزل آیات اوّل و دوم اور بیاض ۳ و ۴ میں یکساں ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ م و ق میں دو شعر (ش: ۳، ۵) شامل نہیں کیے گئے۔ بیاض ۴ میں یہی دو شعر قلم زد کر دیے گئے ہیں۔ بیاض ۱ میں ۱۳ شعر ہیں۔ دو شعر کسی مجموعے یا بیاض میں نہیں ملتے۔ رک: باقیات ۲۴۔ رسالہ ''ہمایوں'' میں غزل بیاض ۱ کے مطابق ہے۔ رسالہ ''پیمانہ'' میں غزل کا انتخاب ہے جو ان ۶ شعروں پر مشتمل ہے۔ ش: ۲، ۸ تا ۱۱ نیز باقیات کا پہلا شعر۔

شعر ۹ (حق اپنی دُھن کا پکا...) پر آیات اوّل میں یہ حاشیہ لکھا ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا:

''یہ شعر مصنف اور حاسدینِ لکھنؤ کے کیریکٹر کا آئینہ ہے''۔ (ص ۲۸۷)

اختلاف نسخ:

شعر ۶، مصرع ۱ : خیالِ خام ہے یا معنیِ موہوم کیا جانیں

بیاض ۱ میں پہلے ''معنیِ بے لفظ'' لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے ''معنیِ موہوم'' لکھا گیا۔ رسالہ ''ہمایوں'' میں ''معنیِ بے لفظ'' ہے۔

شعر ۹، مصرع ۱ : حق اپنی دُھن کا پکا باطل اپنے زعم میں پورا

رسالہ ''پیمانہ'' : ....زعم کا پورا

س ک:

شعر ۱۰، مصرع ۱ : سکونِ بے دلی میں کیا کہوں کیوں لہر پیدا ہے

گنجینہ م : یہ خون بے دلی ....

گنجینہ م، نسخۂ باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے۔

زمانۂ تصنیف :

"مشاعرۂ بسوان۔ جولائی ۱۹۲۳ء" ۔ (بیاض ۱)

۸۷ : ص ۲۸۹ - ۲۸۷

☆ آیات دوم: ص ۱۸۱-۱۷۸، ش ۷۴
☆ گنجینہ م : ص ۷۵-۷۳، ش ۹۷ (غ)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۴۲-۱۴۱، ش ۹۴ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۳۲ ، الف و ب
☆ بیاض ۳: ورق ۶۶ ، الف و ب
☆ بیاض ۴ : ورق ۴۱ ، الف
☆ علی گڑھ میگزین : مارچ ، اپریل ۱۹۲۴ء : ص ۳۰

آیات اوّل میں یہ غزل ۱۳ شعروں پر مشتمل ہے، اور یہی سب شعر کلیات میں ہیں۔ آیات دوم اور بیاض ۳ میں ایک شعر (ش: ۴) کم ہے۔ گنجینہ م و ق میں ۱۰ شعر ہیں۔ ان میں یہ ۳ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۴، ۶، ۱۱۔ بیاض ۱ میں ۱۵ شعر ہیں۔ ۲ شعر زائد ہیں۔ رک : باقیات ۲۵۔ بیاض ۴ میں ۹ شعر ہیں۔ یہ ۴ شعر نہیں ہیں۔ ش: ۳، ۴، ۵، ۹۔ علی گڑھ میگزین میں ۱۰ شعر ہیں۔ کلیات میں شامل غزل کے ۴ شعر (ش : ۲ تا ۴ و ۱۱) اور باقیات کا پہلا شعر اس میں نہیں ہیں۔

اختلاف نسخ :

شعر ۱، مصرع ۱ : بختِ بیدار اگر سلسلہ جنباں ہوجائے
بیاض ۱، و علی گڑھ میگزین : فکرِ انجام اگر . . . .
بیاض ۱ میں بعد میں "فکر انجام" کو قلم زد کر کے "بخت بیدار" لکھا گیا۔
شعر ۱۰، مصرع ۱ : موت کی یاد میں نیند اور بھی اُڑ جاتی ہے
علی گڑھ میگزین : . . . یاد سے نیند . . . .

زمانۂ تصنیف :

یہ غزل پہلی مرتبہ علی گڑھ میگزین میں شائع ہوئی تھی، اس بنا پر اس کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۸ : ص ۲۹۲-۲۸۹

☆ آیات دوم: ص ۲۱۸-۲۱۵، ش ۷۸
☆ آیات سوم : ص ۳۵۷-۳۵۶، ش ۹۳
☆ گنجینہ م : ص ۸۲، ش ۱۰۹ (غ)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۵۰، ش ۱۰۶ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۴۱ ، الف و ب
☆ بیاض ۳ : ورق ۹۷، الف و ب
☆ بیاض ۴: ورق ۴۶ ، الف

آیات اوّل و دوم اور بیاض ۳ و ۴ میں یہ غزل ۱۳ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں یہی سب شعر ہیں۔ شعروں کی ترتیب آیات اوّل کے مطابق اس لیے نہیں رکھی کہ یگانہ نے آیات سوم اور گنجینہ م و ق میں آیات اوّل کا مقطع خارج کر کے اور ایک دوسرے شعر میں ترمیم کر کے اسے بطور مقطع شامل غزل کیا ہے۔ (رک : اختلاف نسخ) دونوں مقطعوں کو چوں کہ آخر میں درج کرنا تھا، اس لیے اشعار کی ترتیب میں تبدیلی ناگزیر تھی۔ کلیات میں

غزل کے ابتدائی دس شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ گنجینہ م و ق میں یہ غزل ۱۱ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں یہ شعر، ش: ۱ تا ۱۰ و ۱۳ پر ہیں۔ آیات سوم میں ۱۲ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش : ۱۲) اس میں نہیں ہے۔ بیاض ۱ میں ۱۴ شعر ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک : باقیات ۲۶۔

اختلاف نسخ :

شعر۳، مصرع ۱ : نظام دہر نے کیا کیا نہ کروٹیں بدلیں

آیات سوم : مزاج دہر نے..................

بیاض ۱ میں پہلے "نظام" لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے "مزاج" لکھا گیا۔

شعر۴، مصرع ۱ : ہنسی میں لغزش مستانہ اُڑ گئی واللہ

بیاض ۱ : ....اُڑ گئی واعظ

شعر۱۳ : یگانہ حال تو دیکھو زمانہ سازوں کا

ہوا میں جیسے بگولا خراب و خوار رہے

گنجینہ ق کے سوا باقی تمام مآخذ میں یہ شعر یوں ہے :

زمانہ سازوں کا مرکز نہ دائرہ کوئی

ہوا میں جیسے..........

زمانۂ تصنیف :

"مشاعرۂ مین پوری۔ ۱۹؍ مارچ ۱۹۲۵ء"۔ (بیاض ۱)

۸۹ : ص۲۹۴-۲۹۲

☆ آیات دوم: ص ۲۱۵-۲۱۳، ش ۸۶

☆ آیات سوم : ص ۳۵۸-۳۵۷، ش ۹۴

☆ گنجینہ م : ص ۸۱، ش ۱۰۷ (غ)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۴۹-۱۴۸، ش ۱۰۴ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۴۳ ب و ورق ۴۴، الف

☆ بیاض ۳ : ورق ۷۸، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۵۴ ب

آیات اوّل و دوم میں اس غزل میں ۱۰ شعر ہیں۔ یہی سب شعر کلیات میں ہیں۔ آیات سوم میں ۷ شعر ہیں۔ ۳ شعر (ش : ۴، ۸، ۹) اس میں نہیں ہیں۔ گنجینہ م و ق میں ۸ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۴، ۸) نہیں ہیں۔ بیاض ۱ میں بارہ شعر ہیں۔ دو زائد اشعار کے لیے رک : باقیات ۲۷۔ یہ زائد اشعار بعد میں قلم زد کیے گئے ہیں۔ بیاض ۳ و ۴ میں ۹ شعر ہیں۔ ایک (ش: ۸) نہیں ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر۴، مصرع ۱ : روح اپنی ہے بیگانہ ہر جنت و دوزخ

آیات دوم، بیاض ۳ و ۴ : ہر روح ہے بیگانہ..........

زمانۂ تصنیف :

"۱۹۲۵ء۔ علی گڑھ"۔ (آیات سوم، ص ۳۵۸)

"مشاعرۂ علی گڑھ۔ ۱۰؍ اکتوبر ۱۹۲۵ء"۔ (بیاض ۱)

۹۰ : ص ۲۹۶-۲۹۴

☆ آیاتِ دوم: ص ۲۱۲-۲۱۱ ، ش ۸۵
☆ آیاتِ سوم : ص ۳۵۹-۳۵۸ ، ش ۹۵
☆ گنجینہ م : ص ۸۲-۸۱ ، ش ۱۰۸ (غ)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۴۹ ، ش ۱۰۵ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۴۳ ب و ورق ۴۴ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۷۷ ب و ورق ۷۸ ، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۵۴ ، الف
☆ ماہنامہ ''بہارستان'' لاہور، مئی ۱۹۲۶ء : ص ۳۱

تمام مآخذ میں (سوائے بیاض ۱ کے) ۸ شعروں کی یہ غزل یکساں ہے۔ شعروں کی ترتیب مختلف ہے۔ کلیات میں ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ بیاض ۱ میں ایک مطلع زائد ہے۔ رک : باقیات ۴۸۔ اس بیاض میں یہ زائد مطلع ورق ۴۴ب پر دوبارہ لکھ کر قلم زد کیا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''بہارستان'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۱ : ص ۲۹۹-۲۹۶ (فارسی غزل)

☆ آیاتِ دوم: ص ۲۵۶-۲۵۳ ، ش ۱۰۳
☆ آیاتِ سوم : ص ۳۵۹ ، ش ۹۶
☆ گنجینہ م : ص ۳۲ ، ش ۳۷ (غ)
☆ گنجینہ ق : ص ۹۹ ، ش ۳۵ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۲ ، الف و ب
☆ بیاض ۳ : ورق ۹۰ ، الف و ب
☆ ماہنامہ ''صلائے عام'' دہلی، فروری ۱۹۲۳ء : ص ۳۲

۱۳ شعروں کی یہ غزل آیاتِ اوّل و دوم اور بیاض ۱ میں یکساں ہے۔ آیاتِ سوم میں یہ ۵ شعر شامل نہیں کیے گئے۔ ش : ۲، ۶، ۸، ۹، ۱۳۔ گنجینہ م و ق میں ۶ شعر ہیں۔ ۷ شعر جو شامل نہیں کیے گئے، اُن میں سے ۵ تو وہی ہیں جو آیاتِ سوم میں نہیں۔ مزید ۲ یہ ہیں۔ ش : ۳، ۷۔ بیاض ۳ میں ۷ شعر ہیں۔ ۶ تو وہی ہیں جو گنجینہ م و ق میں ہیں، مزید ایک شعر، غزل کا دوسرا شعر ہے۔ ''صلائے عام'' میں ۱۲ شعر ہیں۔ مطلع ثانی اس میں نہیں ہے۔
یگانہ نے یہ غزل خاقانی کی زمین میں لکھی ہے۔ بیاض ۱ میں غزل سے پہلے خاقانی کا یہ مصرع لکھا ہے :

دست چوں ماند بہ پایاں بر نتابد ہر دلے

اختلافِ نسخ :

شعر ۱۳، مصرع ۲ : شیوہ ہائے نامسلماں بر نتابد ہر دلے
بیاض ۱ : در گروہ نامسلماں ....

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''صلائے عام'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۲ : ص ۳۰۴-۲۹۹ (متفرقات)

(۱) ص ۲۹۹
نشتر کی غزل ۷ کے ۳ شعر۔ ش : ۱، ۷، ۱۰۔

(۲) ص ۲۹۹

نشتر کی غزل ۲۹ کا ایک شعر۔ ش: ۱۷۔

(۳) ص ۳۰۰-۲۹۹

☆ آیات دوم: ص ۲۸۵، ش ۱۲۹/۸ (متفرقات) ☆ بیاض ا: ورق ۱۰ ب

☆ ماہنامہ ''مخزن'' لاہور، اپریل ۱۹۱۸ء: ص ۳۱ ☆ ماہنامہ ''مخزن'' لاہور، اپریل ۱۹۲۰ء: ص ۴۹

آیات اوّل میں یہ غزل ۵ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات دوم میں اس میں ۳ شعر ہیں۔ ش: ۱، ۴، ۵۔ بیاض ا میں ۶ شعر ہیں۔ ایک شعر آیات اوّل سے زائد ہے۔ رک: باقیات ۲۹۔ ''مخزن'' (اپریل ۱۹۱۸ء) میں ایک شعر ہے۔ ش: ۲۔ ''مخزن'' (اپریل ۱۹۲۰ء) میں وہ سب شعر ہیں جو آیات اوّل اور باقیات میں ہیں۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''مخزن'' اپریل ۱۹۱۸ء میں یاس نے اپنے کلام کا انتخاب بعنوان ''نالۂ یاس دل خراش، نغمۂ یاس دل نشیں'' چھپوایا تھا۔ (ص ۳۱-۱۸)۔ اس انتخاب میں اس غزل کا دوسرا شعر شامل ہے۔ اس بنا پر غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۱۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

(۴) ص ۳۰۰

ایک شعر جو آیات اوّل کی غزل: ۸ میں شامل کیا گیا۔ ش: ۱۱

(۵) ص ۳۰۰

نشتر کی غزل: ۱۰ کا ایک شعر۔ ش: ۱۶ (مقطع)

(۶) ص ۳۰۰

آیات اوّل کی غزل: ۱۶ کا ایک شعر۔ ش: ۱۱

(۷) ص ۳۰۰

آیات اوّل کی غزل: ۱۸ کا ایک شعر۔ ش: ۶

(۸) ص ۳۰۰

نشتر کی غزل: ۶ کے ۲ شعر۔ ش: ۱، ۵

(۹) ص ۳۰۰

نشتر کی غزل: ۸ کا مطلعِ اوّل

(۱۰) ص ۳۰۰

آیات اوّل کی غزل: ۴۳ کا ایک شعر۔ ش: ۲ (مطلعِ ثانی)

(۱۱) ص ۳۰۰

آیات اوّل کی غزل: ۴۱ کا ایک شعر۔ ش: ۸

(۱۲) ص ۳۰۱

نشتر کی غزل: ۲۸ کا ایک شعر۔ ش: ۱۶ (مقطع)

(۱۳) ص ۳۰۱

آیات اوّل کی غزل: ۵۰ کا ایک شعر۔ ش: ۶

(۱۴) ص ۳۰۱

آیاتِ اوّل کی غزل: ۴۸ کا مطلعِ اوّل

(۱۵) ص ۳۰۱

آیاتِ اوّل کی غزل: ۶۶ کا مطلعِ اوّل

(۱۶) ص ۳۰۱

نشتر کی غزل: ۴۲ کا ایک شعر۔ ش: ۲۲

(۱۷) ص ۳۰۱

☆ بیاض ۱: ورق ۳۰ ب ☆ کچکول: ص ۵۳

☆ نقل غزل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

آیاتِ اوّل میں ۳ شعر ہیں اور بیاض ۱ میں ۵۔ ۲ زائد اشعار کے لیے رک: باقیات ۳۰۔ ان زائد اشعار میں سے دوسرا قلم زد کیا گیا ہے۔ ''کچکول'' سے استفادہ اُس وقت ممکن ہوا جب کلیات کی تدوین کا کام تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ اس میں بھی یہ غزل شامل ہے اور ۶ شعروں پر مشتمل ہے۔ اس میں مزید ایک شعر زائد ہے۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۲۔ نقل بخط شعلہ میں ۴ شعر ہیں۔ ۳ تو وہی ہیں جو آیاتِ اوّل میں ہیں اور چوتھا باقیات کا پہلا شعر ہے۔

اختلافِ نسخ:

شعر ۲، مصرع ۱ : جھلملانے لگا جس وقت چراغِ سحری

نقل بخط شعلہ : جھلملانے لگے جس ....

زمانۂ تصنیف:

''مشاعرۂ منصور نگر۔ ۱۹۱۴ء'' ۔ (بیاض ۱)

(۱۸) ص ۳۰۱

نشتر کی غزل: ۵۲ کے ۴ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۴، ۵

(۱۹) ص ۳۰۲

☆ آیاتِ دوم: ص ۲۸۴، ش ۷/۱۲۹

آیاتِ اوّل میں ۳ شعر ہیں۔ ان میں سے دوسرا آیاتِ دوم میں ہے۔ باقی دو شعروں (ش: ۱ و ۳) کو بعد میں یگانہ نے مثلث کیا تھا۔ یہ مثلث آیاتِ دوم میں شامل ہے۔ رک: مثلث و حاشیہ ۲۴، آیاتِ دوم۔

(۲۰) ص ۳۰۲

آیاتِ اوّل کی غزل: ۸۱ کا ایک شعر۔ ش: ۱۳

(۲۱) ص ۳۰۲

نشتر کی غزل: ۴۱ کے دو شعر۔ ش: ۹، ۱۷

(۲۲) ص ۳۰۲

نشتر کی غزل: ۳۴ کے ۲ شعر۔ ش: ۳، ۶

(۲۳) ص ۳۰۲

نشتر کی غزل: ۳۶ کا ایک شعر۔ ش: ۶

(۲۴) ص ۳۰۲

نشتر کی غزل: ۳۷ کے ۲ شعر۔ ش: ۱۰، ۱۲

(۲۵) ص ۳۰۳-۳۰۲

نشتر کی غزل: ۱۵ کے ۳ شعر۔ ش: ۱۱، ۱۲، ۱۵

(۲۶) ص ۳۰۳

نشتر کی غزل: ۱۶ کے ۲ شعر۔ ش: ۱، ۴

(۲۷) ص ۳۰۳

آیاتِ اوّل کی غزل: ۸۵ کا ایک شعر۔ ش: ۱۲

(۲۸) ص ۳۰۳

☆ بیاض ۱: ورق ۱۷ ب ☆ کچکول: ص ۱۰۲

آیاتِ اوّل اور بیاض ۱ میں ۳ شعر ہیں۔ ''کچکول'' میں ۴ ہیں۔ ایک زائد شعر کے لیے رک: ضمیمہ۲، ش ۱۲۔

زمانۂ تصنیف:

یہ اشعار ''کچکول'' کے اُس حصے میں ہیں جو ۱۹۱۸ء میں مرتب کیا گیا تھا۔ گمانِ غالب ہے کہ ان اشعار کا زمانۂ تصنیف یہی ہے۔

(۲۹) ص ۳۰۳

☆ بیاض ۱: ورق ۱۷ ب ☆ کچکول: ص ۱۰۶

آیاتِ اوّل اور بیاض ۱ میں صرف ایک مطلع ہے۔ کچکول میں مطلع کے ساتھ مقطع بھی ہے۔ رک: ضمیمہ۲، ش ۱۳۔

زمانۂ تصنیف:

یہ اشعار ''کچکول'' کے اُس حصے میں ہیں جو ۱۹۱۸ء میں مرتب کیا گیا تھا۔ گمانِ غالب ہے کہ ان اشعار کا زمانۂ تصنیف یہی ہے۔

(۳۰) ص ۳۰۳ (ایک شعر)

☆ بیاض ۱: ورق ۱۸ ب ☆ کچکول: ص ۶۸

☆ ماہنامہ ''مخزن'' لاہور، اپریل ۱۹۲۰ء: ص ۴۹

اختلافِ نسخ:

مصرع ۱ : یاس کے بیڑے کو گردابِ بلا میں ڈال کر

کچکول اور مخزن : .... میں چھوڑ کر

زمانۂ تصنیف:

یہ شعر کچکول کے اُس حصے میں ہے جو ۱۹۱۶ء میں مرتب کیا گیا تھا۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ اُسی زمانے کی تصنیف ہے۔

(۳۱) ص ۳۰۳ (ایک شعر)

☆ کچکول: ص ۵۴

زمانۂ تصنیف:

۱۹۱۶ء مطابق حاشیہ: ۳۰، مذکورۂ بالا۔

(۳۲) ص ۳۰۳

نشتر کی غزل: ۴۹ کا ایک شعر۔ ش: ۱۰

(۳۳) ص ۳۰۴

آیات اوّل کی غزل: ۸۲ کا ایک شعر۔ ش: ۸

(۳۴) ص ۳۰۴

آیات اوّل کی غزل: ۱۲ کے تین قطعہ بند اشعار۔ رک: حاشیہ ۱۲، آیات اوّل۔

(۳۵) ص ۳۰۴

آیات اوّل کی غزل: ۲۱ کا ایک شعر۔ ش: ۱۳

(۳۶) ص ۳۰۴

☆ بیاض ۱: ورق ۳۷ ب

یہ ۵ شعر آیات اوّل کے علاوہ صرف بیاض ۱ میں ملتے ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۴، مصرع ۱ : کیا جانیں خونِ ناحق یا آبِ آتشیں تھا

بیاض ۱ : کیا جانے خونِ ....

زمانۂ تصنیف:

۱۹۱۸ء (بیاض ۱)

(۳۷) ص ۳۰۴

یہ ۳ شعر کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہیں۔

☆☆☆

ترانہ

۱ : ص ۵

☆ ترانہ ق: ص ۱
☆ گنجینہ م : ص ۹۵، ش ۱ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۶، ش ۲۶ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۹ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، اپریل ۱۹۳۱ء: ص ۴۸

ترانہ م میں رباعی کے آخر میں قوسین میں جو الفاظ (اُٹھو سکھی پھر سو لینا) لکھے ہیں، وہ سوائے ''نیرنگ خیال'' کے کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہیں۔*

زمانۂ تصنیف :
رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲ : ص ۶

☆ ترانہ ق: ص ۲
☆ گنجینہ م : ص ۱۰۳، ش ۱۶ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۶، ش ۲۷ (ر)
☆ بیاض ۱: ورق ۴۸ ب و ورق ۵۳ ، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۷۹ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، عید نمبر، فروری ، مارچ ۱۹۳۱ء : ص ۴۸

بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۵۳ ، الف پر قلم زد کر دی گئی ہے۔ رسالہ ''نیرنگ خیال'' اپریل ۱۹۳۱ء میں یہ رباعی دوبارہ شائع ہوئی ہے۔ رباعی ۱، اور بعض دوسری رباعیوں کے ساتھ (ص ۴۸)۔

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : دل کی آواز گوش دل سے سن کر
بیاض ۱، قلم زدہ متن : افسانۂ درد گوش دل سے سن کر

---

* رباعیات پر عنوانات صرف ترانہ م و ق میں ہیں، یا پھر بعض رسائل میں یہ رباعیات عنوانات کے ساتھ شائع ہوئی ہیں۔ کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں عنوانات نہیں ہیں۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳ : ص ۷

☆ ترانہ ق: ص۳
☆ گنجینہ م : ص۱۰۳، ش ۱۷ (ر)
☆ بیاض۴: ورق ۷۹ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' اگست ۱۹۳۱ء : ص ۴

زمانۂ تنصیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴ : ص ۸

☆ ترانہ ق : ص۴
☆ گنجینہ م : ص۱۰۴، ش ۱۸ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص۱۴، ش ۲۰ (ر)
☆ بیاض۴: ورق ۷۹ ب
☆ ماہنامہ ''عالم گیر'' لاہور، عید نمبر، فروری ۱۹۳۲ء: ص ۷۸

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''عالم گیر'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵ : ص ۹

☆ ترانہ ق: ص ۵
☆ گنجینہ م : ص ۱۰۶، ش ۲۲ (ر)
☆ بیاض۴: ورق ۷۹، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، اکتوبر ۱۹۲۷ء : ص۵۴

ترانہ ق میں اس رباعی کا عنوان پہلے ''بھرم کُھل جاتا'' لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے ترانہ م کے مطابق ''معمائے ہستی'' لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶ : ص ۱۰

☆ ترانہ ق: ص۶
☆ بیاض ۱: ورق ۵۵ ب و ورق ۵۷، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جون ۱۹۲۸ء : ص ۹

بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۵۵ ب پر ابتدائی متن لکھ کر قلم زد کیا گیا ہے جو یہ ہے:

کیا پردۂ غیب کھولتا ہے ناداں
گونگے کی بولی بولتا ہے ناداں
فردا کی خبر ہے نہ پسِ فردا کی
اندھوں کی طرح ٹٹولتا ہے ناداں

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷ : ص ۱۱

☆ ترانہ ق: ص۷
☆ گنجینہ ق: ص ۱۴۱، ش ۱۵۱ (ر)
☆ گنجینہ م: ص ۱۰۵، ش ۲۱ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۹، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۲۹ء: ص ۵۲

اختلاف نسخ:

رباعی پر جو حاشیہ ہے، وہ ترانہ ق کے سوا کسی ماخذ میں نہیں۔

مصرع ۳ : پردہ ہر دم یوں ہی بدلتا جائے
نیرنگ خیال : پردہ ہاں ہاں یونھی بدلتا جائے

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸ : ص ۱۲

☆ ترانہ ق: ص۸
☆ بیاض ۴: ورق ۷۹، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، دسمبر ۱۹۲۷ء: ص ۶۹
☆ گنجینہ م: ص ۱۰۶، ش ۲۳ (ر)

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹ : ص ۱۳

☆ ترانہ ق: ص۹
☆ گنجینہ ق: ص ۱۵، ش ۲۲ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۸ ب
☆ گنجینہ م: ص ۱۰۷، ش ۲۴ (ر)
☆ بیاض ۱: ورق ۶۲، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، ستمبر ۱۹۲۷ء: ص ۹

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰ : ص ۱۴

☆ ترانہ ق: ص۱۰
☆ گنجینہ ق: ص ۱۱، ش ۴ (ر)
☆ گنجینہ م: ص ۱۰۸، ش ۲۷ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۸ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، دسمبر ۱۹۲۷ء: ص ۶۹
☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور، ستمبر ۱۹۲۸ء: ص ۱۸۱

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : کھاتا کب تک حباب دنیا کی ہوا

رسالہ ''زمانہ'' : . . . . دریا کی ہوا

س ک :

گنجینہ م، مصرع ۱ میں ''درپے'' کی جگہ ''درپۓ'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱ : ص ۱۵

☆ ترانہ ق: ص۱۱
☆ گنجینہ م : ص ۱۰۸، ش ۲۶ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۱، ش ۵ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۸۷ ب
☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، اپریل ۱۹۲۹ء: ص ۳۴۰

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''ہمایوں'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲ : ص ۱۶

☆ ترانہ ق: ص۱۲
☆ گنجینہ م : ص ۱۰۹، ش ۲۸ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۵، ش ۲۳ (ر)
☆ بیاض ۱: ورق ۵۴ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۸۷ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جون ۱۹۲۷ء: ص ۶۲

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں یہ رباعی ''ترانہ'' کی تین دیگر رباعیوں (ش: ۱۹، ۵۵، ۱۱۰) کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ آخر میں یگانہ کے نام کے ساتھ ''شاہ گنج لکھنؤ، ۱۶ر مئی ۱۹۲۷ء'' لکھا ہے۔ اس بنا پر چاروں رباعیوں کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳ : ص ۱۷

☆ ترانہ ق: ص۱۲ کے بعد کے زائد ورق کا ص الف
☆ گنجینہ م : ص ۱۰۷، ش ۲۵ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۵، ش ۲۴ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۸۷ ب
☆ ماہنامہ ''عالم گیر'' لاہور، خاص نمبر ۱۹۳۳ء: ص ۱۴۲

اختلاف نسخ :

مصرع ۲ : میں زندۂ جاوید ہوں، آ مجھ سے پوچھ

ترانہ ق میں پہلے یہ مصرع اس صورت میں تھا:

مٹنے کا نہیں نقش وفا مجھ سے پوچھ

اسے قلم زد کر کے مندرجۂ بالا مصرع لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''عالم گیر'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۲ء، متعین کیا جاسکتا ہے۔ (یہ خاص نمبر ۱۹۳۳ء کے شروع میں شائع ہوا تھا)۔

۱۴: ص ۱۸

☆ ترانہ ق: ص۱۳

☆ بیاض۴: ورق ۷۸، الف

☆ گنجینہ م: ص ۱۰۹، ش ۲۹ (ر)

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، اکتوبر ۱۹۲۷ء: ص۵۴

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۵: ص ۱۹

☆ ترانہ ق: ص۱۴

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳، ش ۱۱ (ر)

☆ گنجینہ م: ص ۹۶، ش ۳ (ر)

☆ بیاض۴: ورق ۷۸، الف

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سال نامہ ۱۹۳۰ء: ص۱۵۳

س ک:

مصرع ۳: یا غنچۂ سربستہ چٹکنے کے لیے

''نیرنگ خیال'' میں پہلے دو لفظوں کی جگہ ''با غنچۂ'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

سال نامہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ واضح رہے کہ ''نیرنگ خیال'' کا ہر سال نامہ سال گزشتہ کے آخر میں شائع ہوتا تھا۔

۱۶: ص ۲۰

☆ ترانہ ق: ص۱۵

☆ بیاض۴: ورق ۷۸، الف

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سال نامہ ۱۹۳۰ء: ص۱۵۳

زمانۂ تصنیف:

۱۹۲۹ء۔ رک: حاشیہ ۱۵، مندرجۂ بالا۔

۱۷: ص ۲۱

☆ ترانہ ق: ص۱۶

☆ بیاض۴: ورق ۷۸، الف

☆ گنجینہ م: ص ۹۷، ش ۴ (ر)

۱۸ : ص۲۲

☆ ترانہ ق: ص۱۷
☆ گنجینہ ق: ص۴۲، ش ۱۵۶ (ر)
☆ بیاض۴: ورق ۷۸، الف
☆ گنجینہ م: ص ۱۱۹، ش ۴۹ (ر)
☆ بیاض ۱: ورق ۵۵، الف

۱۹ : ص ۲۳

☆ ترانہ ق: ص۱۸
☆ بیاض ۱: ورق ۵۸ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جون ۱۹۲۷ء، ص ۶۲

اختلاف نسخ :

مصرع ۲ : پھر تحفۂ درد مول لیتا ہوں میں
بیاض ۱ : پھر کیا کیا درد مول ہوں میں

بیاض ۱ میں یہ مصرع قلم زد کر کے مذکورۂ بالا مصرع لکھا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۲۷ء۔ رک : حاشیہ ۱۲، مذکورۂ بالا۔

۲۰ : ص ۲۴

☆ ترانہ ق: ص ۱۹ و ۹۳
☆ گنجینہ ق : ص۴۲، ش ۱۵۷ (ر)
☆ گنجینہ م : ص ۱۱۹، ش ۴۸ (ر)
☆ بیاض۴: ورق ۷۷ ب

اختلاف نسخ :

ترانہ ق میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ص ۹۳ پر قلم زد کی گئی ہے۔ قلم زد رباعی پر عنوان ''عیش پرستوں کی دنیا'' ہے۔ حاشیے کے الفاظ ''ٹھیٹھ محاورہ ہے'' ترانہ ق میں یوں ہیں: ''ٹھیٹھ اردو کا محاورہ ہے''۔ یہ حاشیہ ترانہ م و ق کے، علاوہ کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۲۱ : ص ۲۵

☆ ترانہ ق: ص۲۰
☆ گنجینہ ق : ص ۱۲، ش ۶ (ر)
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سال نامہ ۱۹۳۲ء: ص ۱۲۰
☆ گنجینہ م : ص ۹۷، ش ۵ (ر)
☆ بیاض۴: ورق ۷۷ ب

زمانۂ تصنیف :

یہ رباعی ''نیرنگ خیال'' کے جس سال نامے میں چھپی تھی، وہ ۱۹۳۱ء کے آخر میں شائع ہوا تھا۔ یہی اس رباعی کا زمانۂ تصنیف متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۲ : ص ۲۶

☆ ترانہ ق: ص۲۱
☆ گنجینہ ق : ص ۴۱ ، ش ۱۵۲
☆ گنجینہ م : ص ۱۱۰ ، ش ۳۱ (ر)
☆ بیاض۴: ورق ۷۷ ب

۲۳ : ص ۲۷

☆ ترانہ ق: ص۲۲
☆ بیاض۴: ورق ۷۷ ب
☆ گنجینہ م : ص ۱۱۱ ، ش ۳۲ (ر)
☆ ماہنامہ ''عالم گیر'' لاہور، سالانہ نمبر۱۹۳۲ء، ص ۶۵

اختلاف نسخ :

مصرع۳ :

ترانہ م : بیداریِ موہوم ہے قانونِ حیات
گنجینہ م و بیاض۴ : .... ہے آئین حیات

کلیات میں یہ مصرع گنجینہ م کے مطابق لکھا گیا ہے کیوں کہ یہ بعد کی تصحیح ہے۔
رسالہ ''عالم گیر'' میں رباعی کا عنوان یہ ہے: ''پیام یگانہ (عالم ہستی۔ نظام غفلت)''

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''عالم گیر'' کا محولہ بالا سالانہ نمبر ۱۹۳۱ء کے آخر میں شائع ہوا تھا، یہی اس رباعی کا زمانہ تصنیف متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۴ : ص ۲۸

☆ ترانہ ق: ص۲۳
☆ بیاض۴: ورق ۷۷ ب
☆ گنجینہ م : ص ۱۱۱ ، ش ۳۳ (ر)

۲۵ : ص ۲۹

☆ ترانہ ق: ص۲۴
☆ گنجینہ ق : ص ۴۱ ، ش ۱۵۳ (ر)
☆ گنجینہ م : ص ۱۱۰ ، ش ۳۰ (ر)
☆ بیاض۴: ورق ۷۷ ، الف

اختلاف نسخ :

مصرع۴ : اعجاز ہنر ہے یا کوئی دھوکا ہے
ترانہ ق : آنکھوں کا یہ پردہ بھی عجب پردہ ہے

ترانہ ق میں یہ مصرع قلم زد کر کے مذکورۂ بالا مصرع لکھا گیا ہے۔

۲۶ : ص ۳۰

☆ ترانہ ق: ص۲۵
☆ گنجینہ ق : ص ۱۷ ، ش ۳۱ (ر)
☆ گنجینہ م : ص ۱۱۲ ، ش ۳۵ (ر)
☆ بیاض۴: ورق ۷۷ ، الف

۲۷ : ص ۳۱

☆ ترانہ ق: ص۲۶ ☆ گنجینہ م : ص۱۰۱، ش ۱۳ (ر)

☆ بیاض۴: ورق ۷۷ ، الف ☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، دسمبر ۱۹۲۷ء: ص۶۹

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۸ : ص ۳۲

☆ ترانہ ق: ص۲۷ ☆ گنجینہ م : ص ۱۰۱، ش ۱۲ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۳، ش ۱۳ (ر) ☆ بیاض۴: ورق ۷۷ ، الف

س ک :

مصرع ۱: ترانہ م میں ''ایک'' کی جگہ ''اک'' ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

۲۹ : ص ۳۳

☆ ترانہ ق: ص۲۸ ☆ گنجینہ م : ص۱۰۲، ش ۱۴ (ر)

☆ بیاض۴: ورق ۷۷ ، الف ☆ ماہنامہ ''ساقی'' دہلی ، جون ۱۹۳۲ء

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''ساقی'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۰ : ص ۳۴

☆ ترانہ ق: ص۲۹ ☆ گنجینہ م : ص ۱۱۲، ش ۳۴ (ر)

☆ بیاض۴: ورق ۷۶ ب ☆ ماہنامہ ''خیالستان'' لاہور، مارچ ۱۹۳۲ء: ص ۲۸

س ک :

مصرع ۴ : گنجینہ م میں ''در دل'' کی جگہ ''درد دل'' چھپا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''خیالستان'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۱ : ص ۳۵

☆ ترانہ ق: ص۳۰ ☆ گنجینہ م : ص ۱۰۰، ش ۱۰ (ر)

☆ بیاض۴: ورق ۷۶ ب

☆ ماہنامہ ''چاند'' الہ آباد، ایڈیٹر نمبر، نومبر، دسمبر ۱۹۳۰ء : ص ۳۲۷

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''چاند'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۲ : ص ۳۶

☆ ترانہ ق: ص۳۱

☆ گنجینہ م : ص ۱۰۰ ، ش ۱۱ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص۱۳ ، ش ۱۲ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۷۶ ب

☆ ماہنامہ ''چاند'' الہ آباد، ایڈیٹر نمبر، نومبر، دسمبر ۱۹۳۰ء : ص ۷۳۲

اختلاف نسخ :

ترانہ ق میں عنوان ''گم گشتگی'' لکھا تھا، اسے قلم زد کر کے ''سر گشتگی'' لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۳۰ء ۔ مطابق حاشیہ رباعی : ۳۱، مندرجۂ بالا۔

۳۳ : ص ۳۷

☆ ترانہ ق: ص۳۲

☆ گنجینہ م : ص ۹۹ ، ش ۹ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۲ ، ش ۱۰ (ر)

☆ بیاض ۱: ورق ۶۱ ، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۷۶ ب

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، ستمبر ۱۹۲۷ء : ص ۹

اختلاف نسخ :

بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ پہلی مرتبہ (ورق ۶۱ ، الف) قلم زد کی گئی ہے۔ قلم زدہ متن میں پہلے دو مصرعے ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں اور تیسرا مصرع اس صورت میں ہے :

کعبے کی راہ کیا ہے، گھر سے در تک

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۳۴ : ص ۳۸

☆ ترانہ ق: ص۳۳

☆ گنجینہ م : ص۹۹ ، ش ۸ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۲ ، ش ۹ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۷۶ ب

☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، اکتوبر ۱۹۲۸ء : ص ۷۵۸

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''ہمایوں'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۳۵ : ص ۳۹

☆ ترانہ ق: ص۳۴

☆ گنجینہ م : ص ۱۰۲ ، ش ۱۵ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۶ ، ش ۲۸ (ر)

☆ بیاض ۱: ورق ۵۹ ، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۷۶ ، الف

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جون ۱۹۲۸ء : ص ۹

اختلاف نسخ :

بیاض ا میں یہ رباعی دو جگہ لکھی ہے۔ ایک جگہ (ورق ۵۹، الف) قلم زد کی گئی ہے۔ قلم زدہ متن میں مصرع ۳، اس صورت میں ہے:

دریا میں قرار ہے نہ صحرا میں قرار

اس رباعی کے ساتھ ترانہ م میں جو حاشیہ ہے، وہ ترانہ ق کے علاوہ کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

یگانہ نے اس رباعی کے حاشیے میں لفظ ''ڈگن'' کے یہ معنی لکھے ہیں :

''مچھلی کے شکار کے لیے ڈور میں جو کانٹا باندھا جاتا ہے، اُسے ڈگن کہتے ہیں''۔

علامہ مضحک دہلوی (افضل حسین چشتی، شاہد احمد دہلوی کے ایک قریبی عزیز کا قلمی نام) نے یگانہ سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا :

''ڈگن اُس چھڑ کو کہتے ہیں جس میں ڈور باندھی جاتی [ہے]۔ مچھلی کا شکار جال کے علاوہ دو طریقوں پر ہوتا ہے۔ ایک وہ طریقہ جس میں وزن باندھ کر کانٹا ڈور پانی میں پھینک دیتے ہیں اور وہ تہ میں بیٹھ جاتا ہے، اور اس کو اصطلاح میں شست کہتے ہیں۔ دوسرا طریقہ ڈگن، بنسی یا چھڑ کا ہوتا ہے۔ پھر ڈگن لگنا غلط محض ہے، ڈگن لگائی جاتی ہے اور مچھلی لگتی ہے۔ اس لیے :

تازہ کوئی ڈگن لگی ہے شاید

والا مصرع بہ اعتبار زبان غلط محض ہے''۔

(مضمون : ''الٹا بخیہ، میرزا یگانہ، عقل وخرد سے بیگانہ''۔ ماہنامہ ''ساقی'' دہلی، اپریل ۱۹۳۴ء: ص ۵۹-۵۸)

یگانہ نے مذکورہ مصرعے میں کسی گنجائش کلام کو تسلیم نہیں کیا لیکن ''ڈگن'' کے معنی بیان کرنے میں سہوِ قلم کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے :

''ڈگن کے متعلق نوٹ میں یہ لکھنا چاہیے تھا کہ ڈگن اُس کانٹے سے مراد ہے جو مچھلی کے شکار کے لیے ڈور میں باندھا جاتا ہے ... قلم یہ لکھ گیا، ڈگن اُس کانٹے کو کہتے ہیں، اس سے معترض کو زبان پکڑنے کا موقع مل گیا۔ مگر معترض کا یہ قول درست نہیں کہ ڈگن لگنا محاورہ نہیں ہے یا ڈگن لگتی نہیں لگائی جاتی ہے ... مچھلی بازوں کی اصطلاح میں ... ڈگن نہ تو اُس چھڑ کو کہتے ہیں جس میں ڈور اور کانٹا بندھا ہوتا ہے اور نہ محض کانٹے کو کہتے ہیں بلکہ چھڑ اور ڈور اور کانٹے کے مجموعے کا نام ہے ڈگن اور اسی ڈگن کو بنسی بھی کہتے ہیں جس میں چھڑ اور ڈور اور کانٹا شامل ہے ... مگر شاعر ڈگن جب کہے گا کانٹے ہی سے مراد لے گا ... یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ڈگن لگنا محاورہ نہیں ہے۔ ڈگن لگے ہی گی نہیں تو مچھلی پھنسے گی کیوں کر؟''

(''میرزا یگانہ کی دوسری کھلی چٹھی بنام ایڈیٹر صاحب ساقی''۔ ماہنامہ ''ساقی'' دہلی، جون ۱۹۳۴ء : ص ۷۹-۷۸)

زمانۂ تصنیف:
رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۶ : ص ۴۰

☆ ترانہ ق: ص ۳۵
☆ گنجینہ م: ص ۱۱۳، ش ۳۶ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۲۶، ش ۸۷ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۶، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' اکتوبر ۱۹۲۷ء: ص ۵۴

زمانۂ تصنیف:
رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۷ : ص ۴۱

☆ ترانہ ق: ص ۳۶
☆ گنجینہ م: ص ۱۱۳، ش ۳۷ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۶، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سال نامہ ۱۹۳۱ء: ص ۱۴۷

س ک:
رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں رباعی کے پہلے مصرعے میں ''بچھڑتے'' کی جگہ ''بچھڑتے'' لکھا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف:
رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی وجہ سے اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۸ : ص ۴۲

☆ ترانہ ق: ص ۳۷
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، نومبر ۱۹۳۱ء: ص ۴۹

اختلاف نسخ:
مصرع ۲ : ملنے لگا پھر سازِ دلِ گم گشتہ
نیرنگ خیال : بجنے لگا پھر ....

زمانۂ تصنیف:
رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۹ : ص ۴۳

☆ ترانہ ق: ص ۳۸
☆ گنجینہ م: ص ۱۱۴، ش ۳۸ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۷، ش ۳۲ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۶، الف
☆ ماہنامہ ''عالم گیر'' لاہور، اکتوبر ۱۹۳۱ء: ص ۱۰

س ک :
ترانہ م میں مصرع ۳ میں ''تری'' کی جگہ ''تیری'' لکھا ہے۔ کلیات میں گنجینہ ق کے مطابق تصحیح کی گئی۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''عالم گیر'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۰ : ص ۴۴

☆ ترانہ ق: ص ۳۹
☆ گنجینہ م : ص ۱۱۴، ش ۳۹
☆ گنجینہ ق : ص ۱۶، ش ۳۰ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۶، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سال نامہ ۱۹۳۲ء : ص ۱۲۰

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : آئینے میں کیا دیکھتا ہے رنگ اپنا
نیرنگ خیال : آئینے میں کیا دیکھتا ہے اپنی بہار

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۱ : ص ۴۵

☆ ترانہ ق: ص ۴۰
☆ گنجینہ م : ص ۱۷۴، ش ۱۵۸ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۴۰، ش ۱۴۹ (ر)
☆ بیاض ۱: ورق ۴۶ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۷۵ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، اپریل ۱۹۳۱ء: ص ۳۸

اختلاف نسخ :

بیاض ۱ میں ایک ہی صفحے پر یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ دوسرا متن قلم زد کیا گیا ہے۔ قلم زدہ متن میں پہلے دو مصرعے ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں، اور تیسرا مصرع اس صورت میں ہے:

اللہ رے سکونِ ازلی و ابدی

رباعی کا جو متن قلم زد نہیں کیا گیا، اُس میں تیسرا مصرع یوں ہے :

اے شوقِ وصالِ ازلی و ابدی

جب کہ باقی سب مآخذ میں یہ مصرع یوں ہے :

اے شوقِ وصال اے تمنائے سکوں

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۲ : ص ۴۶

☆ ترانہ ق: ص۴۱ ☆ گنجینہ م: ص ۱۱۶، ش ۴۲ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۸، ش ۳۷ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۵، الف

☆ ماہنامہ ''ساقی'' جون ۱۹۳۲ء

زمانۂ تصنیف:

ماہنامہ ''ساقی'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۳ : ص ۴۷

☆ ترانہ ق: ص۴۲ ☆ گنجینہ ق: ص ۱۸، ش ۳۸ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۷۵، الف ☆ ماہنامہ ''چاند'' الہ آباد، مارچ ۱۹۳۰ء: ص ۳۲۱

اختلاف نسخ:

یہ رباعی ترانہ م کی دو اور رباعیات (ش :۵۱، ۱۵۸) کے ساتھ رسالہ ''چاند'' محولۂ بالا میں شائع ہوئی تھی۔ ان رباعیوں کا عنوان ''یگانہ کی عید'' تھا۔ یہ عنوان دوسرے کسی ماخذ میں نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''چاند'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۴ : ص ۴۸

☆ ترانہ ق: ص۴۳ ☆ گنجینہ م: ص ۱۷۶، ش ۱۶۳ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۴۰، ش ۱۵۰ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۵ ب

☆ ماہنامہ ''عالم گیر'' لاہور، جنوری ۱۹۳۳ء: ص ۴۴

☆ ماہنامہ ''جہانگیر'' لاہور، جولائی (خاص نمبر) ۱۹۳۲ء: ص ۱۲۶

اختلاف نسخ:

رسالہ ''جہانگیر'' میں عنوان ''کیا کروں کیا نہ کروں'' اور رسالہ ''عالم گیر'' میں ''کشمکش آرزو'' ہے۔

مصرع ۴ : ایک اور گنہ کرلوں کہ توبہ کرلوں

گنجینہ م و ق کے سوا تمام ماخذ میں ''ایک'' کی جگہ ''اک'' ہے۔ گنجینہ ق کے مطابق کلیات میں ''ایک'' لکھا گیا۔

زمانۂ تنصیف:

رسالہ ''جہانگیر'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۵ : ص ۴۹

☆ ترانہ ق: ص۴۴
☆ گنجینہ م: ص۱۷۳، ش ۱۵۶(ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۲۳، ش ۶۲ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۵ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، ستمبر ۱۹۳۱ء: ص۴

اختلاف نسخ:

مصرع ۳و۴ : کیا کیجیے دادِ حُسن دیتے ہی بنی
دُکھتے ہوئے دل سے آہ کر لیتا ہوں

تمام مآخذ میں یہ دو مصرعے اسی صورت میں ہیں لیکن گنجینہ ق میں اس صورت میں:

وہ حسنِ کشش کہ داد دیتے ہی بنی
دل تھام کے آہ آہ کر لیتا ہوں

گنجینہ م، نسخۂ باقر حسنین رضوی میں بھی یہ ترامیم بخط یگانہ ملتی ہیں۔ کلیات میں یہ دونوں مصرعے گنجینہ ق کے مطابق ہیں۔

س ک:

ترانہ م میں عنوان میں ''دیتے'' کی جگہ ''دیتی'' لکھا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۶ : ص ۵۰

☆ ترانہ ق: ص۴۵
☆ گنجینہ م: ص۱۷۳، ش ۱۵۷ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۸، ش ۴۰ (ر)
☆ بیاض ۱: ورق ۴۶ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۷۵ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، ستمبر ۱۹۲۷ء: ص ۱۰
☆ ماہنامہ ''ساقی'' دہلی، فروری ۱۹۳۲ء: ص ۸

اختلاف نسخ:

رسالہ ''ساقی'' میں اس رباعی کا عنوان ''حقیقتِ تلخ'' ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۷ : ص ۵۱

☆ ترانہ ق: ص۴۶
☆ گنجینہ م: ص ۱۷۶، ش ۱۶۲ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۲۳، ش ۶۱ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۵، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۳۰ء: ص ۶۵

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : دل کے گاہک ہیں کیا سیانے گاہک

نیرنگ خیال : .... ہیں کیا ہی سیانے گاہک

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "نیرنگ خیال" محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۸ : ص ۵۲

☆ ترانہ ق: ص ۴۷ ☆ گنجینہ م: ص ۱۷۲، ش ۱۵۵ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۷۵، الف

۴۹ : ص ۵۳

☆ ترانہ ق: ص ۴۸ ☆ بیاض ۴: ورق ۷۴ ب

☆ ماہنامہ "خیالستان" لاہور، اکتوبر، نومبر ۱۹۳۰ء: ص ۱۱۰

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "خیالستان" محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۰ : ص ۵۴

☆ ترانہ ق: ص ۴۹ ☆ گنجینہ م: ص ۱۲۰، ش ۵۱ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۹، ش ۴۱ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۵، الف

☆ ماہنامہ "نیرنگ خیال" لاہور، جنوری ۱۹۲۸ء: ص ۶۷

اختلاف نسخ:

ترانہ ق میں پہلے عنوان "ستم کر کے کرم کرنا" لکھا تھا۔ اسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "نیرنگ خیال" محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۱ : ص ۵۵

☆ ترانہ ق: ص ۵۰ ☆ گنجینہ م: ص ۱۱۵، ش ۴۰ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۸، ش ۳۶ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۴ ب

☆ ماہنامہ "نیرنگ خیال" لاہور، دسمبر ۱۹۲۷ء: ص ۶۹ ☆ ماہنامہ "چاند" الہ آباد، مارچ ۱۹۳۰ء: ص ۳۲۱

اختلاف نسخ :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' میں اس رباعی کا ابتدائی متن چھپا ہے جو یہ ہے :

عید اپنی منا لیتے محرم ہی سہی
مل جاتے کہیں آپ جہنم ہی سہی
صد جنت بے خودی ہے کروٹ کروٹ
گہوارۂ عیش، جان جوکھم ہی سہی

رسالہ ''چاند'' میں یہ رباعی، دو اور رباعیوں (ش: ۴۳ و ۱۵۸) کے ساتھ ''یگانہ کی عید'' کے عنوان کے تحت شائع ہوئی ہے۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ رسالہ ''چاند'' میں اس رباعی کا متن ترانہ م کے مطابق ہے۔ اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ رباعی کے متن میں اصلاح کا عمل ۱۹۳۰ء کے دوران ہوا ہے۔

۵۲ : ص ۵۶

☆ ترانہ ق: ص۵۱
☆ گنجینہ م : ص ۱۱۵ ، ش ۴۱ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۷ ، ش ۳۵ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۴ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جنوری ۱۹۲۸ء : ص ۶۷

اختلاف نسخ :

مصرع ۴ :	بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لینا تھا
رسالہ ''نیرنگ خیال'' :	بہتے دریا میں ہاتھ دھو لینا تھا

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۳ : ص ۵۷

☆ ترانہ ق: ص۵۲
☆ گنجینہ م : ص ۱۲۰ ، ش ۵۰ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۲۱ ، ش ۵۱ (ر)
☆ بیاض ۱: ورق ۵۶ ، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۷۴ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جون ۱۹۲۸ء : ص ۹

زمانہ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۴ : ص ۵۸

☆ ترانہ ق: ص۵۳
☆ گنجینہ م : ص ۱۲۱ ، ش ۵۲ (ر)
☆ بیاض ۱: ورق ۵۵ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۷۴ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جون ۱۹۲۸ء : ص ۹

اختلاف نسخ:

ترانہ ق میں رباعی کا عنوان پہلے "یاد ایام" لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "نیرنگ خیال" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۵ : ص ۵۹

☆ ترانہ ق: ص ۵۴ ☆ گنجینہ م: ص ۱۲۱، ش ۵۳ (ر)

☆ بیاض ۱: ورق ۵۴ ب ☆ بیاض ۴: ورق ۷۴، الف

☆ ماہنامہ "نیرنگ خیال" لاہور، جون ۱۹۲۷ء: ص ۶۲

س ک:

ترانہ م، مصرع ۱ میں "زندہ دلی" کے بعد لفظ "کا" لکھنے سے رہ گیا ہے۔

گنجینہ م و رسالہ "نیرنگ خیال": مصرع ۲ میں "پر" کی جگہ "پہ" لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

۱۹۲۷ء ۔ رک: حاشیہ ۱۲، مندرجۂ بالا۔

۵۶ : ص ۶۰

☆ ترانہ ق: ص ۵۵ ☆ گنجینہ م: ص ۱۱۶، ش ۴۳ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۸، ش ۳۹ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۴، الف

☆ ماہنامہ "نیرنگ خیال" لاہور، جنوری ۱۹۲۹ء: ص ۳۳

اختلاف نسخ:

ترانہ ق میں عنوان پہلے "پیری کی ہوس" لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "نیرنگ خیال" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۷ : ص ۶۱

☆ ترانہ ق: ص ۵۶ ☆ گنجینہ م: ص ۱۱۷، ش ۴۵ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۹، ش ۴۵ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۴، الف

اختلاف نسخ:

مصرع ۲، گنجینہ ق : کیا کیا گلِ بے خار لٹے ہیں سے

باقی تمام ماخذ : کیا کیا گل پیرہن لٹے ہیں سے

کلیات میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

۵۸ : ص ۶۲

☆ ترانہ ق : ص ۵۷ ☆ گنجینہ م : ص ۱۱۷، ش ۴۴ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۹، ش ۴۴ (ر) ☆ بیاض ۴ : ورق ۴۷، الف

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، اگست ۱۹۲۸ء : ص ۵۴

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : پھولوں سے لدی ہوئی دُلھن کیا جانے

رسالہ ''نیرنگ خیال'' : .... دُلھن البیلی

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۹ : ص ۶۳

☆ ترانہ ق: ص ۵۸ ☆ گنجینہ م : ص ۱۱۸، ش ۴۷ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۹، ش ۴۳ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۴۷، الف

☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، اکتوبر ۱۹۲۸ء : ص ۷۵۸

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''ہمایوں'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۰: ص ۶۴

☆ ترانہ ق: ص ۵۹ ☆ بیاض ۴: ورق ۴۷ ب

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۲۹ء، ص ۵۲

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۱ : ص ۶۵

☆ ترانہ ق: ص ۶۰ ☆ گنجینہ م : ص ۱۱۸، ش ۴۶ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۹، ش ۴۲ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۴۷ ب

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، اگست ۱۹۲۸ء، ص ۵۴

اختلاف نسخ :

مصرع ۲ : کیوں، چاند کو گہن میں نہیں دیکھا شاید

گنجینہ ق کے سوا باقی تمام مآخذ میں ''کیوں'' کی جگہ ''ہاں'' ہے۔ کلیات میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

زمانۂ تصنیف:
رسالہ "نیرنگ خیال" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۲ : ص ۶۶

☆ ترانہ ق : ص ۶۱

۶۳ : ص ۶۷

☆ ترانہ ق: ص ۶۲
☆ گنجینہ م : ص ۱۲۳، ش ۵۶ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۳ ب

۶۴ : ص ۶۸

☆ ترانہ ق : ص ۶۳
☆ گنجینہ م : ص ۱۲۳، ش ۵۷ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۴۲، ش ۱۵۸ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۳ ب
☆ مکتوب یگانہ بنام دوارکا داس شعلہ، مؤرخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۲۸ء، کتابی سلسلہ: "تخلیقی ادب" کراچی۔ شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء : ص ۴۷۰
☆ ماہنامہ "نیرنگ خیال" لاہور، ستمبر ۱۹۲۸ء : ص ۶

زمانۂ تصنیف:
محولۂ بالا مکتوب کے ساتھ یگانہ نے چھ رباعیاں بھیجی تھیں۔ زیر نظر رباعی بھی اُن میں شامل ہے۔ ان رباعیوں کے بارے میں مکتوب میں یگانہ نے لکھا ہے کہ

"چند تازہ رباعیاں ارسال کرتا ہوں مگر انھیں کہیں چھپوایئے گا نہیں کیوں کہ 'نیرنگ خیال' کے ہاتھ فروخت ہوچکی ہیں"۔ (ص ۴۷۰)

اس سے واضح ہے کہ یہ رباعی ۱۹۲۸ء کی تصنیف ہے۔

۶۵ : ص ۶۹

☆ ترانہ ق: ص ۶۴ .
☆ گنجینہ م : ص ۱۲۴، ش ۵۸ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۴۲، ش ۱۵۹ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۳ ب
☆ ماہنامہ "زمانہ" کان پور، فروری ۱۹۲۸ء : ص ۱۹۳

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : پائے ہمت کو توڑتی ہے دنیا
رسالہ "زمانہ" : پائے خود سر کو............

زمانۂ تصنیف:
رسالہ "زمانہ" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۶ : ص ۷۰

☆ ترانہ ق: ص۶۵
☆ گنجینہ ق : ص ۲۶، ش ۸۰ (ر)
☆ گنجینہ م : ص ۱۲۲، ش ۵۴ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۳، الف

۶۷ : ص ۷۱

☆ ترانہ ق: ص۶۶
☆ گنجینہ ق : ص ۴۱، ش ۱۵۴ (ر)
☆ گنجینہ م : ص ۱۲۴، ش ۵۹ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۳، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، دسمبر ۱۹۲۷ء : ص ۶۹

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''زمانہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۸ : ص ۷۲

☆ ترانہ ق: ص۶۷
☆ بیاض ۴: ورق ۷۳، الف

۶۹ : ص ۷۳

☆ ترانہ ق: ص۶۸
☆ گنجینہ ق : ص ۴۱، ش ۱۵۵ (ر)
☆ گنجینہ م : ص ۱۲۵، ش ۶۰ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۳، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سال نامہ ۱۹۲۹ء : ص ۱۱۰

اختلاف نسخ :

ترانہ ق میں اس رباعی کا عنوان پہلے ''سنگ دل دنیا'' لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷۰ : ص ۷۴

☆ ترانہ ق: ص۶۹
☆ بیاض ۴: ورق ۷۳، الف
☆ گنجینہ م : ص ۱۲۵، ش ۶۱ (ر)

۷۱ : ص ۷۵

☆ ترانہ ق: ص۷۰
☆ گنجینہ ق : ص ۴۴، ش ۱۶۷ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۲ ب
☆ گنجینہ م : ص ۱۲۶، ش ۶۳ (ر)
☆ بیاض ۳: ورق ۲، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، ستمبر ۱۹۲۸ء : ص ۶

اختلاف نسخ :
رسالہ ''نیرنگ خیال'' میں مصرع ۲ و مصرع ۴، ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں۔

زمانۂ تصنیف :
رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۷۲ : ص ۷۶

☆ ترانہ ق : ص ۷۱
☆ گنجینہ م : ص ۱۲۶، ش ۶۲ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۴۴، ش ۱۶۸ (ر)
☆ بیاض ۱ : ورق ۶۶ ب
☆ بیاض ۴ : ورق ۷۲ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۲۹ء : ص ۵۲

س ک :
مصرع ۱ : بیاض ۴ میں ''آستانہ'' کی جگہ ''آشیانہ'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف :
رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۷۳ : ص ۷۷

☆ ترانہ ق : ص ۷۲
☆ گنجینہ ق : ص ۴۴، ش ۱۶۶ (ر)
☆ بیاض ۱ : ورق ۶۲ ب
☆ بیاض ۴ : ورق ۷۲ ب

اختلاف نسخ :
مصرع ۱ : اے پائے طلب ہوا پہ سبقت لے چل
بیاض ۱، میں پہلے ''اے دردِ طلب'' لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے متبادل الفاظ لکھے گئے۔

۷۴ : ص ۷۸

☆ ترانہ ق، ص ۷۳
☆ گنجینہ م : ص ۱۳۳، ش ۷۷ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۳۵، ش ۱۲۵ (ر)
☆ بیاض ۴ : ورق ۷۲ ب

۷۵ : ص ۷۹

☆ ترانہ ق : ص ۷۴
☆ گنجینہ م : ص ۱۳۳، ش ۷۶ (ر)
☆ بیاض ۴ : ورق ۷۲ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سال نامہ ۱۹۳۰ء : ص ۱۵۳

زمانۂ تصنیف :
رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ ''نیرنگ خیال'' کا ہر سال نامہ سال گزشتہ کے آخری مہینے میں شائع ہوتا تھا۔

۷۶ : ص ۸۰

☆ آیات سوم : ص ۲۱۳ ، ش ۷۴
☆ گنجینہ م : ص ۱۳۵ ، ش ۸۱ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۴ ، ش ۱۷ (ر)
☆ بیاض ۴ : ورق ۲۷ ب

۷۷ : ص ۸۱

☆ ترانہ ق : ص ۷۶
☆ بیاض ۴ : ورق ۲۷ ، الف
☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور ، فروری ۱۹۲۸ء : ص ۱۹۳

اختلاف نسخ :

مصرع ۲ : ہاں محرم بیگانہ نما کیوں نہ ہوا
رسالہ ''زمانہ'' : کیوں ، محرم ....

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''زمانہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۷۸ : ص ۸۲

☆ ترانہ ق : ص ۷۷
☆ گنجینہ م : ص ۱۳۲ ، ش ۷۵ (ر)
☆ بیاض ۱ : ورق ۶۴ ب
☆ بیاض ۴ : ورق ۲۷ ، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور ، ستمبر ۱۹۲۷ء : ص ۱۰

اختلاف نسخ :

ترانہ ق میں عنوان پہلے ''وہ جو تیرِ دل کی خبر رکھتا ہے'' لکھا تھا ، اسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

مصرع ۱ : ہوگی کسی رہ نما کو منزل کی خبر

بیاض ۱ میں یہ مصرع پہلے اس صورت میں لکھا تھا :

رکھتے ہیں جنابِ خضر منزل کی خبر

اسے قلم زد کر کے مندرجۂ بالا مصرع لکھا گیا۔ بعد ازاں پوری رباعی قلم زد کی گئی۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۷۹ : ص ۸۳

☆ ترانہ ق : ص ۷۸
☆ گنجینہ م : ص ۹۸ ، ش ۷ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۲ ، ش ۸ (ر)
☆ بیاض ۴ : ورق ۲۷ ، الف
☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور ، فروری ۱۹۲۹ء : ص ۱۲۴

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''زمانہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۸۰ : ص ۸۴

☆ ترانہ ق: ص۷۹ ☆ گنجینہ م : ص ۱۳۲، ش ۷۴ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۳، ش ۱۵ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۲ ، الف

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، اگست ۱۹۳۱ء : ص ۴

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : چل پھر کے ذرا دیکھ جھجکتا کیا ہے

تمام مآخذ میں لفظ ''جھجکتا'' لکھا ہے لیکن مکتوب یگانہ بنام ڈاکٹر عندلیب شادانی، مورخہ ۲۷ر مئی ۱۹۳۸ء میں واضح طور پر ''جھجکتا'' ہے۔ (یہ خط غیر مطبوعہ ہے اور پروفیسر نظیر صدیقی کی عنایت سے دست یاب ہوا ہے)۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۱ : ص ۸۵

☆ ترانہ ق: ص۸۰ ☆ گنجینہ م : ص ۹۸، ش ۶ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۲، ش ۷ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۱ ب

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، ستمبر ۱۹۳۱ء : ص ۴

س ک:

مصرع ۳ : کھو لیتا ہے انسان تو کچھ پاتا ہے

رسالہ ''نیرنگ خیال'' : . . . . .تو کچھ پالیتا ہے

اس رسالے کے اکتوبر ۱۹۳۱ء کے شمارے میں تصحیح شائع ہوئی ہے کہ ''پاتا'' کی جگہ ''پالیتا'' غلط چھپا ہے۔ (ص ۳)

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۲ : ص ۸۶

☆ ترانہ ق: ص۸۱ ☆ گنجینہ م : ص ۱۳۵، ش ۸۰ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۲۹، ش ۹۲ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۱ ب

☆ مکتوب یگانہ بنام دوارکا داس شعلہ، مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۲۸ء، کتابی سلسلہ: ''تخلیقی ادب'' کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء : ص ۴۷۰۔

اختلاف نسخ :

مصرع ۴ : اک موجِ پریشاں ہوں عجب ہلچل میں

مکتوب یگانہ : اک موجِ تمنا ہوں . . . . . .

زمانۂ تصنیف:

مکتوب یگانہ محولۂ بالا میں اس رباعی کو ''تازہ تصنیف'' بتایا گیا ہے، اس لیے یہ ۱۹۲۸ء کی تصنیف ہے۔

رک: حاشیہ ۶۴، مندرجۂ بالا۔

۸۳ : ص ۸۷

☆ آیات سوم: ص ۲۱۶، ش ۷۵ ☆ گنجینہ م: ص ۱۳۶، ش ۸۲ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱، ش ۳ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۱ ب

☆ مکتوب یگانہ بنام دوارکا داس شعلہ، مؤرخہ ۷/ اپریل ۱۹۳۳ء، کتابی سلسلہ: ''تخلیقی ادب'' کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: حاشیہ ص ۴۸۰۔

س ک:

مصرع ۴: ترانہ م میں ''زہے'' کی جگہ ''زہر'' لکھا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانۂ تصنیف:

مکتوب محولۂ بالا کے ساتھ یگانہ نے یہ رباعی بھیجی تھی، اس بناپر اس کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۴ : ص ۸۸

☆ ترانہ ق: ص ۸۳ ☆ بیاض ۴: ورق ۷۱ ب

☆ مکتوب یگانہ بنام دوارکا داس شعلہ، مورخہ ۱۰/ جولائی ۱۹۲۸ء، کتابی سلسلہ: ''تخلیقی ادب'' کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۴۷۰۔

اختلاف نسخ:

ترانہ ق میں عنوان پہلے ''پروانوں کی پسلی پھڑکی'' لکھا تھا، اسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف:

مکتوب یگانہ محولۂ بالا میں اس رباعی کو ''تازہ تصنیف'' بتایا گیا ہے، اس لیے یہ ۱۹۲۸ء کی تصنیف ہے۔

رک: حاشیہ ۶۴، مندرجۂ بالا۔

۸۵ : ص ۸۹

☆ ترانہ ق: ص ۸۴ ☆ گنجینہ م: ص ۱۳۴، ش ۷۹ (ر)

☆ بیاض ۱: ورق ۶۵ ب ☆ بیاض ۴: ورق ۷۱ ب

۸۶ : ص ۹۰

☆ ترانہ ق: ص ۸۵ ☆ گنجینہ م: ص ۱۳۴، ش ۷۸ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۲۵، ش ۷۴ (ر) ☆ بیاض ۱: ورق ۵۸ ب و ورق ۵۹، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۷۱، الف

اختلاف نسخ :

اس رباعی پر ترانہ م میں جو حاشیہ ہے وہ ترانہ ق کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۵۸ ب پر قلم زد کی گئی ہے۔ اس قلم زدہ متن کا تیسرا مصرع یوں ہے:

دیوانہ وہ کیا جو تیرے منہ پر نہ چڑھے

س ک:

مصرع ۱: ترانہ م میں اس مصرعے میں "تری" کی جگہ "تیری" چھپا ہے۔ گنجینہ ق کے مطابق تصحیح کی گئی۔

۸۷ : ص ۹۱

☆ ترانہ ق: ص ۸۶

☆ گنجینہ م : ص ۱۳۸، ش ۸۷(ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۷۱، الف

☆ ماہنامہ "نیرنگ خیال" لاہور، دسمبر ۱۹۲۷ء: ص ۶۹

اختلاف نسخ :

اس رباعی پر ترانہ م میں جو حاشیہ ہے، وہ ترانہ ق کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ "نیرنگ خیال" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۸ : ص ۹۲

☆ ترانہ ق: ص ۸۷

☆ گنجینہ م : ص ۱۲۷، ش ۶۴(ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۱، ش ۲ (ر)

☆ بیاض ۱: ورق ۶۶، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۷۱، الف

☆ ماہنامہ "نیرنگ خیال" لاہور، جون ۱۹۲۸ء: ص ۹

☆ ماہنامہ "زمانہ" کان پور، ستمبر ۱۹۲۸ء: ص ۱۸۱

اختلاف نسخ :

مصرع ۲ : کوئی ہمت ہی ہارتا جاتا ہے

رسالہ "زمانہ" : کوئی ہمت کو ہارتا . . . .

زمانۂ تصنیف :

رسالہ "نیرنگ خیال" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۹ : ص ۹۳

☆ ترانہ ق: ص ۸۸

☆ گنجینہ م : ص ۱۲۷، ش ۶۵ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۱۴، ش ۱۸ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۷۱، الف

☆ ماہنامہ "زمانہ" کان پور، فروری ۱۹۲۹ء: ص ۱۲۴

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''زمانہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۰ : ص ۹۴

☆ ترانہ ق: ص ۸۹
☆ گنجینہ م : ص ۱۳۱، ش ۷۳ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۱، الف
☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، اکتوبر ۱۹۲۸ء: ص ۷۵۸

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''ہمایوں'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۱ : ص ۹۵

☆ ترانہ ق: ص ۹۰
☆ گنجینہ م : ص ۱۳۷، ش ۸۴ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۰ ب

۹۲ : ص ۹۶

☆ ترانہ ق: ص ۹۱
☆ گنجینہ م : ص ۱۳۶، ش ۸۳ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۲۹، ش ۹۳ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۰ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، دسمبر ۱۹۲۷ء : ص ۶۹

اختلاف نسخ :

ترانہ ق میں پہلے یہ عنوان لکھا تھا: ''سب کے دن پھرے مگر...''۔ اسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۳ : ص ۹۷

☆ ترانہ ق: ص ۹۲
☆ گنجینہ م : ص ۱۳۷، ش ۸۵ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۰ ب

اختلاف نسخ :

مصرع ۴ : جھونکا کھاتے ہی منہ کے بھل گرتا ہے

گنجینہ م میں ''بل'' بجائے ''بھل''۔ چوں کہ دونوں درست ہیں، اس لیے مصرعے کا متن ترانہ م کے مطابق رہنے دیا ہے۔

۹۴ : ص ۹۸

☆ ترانہ ق: ص۹۳ ☆ گنجینہ م: ص ۱۵۰، ش ۱۱۰ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۳۱، ش ۱۰۳ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۰ ب

☆ ماہنامہ ''عالم گیر'' لاہور، خاص نمبر ۱۹۳۳ء: ص ۱۴۲

اختلاف نسخ:

رسالہ ''عالم گیر'' میں رباعی کا عنوان یہ ہے: دل کی آواز

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''عالم گیر'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ واضح رہے کہ ''عالم گیر'' کا ہر خاص نمبر گزشتہ سال کے آخر میں شائع ہوتا تھا۔

۹۵ : ص ۹۹

☆ ترانہ ق: ص۹۴ ☆ گنجینہ م: ص ۱۴۱، ش ۹۲ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۲۲، ش ۵۶ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۰، الف

☆ ماہنامہ ''خیالستان'' لاہور، ستمبر ۱۹۳۱ء، ص ۱۴ ☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، نومبر ۱۹۳۱ء: ص ۴۹

اختلاف نسخ:

ترانہ م میں اس رباعی کے ساتھ جو دو حواشی ہیں، وہ ترانہ ق کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہیں۔

س ک:

ترانہ م میں حاشیہ: ۲ میں ''بلبلا'' بجائے ''ملبلا'' لکھا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانۂ تصنیف:

محولۂ بالا دونوں رسالوں میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۶ : ص ۱۰۰

☆ ترانہ ق: ص۹۵ ☆ گنجینہ م: ص ۱۳۸، ش ۸۶ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۷۰ ب ☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، ستمبر ۱۹۳۱ء: ص ۴

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۷ : ص ۱۰۱

☆ ترانہ ق: ص۹۶ ☆ گنجینہ م: ص ۹۶، ش ۲ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱، ش ۱ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۷۰، الف

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سال نامہ ۱۹۳۲ء: ص ۱۲۰

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ واضح رہے کہ اس رسالے کا ہر سال نامہ گزشتہ سال کے آخر میں شائع ہوتا تھا۔

۹۸ : ص ۱۰۲

☆ ترانہ ق: ص ۹۷
☆ گنجینہ م : ص ۱۴۰، ش ۹۰ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۰، الف
☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور، فروری ۱۹۲۹ء: ص ۱۲۴

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''زمانہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۹ : ص ۱۰۳

☆ ترانہ ق: ص ۹۸
☆ گنجینہ م : ص ۱۴۲، ش ۹۴ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۴۲، ش ۱۶۰ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷۰، الف
☆ ماہنامہ ''چاند'' الہ آباد، مارچ ۱۹۳۰ء : ص ۲۹۰

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''چاند'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۰ : ص ۱۰۴

☆ ترانہ ق: ص ۹۹
☆ آیات سوم : ص ۲۵۸، ش ۸۱
☆ گنجینہ م : ص ۱۳۱، ش ۷۲ (ر)
☆ گنجینہ ق : ص ۲۶، ش ۷۲ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۷، الف
☆ ماہنامہ ''عالم گیر'' لاہور، اکتوبر ۱۹۳۱ء: ص ۱۰

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''عالم گیر'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

ماہنامہ ''ساقی'' دہلی، مارچ ۱۹۳۲ء میں زیرنظر اور اس سے اگلی رباعی (ش: ۱۰۱) ایک ساتھ شائع ہوئی ہیں۔ (بعنوان : ترانۂ یگانہ) ان کے شروع میں یگانہ کا یہ نوٹ ہے:

> ''افسوس ہے کہ اپنی قوم میں جان باقی نہیں رہی۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ یہ ترانے کانوں سے دل تک پہنچ کر قومی زندگی میں انقلاب نہ پیدا کردیتے۔ قوم کا بیا پھوٹ گیا ہو تو ان ترانوں کو کون سنے اور سنے تو کیا سمجھے۔ اب یہ اسی کام کے ہیں کہ یا تو لندن اور پیرس کے عجائب خانوں میں رکھ دیے جائیں یا ردی کی ٹوکری میں ڈالے جائیں۔'' (ص ۲۴)

۱۰۱ : ص ۱۰۵

☆ ترانہ ق: ص۱۰۰ ☆ گنجینہ م : ص ۱۳۰ ،ش ۷۱ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۲۶ ،ش ۷۶ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۶۹ ب

☆ بیاض ۵: ورق ۱ ، الف

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جنوری ۱۹۲۸ء: ص ۶۷

اختلاف نسخ :

اس رباعی کے ساتھ ترانہ م میں جو حاشیہ ہے، وہ ترانہ ق کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

مصرع ۴ : جیتے مردوں کو کون دیتا کاندھا

ترانہ م وگنجینہ م : جیتے مردے . . . .

کلیات میں یہ مصرع بعد کی اصلاح (گنجینہ ق) کے مطابق ہے۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۲ : ص ۱۰۶

☆ ترانہ ق: ص۱۰۱ ☆ گنجینہ م : ص ۱۳۰ ،ش ۷۰ (ر)

☆ بیاض ۱ : ورق ۶۲ ب ☆ بیاض ۴: ورق ۶۹ ب

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، ستمبر ۱۹۲۷ء: ص ۹

اختلاف نسخ :

مصرع ۲ : خود اپنے ارادوں کے سوا کیا جانے

رسالہ ''نیرنگ خیال'' : خود اپنے ارادے کے . . . .

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۳ : ص ۱۰۷

☆ ترانہ ق: ص۱۰۲ ☆ گنجینہ م : ص ۱۳۹ ،ش ۸۹ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۲۵ ،ش ۷۳ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۶۹ ب

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سال نامہ ۱۹۲۹ء : ص ۱۱۰

اختلاف نسخ :

ترانہ م میں اس رباعی کے ساتھ جو حاشیہ ہے وہ بیاض ۴ کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

مصرع ۳ :

گنجینہ ق : کھلتا نہیں کیا جانیے کیا پھیر پڑا

گنجینہ م : . . . . . . کیا جانیں کیا . . . . . .

ترانہ م ودیگر ماخذ : . . . . . . کیا جانے کیا . . . . . .

کلیات میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۴: ص ۱۰۸

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۳ ☆ گنجینہ م: ص ۱۵۰، ش ۱۱۱ (ر)

☆ بیاض ۱: ورق ۶۶ ب ☆ بیاض ۴: ورق ۶۹ ب

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۲۹ء: ص ۵۲

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : ساقیِ ازل ہم بھی ترے دور میں ہیں

گنجینہ م : ساقیِ دکن ہم ....

گنجینہ م میں یگانہ نے کسی وقتی مصلحت کے تحت مصرعے میں تبدیلی کی تھی، اس لیے کلیات میں ابتدائی متن برقرار رکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۵: ص ۱۰۹

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۴ ☆ گنجینہ م: ص ۱۳۹، ش ۸۸ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۷، ش ۳۴ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۶۹ ب

☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور، جون ۱۹۲۸ء: ص ۳۹۱

س ک:

مصرع ۳ : سبزے پہ چڑھا رنگ لہکتے ہی بنی

گنجینہ م : سبزے پہ چڑھا رہا رنگ ....

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''زمانہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۶: ص ۱۱۰

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۵ ☆ گنجینہ ق: ص ۳۱، ش ۵۴ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۹، الف

☆ مکتوب یگانہ بنام دوارکا داس شعلہ، مؤرخہ ۱۰ ر جولائی ۱۹۲۸ء، کتابی سلسلہ: ''تخلیقی ادب'' کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۴۷۰

اختلاف نسخ:

اس رباعی کے ساتھ ترانہ م میں جو حاشیہ ہے وہ ترانہ ق کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

مصرع ۳ : چلتا نہیں زور اُن سے لپٹے کیوں کر

بیاض ۴ : چلتا نہیں بس اُن ....

زمانۂ تصنیف:

۱۹۲۸ء۔ رک: حاشیہ ۶۴، مندرجۂ بالا۔

۱۰۷ : ص ۱۱۱

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۶
☆ آیات سوم: ص ۴۲، ش ۱۳۰
☆ گنجینہ م: ص ۱۴۵، ش ۱۰۰ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۳۹، ش ۱۴۲ (ر)
☆ بیاض ۳: ورق ۲، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۶۹، الف

اختلاف نسخ:

ترانہ م میں مصرع ۴ کے لفظ ''لکھنؤ'' کے نیچے لکیر کھینچ کر اُس کا متبادل ''آشیاں'' لکھا گیا ہے۔ کسی دوسرے ماخذ میں یہ متبادل نہیں لکھا گیا۔

س ک:

گنجینہ ق میں مصرع ۱ کا لفظ ''یہ'' لکھنے سے رہ گیا ہے۔

۱۰۸ : ص ۱۱۲

☆ ترانہ ق: ص ۶۵ و ۱۰۷
☆ گنجینہ ق: ص ۳۱، ش ۱۰۴ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۹، الف

ترانہ ق میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ص ۶۵ پر اسے قلم زد کیا گیا ہے۔ بوجوہ یہ رباعی کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۱۰۹ : ص ۱۱۳

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۸
☆ بیاض ۱: ورق ۶۶، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۶۹، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۲۹ء: ص ۵۲

اختلاف نسخ:

ترانہ م میں اس رباعی پر جو حاشیہ ہے، وہ ترانہ ق کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۰ : ص ۱۱۴

☆ ترانہ ق: ص ۱۰۹

☆ بیاض ۱: ورق ۱، سے قبل کا ورق، رخ الف و ورق ۵۵، الف

☆ ماہنامہ "نیرنگ خیال" لاہور، جون ۱۹۲۷ء : ص ۶۲

بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۲۷ء۔ رک : حاشیہ ۱۲، مندرجۂ بالا۔

۱۱۱ : ص ۱۱۵

☆ گنجینہ م : ص ۱۴۰، ش ۹۱ (ر) ☆ گنجینہ ق : ص ۳۰، ش ۹۶ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۹ ، الف

اختلاف نسخ :

مصرع ۲ :

گنجینہ م و ق : پیدا دل میں ذرا روانی ہو جائے

ترانہ م و بیاض ۴ : دل میں پیدا ذرا.........

کلیات میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

۱۱۲ : ص ۱۱۶

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۱ ☆ بیاض ۱: ورق ۵۶ ب

۱۱۳ : ص ۱۱۷

☆ گنجینہ م : ص ۱۴۱، ش ۹۳ (ر) ☆ گنجینہ ق : ص ۲۱، ش ۵۲ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۸ ب

☆ ماہنامہ "عالم گیر" لاہور، عید قربان نمبر، ۱۹۳۳ء : ص ۴۶

زمانۂ تصنیف :

رسالہ "عالم گیر" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ ۱۹۳۳ء میں عید قربان مارچ کی ابتدائی تاریخوں میں تھی۔

۱۱۴ : ص ۱۱۸

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۳ ☆ گنجینہ م : ص ۱۴۲، ش ۹۵ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۲۹، ش ۹۴ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۶۸ ب

☆ ماہنامہ "چاند" الہ آباد، ایڈیٹر نمبر، نومبر، دسمبر ۱۹۳۰ء : ص ۳۲۷

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : دل ہی نہ رہا تو موت کا ڈر کیا

گنجینہ م و بیاض ۴ : اب دل ہی نہیں تو ....

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "چاند" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۵ : ص ۱۱۹

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۴ ☆ گنجینہ م: ص ۱۴۳، ش ۹۶ (ر)

☆ ماہنامہ "ہمایوں" لاہور، اکتوبر ۱۹۲۸ء: ص ۷۵۸

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "ہمایوں" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۶ : ص ۱۲۰

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۵ ☆ گنجینہ م: ص ۱۴۳، ش ۹۷ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۸ ب

☆ ماہنامہ "خیالستان" لاہور، اکتوبر، نومبر ۱۹۳۰: ص ۱۱۰

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : عالم میں جدھر دیکھیے میں ہی میں ہوں

رسالہ "خیالستان" : ..میں جہاں دیکھیے ....

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "خیالستان" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء، متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۷ : ص ۱۲۱

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۶ ☆ گنجینہ م: ص ۱۴۸، ش ۱۰۶ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۸ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : کیا جانے محبت نے چڑھایا کیا رنگ

گنجینہ م : کیا جانیں محبت ....

۱۱۸ : ص ۱۲۲

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۷ ☆ گنجینہ ق: ص ۱۳، ش ۱۴ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۸ ب

۱۱۹: ص ۱۲۳

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۸ ☆ گنجینہ م: ص ۱۵۱، ش ۱۱۲ (ر)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۷، ش ۳۳ (ر) ☆ بیاض ۴: ورق ۶۸، الف

☆ مکتوب یگانہ، بنام دوارکاداس شعلہ، مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۲۸ء، کتابی سلسلہ: تحقیقی ادب، کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۴۷۴-۴۷۳

اختلاف نسخ:

ترانہ م و ق میں رباعی کے پہلے دو مصرے ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں۔ کلیات میں ان مصرعوں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

ترانہ ق میں اس رباعی پر مندرجہ ذیل حواشی ملتے ہیں:

''۱۔ گھر بولتا ہے، یعنی گھر کی رُت ایسی بدل گئی ہے، ایسی رونق آ گئی ہے کہ گویا منھ سے بول رہا ہے۔

۲۔ دلدر بھاگا، یعنی نحوست دور ہوئی۔

۳۔ ہندوستانی سہاگن کو جب اپنے ساجن یعنی شوہر کی آمد آمد اور پردیس سے واپسی کا انتظار ہوتا ہے، اور دن گنتے گزرتی ہے تو عالم انتظار میں وہ کوے سے شگون لیتی ہے۔ جب کوئی کوا دیوار پر آ بیٹھتا ہے تو اُسے ہاتھ کے اشارے سے یہ کہہ کر اُڑا دینا چاہتی ہے کہ ساجن آ رہے ہیں، راستہ تو دے کاگا۔ اگر اس کہنے پر اور ہاتھ کے اشارے پر کوا اُڑ جاتا ہے تو اپنے عقیدے کے بموجب اُسے شگون مل جاتا ہے اور یقین کر لیتی ہے کہ ساجن اب آتے ہی ہوں گے، کوے نے راہ دے دی ہے۔ اس لیے اُس کے جذبۂ شوق کی تسکین ہوتی ہے''۔ (ص ۱۱۸)

س ک:

مصرع ۳ : دن کاٹے ہیں گن گن کے اسی دن کے لیے

گنجینہ م میں پہلا ''کے'' لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

یگانہ کے محولۂ بالا خط میں اس رباعی کے بارے میں لکھا ہے:

''آجکل میں نے ایک رباعی کہی ہے...''

اس سے واضح ہے کہ یہ رباعی ۱۹۲۸ء کی تصنیف ہے۔

یگانہ نے محولۂ بالا خط میں اس رباعی کے حوالے سے لکھا ہے:

''آپ کو غالباً معلوم ہے کہ میں اپنی باوفا اور محترم بیوی کا بندہ ہوں۔ چوبیس گھنٹے میں بس جب تک دفتر میں رہتا ہوں یا جب تک شطرنج کھیلتا رہتا ہوں... وہ گویا مجھ سے

جدا ہوجاتی ہیں۔ باقی ہر وقت میرے دل و دماغ پر اُن کا قبضہ رہتا ہے۔ آج کل میں نے ایک رباعی کہی ہے جس میں اپنے جذبات کی نہیں، اُن کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ آپ جانتے ہیں ہندوستان کی بیویاں اپنے شوہروں پر کس درجہ جان فدا کرتی ہیں ... آپ کو معلوم ہوگا کہ لفظ ''ساجن'' یا ''پیا'' میں محبت کا کیسا اتھاہ سمندر موجیں مارتا ہے۔ جب کسی کا شوہر پردیس جاتا ہے اور اس کی جدائی کو بہت دن گزر جاتے ہیں تو اُس وقت عورت کے شوق و انتظار کی تصویر ممکن ہی نہیں کہ الفاظ سے کھینچی جاسکے۔ ہاں بس الفاظ ایک دھندلا سا اشارہ کردیتے ہیں۔ یہ دھندلا سا اشارہ بھی وہی صاحب کمال سخن ور کرسکتا ہے جس کو اس کام کے لیے وہبی طاقت ملی ہے۔ ورنہ جذبات کی گہرائیوں کو نگاہ کے سامنے لے آنا قریباً محال ہے۔'' (ص۴۷۴-۴۷۳)

۱۲۰ : ص ۱۲۴

☆ ترانہ ق: ص۱۱۹
☆ گنجینہ ق: ص ۲۵، ش ۷۵ (ر)
☆ گنجینہ م: ص ۱۴۴، ش ۹۸ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۸، الف
☆ مکتوب یگانہ بنام دوارکا داس شعلہ، مؤرخہ یکم مئی ۱۹۲۹ء، کتابی سلسلہ: تخلیقی ادب، کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص۴۷۶-۴۷۵۔ (اس خط کی پشت پر یگانہ نے چار رباعیاں درج کی ہیں، ان میں سے ایک، زیر نظر رباعی ہے)۔

زمانۂ تصنیف :
یہ رباعی مکتوب محولہ بالا کے ساتھ بھیجی گئی تھی، اس لیے اس کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۱ : ص ۱۲۵

☆ ترانہ ق: ص۱۲۰
☆ گنجینہ ق: ص ۴۴، ش ۱۶۹ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۷ ب
☆ گنجینہ م: ص ۱۴۷، ش ۱۰۴ (ر)
☆ بیاض ۱: ورق ۴۷ ب و ورق ۴۸ ب
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، اپریل ۱۹۳۱ء: ص ۲۸

اختلاف نسخ :
بیاض ۱ میں یہ رباعی تین مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۴۷ ب پر دو مرتبہ ہے۔ پہلی مرتب قلم زد کی گئی ہے۔ قلم زدہ متن کے مصرعوں کی ترتیب یہ ہے: ۱،۴،۳،۲۔ ورق ۴۸ ب پر بھی رباعی قلم زد کی گئی ہے۔ اس کے مصرعوں کی ترتیب یہ ہے: ۴،۱،۳،۲۔

زمانۂ تصنیف :
رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۲ : ص ۱۲۶

☆ ترانہ ق: ص۱۲۱
☆ گنجینہ ق: ص ۴۴، ش ۷۰ (ر)
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، ستمبر ۱۹۳۱ء: ص ۴
☆ گنجینہ م: ص ۱۴۴، ش ۹۹ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۸، الف

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۱۲۳ : ص ۱۲۷

☆ ترانہ ق : ص ۱۲۲ ☆ گنجینہ ق : ص ۴۶، ش ۱۸۰ (ر)

☆ بیاض ۴ : ورق ۶۸، الف

س ک :

ترانہ م : وہ دور نہ رہا نہ وہ زمانہ ساقی

پہلا ''نہ'' زائد ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

۱۲۴ : ص ۱۲۸

☆ ترانہ ق : ص ۱۲۳ ☆ گنجینہ م : ص ۱۷۴، ش ۱۵۹ (ر)

☆ گنجینہ ق : ص ۴۰، ش ۱۴۸ (ر) ☆ بیاض ۱ : ورق ۳۲ ب و ورق ۶۸ ب

☆ بیاض ۴ : ورق ۶۸، الف و ورق ۷۵ ب ☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، اپریل ۱۹۳۱ء : ص ۲۸

اختلاف نسخ :

بیاض ۱ و ۴ میں یہ رباعی دو دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ بیاض ۱ میں ورق ۶۸ ب پر اسے قلم زد کیا ہے لیکن بیاض ۴ میں دونوں جگہ باقی رکھا ہے۔

مصرع ۱ : بادل کو لگی کھُلتے برستے کچھ دیر

بیاض ۱، قلم زدہ متن : بادل کو بھی لگتی ہے برستے کچھ دیر

مصرع ۳ : بچوں کی طرح موم ہوا ہوں ایسا

بیاض ۱، ورق ۳۲ ب میں یہ مصرع پہلے یوں تھا :

بچوں کی طرح دل نہ ہوا موم ہوا

اسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۱۲۵ : ص ۱۲۹

☆ ترانہ ق : ص ۱۲۴ ☆ بیاض ۴ : ورق ۶۷ ب

ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سالنامہ ۱۹۳۲ء : ص ۱۲۰

اختلاف نسخ :

''نیرنگ خیال'' میں پہلے دو مصرعے ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں۔

مصرع ۱ : راگ اور کوئی چھیڑ کہ لذت بھی ملے

نیرنگ خیال : .... چھیڑ تو کچھ داد ملے

زمانۂ تصنیف:
رسالہ "نیرنگ خیال" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۶ : ص ۱۳۰
☆ ترانہ ق: ص ۲۵
☆ گنجینہ ق: ص ۳۵، ش ۱۲۱ (ر)
☆ گنجینہ م: ص ۱۷۲، ش ۱۵۴ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۷ ب

۱۲۷ : ص ۱۳۱
☆ ترانہ ق: ص ۱۲۶
☆ گنجینہ ق: ص ۲۸، ش ۸۶ (ر)
☆ گنجینہ م: ص ۱۲۲، ش ۵۵ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۷ ب
☆ ماہنامہ "عالم گیر" لاہور، سالانہ نمبر ۱۹۳۲ء: ص ۶۵ (اس میں رباعی کا عنوان: یگانہ آرٹ)

زمانۂ تصنیف:
رسالہ "عالم گیر" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۸ : ص ۱۳۲
☆ ترانہ ق: ص ۱۲۷
☆ گنجینہ ق: ص ۲۰، ش ۴۶ (ر)
☆ گنجینہ م: ص ۱۲۸، ش ۶۶ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۷ ب
☆ ماہنامہ "عالم گیر" لاہور، اپریل ۱۹۳۲ء: ص ۴۳

زمانۂ تصنیف:
رسالہ "عالم گیر" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۹ : ص ۱۳۳
☆ ترانہ ق: ص ۱۲۸
☆ گنجینہ م: ص ۱۶۹، ش ۱۴۸ (ر)

اختلاف نسخ:
ترانہ ق میں پہلے یہ عنوان لکھا تھا: "آرزومندوں پہ خدا رحم کرے"۔ اسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔

۱۳۰ : ص ۱۳۴
☆ ترانہ ق: ص ۱۲۹
☆ بیاض ۴: ورق ۶۷، الف

۱۳۱ : ص ۱۳۵
☆ ترانہ ق: ص ۱۳۰
☆ گنجینہ ق: ص ۲۰، ش ۴۹ (ر)
☆ گنجینہ م: ص ۱۲۸، ش ۶۷ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۷، الف

۱۳۲ : ص ۱۳۶

☆ ترانہ ق: ص۱۳۱
☆ بیاض۴: ورق ٦٦، الف
☆ گنجینہ ق : ص ۴۵، ش ۱۷۳ (ر)

۱۳۳ : ص ۱۳۷

☆ ترانہ ق: ص۱۳۲
☆ بیاض۴: ورق ٦٦ ب
☆ گنجینہ م : ص ۱٦۹، ش ۱۴۹ (ر)

۱۳۴ : ص ۱۳۸

☆ ترانہ ق: ص۱۳۳
☆ گنجینہ ق : ص ۴٦، ش ۱۷۸ (ر)
☆ گنجینہ م : ص ۱۷۰، ش ۱۵۰ (ر)
☆ بیاض۴: ورق ٦۷، الف
☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، اپریل ۱۹۲۹ء: ص ۳۴۰ (بعنوان : بزمِ یگانہ)

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : مجھ سا کوئی دوسرا نہ تجھ سا کوئی
رسالہ ''ہمایوں'' : مجھ سا کوئی دوسرا نہ کوئی تجھ سا

س ک :

ترانہ م میں مصرع ۴ میں ردیف ''میں ہوں'' بجائے ''ہوں میں''۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''ہمایوں'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۵ : ص ۱۳۹

☆ ترانہ ق: ص۱۳۴
☆ بیاض۴: ورق ٦٦ ب

۱۳٦ : ص ۱۴۰

☆ ترانہ ق: ص۱۳۵
☆ گنجینہ ق : ص ۵۸، ش ۲۳٦ (ر)
☆ گنجینہ م : ص ۱۷۰، ش ۱۵۱ (ر)
☆ بیاض۴: ورق ٦٦ ب

۱۳۷ : ص ۱۴۱

☆ ترانہ ق: ص۱۳٦
☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور، جون ۱۹۲۸ء: ص ۴۹۱

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : دیوانوں نے دیوانوں کا پایا نہ مزاج
رسالہ ''زمانہ'' : دیوانوں نے دیوانے کا . . . . . .
مصرع ۴ : کیوں راہ پہ آتا دلِ دیوانہ مزاج
رسالہ ''زمانہ'' : . . . راہ پر آتا . . . .

زمانۂ تصنیف:
رسالہ ''زمانہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۸: ص ۱۴۲

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۷
☆ گنجینہ ق: ص ۳۴، ش ۱۱۶ (ر)
☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور، فروری ۱۹۲۸ء: ص ۱۹۳
☆ گنجینہ م: ص ۱۶۸، ش ۱۴۷ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۷، الف

زمانۂ تصنیف:
رسالہ ''زمانہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۹: ص ۱۴۳

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۸
☆ بیاض ۴: ورق ۶۶، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جنوری ۱۹۲۸ء: ص ۶۷
☆ گنجینہ م: ص ۱۶۷، ش ۱۴۵ (ر)

س ک:
مصرع ۴ : اچھا نہیں اپنے سر یہ جھنجھٹ لینا
رسالہ ''نیرنگ خیال'' میں لفظ ''یہ'' کی جگہ ''پہ'' چھپا ہے۔

زمانۂ تصنیف:
رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۰: ص ۱۴۴

☆ ترانہ ق: ص ۱۳۹
☆ بیاض ۴: ورق ۶۷، الف
☆ گنجینہ م: ص ۱۲۹، ش ۶۸ (ر)

۱۴۱: ص ۱۴۵

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۰
☆ گنجینہ ق: ص ۳۱، ش ۱۰۱ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۶، الف
☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، اپریل ۱۹۲۹ء: ص ۳۴۰ (عنوان: بزمِ یگانہ)
☆ گنجینہ م: ص ۱۵۵، ش ۱۲۱ (ر)
☆ گنجینہ م: نسخۂ باقر حسنین رضوی: ص ۱۵۵

اختلاف نسخ:
ترانہ م و دیگر مآخذ میں مصرع ۳، اس صورت میں ہے:
کل تک تو اسی کل سے آزردہ تھے

گنجینہ م، نسخۂ باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود آخری تین الفاظ قلم زد کر کے مصرعے کو یہ صورت دی ہے:

کل تک تو اسی کل کو بُرا کہتے تھے

چوں کہ یہ تبدیلی ۱۵ر و ۱۸ر دسمبر ۱۹۵۵ء کے دوران کی گئی ہے، اس لیے کلیات میں یہ مصرع اسی صورت میں درج کیا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''ہمایوں'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۲ : ص ۱۴۶

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۱
☆ گنجینہ م: ص ۱۷۱، ش ۱۵۳ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۴۷، ش ۸۲ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۶، الف

۱۴۳ : ص ۱۴۷

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۲
☆ گنجینہ م: ص ۱۷۱، ش ۱۵۲ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۶، الف

۱۴۴ : ص ۱۴۸

☆ آیات سوم: ص ۲۰۰، ش ۷۰ و ص ۴۰۱، ش ۱۲۸
☆ گنجینہ م: ص ۱۴۷، ش ۱۰۵ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۴۵، ش ۱۷۱ (ر)
☆ گنجینہ م: نسخۂ باقر حسنین رضوی، ص ۱۴۷
☆ بیاض ۴: ورق ۶۶ ب
☆ ماہنامہ ''یادگار'' لاہور، مئی ۱۹۳۳ء: ص ۲۷

آیات سوم میں یہ رباعی دو مرتبہ شامل کی گئی ہے۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۲، گنجینہ ق اور گنجینہ م نسخۂ باقر حسنین رضوی میں اس صورت میں ہے:

گنجینۂ معنی سر بازار نہ کھول

جب کہ باقی تمام مآخذ میں یہ صورت ہے:

گنجینۂ راز اندھی نگری میں نہ کھول

چوں کہ پہلے دو مآخذ مصرعے کے آخری متن کو پیش کرتے ہیں، اس لیے یہی متن کلیات میں شامل کیا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''یادگار'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۵ : ص ۱۴۹

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۴
☆ گنجینہ م: ص ۱۶۸، ش ۱۳۶ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۲۶، ش ۷۹ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۶، الف
☆ ماہنامہ "خیالستان" لاہور، مارچ ۱۹۳۲ء: ص ۲۸

زمانۂ تصنیف:
رسالہ "خیالستان" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۶ : ص ۱۵۰

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۵

۱۴۷ : ص ۱۵۱

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۶

۱۴۸ : ص ۱۵۲

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۷
☆ گنجینہ م: ص ۱۳۹، ش ۶۹ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۲۹، ش ۹۱ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۵ ب
☆ مکتوب یگانہ، بنام دوارکا داس شعلہ، مؤرخہ یکم مئی ۱۹۲۹ء، کتابی سلسلہ: "تخلیقی ادب" کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۴۷۶-۴۷۵

زمانۂ تصنیف:
یہ رباعی محولۂ بالا مکتوب کے ساتھ بھیجی گئی تھی۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ اُسی زمانے (۱۹۲۹ء) کی تصنیف ہے۔

۱۴۹ : ص ۱۵۳

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۸

۱۵۰ : ص ۱۵۴

☆ ترانہ ق: ص ۱۴۹
☆ گنجینہ م: ص ۱۴۹، ش ۱۰۹ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۲۸، ش ۹۰ (ر)
☆ بیاض ۴: ورق ۶۵ ب

۱۵۱ : ص ۱۵۵

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۰
☆ گنجینہ م: ص ۱۴۹، ش ۱۰۸ (ر)

س ک:
مصرع ۱ : دنیا سے اُٹھے ہیں دل کی دل ہی میں لیے
گنجینہ م میں لفظ "ہی" لکھنے سے رہ گیا ہے۔

۱۵۲ : ص ۱۵۶

☆ گنجینہ م : ص ۱۶۶، ش ۱۴۲ (ر) ☆ گنجینہ ق : ص ۲۸، ش ۸۹ (ر)
☆ گنجینہ م : نسخۂ باقر حسنین رضوی : ص ۱۶۶ ☆ بیاض ۴ : ورق ۶۵ ب
☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور، نومبر ۱۹۳۴ء : ص ۲۹۵

س ک :

مصرع ۳ : سکھ میں جو سواد ہے تو دکھ کے دم سے

گنجینہ م میں ''سواد'' کی بجائے ''سودا'' چھپا ہے۔ یگانہ نے نسخۂ باقر حسنین رضوی میں اس غلطی کی تصحیح بقلم خود کی ہے اور حاشیے پر ''سواد'' کے معنی (مزہ) بھی لکھے ہیں۔

زمانۂ تصنیف :

یہ رباعی، ترانہ م کی رباعی : ۸۳ کے ساتھ رسالہ ''زمانہ'' محولۂ بالا میں شائع ہوئی ہے۔ رباعی : ۸۳ کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء ہے، اس لیے گمانِ غالب ہے کہ یہ رباعی بھی اُسی زمانے کی تصنیف ہے۔

۱۵۳ : ص ۱۵۷

☆ ترانہ ق : ص ۱۵۲ ☆ بیاض ۴ : ورق ۶۵ ب
☆ مکتوب یگانہ بنام دوارکا داس شعلہ، مؤرخہ یکم مئی ۱۹۲۹ء، کتابی سلسلہ : ''تخلیقی ادب'' کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء : ص ۴۷۶-۴۷۵

اختلاف نسخ :

بیاض ۴ میں عنوان پہلے ''باد مراد'' لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے موجودہ عنوان لکھا گیا۔ ترانہ م میں اس رباعی پر جو حاشیہ ہے، وہ ترانہ ق کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

زمانۂ تصنیف :

یہ رباعی مکتوب محولۂ بالا کے ساتھ بھیجی گئی تھی، اس لیے اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۵۴ : ص ۱۵۸

☆ ترانہ ق : ص ۱۵۳

۱۵۵ : ص ۱۵۹

☆ ترانہ ق : ص ۱۵۴
☆ مکتوب یگانہ بنام دوارکا داس شعلہ، مورخہ یکم مئی ۱۹۲۹ء، کتابی سلسلہ : ''تخلیقی ادب'' کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء : ص ۴۷۶-۴۷۵

زمانۂ تصنیف :

یہ رباعی مکتوب محولۂ بالا کے ساتھ بھیجی گئی تھی، اس لیے اس کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۵۶ : ص ۱۶۰

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۵ ☆ بیاض ۴: ورق ۶۵ ، الف

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، نومبر ۱۹۳۱ء: ص ۴۹

☆ ماہنامہ ''ساقی'' دہلی، فروری ۱۹۳۲ء : ص ۸

یہ رباعی رسالہ ''ساقی'' محولۂ بالا میں ''اعتراف حق'' کے عنوان کے تحت شائع ہوئی تھی۔ رباعی سے پہلے ایک خط بھی ہے جس میں یگانہ نے لکھا ہے :

''دلّی والوں کو اپنی پیاری دلّی سے محبت ہونا تو کوئی بڑی بات نہیں ہے، اُن کا تو پتلا اسی خاک پاک کا بنا ہوا ہے مگر ہم ایسے بادیہ گرد کا بھی دل چیر کر دیکھا جائے تو دہلی کی محبت کسی نہ کسی گوشے میں موجود ہوگی... مجھے اپنی دعا کے مستجاب ہونے کا یقین ہوتا تو بارگاہ ایزدی میں یہی عرض کرتا کہ دہلی میں دو گز زمین مل جاتی تو پھر جنت کی بھی پروا نہ ہوتی۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں ہمارے بزرگوں کی ہڈیاں اور ہمارا تمدن دفن ہے۔'' (ص ۸)

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۵۷ : ص ۱۶۱

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۶ ☆ بیاض ۱: ورق ۶۵ ، الف

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، اکتوبر ۱۹۲۷ء: ص ۵۴

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۵۸ : ص ۱۶۲

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۷ ☆ گنجینہ م : ص ۱۶۶، ش ۱۴۳ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۵ ب ☆ ماہنامہ ''چاند'' الہ آباد، مارچ ۱۹۳۰ء : ص ۳۲۱

اختلاف نسخ :

یہ رباعی ترانہ م کی دو اور رباعیوں (ش: ۴۳ و ۵۱) کے ساتھ رسالہ ''چاند'' محولۂ بالا میں ''یگانہ کی عید'' کے عنوان کے تحت شائع ہوئی ہے۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''چاند'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۵۹ : ص ۱۶۳

☆ ترانہ ق: ص ۱۵۸ ☆ بیاض ۱ : ورق ۶۵ ، الف

اختلاف نسخ :

بیاض ۱ میں یہ رباعی اس صورت میں ہے جو اس رباعی کا ابتدائی متن ہے :

در عین بہار نخلِ غم برخیزد تلخی و خوشی ہر دو بہم برخیزد
یارانِ چمن را دل بر سنگ زند آں خندۂ تلخ کز دلم برخیزد

تیسرا مصرع قلم زد کر کے یہ مصرع لکھا ہے :

خارے شکند در دلِ یارانِ چمن

بعد ازاں پوری رباعی قلم زد کر دی گئی ہے۔

۱۶۰ : ص ۱۶۴

☆ ترانہ ق : ص ۱۵۹ ☆ بیاض ۱ : ورق ۶۵ ب

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، ستمبر ۱۹۲۷ء : ص ۱۰

اختلاف نسخ :

مصرع ۲ : گوید چہ عجب زمبتدایم خبرے
بیاض ۱ و ''نیرنگ خیال'' : آساں گوید زمبتدایم خبرے
مصرع ۴ : ایں دیدہ و دل آئنۂ یک دگرے
بیاض ۱ : چشم و دلِ من آئنۂ یک دگرے

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۱۶۱ : ص ۱۶۵

☆ ترانہ ق : ص ۱۶۰

۱۶۲ : ص ۱۶۶

☆ ترانہ ق : ص ۱۶۱

۱۶۳ : ص ۱۶۷

☆ ترانہ ق : ص ۱۶۲ ☆ بیاض ۱ : ورق ۵۷ ب

۱۶۴ : ص ۱۶۸

☆ ترانہ ق : ص ۱۶۳ ☆ بیاض ۱ : ورق ۵۷ ب

۱۶۵ : ص ۱۶۹

☆ ترانہ ق : ص ۱۶۴ ☆ بیاض ۱ : ورق ۵۸ ، الف

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : تا سنگ بر آئینۂ اُمّید زدم

بیاض ا میں لفظ ''انجام'' لکھا تھا، اُسے قلم زد کرکے ''اُمّید'' لکھا گیا۔

۱۶۶: ص ۱۷۰

☆ ترانہ ق: ص۱۶۵ ☆ بیاض ا: ورق ۵۸، الف

☆ ماہ نامہ ''عالم گیر'' لاہور، فروری ۱۹۳۳ء: ص ۲۵ (بعنوان: یگانہ آرٹ)

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''عالم گیر'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۶۷: ص ۱۷۱

☆ ترانہ ق: ص۱۶۶ ☆ بیاض ا: ورق ۵۶ ، الف و ورق ۵۷، الف

اختلاف نسخ:

بیاض ا میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۵۶، الف پر اسے قلم زد کیا گیا ہے۔ قلم زدہ متن یہ ہے:

فکرت غلط است و گفتگویت غلط است
شوقت غلط است و آرزویت غلط است
پایت غلط است و جستجویت غلط است
سودائے سیرِ چارسویت غلط است

۱۶۸: ص۱۷۲

آیات اوّل کی رباعی، ش: ۳۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۳۶، آیات اوّل۔

۱۶۹: ص۱۷۳

☆ ترانہ ق: ص۱۶۸۔

۱۷۰: ص۱۷۴

☆ ترانہ ق: ص۱۶۹

☆ مکتوب یگانہ بنام دوارکا داس شعلہ، مؤرخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۲۸ء، کتابی سلسلہ: ''تخلیقی ادب'' کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۴۷۰۔

زمانۂ تصنیف:

یہ رباعی اُن چھ ''تازہ'' رباعیوں میں سے ایک ہے جو مکتوب محولۂ بالا کے ساتھ بھیجی گئی تھیں۔ یہ ۱۹۲۸ء کی تصنیف ہے۔ رک: حاشیہ ۶۴، مندرجۂ بالا۔

۱۷۱ : ص ۱۷۵

☆ ترانہ ق: ص۱۷۰

☆ مکتوب یگانہ بنام دوار کا داس شعلہ، مؤرخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۲۸ء، کتابی سلسلہ: ''تخلیقی ادب'' کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء : ص ۴۷۰۔

زمانۂ تصنیف :

یہ رباعی اُن چھ ''تازہ'' رباعیوں میں سے ایک ہے جو مکتوب محولۂ بالا کے ساتھ بھیجی گئی تھیں۔ یہ ۱۹۲۸ء کی تصنیف ہے۔ رک : حاشیہ ۶۴، مندرجۂ بالا۔

۱۷۲ : ص ۱۷۶

☆ ترانہ ق: ص۱۷۱

☆ آیات دوم : ص ۲۳۰ ، ش ۹۲

زمانۂ تصنیف :

آیات دوم میں اس کا سال تصنیف ۱۹۳۳ء لکھا ہے۔

۱۷۳ : ص ۱۷۷

☆ ترانہ ق: ص۱۷۲

☆ ماہنامہ ''جہاں گیر'' لاہور، ستمبر ۱۹۳۲ء: ص ۲۱

س ک :

ترانہ م میں مصرع ۳ میں ''میں'' کی جگہ ''من'' چھپا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''جہاں گیر'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۷۴ : ص ۱۷۸

☆ گنجینہ م : ص ۱۶۷ ، ش ۴۴ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۵ ، الف

س ک :

ترانہ م میں مصرع ۳ میں ''یاران'' کی جگہ ''یارا'' لکھا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

۱۷۵ : ص ۱۸۰

☆ ترانہ ق: ص۱۷۳

☆ گنجینہ ق : ص ۶۱ ، ش ۲۵۱ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۵۹ ب

☆ ماہنامہ ''چاند'' الہ آباد، مارچ ۱۹۳۰ء، ضمیمہ: ص ۱۰

رسالہ ''چاند'' محولۂ بالا میں یگانہ کا ایک خط شائع ہوا ہے، اُس میں اس رباعی کے حوالے سے لکھا ہے:

''گاندھی جی کا پورا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے بھی ہر شخص یہ محسوس کرنے پر مجبور ہے کہ چرخے سے توپوں کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ ترک موالات اور ترک تشدد کا فلسفہ عملی

طور پر کارگر نہیں ہوسکتا۔ شاعر نے جل کے کہا ہے : [اس کے بعد رباعی درج کی ہے] چرخے کے چکر میں پڑے رہو گے تو لنگوٹی کے سوا اور کیا ہاتھ آئے گا۔ زمانہ ہوا کی طرح اُڑتا جاتا ہے۔ آپ ترکِ موالات، ترکِ تشدد اور چرخے کے بل پر آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہ سب فضول باتیں ہیں''۔ (ضمیمہ، ص ۱۰)

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''چاند'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۷۶ : ص ۱۸۱

☆ ترانہ ق: ص ۱۷۴ ☆ گنجینہ ق : ص ۲۳، ش ۶۵ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۵۹ ، الف ☆ ماہنامہ ''چاند'' الہ آباد، مارچ ۱۹۳۰ء: ص ۲۹۰

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''چاند'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۷۷ : ص ۱۸۲

☆ ترانہ ق: ص ۱۷۵ ☆ گنجینہ ق : ص ۶۳، ش ۲۶۱ (ر)

اختلافِ نسخ :

ترانہ م و ق میں اس رباعی پر جو حاشیہ ہے، وہ گنجینہ ق میں نہیں۔

۱۷۸ : ص ۱۸۳

☆ ترانہ ق: ص ۱۷۶ ☆ گنجینہ ق : ص ۵۹، ش ۲۴۴ (ر)

۱۷۹ : ص ۱۸۴

☆ ترانہ ق : ص ۱۷۷ ☆ بیاض ۱ : ورق ۴۹ ب

اختلافِ نسخ :

مصرع ۳ : ترسا ہوا میں ہوں تمھیں ڈر لگتا ہے

بیاض ۱ : ترسا بدکا ہوں اُن کو ڈر لگتا ہے

بیاض ۱ میں یہ مصرع قلم زد کر کے متبادل مصرع (مندرجہ بالا) لکھا گیا۔

۱۸۰ : ص ۱۸۵

☆ ترانہ ق: ص ۱۷۸ ☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، مئی ۱۹۳۱ء: ص ۴۸

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۱ : ص ۱۸۶

☆ ترانہ ق: ص۱۷۹ ☆ گنجینہ ق : ص ۶۰ ، ش ۲۴۹ (ر)

☆ مکتوب یگانہ بنام دوارکا داس شعلہ، مورخہ ۲۹ر جولائی ۱۹۲۸ء ، کتابی سلسلہ: ''تخلیقی ادب'' کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء : ص ۴۷۱

اختلاف نسخ :

ترانہ م میں اس رباعی پر جو حاشیہ ہے، وہ گنجینہ ق اور مکتوب محولۂ بالا میں نہیں۔

زمانۂ تصنیف :

محولۂ بالا خط کے ساتھ یہ رباعی مکتوب الیہ کو بھیجی گئی تھی۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ اُسی زمانے (۱۹۲۸ء) کی تصنیف ہے۔

۱۸۲ : ص ۱۸۷

☆ ترانہ ق: ص۱۸۰ ☆ گنجینہ ق : ص ۶۰ ، ش ۲۵۰ (ر)

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جنوری ۱۹۲۹ء : ص ۳۳

س ک :

ترانہ م میں عنوان میں ''بندر'' کی جگہ ''بندرا'' لکھا ہے۔ کلیات میں تصحیح کی گئی۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۳ : ص ۱۸۸

☆ ترانہ ق: ص۱۸۱

۱۸۴ : ص ۱۸۹

☆ ترانہ ق: ص۱۸۲ ☆ گنجینہ ق : ص ۶۲ ، ش ۲۵۷ (ر)

بوجوہ یہ رباعی کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۱۸۵ : ص ۱۹۰

☆ ترانہ ق: ص۱۸۳ ☆ گنجینہ ق : ص ۶۰ ، ش ۲۴۸ (ر)

☆ ماہنامہ ''خیالستان'' لاہور، ستمبر ۱۹۳۱ء : ص ۱۴

ترانہ ق میں اس رباعی کا عنوان ''کالا کلوٹا ہی سہی'' لکھا ہے۔ یہی کلیات میں لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''خیالستان'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۶ : ص ۱۹۱

☆ ترانہ ق: ص۱۸۴ ☆ گنجینہ ق : ص ۲۳، ش ۶۳ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۵۹ ، الف

☆ پندرہ روزہ ''سہیلی'' لاہور، مشترکہ شمارہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۳۱ء و ۱۰ر جنوری ۱۹۳۲ء : ص ۲۸

(بعنوان : پیامِ یگانہ)

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''سہیلی'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۷ : ص۱۹۲

☆ ترانہ ق: ص۱۸۵ ☆ گنجینہ ق : ص ۶۲، ش ۲۵۸ (ر)

☆ ماہنامہ ''ساقی'' دہلی، اپریل ۱۹۳۲ء

اختلاف نسخ :

رسالہ ''ساقی'' میں رباعی کا عنوان ''زہدِ بے معنی'' ہے۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''ساقی'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۸ : ص۱۹۳

☆ ترانہ ق: ص ۱۸۶ ☆ گنجینہ ق : ص ۶۵ ، ش ۲۷۳ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۵۹، الف

۱۸۹ : ص۱۹۴

☆ ترانہ ق: ص۱۸۷ ☆ گنجینہ ق : ص ۶۱ ، ش ۲۵۵ (ر)

۱۹۰ : ص ۱۹۵

☆ ترانہ ق: ص۱۸۹ ☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، نومبر ۱۹۳۱ء : ص ۴۹

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : مرنا اُس کا کہ مر کے زندہ ہوجائے

رسالہ ''نیرنگ خیال'' میں ''کہ'' کی جگہ ''جو'' ہے۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۱ : ص ۱۹۶

☆ ترانہ ق: ص ۱۸۸ ☆ گنجینہ ق : ص ۴۶ ،ش ۱۷۶ (ر)

☆ بیاض ا: ورق ۶۸ ب ☆ ماہنامہ "نیرنگ خیال" لاہور مئی ۱۹۳۱ء : ص ۴۸

زمانۂ تصنیف :

رسالہ "نیرنگ خیال" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۲ : ص ۱۹۷

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۰ ☆ ماہنامہ "ساقی" دہلی، اپریل ۱۹۳۲ء

اختلاف نسخ :

رسالہ "ساقی" میں عنوان : "جوتے کھاؤ، ہنستے جاؤ، منہ نہ بناؤ"۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ "ساقی" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۳ : ص ۱۹۸

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۱

۱۹۴ : ص ۱۹۹

آیات اوّل کی رباعی ش : ۳۹ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۳۹ ، آیات اوّل۔

۱۹۵ : ص ۲۰۰

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۳ ☆ گنجینہ ق : ص ۴۵ ،ش ۱۷۵ (ر)

☆ بیاض ا: ورق ۵۹ ب

اختلاف نسخ :

بیاض ا میں مصرع ۳ میں پہلے "نغمۂ رنگیں" لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے "نغمۂ دل کش" لکھا ہے۔ مصرع ۴ میں "کھسیانی ہنسی" لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے "دیوانی ہنسی" لکھا ہے۔

۱۹۶ : ص ۲۰۱

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۴ ☆ گنجینہ ق : ص ۵۸ ،ش ۲۳۰ (ر)

☆ ماہنامہ "نیرنگ خیال" لاہور، جنوری ۱۹۲۹ء : ص ۳۳

اختلاف نسخ :

ترانہ م و ق میں اس رباعی پر جو حاشیہ ہے، وہ باقی دو مآخذ میں نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف:
رسالہ "نیرنگ خیال" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۷: ص ۲۰۲

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۵
☆ گنجینہ ق: ص ۵۸، ش ۲۳۸ (ر)
☆ ماہنامہ "نیرنگ خیال" لاہور، دسمبر ۱۹۲۷ء: ص ۶۹

زمانۂ تصنیف:
رسالہ "نیرنگ خیال" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۸: ص ۲۰۳

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۶
☆ گنجینہ ق: ص ۵۰، ش ۲۰۰ (ر)
☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۵
☆ ماہنامہ "نیرنگ خیال" لاہور، ستمبر ۱۹۳۱ء ص ۴

اختلاف نسخ:
اس رباعی کے دوسرے مصرعے:
آپ اپنی نگاہوں میں بُرے کیوں ہوتے
پر یگانہ نے غالب شکن، محولۂ بالا میں یہ حاشیہ لکھا ہے:
"آپ اپنی نگاہوں میں بُرا وہ ہے جو یہ کہے: نہ سہی گر مرے اشعار میں معنی نہ سہی"۔

زمانۂ تصنیف:
رسالہ "نیرنگ خیال" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۹: ص ۲۰۴

☆ ترانہ ق: ص ۱۹۷
☆ گنجینہ ق: ص ۵۱، ش ۲۰۲ (ر)
☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۰
☆ مکتوب یگانہ، بنام دوارکا داس شعلہ، مؤرخہ یکم مئی ۱۹۲۹ء، کتابی سلسلہ: "تحقیقی ادب" کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۴۷۵

اختلاف نسخ:
اس رباعی پر ترانہ م و ق میں جو حاشیہ ہے وہ گنجینہ ق میں نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف:
مکتوب محولۂ بالا میں یگانہ نے یہ رباعی درج کرنے سے پہلے یہ عبارت لکھی ہے:
"نیرنگ خیال میں میاں بے خود موہانی کا مسلسل مضمون* شائع ہو رہا ہے جس میں

---

* ماہنامہ "نگار" لکھنؤ کے فروری ۱۹۲۸ء کے شمارے میں "آرگس" کا مضمون "غالب بے نقاب" شائع ہوا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ غالب کے بہت سے اشعار میں دوسروں کے اشعار سے سرقے کی حد تک استفادہ کیا گیا ہے۔ بے خود موہانی نے اس کا جواب بہ عنوان "آرگس بے حجاب" لکھا تھا جو ماہنامہ "نیرنگ خیال" لاہور میں بالاقساط شائع ہوا تھا۔ اس کی پہلی قسط دسمبر ۱۹۲۸ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی، اور باقی اقساط ۱۹۲۹ء کے مختلف شماروں میں۔ یہ مضمون بے خود موہانی کی کتاب "گنجینۂ تحقیق" (اتر پردیش اردو اکیڈمی، لکھنؤ ۱۹۷۹ء) میں بھی شامل ہے۔

میرزا غالب کی کھلی ہوئی چوریوں پر ملمع سازی کی جا رہی ہے۔ اُس پر میں نے ایک رباعی کہی جو قولِ فیصل ہے"۔ (ص ۴۷۵)

اس رباعی کا زمانہ تصنیف وہی ہو سکتا ہے جو مکتوب یگانہ کا ہے۔ یعنی ۱۹۲۹ء۔

۲۰۰ : ص ۲۰۵

☆ ترانہ ق: ص۱۹۸
☆ گنجینہ ق: ص۵۳، ش۲۱۴ (ر)
☆ غالب شکن، طبع دوم: ص۷۲

۲۰۱ : ص ۲۰۶

☆ ترانہ ق: ص۱۹۹
☆ گنجینہ ق: ص ۵۱، ش۲۰۳ (ر)
☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۰

۲۰۲ : ص ۲۰۷

☆ ترانہ ق: ص۲۰۰
☆ آیات دوم: ص۲۶۳، ش ۱۰۷
☆ گنجینہ ق: ص ۵۰، ش ۱۹۶ (ر)
☆ غالب شکن، طبع دوم: ص۷۴
☆ ماہنامہ "نیرنگ خیال" لاہور، جنوری ۱۹۲۹ء: ص ۳۳

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "نیرنگ خیال" محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۲۰۳ : ص ۲۰۸

☆ ترانہ ق: ص۲۰۱
☆ گنجینہ ق: ص۵۲، ش ۲۱۰ (ر)
☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۱

۲۰۴ : ص ۲۰۹

☆ ترانہ ق: ص۲۰۲
☆ گنجینہ ق: ص ۵۱، ش ۲۰۱ (ر)
☆ غالب شکن، طبع اوّل: ص ۲۹
☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۶

۲۰۵ : ص ۲۱۰

☆ ترانہ ق: ص۲۰۳
☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۶

☆☆☆

آیاتِ وجدانی

طبعِ دوم

الف: سرورق

آیات دوم کے سرورق پر درج شعر وہی ہے جو آیات اوّل کے سرورق پر ملتا ہے۔

رک: حاشیہ ب، آیات اوّل۔

۱: ص ۳-۱ وص ۲۸۸، ش ۱۴/ ۱۲۹ (متفرقات)

☆ آیات سوم: ص ۴۸-۴۵، ش ۲ ☆ گنجینہ م: ص ۱۰، ش ۱ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۷۵، ش ۱ (غ) ☆ بیاض ۳: ورق ۱۲، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۱، الف

☆ ماہ نامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سال نامہ ۱۹۳۴ء: ص ۱۷۱

تمام مجموعوں اور بیاضوں میں ۹ شعروں کی اس غزل کا متن اور تعدادِ اشعار یکساں ہے۔ شعروں کی ترتیب میں فرق ہے۔ کلیات میں ترتیبِ اشعار گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ آیات دوم میں مطلعِ ثانی غزل میں شامل نہیں ہے ''متفرقات'' میں ہے۔ بیاض ۳ میں بھی یہی صورت ہے۔ غزل کے آخر میں ''مطلع'' کے عنوان کے تحت لکھا گیا ہے۔ رسالہ ''نیرنگ خیال'' میں غزل کا ابتدائی متن چھپا ہے۔ اس میں بھی ۹ شعر ہیں۔ مطلعِ اوّل نہیں ہے۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ رک: ضمیمہ ۲، ش ۲۱۔

اختلاف نسخ:

آیات دوم میں اس غزل کا عنوان ''بنامِ یگانہ'' ہے۔ یہ عنوان کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رسالہ ''نیرنگ خیال'' میں عنوان ''طرزِ یگانہ'' ہے۔

شعر ۴، مصرع ۱: گناہِ زندہ دلی کہیے یا دل آزاری

رسالہ ''نیرنگ خیال'': کہاں کا خندۂ بے جا کہاں کی زندہ دلی

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ ''نیرنگ خیال'' کا سال نامہ سال کے پہلے مہینے میں شائع ہوتا تھا۔

۲: ص ۵-۳

آیات اوّل کی غزل: ۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳، آیات اوّل۔

۳: ص ۸-۵

آیات اوّل کی غزل: ۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴، آیات اوّل۔

۴: ص ۹-۸

نشتر کی غزل: ۹ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱ تا ۵، ۸، ۱۰۔
رک: حاشیہ ۹، نشتر۔

۵: ص ۱۳-۱۰

آیات اوّل کی غزل: ۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶، آیات اوّل۔

۶: ص ۱۷-۱۳

آیات اوّل کی غزل: ۷ کے یہ ۱۵ شعر۔ ش: ۱ تا ۷، ۹، ۱۰، ۱۲ تا ۱۷۔
رک: حاشیہ ۷، آیات اوّل۔

۷: ص ۲۰-۱۷

آیات اوّل کی غزل: ۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸، آیات اوّل۔

۸: ص ۲۱-۲۰

آیات اوّل کی غزل: ۱۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰، آیات اوّل۔

۹: ص ۲۳-۲۱

نشتر کی غزل: ۱ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۱، نشتر۔

۱۰: ص ۲۶-۲۳

آیات اوّل کی غزل: ۱۲ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۴، ۶ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۱۲، آیات اوّل۔

۱۱: ص ۲۸-۲۶

نشتر کی غزل: ۱۳ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵، ۸، ۱۰ تا ۱۲، ۱۴۔
رک: حاشیہ ۱۳، نشتر۔

۱۲: ص ۲۹-۲۸

آیات اوّل کی غزل: ۱۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴، آیات اوّل۔

۱۳: ص ۳۱-۳۰

آیات اوّل کی غزل: ۱۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۵، آیات اوّل۔

۱۴: ص ۳۳-۳۱
آیات اوّل کی غزل: ۱۶ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱ تا ۶
رک: حاشیہ ۱۶، آیات اوّل۔

۱۵: ص ۳۵-۳۴
آیات اوّل کی غزل: ۱۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۷، آیات اوّل۔

۱۶: ص ۳۶-۳۵
آیات اوّل کی غزل: ۱۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۸، آیات اوّل۔

۱۷: ص ۴۰-۳۷
آیات اوّل کی غزل: ۱۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۹، آیات اوّل۔

۱۸: ص ۴۳-۴۰
آیات اوّل کی غزل: ۲۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۰، آیات اوّل۔

۱۹: ص ۴۶-۴۳
آیات اوّل کی غزل: ۲۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۱، آیات اوّل۔

۲۰: ص ۴۹-۴۶
آیات اوّل کی غزل: ۲۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۲، آیات اوّل۔

۲۱: ص ۵۰-۴۹
نشتر کی غزل: ۱۱ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۶، ۸، ۱۰، ۱۵، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۱۱، نشتر۔

۲۲: ۵۲-۵۱
آیات اوّل کی غزل: ۲۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۴، آیات اوّل۔

۲۳: ص ۵۵-۵۲
☆ آیات سوم: ص ۸۶، ش ۱۷
☆ گنجینہ ق: ص ۸۲، ش ۱۰ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۴ ب
☆ گنجینہ م: ص ۱۶-۱۵، ش ۱۰ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۲۵، الف و ب
☆ ماہ نامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سال نامہ ۱۹۳۱ء: ص ۱۵۷ (بعنوان: ''طرز یگانہ'')

آیات دوم میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ ان میں نشتر کی غزل: ۱۴ کے ۴ شعر بھی شامل ہیں (ش: ۲، ۴، ۶، ۷) یہ اشعار حذف کیے گئے، اس طرح کلیات میں یہ غزل ۸ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات سوم میں ۸ شعر ہیں۔ ان میں سے ۲ شعر نشتر کی مذکورہ غزل کے ہیں۔ (ش: ۶ و ۷) آیات دوم (کلیات) کے دو شعر (ش: ۳ و ۵) اس میں نہیں ہیں۔ باقی ۶ موجود ہیں۔ گنجینہ م و ق میں ۱۰ شعر ہیں۔ ان میں ۲ شعر نشتر کی مذکورہ غزل کے ہیں (ش: ۴ و ۶)۔ باقی ۸ وہی ہیں جو کلیات میں ہیں۔ بیاض ۳ میں وہی ۱۲ شعر ہیں جن کی تفصیل اوپر آیات

دوم کے سلسلے میں دی گئی ہے۔ بیاض ۴ میں ۱۱ شعر ہیں۔ ان میں سے ۸ وہی ہیں جو کلیات میں ہیں، باقی تین نشتر کی مذکورہ غزل کے ہیں (ش: ۶ تا ۸)۔ رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں ۱۲ شعر ہیں۔ ۸ کلیات میں شامل اشعار ہیں، اور ۳ نشتر کی مذکورہ غزل کے (ش: ۴، ۶، ۷)۔ اور ایک شعر آیات دوم کی غزل: ۵۵ کا ہے (ش: ۳)

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جا سکتا ہے۔ واضح رہے اس رسالے کا سال نامہ سال کے شروع میں شائع ہوتا تھا۔

۲۴: ص ۵۷-۵۵ (مثلث)

☆ آیات سوم: ص ۴۷-۴۳، ش ۹
☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۹، ش ۱۱۹ (غ)
☆ بیاض ۲: ورق ۱۹ ب و ورق ۲۰، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۱۵ ب
☆ گنجینہ م: ص ۹۱، ش ۱۲۰ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۶۰ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۸، الف
☆ ماہ نامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، ستمبر ۱۹۲۷ء: ص ۶۲

بیاض ۱ کے سوا باقی تمام ماخذ میں وہی چار بند ہیں جو آیات دوم میں ہیں۔ بیاض ۱ میں ۵ بند ہیں۔ ایک بند کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ رک: باقیات ۳۱۔ آیات اوّل میں ص ۳۰۲ پر ''متفرقات'' کے تحت (ش: ۹۲/۱۹) جو تین شعر ملتے ہیں، انھیں بند: ۱ و ۴ اور بیاض ۱ کے زائد بند میں مثلث کیا گیا ہے۔

زمانۂ تنصیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس مثلث کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۲۵: ص ۶۰-۵۷ (مثلث)

آیات اوّل کے مثلث (ش: ۲۸) کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۸، آیات اوّل۔

۲۶: ص ۶۱-۶۰

نشتر کی غزل: ۵ کے یہ ۴ شعر۔ ش: ۴، ۵، ۷، ۱۰۔
رک: حاشیہ ۵، نشتر۔

۲۷: ص ۶۴-۶۱

آیات اوّل کی غزل: ۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲، آیات اوّل۔

۲۸: ص ۶۵-۶۴

۴ شعروں کی اس غزل میں یگانہ نے اتنی کاٹ چھانٹ کی ہے کہ اس کی صورت ہی بدل گئی ہے۔ اور اشعار کی تعداد بھی ۸ ہو گئی۔ یہ ترمیم شدہ متن آیات سوم میں شامل ہے۔ اس لیے یہ غزل آیات دوم سے خارج کر دی گئی ہے۔ تفصیل کے لیے رک: آیات سوم، حاشیہ ۱۰۔

۲۹ : ص ۶۸-۶۵

نشتر کی غزل: ۲۳ کے یہ ۱۴ شعر۔ ش: ۱ تا ۶، ۸، ۹، ۱۱ تا ۱۶۔

رک : حاشیہ ۲۳، نشتر۔

۳۰ : ص ۷۳-۶۹

آیات اوّل کی غزل: ۳۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۳۰، آیات اوّل۔

۳۱ : ص ۷۷-۷۴

آیات اوّل کی غزل: ۳۴ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۳۴، آیات اوّل۔

۳۲ : ۸۱-۷۷

آیات اوّل کی غزل: ۳۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۳۷، آیات اوّل۔

۳۳ : ص ۸۳-۸۱

☆ آیات سوم: ص ۱۳۲-۱۳۰، ش ۳۹
☆ گنجینہ م: ص ۳۵، ش ۴۱ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۲، ش ۳۹ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۴ ب تا ورق ۵ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۳۰ ب و ورق ۳۱، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۱۹، الف

۱۰ شعروں کی یہ غزل تمام ماٰخذ میں تعداد اشعار کے اعتبار سے یکساں ہے۔ کلیات میں متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۱، مصرع ۲	:	شمعِ عصمت کو بھری محفل میں عریاں دیکھ کر
آیات دوم و گنجینہ م	:	غنچے غنچے میں بہارِ صد گریباں دیکھ کر
شعر ۲، مصرع ۱	:	دل کو بہلاتے ہو کیا کیا آرزوے خام سے
آیات دوم، بیاض ۱، ۳ و ۴	:	دلکو بہلاتا ہوں کیا کیا ....
شعر ۴، مصرع ۱	:	بے دلوں نے ہنستے ہنستے مار ڈالا بے اجل
بیاض ۴	:	.... بے اماں
شعر ۱۰، مصرع ۱	:	اور کیا ہوتی یگانہ دردِ عصیاں کی دوا
آیات دوم، بیاض ۱، ۳	:	خوب ہاتھ آئی یگانہ ....

زمانہ تصنیف :

"عظیم آباد ۔ ۸، مارچ ۱۹۳۱ء"۔ (بیاض ۱، ورق ۴ ب)

۳۴ : ص ۸۵-۸۴
آیات اوّل کی غزل: ۳۲ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳۲ ، آیات اوّل۔

۳۵ : ص ۸۸-۸۵
آیات اوّل کی غزل: ۳۳ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳۳ ، آیات اوّل۔

۳۶ : ص ۹۱-۸۸
آیات اوّل کی غزل: ۳۸ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳۸ ، آیات اوّل۔

۳۷ : ص ۹۵-۹۱
آیات اوّل کی غزل: ۲۹ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۲۹ ، آیات اوّل۔

۳۸ : ص ۹۸-۹۵
آیات اوّل کی غزل: ۴۰ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۴۰ ، آیات اوّل۔

۳۹ : ص ۱۰۱-۹۹
آیات اوّل کی غزل: ۴۸ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۴۸ ، آیات اوّل۔

۴۰ : ص ۱۰۳-۱۰۱
آیات اوّل کی غزل: ۴۱ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۴۱ ، آیات اوّل۔

۴۱ : ص ۱۰۶-۱۰۳
آیات اوّل کی غزل: ۴۳ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۴۳ ، آیات اوّل۔

۴۲ : ص ۱۰۹-۱۰۷
آیات اوّل کی غزل: ۴۴ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۴۴ ، آیات اوّل۔

۴۳ : ص ۱۱۱-۱۰۹
آیات اوّل کی غزل: ۴۵ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۴۵ ، آیات اوّل۔

۴۴ : ص ۱۱۲-۱۱۱
نشتر کی غزل: ۲۴ کے یہ ۵ شعر۔ ش : ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۲۔
رک : حاشیہ ۲۴ ، نشتر۔

۴۵ : ص ۱۱۳-۱۱۲
آیات اوّل کی غزل: ۵۰ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۵۰ ، آیات اوّل۔

۴۶ : ص ۱۱۴-۱۱۳
آیات اوّل کی غزل: ۴۹ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۴۹ ، آیات اوّل۔

۴۷ : ص ۱۱۶-۱۱۴
نشتر کی غزل: ۲۸ کے یہ ۹ شعر۔ ش: [illegible]۔
رک : حاشیہ ۲۸ ، نشتر۔

۴۸ : ص ۱۱۷-۱۱۶
نشتر کی غزل: ۲۵ کے یہ ۳ شعر۔ ش: ۱، ۹، ۱۱۔
رک : حاشیہ ۲۵ ، نشتر۔

۴۹ : ص ۱۲۰-۱۱۷
آیات اوّل کی غزل: ۴۷ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۴۷ ، آیات اوّل۔

۵۰ : ص ۱۲۱-۱۲۰

نشتر کی غزل: ۲۶ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۶، ۷، ۱۲، ۱۴۔

رک : حاشیہ ۲۶، نشتر۔

۵۱ : ص ۱۲۴-۱۲۲

☆ آیات سوم: ص ۱۶۷-۱۶۶، ش ۵۵ ☆ گنجینہ م: ص ۵۱-۵۰، ش ۶۵ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۸، ش ۶۲ (غ) ☆ بیاض ۲: ورق ۱۸، الف و ب

☆ بیاض ۳: ورق ۹، الف و ب۔ ورق ۵۰ ب و ورق ۵۱، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۳۰، الف

☆ ماہ نامہ ''زمانہ'' کان پور، ستمبر ۱۹۳۰ء: ص ۱۸۰

۱۱ شعروں کی مکمل غزل صرف آیات دوم اور بیاض ۲ و ۳ میں ہے اور یہی کلیات میں ہے۔ (بیاض ۳ میں یہ دو جگہ لکھی ہے) آیات سوم، گنجینہ ق، اور بیاض ۴ میں ۱۰ شعر ہیں۔ شعر: ۲، ان سب میں نہیں ہے۔ گنجینہ م میں ۹ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۲ و ۱۱) اس میں نہیں ہیں۔

اختلاف نسخ :

آیات سوم میں ۴ شعروں پر حاشیے لکھے گئے ہیں جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ کلیات میں یہ حاشیے درج کیے گئے ہیں۔

شعر ۴، مصرع ۱ : توبہ بھی بھول گئے عشق میں وہ مار پڑی

آیات سوم : توبہ بھی بھول گئی عشق ....

شعر ۶، مصرع ۱ : کیا عجب ہے کہ دل دوست ہو مدفن اپنا

آیات دوم و بیاض ۳ : ....ہو اپنا مدفن

(کلیات میں گنجینہ ق کا متن ہے۔ بیاض ۳ میں یہ مصرع دونوں طرح ہے)

شعر ۸، مصرع ۱ : فکرِ امروز نہ اندیشۂ فردا کی خلش

رسالہ ''زمانہ'' : ....فردا باقی

شعر ۱۱، مصرع ۲ : مگر استاد یگانہ سا اب استاد نہیں

رسالہ ''زمانہ'' : مگر اس فن میں یگانہ سا..........

س ک :

شعر ۷، مصرع ۲: گنجینہ ق میں لفظ ''بھی'' لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانہ تصنیف :

رسالہ ''زمانہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۲ : ص ۱۲۷-۱۲۵ (''فخریہ'')

مطابق آیات اوّل، ش: ۵۴

رک : حاشیہ ۵۴، آیات اوّل۔

۵۳ : ص ۱۲۹-۱۲۷

آیات اوّل کی غزل: ۵۶ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱ تا ۶، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۳۔

رک : حاشیہ ۵۶، آیات اوّل۔

۵۴ : ص ۱۳۳-۱۳۰

آیات اوّل کی غزل : ۵۷ کے یہ ۱۶ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۳، ۱۵ تا ۱۸۔

رک : حاشیہ ۵۷، آیات اوّل۔

۵۵ : ص ۱۳۳، ش ۵۵ و ص ۱۳۷، ش ۵۷

☆ گنجینۂ ق : ص ۱۶۶، ش ۴/ ۱۲۸ (غ) ☆ بیاض ۳: ورق ۴۱، الف

☆ ماہ نامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سال نامہ ۱۹۳۱ء: ص ۱۵۷

آیات دوم میں ۳ شعروں کی اس غزل کا مطلع الگ ہے (ص ۱۳۳) اور ۲ شعر الگ درج کیے گئے ہیں (ص ۱۳۷)۔ کلیات میں ان تینوں شعروں کو یک جا کر دیا گیا ہے۔ مطلع کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ باقی دو شعر گنجینۂ ق اور بیاض ۳ میں ملتے ہیں۔ تیسرا شعر رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں بھی ہے۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۳۰ء۔ اس غزل کا ایک شعر (ش: ۳) رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں شائع ہوا ہے۔ اس بنا پر گمانِ غالب ہے کہ باقی دونوں شعر بھی اسی زمانے کی تصنیف ہیں۔

۵۶ : ص ۱۳۷-۱۳۴

آیات اوّل کی غزل: ۵۸ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۵۸، آیات اوّل۔

۵۷ : ص ۱۳۷

وہ ۲ شعر جو، ش: ۵۵ کے تحت شامل کیے گئے۔

رک : حاشیہ ۵۵، مندرجۂ بالا۔

۵۸ : ص ۱۳۸

آیات اوّل کی غزل: ۵۹ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۵۹، آیات اوّل۔

۵۹ : ص ۱۴۱-۱۳۹

آیات اوّل کی غزل: ۶۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۶۰، آیات اوّل۔

۶۰ : ص ۱۴۳-۱۴۱

نشتر کی غزل: ۳۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۵، ۱۱ تا ۱۴۔

رک : حاشیہ ۳۶، نشتر۔

۶۱: ص ۱۴۵-۱۴۳
نشتر کی غزل: ۳۵ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۷، ۹، ۱۱ تا ۱۴، ۱۶، ۱۷۔ نیز غزل: ۳۶ کا ایک شعر (ش: ۱۰)
رک: حاشیہ ۳۵، نشتر۔

۶۲: ص ۱۴۸-۱۴۶
آیات اوّل کی غزل: ۶۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۴، آیات اوّل۔

۶۳: ص ۱۵۰-۱۴۸
آیات اوّل کی غزل: ۶۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۵، آیات اوّل۔

۶۴: ص ۱۵۴-۱۵۱
آیات اوّل کی غزل: ۶۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۶، آیات اوّل۔

۶۵: ص ۱۵۸-۱۵۵
آیات اوّل کی غزل: ۶۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۷، آیات اوّل۔

۶۶: ص ۱۶۱-۱۵۸
آیات اوّل کی غزل: ۶۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۸، آیات اوّل۔

۶۷: ص ۱۶۳-۱۶۲
آیات اوّل کی غزل: ۶۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۹، آیات اوّل۔

۶۸: ص ۱۶۴
آیات اوّل کی غزل: ۷۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۳، آیات اوّل۔

۶۹: ص ۱۶۷-۱۶۵
آیات اوّل کی غزل: ۷۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۰، آیات اوّل۔

۷۰: ص ۱۷۰-۱۶۸
آیات اوّل کی غزل: ۷۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۱، آیات اوّل۔

۷۱: ص ۱۷۲-۱۷۱
آیات اوّل کی غزل: ۷۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۲، آیات اوّل۔

۷۲: ص ۱۷۵-۱۷۳
آیات اوّل کی غزل: ۷۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۴، آیات اوّل۔

۷۳: ص ۱۷۸-۱۷۵
آیات اوّل کی غزل: ۷۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۵، آیات اوّل۔

۷۴: ص ۱۸۱-۱۷۸
آیات اوّل کی غزل: ۸۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۷، آیات اوّل۔

۷۵: ص ۱۸۳-۱۸۱
آیات اوّل کی غزل: ۸۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۶، آیات اوّل۔

۷۶: ص ۱۸۶-۱۸۴
آیات اوّل کی غزل: ۷۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۶، آیات اوّل۔

۷۷: ص ۱۹۰-۱۸۷
آیات اوّل کی غزل: ۷۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۸، آیات اوّل۔

۷۸ : ص ۱۹۱-۱۹۰

آیات اوّل کی غزل: ۷۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۷۷، آیات اوّل۔

۷۹ : ص ۱۹۵-۱۹۲

آیات اوّل کی غزل: ۸۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۰، آیات اوّل۔

۸۰ : ص ۱۹۹-۱۹۶

آیات اوّل کی غزل: ۸۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۱، آیات اوّل۔

۸۱ : ص ۲۰۲-۱۹۹

آیات اوّل کی غزل: ۸۳ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۳، آیات اوّل۔

۸۲ : ص ۲۰۴-۲۰۳

آیات اوّل کی غزل: ۸۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۲، آیات اوّل۔

۸۳ : ۲۰۷-۲۰۵

نشتر کی غزل: ۴۲ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۲، ۳، ۵، ۶، ۱۳، ۱۴، ۱۴، ۱۶ تا ۲۱۔

رک : حاشیہ ۴۲، نشتر۔

۸۴ : ص ۲۱۰-۲۰۸

آیات اوّل کی غزل: ۸۵ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۵، آیات اوّل۔

۸۵ : ص ۲۱۲-۲۱۱

آیات اوّل کی غزل: ۹۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۹۰، آیات اوّل۔

۸۶ : ۲۱۵-۲۱۳

آیات اوّل کی غزل: ۸۹ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۹، آیات اوّل۔

۸۷ : ص ۲۱۸-۲۱۵

آیات اوّل کی غزل: ۸۸ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۸، آیات اوّل۔

۸۸ : ص ۲۲۱-۲۱۹

☆ آیات سوم: ص ۳۹۵-۳۹۴، ش ۱۲۳ ☆ گنجینہ م: ص ۶۱، ش ۶۷ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۹، ش ۷۳ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۵۳ ب۔ ورق ۶۳، الف تا ورق ۶۴، الف

☆ بیاض ۳: ورق ۸۰، الف و ب ☆ بیاض ۴: ورق ۶۴ ب

☆ بیاض ۵: ورق ۷۰ ب تا ورق ۷۱ ب

☆ ماہ نامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سال نامہ ۱۹۲۸ء: ص ۱۱۶

آیات دوم میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ م و ق اور بیاض ۵ میں بھی شعروں کی تعداد یہی ہے لیکن آیات دوم کا ایک شعر (ش : ۱۲) مذکورہ مجموعوں میں نہیں ہے اور ان مجموعوں میں شامل ایک شعر

(ش:۵) آیاتِ دوم میں نہیں ہے۔ گویا مذکورہ تمام مجموعوں میں گیارہ شعر مشترک ہیں اور دو متفرق۔ کلیات میں یہ تیرہ شعر یک جا کر دیے گئے ہیں اور شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق رکھی گئی ہے۔ آیاتِ دوم کا زائد شعر کلیات میں مقطع سے پہلے غزل میں شامل کیا گیا ہے۔ بیاض ۱، ۳ و ۴ اور رسالہ ''نیرنگ خیال'' میں کلیات میں شامل سب شعر موجود ہیں۔ بیاض ۱، میں ورق ۵۳، الف پر غزل کے ۴ شعر (ش: ۱، ۳، ۶، ۸) لکھ کر قلم زد کیے گئے ہیں۔

اختلافِ نسخ:

شعر ۱، مصرع ۲ :	ہوش آتے ہی دیوانے کھوئے گئے دنیا سے
بیاض ۳ (قلم زدہ متن) اور رسالہ ''نیرنگ خیال'' :	ہوش آتے ہی پروانے............
شعر ۵، مصرع ۲ :	ٹکرا کے پلٹ آئیں موجیں لبِ دریا سے
بیاض ۴ :	ٹکراتی ہیں سر کیا کیا موجیں..........
شعر ۶، مصرع ۲ :	کیوں آنکھ چُراتا ہے گم گشتۂ تنہا سے
گنجینہ م :	کیوں آنکھ پھراتا ہے ....
شعر ۱۱، مصرع ۱ :	جو دم ہے غنیمت ہے کیا جایے کل کیا ہو
رسالہ ''نیرنگ خیال'' :	............جایے کیا کل ہو

زمانۂ تصنیف:

''یکم اگست ۱۹۲۷ء''۔ (بیاض ۱، ورق ۶۳، الف)

۸۹ : ص ۲۲۴-۲۲۲

☆ آیاتِ سوم: ص ۳۸۵-۳۸۳، ش ۱۰۸
☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۰-۱۲۹، ش ۷۴ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۴۷، الف
☆ ماہ نامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سال نامہ ۱۹۳۲ء، ص ۱۱۹
☆ گنجینہ م: ص ۶۲-۶۱، ش ۷۷ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۸۱، الف و ب

کلیات میں یہ غزل ۱۱ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیاتِ دوم اور بیاض ۳ میں ۱۰ شعر ہیں (ش: ۱ تا ۹ و ۱۱)۔ آیاتِ سوم میں ۹ شعر ہیں (ش: ۱ تا ۸ و ۱۰)۔ گنجینہ م و ق میں ۱۰ شعر ہیں (ش: ۱ تا ۱۰) شعر ۱۱ (مقطع ثانی) صرف آیاتِ دوم و بیاض ۳ و ۴ میں ملتا ہے۔ مذکورہ تمام مجموعوں میں شامل اشعار کی مجموعی تعداد ۱۱ ہے۔ یہی سب اشعار کلیات میں شامل ہیں۔ شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ آخر میں آیاتِ دوم کا مقطع شامل کر دیا گیا۔ یہ مقطع آیاتِ دوم کے بعد کے کسی مجموعے میں یگانہ نے شامل نہیں کیا اور اس کی جگہ ایک نیا مقطع (شعر: ۱۰) لکھ کر شاملِ غزل کر دیا۔ آیاتِ دوم کا مقطع غزل سے خارج کرنے کی وجہ شاید یہ ہے کہ اس میں یگانہ نے غالب کے مقابلے پر اپنے آپ کو بڑھا کر پیش کیا ہے، ممکن ہے بعد میں یہ مبالغہ خود یگانہ کی نظر میں مستحسن نہ ٹھہرا ہو۔
یہ غزل پہلی مرتبہ رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں شائع ہوئی تھی۔ یہ اس کا ابتدائی متن ہے جو ۱۱ شعروں پر مشتمل ہے۔ کلیات میں شامل شعر: ۱۰، اس میں نہیں ہے کیوں کہ یہ اُس وقت تک کہا نہیں گیا تھا۔ ''نیرنگ خیال'' میں ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ رک: باقیات ۴۸۔

اختلاف نسخ :

شعر۴، مصرع ۱ : کیسے کیسے دل زدہ آوارۂ صحرا ہوے
آیات دوم، بیاض ۳، رسالہ ''نیرنگ خیال'' : سیکڑوں مجنوں صفت آوارۂ صحرا ہوے

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ واضح رہے کہ اس رسالے کا سال نامہ ۱۹۳۲ء کے شروع میں شائع ہوا تھا۔ گمان غالب ہے کہ اس غزل کا مقطع ثانی آیات سوم کی ترتیب (۱۹۴۴ء) کے وقت اضافہ کیا گیا۔

۹۰ : ص ۲۲۶-۲۲۴

☆ گنجینہ م : ص ۶۵-۶۴، ش ۸۲ (غ)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۳۳-۱۳۲، ش ۹۷ (غ)
☆ بیاض ۳ : ورق ۸۲، الف و ب
☆ بیاض ۴ : ورق ۴۸، الف
☆ سال نامہ ''کارواں'' لاہور، ۱۹۳۳ء : ص ۱۲۰

۱۰ شعروں کی اس غزل کا متن، سوائے سال نامہ ''کارواں'' کے باقی تمام مآخذ میں یکساں ہے لیکن ترتیب اشعار مختلف ہے۔ کلیات میں یہ ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ ''کارواں'' میں ۱۱ شعر ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ رک : باقیات ۴۷۔ اس زائد شعر کا مصرع اوّل دراصل آیات اوّل کی غزل: ۴ کے شعر: ۵ کا مصرع اوّل ہے۔

زمانۂ تصنیف :

سال نامہ ''کارواں'' میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ یہ سال نامہ جیسا کہ اداریے (''سخن ہائے گفتنی'') کے آخر میں درج تاریخ سے واضح ہے، دسمبر ۱۹۳۲ء میں مرتب ہوگیا تھا۔ (ص ۸)۔

۹۱ : ص ۲۲۹-۲۲۷

☆ آیات سوم : ص ۳۹۸-۳۹۷، ش ۱۲۶
☆ گنجینہ م : ص ۶۲، ش ۸۷ (غ)
☆ گنجینہ ق : ص ۱۳۰، ش ۷۵ (غ)
☆ بیاض ۲ : ورق ۱۹، الف
☆ بیاض ۳ : ورق ۸ ب و ورق ۸۳، الف
☆ بیاض ۴ : ورق ۴۷ ب
☆ ماہ نامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جنوری ۱۹۳۱ء : ص ۵۰

۱۲ شعروں کی یہ غزل آیات دوم، بیاض ۲، ۳ و ۴ میں یکساں ہے (بیاض ۳ میں دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ دونوں متون میں کوئی فرق نہیں) آیات سوم میں دو شعر (ش : ۲ و ۵) کم ہیں۔ گنجینہ م میں بھی دو شعر (ش ۲ و ۴) کم ہیں۔ گنجینہ ق میں ایک شعر (ش : ۲) نہیں ہے۔ رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں ''معنی بیگانہ'' کے عنوان سے یہ غزل پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھی۔ اس میں ایک شعر (ش : ۳) نہیں ہے اور ایک شعر باقی تمام مآخذ سے زائد ہے۔ رک : ضمیمہ ۲، ش ۲۰

اختلاف نسخ:

شعر۱۰ : اپنے دم کی ہے روشنی ساری
دیدۂ دل تو وا کرے کوئی

رسالہ "نیرنگ خیال" : اپنے دل کی ہے روشنی ساری
چشمِ بینا تو وا کرے کوئی

س ک:

شعر۶، مصرع۱ : موت بھی آ سکی نہ مُنھ مانگی
گنجینہ م : موت بھی آ نہ سکی مُنھ مانگی

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "نیرنگ خیال" محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۲: ص ۲۳۰ (رباعی)

ترانہ م میں شامل رباعی: ۱۷۲ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۷۲، ترانہ م۔

۹۳: ص ۲۳۳-۲۳۱ (فارسی غزل)

آیات اوّل کی غزل: ۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱، آیات اوّل۔

۹۴: ص ۲۳۵-۲۳۳ (فارسی غزل)

آیات اوّل کی غزل: ۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۹، آیات اوّل۔

۹۵: ص ۲۳۸-۲۳۶ (فارسی غزل)

آیات اوّل کی غزل: ۳۵ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۳۵، آیات اوّل۔

۹۶: ص ۲۴۰-۲۳۸ (فارسی غزل)

☆ آیات سوم: ص ۱۳۵-۱۳۴، ش ۴۱
☆ گنجینہ ق: ص ۹۷، ش ۳۲ (غ)
☆ گنجینہ م: ص ۳۰، ش ۳۴ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۹۳ ب و ورق ۹۴، الف
☆ ماہ نامہ "عالم گیر" لاہور، نومبر ۱۹۳۲ء، ص ۴۰ (بعنوان: "بے اختیار")

۹ شعروں کی یہ غزل آیات دوم و سوم اور بیاض ۳ میں یکساں ہے۔ گنجینہ م و ق میں ایک شعر (ش: ۵) نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "عالم گیر" محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۷: ص ۲۴۲-۲۴۰ (فارسی غزل)

☆ آیات سوم: ص ۱۵۶، ش ۴۹
☆ گنجینہ ق: ص ۹۸، ش ۳۴ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۹۴، الف و ب
☆ گنجینہ م: ص ۳۲-۳۱، ش ۳۶ (غ)
☆ بیاض ۱: ورق ۵۲، الف

۹ شعروں کی یہ غزل آیات دوم، آیات سوم، گنجینہ ق اور بیاض ۱ میں یکساں ہے۔ شعروں کی ترتیب مختلف ہے۔ کلیات میں ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ ایک شعر (ش: ۸) گنجینہ م میں اور ایک ہی شعر (ش: ۵) بیاض ۳ میں کم ہے۔

زمانۂ تصنیف:

''۱۸ مارچ ۱۹۲۷ء''۔ (بیاض ۱)

۹۸: ص ۲۴۵-۲۴۳ (فارسی غزل)

آیات اوّل کی غزل: ۴۲ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۲، آیات اوّل۔

۹۹: ص ۲۴۶-۲۴۵ (فارسی غزل)

☆ بیاض ۱: ورق ۴۶، الف و ۶۸، الف ☆ ماہ نامہ ''مخزن'' لاہور، مارچ ۱۹۲۷ء: ص ۳۲

تینوں ماخذوں میں یہ غزل ۵ شعروں پر مشتمل ہے۔ بیاض ۱، میں دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۴۶، الف پر عنوان ''موافقت کا ماحول'' ہے جب کہ ورق ۶۸، الف پر کوئی عنوان نہیں۔ رسالہ ''مخزن'' میں عنوان ''موافقت ماحول'' ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۴، مصرع ۱ :	تا کجا گوش بر افسانۂ ماضی بودن
بیاض ۱ (ورق ۶۸، الف) :	..........ماضی باشم

زمانۂ تصنیف:

''۱۴/ اپریل ۱۹۲۶ء۔ یوم عیدالفطر، لاہور''۔ (بیاض ۱: ورق ۶۸، الف)

۱۰۰: ص ۲۴۹-۲۴۷ (فارسی۔ ترانۂ شفقشقیہ)

مطابق آیات اوّل: ش ۵۵۔

رک: حاشیہ ۵۵، آیات اوّل۔

۱۰۱: ص ۲۵۱-۲۴۹ (فارسی غزل)

آیات اوّل کی غزل: ۶۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۶۱، آیات اوّل۔

۱۰۲: ص ۲۵۳-۲۵۲ (فارسی غزل)

آیات اوّل کی غزل: ۷۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۷۹، آیات اوّل۔

۱۰۳: ص ۲۵۶-۲۵۳ (فارسی غزل)

آیات اوّل کی غزل: ۹۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۹۱، آیات اوّل۔

۱۰۴: ص ۲۵۹-۲۵۷ (فارسی غزل)

☆ آیات سوم: ص ۳۶۰-۳۵۹، ش ۹۷

☆ گنجینہ ق: ص ۹۹، ش ۳۶ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۸۹ ب و ورق ۹۰، الف

☆ ماہ نامہ ''انتخاب'' لاہور، فروری، مارچ ۱۹۲۶ء

☆ گنجینہ م: ص ۳۳-۳۲، ش ۳۸ (غ)

☆ بیاض ۱: ورق ۵۳ ب و ۵۴، الف

رسالہ ''انتخاب'' کے سوا باقی تمام ماخذوں میں اشعار کی تعداد (گیارہ) اور ترتیب یکساں ہے۔ رسالہ ''انتخاب'' میں یہ ۴ شعر ہیں۔ش : ۱، ۷، ۸، ۱۰۔

اختلاف نسخ :

شعر۲، مصرع ۱ : تشنۂ آغوشِ من حور جناں بیرونِ در
بیاض ۱ : ....من صد جلوۂ بیرونِ در
شعر۲، مصرع ۲ : طرفہ مہمانے درونِ خانہ دارم دیدنی
بیاض ۱ : وہ چہ مہمانے ....
شعر۸، مصرع ۱ : من کہ سیلابِ بلا را پیشِ پا افتادہ ام
رسالہ ''انتخاب'' : من کہ سیلابِ فنا را ....
شعر۱۱، مصرع ۲ : دست بالا بر سر بیگانہ دارم دیدنی
بیاض ۱ : جاے خوش در پہلوِ بیگانہ ....

س ک :

شعر۱۰، مصرع ۲ : خدمتے در کعبہ و بت خانہ دارم دیدنی
گنجینہ م : خدمت در ....

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''انتخاب'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۵: ص ۲۵۹

☆ بیاض ۱: ورق ۴۵ ب

آیات دوم میں صرف مطلع ہے۔ بیاض ۱، میں ایک اور شعر بھی ہے۔ رک : باقیات ۳۳۔

۱۰۶: ص ۲۶۳-۲۶۰

☆ آیات سوم: ص ۱۵۸-۱۵۶، ش ۵۰
☆ گنجینہ م: ص ۴۳، ش ۵۱ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۴۰، ش ۴۹ (غ)
☆ بیاض ۲: ورق ۱۴، الف تا ۱۵، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۱۱ ب و ورق ۸۳ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۲۳ ب
☆ سال نامہ ''کارواں'' لاہور، ۱۹۳۴ء: ص ۲۷۶

آیات دوم میں یہ غزل ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ ق میں ۱۳-۱۳ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۷) ان میں نہیں ہے۔ گنجینہ م میں ۱۲ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۷ و ۱۴) اس میں نہیں ہیں۔ بیاض ۳ و ۴ میں ۱۴-۱۴ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۷) ان میں نہیں ہے اور ایک شعر باقی ماخذوں سے زیادہ ہے۔ رک : باقیات ۳۴۔ (بیاض ۳ میں یہ غزل دو جگہ لکھی ہے اور دونوں جگہ متن یکساں ہے)۔ بیاض ۲ میں ۱۵ شعر ہیں۔ ۱۴ تو وہی ہیں جو آیات دوم میں ہیں، اور ایک وہ جو باقیات کے تحت درج کیا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

سال نامہ ''کارواں'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ واضح رہے ''کارواں'' کے اداریے (''سخن ہائے گفتنی'') کے آخر میں دسمبر ۱۹۳۳ء کی تاریخ درج ہے۔ (ص ۸) گویا یہ سال نامہ اس سال کے آخر تک تیار ہو چکا تھا۔

۱۰۷: ص ۲۶۳ (رباعی)

ترانہ م کی رباعی: ۲۰۰ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۰۰، ترانہ م۔

۱۰۸: ص ۲۶۴-۲۶۶

☆ آیات سوم: ص ۱۶۴-۱۶۱، ش ۵۳
☆ گنجینہ م: ص ۴۴-۴۳، ش ۵۲ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۱، ش ۵۰ (غ)
☆ بیاض ۲: ورق ۱۷، الف و ب
☆ بیاض ۳: ورق ۱۰، الف و ورق ۸۴، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۲۴، الف
☆ ماہ نامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، دسمبر ۱۹۳۳ء: ص ۱۶۹ (یہ شمارہ بطور سال نامہ ۱۹۳۴ء شائع کیا گیا)

آیات دوم میں ۱۲ شعر ہیں۔ آیات سوم، گنجینہ م و ق اور بیاض ۲ میں بھی شعروں کی تعداد یہی ہے۔ البتہ ترتیب مختلف ہے۔ کلیات میں غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ بیاض ۳ میں یہ غزل دو مرتبہ لکھی گئی ہے، ورق ۱۰، الف پر مذکورہ مجموعوں کے مطابق ہے۔ ورق ۸۴، الف پر ۱۳ شعر ہیں۔ ایک شعر مذکورہ مجموعوں سے زائد ہے۔ رک: باقیات ۳۵۔ بیاض ۴ میں بھی اس زائد شعر سمیت ۱۳ شعر ہیں۔ رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں دو شعر (ش: ۷ و ۸) نہیں ہیں۔ کلیات میں ۱۱ شعر شامل کیے گئے ہیں۔ ایک شعر بوجوہ حذف کیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۸، مصرع ۱ : پھرتے ہیں بھیس میں حسینوں کے

آیات دوم : حسن آباد میں براجتے ہیں

بیاض ۲ میں یہ مصرع پہلے آیات دوم کے مطابق لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا۔

شعر ۱۰، مصرع ۱ : خواہ پیالہ ہو یا نوالہ ہو

بیاض ۲ میں یہ مصرع پہلے یوں لکھا تھا:

خواہ بوسہ ہو خواہ چٹکی ہو

اسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۹: ص ۲۶۶

نشتر کی غزل: ۲۸ کا مقطع۔

رک: حاشیہ ۲۸، نشتر

۱۱۰: ص۲۷۲-۲۶۷ (نعت)

☆ ماہ نامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، عید نمبر، فروری، مارچ ۱۹۳۱ء، ص ۱۲۴

یہ نعت کسی دوسرے مجموعے میں نہیں ہے۔ اس کے ہر بند کا آخری مصرع:

اُٹھ مرے کالی کملی والے

شاد عظیم آبادی کی ایک نعتیہ غزل کی ردیف ہے۔ اس غزل کا پہلا شعر یہ ہے:

اپنے گدا کو خود وہ پکارے، اُٹھ مرے کالی کملی والے

اُٹھ مرے عاشق، اُٹھ مرے پیارے، اُٹھ مرے کالی کملی والے

(کلیات شاد، جلد دوم، ص ۱۸۲-۱۸۱۔ مرتبہ: کلیم الدین احمد، پٹنہ، ۱۹۷۵ء)

اختلاف نسخ:

بند۵، مصرع ۱ : روشن کردے شمعِ اُمید

رسالہ ''نیرنگ خیال'' : . . . . کردے چراغِ اُمید

س ک:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' میں چوتھے بند کے دوسرے مصرعے میں ''خطا'' کی جگہ ''فکا'' ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس نعت کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۱: ص۲۷۳ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۵، ش ۱۰۱ (ر)

☆ بیاض۲: ورق ۵، الف

☆ بیاض۴: ورق ۶۴، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۳۹، ش ۱۴۴ (ر)

☆ بیاض۳: ورق ۲، الف

آیات دوم میں اس رباعی کے بعد ۱۷ مزید رباعیات ہیں۔ ہر رباعی پر جداگانہ عنوان ''رباعی'' لکھا ہے۔
کلیات میں تمام رباعیات ایک ہی عنوان ''رباعیات'' کے تحت جمع کر دی گئی ہیں۔

۱۱۲: ص۲۷۳ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۶۴، ش ۱۳۸ (ر)

☆ بیاض۲: ورق ۴، الف

☆ گنجینہ ق: ص ۲۲، ش ۵۹ (ر)

☆ بیاض۴: ورق ۶۴، الف

۱۱۳: ص۲۷۴ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۶، ش ۱۰۲ (ر)

☆ بیاض۲: ورق ۵، الف

☆ غالب شکن، طبع اوّل: ص ۲۷

☆ گنجینہ ق: ص ۱۵، ش ۲۵ (ر)

☆ بیاض۴: ورق ۶۳ ب

۱۱۴: ص۲۷۴ (رباعی)

☆ پندرروزہ ''شاہ جہان'' دہلی، یکم ستمبر ۱۹۳۳ء: ص ۵

اختلاف نسخ:

مصرع ۱ : کیا جانیے کیا مصلحتِ باری ہے
رسالہ ''شاہ جہان'' : سنسار میں آج کیسی اندھیاری ہے
مصرع ۲ : کیوں پاپ کی اتنی گرم بازاری ہے
رسالہ ''شاہ جہان'' : کیا جانیے خواب ہے کہ بیداری ہے

واضح رہے کہ رسالہ ''شاہ جہان'' کے مندرجۂ بالا دونوں مصرعوں میں سے پہلا جزوی طور پر اور دوسرا مکمل طور پر آیات دوم کی رباعی: ۱۱۳ میں شامل ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''شاہ جہان'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۵: ص ۲۷۵ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۶۰، ش ۱۳۰ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۴۰، ش ۱۴۷ (ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۸ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۶۲، الف
☆ ماہ نامہ ''یادگار'' لاہور، جون ۱۹۳۴ء: ص ۲۱

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''یادگار'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۶: ص ۲۷۵ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۴۸، ش ۱۰۷ (ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۴ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۶۵، الف

۱۱۷: ص ۲۷۶ (رباعی)

☆ بیاض ۳: ورق ۳ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۶۵، الف
☆ مکتوب یگانہ بنام دوارکاداس شعلہ، مؤرخہ ۱۷ اپریل ۱۹۳۳ء، کتابی سلسلہ ''تخلیقی ادب''، شمارہ ۲، کراچی ۱۹۸۰ء، ص ۴۸۰۔

زمانۂ تصنیف:

یگانہ نے مکتوب محولۂ بالا کی پشت پر شعلہ کو دو رباعیاں لکھ کر بھیجی تھیں۔ ان میں سے ایک تو ''ترانہ'' کی رباعی: ۸۳ ہے، اور دوسری زیرِ نظر رباعی۔ چوں کہ یہ رباعیات بطور تازہ تخلیقات کے بھیجی گئی تھیں اس لیے ان کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ [''تخلیقی ادب'' کے محولۂ بالا شمارے میں اس رباعی کو غیر مطبوعہ کلام کے ساتھ شائع کیا گیا ہے (ص ۶۰)۔ یہ درست نہیں ہے کیوں کہ یہ آیات دوم میں شائع ہو چکی ہے۔]

۱۱۸: ص ۲۷۶ (رباعی)

یہ رباعی کسی دوسرے مجموعے میں نہیں ہے۔

۱۱۹: ص ۲۷۷ (رباعی)

☆ بیاض۲: ورق۴ ب ☆ بیاض۴: ورق ۶۵، الف

☆ ماہ نامہ ''یادگار'' لاہور، اگست ۱۹۳۳ء: ص ۳۲۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''یادگار'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۰: ص ۲۷۷ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۹۵، ش ۱۲۸ (ر) ☆ گنجینہ ق: ص ۲۷، ش ۸۳ (ر)

☆ بیاض۲: ورق ۷ ب ☆ بیاض۴: ورق ۶۲ ب

۱۲۱: ص ۲۷۸ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۵۷، ش ۱۲۴ (ر) ☆ گنجینہ ق: ص ۳۰، ش ۹۹ (ر)

☆ بیاض۲: ورق ۶ ب ☆ بیاض۴: ورق ۶۳ ب

☆ ماہ نامہ ''عالم گیر'' لاہور، سالانہ نمبر ۱۹۳۳ء: ص ۱۱۰ (عنوان: ''دوزخ نہ ہو تو جنت کیا ہے'')

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''عالم گیر'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۲: ص ۲۷۸ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۵۷، ش ۱۲۵ (ر) ☆ گنجینہ ق: ص ۳۰، ش ۱۰۰ (ر)

☆ بیاض۲: ورق ۷، الف ☆ بیاض۴: ورق ۶۳، الف

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : دوزخ کی ہوا کھائی نہیں کیا جانے؟

گنجینہ ق کے سوا باقی تمام مجموعوں میں ''جانیں'' بجائے ''جانے''۔ کلیات میں یہ لفظ گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

۱۲۳: ص ۲۷۹ (رباعی)

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

یہ اور اس کے بعد کی رباعی (ش: ۱۲۴) نواب بشیر یار جنگ کی وفات پر لکھی گئی تھی۔ نواب بشیر بیگ، بشیر یار جنگ بہادر سابق ریاست حیدر آباد دکن میں انسپکٹر جنرل رجسٹریشن و اسٹامپ تھے۔ حیدر آباد دکن میں یگانہ کو ملازمت انھیں کے محکمے میں اور انھیں کی توجہ سے ملی تھی۔ بشیر یار جنگ کا انتقال ۶ رجنوری ۱۹۳۳ء کو ہوا۔*

* سید طالب حسین زیدی صاحب (حیدر آباد دکن) نے حکومت آندھرا پردیش کے اسٹیٹ آرکائیوز سے بشیر یار جنگ کی تاریخ وفات معلوم کر کے مرتب کلیات کو ممنون فرمایا۔

زمانۂ تصنیف:

یہ رباعی بشیر یار جنگ کے انتقال پر کہی گئی تھی، اس لیے یہ لازماً ۱۹۳۳ء کی تصنیف ہے۔

۱۲۴: ص ۲۷۹ (رباعی)

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ملتی۔

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۲۳، مندرجۂ بالا۔

۱۲۵: ص ۲۸۰ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۵۸، ش ۱۲۶ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۲۷، ش ۸۵ (ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۷ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۶۳، الف

اختلاف نسخ:

مصرع ۱ : کیا جانیں یہ کم بخت ہیں بندے کن کے
آیات دوم : کیا جانے یہ ....

آیات دوم کے سوا تمام مآخذ میں ''کیا جانے'' کی جگہ ''کیا جانیں'' ہے، اس لیے کلیات میں ''کیا جانیں'' کو ترجیح دی گئی۔

۱۲۶: ص ۲۸۰ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۵۹، ش ۱۲۹ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۲۴، ش ۶۶ (ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۶، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۶۲ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : ملا بھی مگر کم نہیں ہشیاری میں
آیات دوم : واعظ بھی مگر کم نہیں کچھ شیطاں سے

آیات دوم کے سوا تمام مآخذ میں یہ مصرع اُسی صورت میں ہے جس صورت میں کلیات میں شامل کیا گیا ہے۔ بیاض ۲ میں یہ مصرع آیات دوم کے مطابق تھا۔ بعد میں آخری تین الفاظ قلم زد کر کے ''ہشیاری میں'' کے الفاظ لکھے گئے۔

۱۲۷: ص ۲۸۱ (رباعی)

☆ گنجینہ ق: ص ۳۳، ش ۱۱۱ (ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۶، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۶۲ ب

۱۲۸ : ص ۲۸۱ (رباعی)

☆ آیات سوم: ص ۴۲، ش ۱۲۹
☆ گنجینہ م: ص ۱۴۶، ش ۱۰۳ (ر)
☆ گنجینہ ق: ص ۴۵، ش ۱۷۲ (ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۵ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۶۳ ب
☆ غالب شکن، طبع اوّل: ص ۲۸
☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۷
☆ ماہ نامہ ''یادگار'' لاہور، مئی ۱۹۳۳ء: ص ۲۷
☆ ماہ نامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جون ۱۹۳۳ء: ص ۵۶

زمانۂ تصنیف :

محولہ بالا دونوں رسالوں میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ یہ رباعی ''ترانہ'' کی اشاعت کے بعد لکھی گئی ہوگی ورنہ اُس میں ضرور شامل کی جاتی۔

۱۲۹ : ص ۲۸۲ تا ص ۲۸۸

(۱) ص ۲۸۲

نشتر کی غزل: ۸ کا مطلعِ اوّل۔

(۲) ص ۲۸۲

آیات اوّل کی غزل: ۴۸ کا مطلعِ اوّل۔

(۳) ص ۲۸۲

نشتر کی غزل: ۱۰ کا مقطع۔

(۴) ص ۲۸۳

نشتر کی غزل: ۱۲ کے وہی تین شعر جو آیات اوّل کی غزل: ۲۷ میں ہیں۔

رک : حاشیہ ۱۲، نشتر۔

(۵) ص ۲۸۳

آیات اوّل کی غزل: ۵۷ کا مطلعِ اوّل۔ یہ غزل آیات دوم میں (ش: ۵۴) بھی ہے مگر یہ مطلع اُس میں شامل نہیں کیا گیا بلکہ ''متفرقات'' کے تحت درج کیا گیا ہے۔

(۶) ص ۲۸۴

نشتر کی غزل: ۷ کے وہی تین شعر جو آیات اوّل (ش: ۱/ ۹۲) میں بھی ہیں۔

رک : حاشیہ ۷، نشتر۔

(۷) ص ۲۸۴

آیات اوّل، ش: ۹۲/۱۹ کے تین شعروں میں سے دوسرا۔

(۸) ص ۲۸۵

آیات اوّل، ش: ۹۲/۳ کے مطابق تین شعر۔

(۹) ص ۲۸۵

آیات اوّل کی غزل: ۵۷ کا مطلعِ ثانی۔ یہ غزل آیات دوم میں بھی ہے لیکن اس میں یہ مطلع شامل نہیں کیا گیا۔

رک : حاشیہ ۵۷، آیات اوّل۔

(۱۰) ص ۲۸۶

نشتر کی غزل: ۶ کے یہ ۳ شعر۔ ش: ۱، ۵، ۷۔

(۱۱) ص ۲۸۶

یہ شعر کسی دوسرے مجموعے میں شامل نہیں ہے۔

(۱۲) ص ۲۸۷

نشتر کی غزل: ۱۶ کے وہی دو شعر جو آیات اوّل ش: ۲۶/ ۹۲ میں شامل ہیں۔

رک: حاشیہ ۱۶، نشتر۔

(۱۳) ص ۲۸۷

نشتر کی غزل: ۳۴ کے وہی دو شعر جو آیات اوّل (ش: ۲۲/ ۹۲) میں بھی ہیں۔

رک: حاشیہ ۳۴، نشتر۔

(۱۴) ص ۲۸۸

آیات دوم کی غزل: ۱، کا مطلع ثانی جو غزل سے الگ تھا اور اب کلیات میں غزل میں شامل کیا گیا۔ یہ مطلع پورے صفحے پر جلی قلم سے لکھا گیا ہے اور اس کے نیچے یہ الفاظ باریک قلم سے لکھے ہیں: ''ارے توبہ''۔

☆☆☆

آیات وجدانی

طبع سوم

۱: ص ۴۵-۴۴

☆ گنجینہ م: ص ۱۷-۱۶، ش ۱۱ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۸۳-۸۲، ش ۱۱ (غ)
☆ بیاض۲: ورق ۳۴، الف
☆ بیاض۳: ورق ۴ ب
☆ بیاض۴: ورق ۱۶، الف
☆ ماہنامہ "سب رس" حیدرآباد دکن، مئی ۱۹۳۸ء: ص ۲۱

۶ شعروں کی یہ غزل سوائے مندرجہ ذیل ایک اختلاف کے، تمام ماخذوں میں یکساں ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر۴، مصرع ۲ : یہی دیکھا کہ میں خود دیدۂ بینا میں باطل تھا

بیاض ۳ میں "میں خود" کے نیچے لکیر کھینچ کر متبادل الفاظ "حق بھی" لکھے گئے ہیں۔

س ک :

آیات سوم میں مندرجہ بالا مصرعے میں ردیف "تھا" کی بجائے "دیکھا" چھپی ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "سب رس" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲: ص ۴۸-۴۵

آیات اوّل کی غزل: ۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱، آیات اوّل۔

۳: ص ۵۲-۴۸

☆ گنجینہ م: ص ۱۲، ش ۴ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۷۸-۷۷، ش ۴ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۴، الف

گنجینہ م و ق، اور بیاض ۴ میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے جب کہ آیات سوم میں ۱۱ شعر ہیں۔ شعر: ۶، آیات سوم میں نہیں ہے۔ کلیات میں یہ غزل گنجینہ ق کے مطابق شامل کی گئی ہے۔

زمانۂ تصنیف:

یگانہ نے اپنے ایک مضمون ''میرزا یگانہ چنگیزی'' مطبوعہ پندرہ روزہ ''آج کل'' دہلی بابت ۱۵ر ستمبر ۱۹۴۳ء میں بتایا ہے کہ اُنھوں نے یہ غزل ساٹھ برس کی عمر میں کہی تھی۔ (ص ۳۱) یگانہ کی تاریخ پیدائش ۱۷ر اکتوبر ۱۸۸۴ء (مطابق ۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ) ہے۔ عیسوی اعتبار سے ۱۹۴۳ء میں وہ ۵۹ برس کے تھے۔ گمان غالب ہے کہ اُنھوں نے اپنی عمر ہجری سنہ کے حساب سے بتائی ہوگی۔ اس غزل کو (۱۳۰۱+ ۶۰) ۱۳۶۱ھ کی تصنیف سمجھنا چاہیے جو ۱۹۴۲ء کے مطابق ہے۔

۴: ص ۵۷-۵۵

آیات اوّل غزل: ۱۹ کے مطابق مگر ۲ شعروں کے اضافے کے ساتھ۔ یہی دو شعر کلیات میں آیات سوم میں شامل کیے گئے ہیں۔ تفصیلات کے رک: حاشیہ ۱۹، آیات اوّل۔

۵: ص ۶۱-۵۸

☆ گنجینہ م: ص ۱۱-۱۰، ش ۲ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۷۶، ش ۲ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۱۰۱، الف و ب ☆ بیاض ۴: ورق ۲ ب و ورق ۳، الف

☆ سہ ماہی ''ایشیا'' بمبئی، شمارہ اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۳۹ء: ص ۱۲۵

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، اپریل ۱۹۴۲ء: ص ۵۸

آیات سوم اور گنجینہ ق میں ۱۲ شعروں کی یہ غزل یکساں ترتیبِ اشعار کے ساتھ ہے۔ کلیات میں متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ گنجینہ م میں ۹ شعر ہیں۔ یہ تین شعر اس میں شامل نہیں۔ ش: ۲، ۳ و ۶۔ بیاض ۳ میں ۱۴ شعر ہیں۔ ۱۲ شعر تو وہی ہیں جو کلیات میں ہیں، دو شعر ایسے ہیں جو زائد ہیں۔ (رک: باقیات ۳۶) شعر: ۱۱ میں ایک مصرع تبدیل کر کے اُسے مطلعِ ثالث کے طور پر لکھا ہے۔ (رک: اختلاف نسخ)۔ بیاض ۴ میں ۱۳ شعر ہیں۔ ایک زائد شعر وہ ہے جو باقیات میں دوسرا ہے۔ شعر ۱۱ کا مصرع اولیٰ نہیں لکھا، اس کی جگہ خالی ہے۔

رسالہ ''ایشیا'' محولۂ بالا میں یہ غزل ''حکمتِ بندگانہ'' کے عنوان کے تحت شائع ہوئی تھی۔ اس میں صرف ۷ شعر ہیں۔ (کلیات میں شامل غزل کے یہ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۶، ۹، ۱۰، ۱۲، اور باقیات کا شعر: ۲) گمان غالب ہے کہ یہ غزل کی روایتِ اوّل ہے۔ مکمل غزل پہلی مرتبہ رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں شائع ہوئی جو ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ شعر: ۱۱ مطلع کی صورت میں ہے جس طرح بیاض ۳ میں ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱۱ : ہوتی نہیں دعا قبول حسن کی بارگاہ میں
دیکھیے مشت خاک کو وقت نے کیا بنا دیا

آیات سوم و گنجینہ م : ہوتی ہے کب دعا قبول ....
....

بیاض ۳ : دیکھیے مشتِ خاک کو وقت نے کیا بنا دیا
نشۂ حسن لے اُڑا شوق نے پر لگا دیا

نیرنگ خیال : دیکھیے مشتِ خاک کو..........
نشۂ شوق لے اُڑا حسن نے پر لگا دیا

زمانۂ تصنیف:

''مشاعرۂ بھوپال۔ ۹ر جنوری ۳۹ء''۔ (بیاض ۳: ورق ۱۰۱، الف)

۶: ص ۶۹-۶۱

☆ گنجینہ م: ص ۱۴-۱۳، ش ۶ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۷۹، ش ۶ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۴ ب و ورق ۵، الف

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، ستمبر، اکتوبر ۱۹۴۱ء: ص ۱۹-۱۷، ۵۰

(مضمون از یگانہ بعنوان ''آرٹ''۔ اس مضمون میں یہ غزل درج کی گئی ہے اور اس پر تبصرہ کیا گیا ہے)۔

۱۲ شعروں کی یہ غزل رسالہ ''نیرنگ خیال'' کے سوا تمام ماخذوں میں تعداد اشعار کے اعتبار سے یکساں ہے۔ ''نیرنگ خیال'' میں مطلعِ اوّل نہیں ہے۔ کلیات میں متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۲، مصرع ۱ : اک اشارۂ فردا، ایک جنبشِ لب کیا

آیات سوم، گنجینہ م، بیاض ۴ و نیرنگ خیال : رنگ لاتی ہے آخر ایک جنبشِ لب کیا

زمانۂ تصنیف:

۱۹۴۰ء میں آل انڈیا ریڈیو دہلی کے مشاعرے میں یگانہ نے یہ غزل پڑھی تھی۔ [بحوالہ کالم ''اشارات'' از سندباد جہازی (چراغ حسن حسرت)، ہفتہ وار ''شیرازہ'' لاہور، بابت یکم اکتوبر ۱۹۴۰ء، ص ۱*] اس بنا پر اس غزل کو ۱۹۴۰ء کی تصنیف قرار دیا جاسکتا ہے۔ مطلع اوّل غزل کے ابتدائی متن میں شامل نہیں تھا۔ یہ ستمبر ۱۹۴۱ء کے بعد لکھا گیا۔ شعر ۲ کے مصرع ۱، میں ترمیم گنجینہ ق کے زمانۂ تسوید (۱۹۵۱ء) میں کی گئی۔

۷: ص ۷۱-۶۹

☆ گنجینہ م: ص ۱۲-۱۱، ش ۳ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۷۷، ش ۳ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۱، ب

* اس کالم کا عکس جناب طیب منیر (راول پنڈی) نے عنایت فرمایا۔

۱۱ شعروں کی یہ غزل، بیاض ۴ کے سوا، باقی سب ماخذوں میں یکساں ہے۔ بیاض ۴ میں ایک شعر ایسا ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں شامل نہیں۔ رک: باقیات ۳۷۔ کلیات میں متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

س ک:

شعر ۹، مصرع ۱ : ایسے ہنگامہ زار ہستی میں

آیات سوم میں ''ہنگامہ راز'' بجائے ''ہنگامہ زار''۔ راقم کے پیش نظر آیات سوم کا جو نسخہ ہے، اُس میں یگانہ نے بقلم خود تصحیح کی ہے۔

۸: ص ۷۳-۷۱

☆ گنجینہ م: ص ۱۹-۱۸، ش ۱۴ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۸۵، ش ۱۴ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۲، الف

کلیات میں اس غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے جو ۱۵ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات سوم اور گنجینہ م میں ۱۳، ۱۳ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۱۱ و ۱۲) ان میں نہیں ہیں۔ بیاض ۴ میں ۱۴ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۱۱) اس میں نہیں ہے۔

۹: ص ۷۵-۷۳ (مثلث)

مطابق آیات دوم، ش: ۲۴۔

رک: حاشیہ ۲۴، آیات دوم۔

۱۰: ص ۷۶-۷۵

☆ آیات دوم: ص ۶۵-۶۴، ش ۲۸ ☆ گنجینہ م: ص ۱۳-۱۲، ش ۵ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۸۷، ش ۵ (غ) ☆ بیاض ۱: ورق ۵۱، الف و ب

☆ بیاض ۳: ورق ۱۰۴، الف و ب ☆ بیاض ۴: ورق ۳ ب

☆ ماہنامہ ''مخزن'' لاہور، اپریل ۱۹۲۷ء: ص ۷۰ ☆ ماہنامہ ''چمنستان'' دہلی، جون ۱۹۴۱ء: ص ۲۳

آیات دوم میں اس غزل کے ابتدائی متن کے ۴ شعر شامل ہیں۔ نظر ثانی اور اضافوں کے بعد ۸ شعروں کی غزل آیات سوم میں شامل کی گئی۔ یہی ۸ شعر گنجینہ م و ق میں بھی ہیں۔ زیر نظر کلیات میں گنجینہ ق کا متن شامل کیا گیا ہے۔ اس میں آیات دوم کے صرف دو شعر (ش: ۲ و ۶) شامل ہیں۔ باقی ۲ شعر باقیات (ش: ۳ و ۴) میں شامل کیے گئے۔ رک: باقیات ۳۲۔ ان شعروں کو غزل سے خارج کر کے باقیات میں شامل کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان کے مصرع ہائے ثانی سے ترمیم شدہ غزل کا مطلع تیار کیا گیا ہے۔

بیاض ۱ میں ۶ شعر ہیں۔ ان میں سے ۳ شعر (ش: ۲، ۶ و ۷) کلیات میں ہیں اور باقی ۳ باقیات: ۳۲ میں (ش: ۱، ۳، ۴)۔ بیاض ۳ میں وہ تمام شعر موجود ہیں جو کلیات میں شامل غزل میں ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ۲ شعر ہیں جو باقیات: ۳۲ میں (ش: ۲ و ۳) شامل ہیں۔ بیاض ۴ میں بھی کلیات میں شامل غزل کے تمام شعر موجود ہیں۔ ایک زائد شعر بھی ہے جو باقیات: ۳۲ میں (ش: ۴) شامل ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ا، مصرع ا : برا کیا ہے گلی میں اپنی حد سے دُور ہوجانا
آیات دوم و بیاض ۴ : غنیمت ہے گلی میں ....
شعر ا، مصرع ۲ : لپٹ کر شمع سے آخر سراپا نور ہوجانا
بیاض ۳ و ۴ : خود اپنا دل جلا کر آپ شمعِ طور ہوجانا
شعر ۲، مصرع ا : دکھائی جلوۂ موہوم نے کیا برق رفتاری
رسالہ ''مخزن'' : دکھائی جلوۂ باطن نے کیا کیا ....
شعر ۴، مصرع ۲ : مبارک ہو مبارک بے پیے مخمور ہوجانا
بیاض ۳ : میاں بندے مبارک ....
شعر ۸، مصرع ا : علی کا بندہ ہو کر بندگی کی آبرو رکھ لی

بیاض ۳ میں اس مصرعے کے ابتدائی دو الفاظ کے نیچے لکیر کھینچ کر متبادل لفظ ''تمھارا'' لکھا ہے۔

س ک:

شعر ۴، مصرع ۲ : ہوائے پیرہن کا کوئی جھونکا لے اُڑا شاید
گنجینہ م : ہوا سے پیرہن ....

زمانۂ تصنیف:

''مشاعرۂ مین پوری۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء۔ میں نے بھی چند شعر پڑھے تھے''۔ (بیاض ا: ورق ۵۱، الف)
اس غزل کا قدیم ترین متن ۶ شعروں پر مشتمل ہے جو بیاض ا، میں ملتا ہے۔ یہی ۶ شعر رسالہ ''مخزن'' میں بھی چھپے تھے۔ اس متن کے تین شعر کلیات میں (ش ۲، ۶، ۷) ہیں اور تین باقیات: ۳۲ میں (ش: ا، ۳، ۴) ہیں۔ ان چھ شعروں کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۶ء ہے۔ رسالہ ''چمنستان'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر، باقی اشعار کا زمانۂ تصنیف ۱۹۴۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱: ص ۷۷ (رباعی)

☆ گنجینہ ق: ص ۵۷، ش ۲۳۵ (ر)
☆ بیاض ۳: ورق ۴۲، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۵۲ ب و ورق ۷۹ ب

بیاض ۴ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔

۱۲: ص ۷۸-۷۷

☆ گنجینہ م: ص ۱۴، ش ۷ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۸۰، ش ۷ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۵ ب
☆ ماہنامہ ''عالم گیر'' لاہور، خاص نمبر ۱۹۴۴ء: ص ۲۹

۱۲ شعروں کی یہ غزل کلیات میں آیات سوم کے مطابق درج کی گئی ہے۔ بیاض ۴ میں بھی یہ تمام شعر موجود ہیں۔ گنجینہ م میں ۹ شعر ہیں۔ یہ تین شعر اس میں شامل نہیں۔ ش: ۴، ۵، ۶۔ گنجینہ ق میں ۱۰ شعر ہیں۔ یہ دو شعر اس میں شامل نہیں۔ ش: ۴، ۵۔

رسالہ ''عالم گیر'' محولۂ بالا میں بھی وہی ۱۰ شعر ہیں جو گنجینہ ق میں ہیں۔ اس رسالے میں مندرجہ ذیل تین شعروں پر حواشی لکھے گئے ہیں:

شعرا: اپنی ہستی میں بھی کچھ شک آ پڑا
علم کا سودا بہت مہنگا پڑا

حاشیہ: ''آرٹ کی یہ سادگی و پرکاری اقبالی اُمت کی ذہنیت سے بالا ہے۔ یا یوں سمجھ لیجیے کہ پست ہے''۔ (ص ۲۹)

اس حاشیے کو سمجھنے میں یگانہ کا مضمون ''میں آپ کو کیا سمجھتا ہوں'' (ماہنامہ ''شاہ کار'' لاہور، مئی ۱۹۳۷ء) مدد کرتا ہے۔ اس میں یگانہ نے غالب اور اقبال کی مفرس اُردو کے مقابلے پر اپنی سادہ زبان کو ترجیح دی ہے اور یہ لکھا ہے:

''میرزا یگانہ اُردو کے شاعر ہیں۔ اُردو زبان میں کہتے ہیں۔ غالب یا اقبال کی زبان میں نہیں کہتے''۔ (ص ۱۰۸)

شعر۶: قد ہوا اتنا بڑا تو کیا ہوا؟
جب کوئی مشکل پڑی لمبا پڑا

حاشیہ: ''نو فٹے نواب، اتنے لمبے تڑنگے مگر ...'' (ص ۲۹)

شعر۷: راست بازی کی ہوس دنیا کے ساتھ؟
کیوں قسم کھائی تھی کیوں مارا پڑا

حاشیہ: ''زندہ رہنا ہے تو اس زمانے میں قول و قسم کی پابندی یعنی چہ؟''۔

یہ غزل اُس زمانے کی تصنیف ہے جب یگانہ ریاست حیدرآباد دکن کی ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد روزگار کی تلاش میں ریاست کے شہر حیدرآباد میں مقیم تھے۔ بعض لوگوں نے اُنھیں روزگار کی اُمید دلائی تھی، وعدے بھی کیے تھے، مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ شعر: ۶ و ۷ پر حواشی کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔ ''نو فٹے نواب'' کا اشارہ غالباً نواب شہید یار جنگ کی طرف ہے جو خاصے طویل القامت تھے۔ یگانہ کے اُن سے مراسم تھے اور وہ اس غزل کی تصنیف کے بعد کے زمانے میں اُن کے مکان پر کچھ عرصہ مقیم بھی رہے تھے۔ اس غزل کے بیشتر اشعار یگانہ کے اُس زمانے کے ذاتی حالات سے تعلق رکھتے ہیں۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''عالم گیر'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۴۳ء متعین کیا جا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ رسالہ ''عالم گیر'' کا خاص نمبر ہر سال دسمبر کا شمارہ ہوتا تھا جس پر اگلے سال کے جنوری کا مہینہ درج کیا جاتا تھا۔ ''عالم گیر'' کا ۱۹۴۴ء کا خاص نمبر، دسمبر ۱۹۴۳ء کا شمارہ ہے۔

۱۳: ص ۸۰-۷۸

☆ گنجینہ م: ص ۱۷، ش ۱۲ (غ)
☆ گنجینہ ق: ص ۸۳، ش ۱۲ (غ)
☆ بیاض ۲: ورق ۳۶، الف
☆ بیاض ۳: ورق ۵، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۱۶، الف
☆ ماہنامہ ''ادبی دنیا'' لاہور، سالنامہ ۱۹۳۷ء: ص ۱۲۸

۷ شعروں کی یہ غزل تعدادِ اشعار کے اعتبار سے تمام ماخذوں میں یکساں ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر۵، مصرع۲ : ہنسی ہنسی میں تو ان احمقوں کو ڈستا جا

بیاض۲ : ....ان بزدلوں کو.......

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''ادبی دنیا'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴: ص ۸۱-۸۰

آیات سوم میں یہ غزل: ۸ شعروں پر مشتمل ہے۔ مکمل غزل ۱۲ شعروں کی ہے جو کلیات میں آیات اوّل میں درج کی گئی ہے۔

تفصیل کے لیے رک: غزل اور حاشیہ ۱۰، آیات اوّل۔

۱۵: ص ۸۳-۸۱

☆ گنجینہ م: ص ۱۵-۱۴، ش ۸ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۸۱، ش ۸ (غ)

☆ بیاض۴: ورق ۶ ب ☆ ماہنامہ ''چمنستان'' دہلی، جولائی ۱۹۴۲ء: ص ۲۰

سوائے رسالہ ''چمنستان'' کے باقی ماخذوں میں ۱۰ شعروں کی یہ غزل یکساں ہے۔ رسالہ ''چمنستان'' میں ایک شعر زائد ہے۔ رک: ضمیمہ۲، ش ۲۲۔

س ک:

شعر۳، مصرع۱ : یہ نوجوانی، یہ نامرادی

گنجینہ ق میں مصرعے کے آخر میں لفظ ''کیا'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''چمنستان'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۶: ص ۸۶-۸۳

☆ گنجینہ م: ص ۱۸-۱۷، ش ۱۳ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۸۴، ش ۱۳ (غ)

☆ بیاض۲: ورق ۳۵، الف و ورق ۴۰، الف و ب ☆ بیاض۴: ورق ۱۶ ب

۱۲ شعروں کی اس غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ یہی ۱۲ شعر گنجینہ م و بیاض۴ میں بھی ہیں۔ آیات سوم میں ۱۱ شعر ہیں۔ شعر: ۶، اس میں نہیں ہے۔ بیاض۲ میں غزل دو جگہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۳۵، الف پر ۵ شعر ہیں۔ ۴ تو غزل میں شامل ہیں جو یہ ہیں۔ ش: ۱، ۴، ۵، ۸۔ ایک شعر زائد ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک: باقیات ۳۸۔ یہ تمام شعر قلم زد کیے گئے ہیں۔ ورق ۴۰، الف و ب پر ۱۲ شعر ہیں۔ شعر ۶ نہیں ہے اور اُس کی جگہ وہ زائد شعر ہے جو باقیات میں درج کیا گیا۔

اختلاف نسخ :

شعر۱ : ادب نے دل کے تقاضے اُٹھائے ہیں کیا کیا
ہوس نے شوق کے پہلو دبائے ہیں کیا کیا

بیاض۲ (قلم زدمتن) : زباں نے دل کے تقاضے اُٹھائے ہیں کیا کیا
کسک نے درد کے پہلو دبائے ہیں کیا کیا

شعر۴، مصرع ۲ : اس آج کل میں عبث دن گنوائے ہیں کیا کیا
بیاض۲ (قلم زدمتن) : اس ایک کل کے لیے دن ....

شعر۶، مصرع ۲ : جہاں میں شاہ و گدا رنگ لائے ہیں کیا کیا
بیاض۲ (قلم زدمتن) : .... گدا سانگ لائے ......

۱۷ : ص ۸۶

۸ شعروں کی اس غزل میں ۲ شعر نشتر کی غزل: ۱۴ کے ہیں۔ باقی ۶، آیات دوم کی غزل: ۲۳ کے ہیں۔ تفصیلات کے لیے رک : غزل ۲۳ و حاشیہ ۲۳، آیات دوم۔

۱۸ : ص ۹۰-۸۷

آیات اوّل کی غزل: ۲ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۲، آیات اوّل۔

۱۹ : ص ۹۳-۹۰

آیات اوّل کی غزل: ۳ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳، آیات اوّل۔

۲۰ : ص ۹۶-۹۴

آیات اوّل کی غزل: ۴ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۴، آیات اوّل۔

۲۱ : ص ۹۸-۹۷

نشتر کی غزل: ۹ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱ تا ۴، ۸، ۱۰۔
رک : حاشیہ ۹، نشتر۔

۲۲ : ص ۱۰۱-۹۸

آیات اوّل کی غزل: ۶ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۶، آیات اوّل۔

۲۳ : ص ۱۰۳-۱۰۲

آیات اوّل کی غزل: ۷ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۷، آیات اوّل۔

۲۴ : ص ۱۰۶-۱۰۳

آیات اوّل کی غزل: ۸ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۸، آیات اوّل۔

۲۵ : ص ۱۰۶

نشتر کی غزل: ۱، کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۵، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔
رک : حاشیہ ۱، نشتر۔

۲۶ : ص ۱۰۷
آیات اوّل کی غزل: ۱۲ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۷ تا ۱۲۔
رک : حاشیہ ۱۲، آیات اوّل۔

۲۷ : ص ۱۰۸
نشتر کی غزل: ۱۳ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱، ۵، ۱۰ تا ۱۳۔
رک : حاشیہ ۱۳، نشتر۔

۲۸ : ص ۱۰۹-۱۰۸
آیات اوّل کی غزل: ۱۵ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۵، ۷۔
رک : حاشیہ ۱۵، آیات اوّل۔

۲۹ : ص ۱۱۱-۱۰۹
آیات اوّل کی غزل: ۲۰ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۲۰، آیات اوّل۔

۳۰ : ص ۱۱۳-۱۱۱
آیات اوّل کی غزل: ۲۱ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۷؛ ۱۰ تا ۱۲، ۱۴۔
رک : حاشیہ ۲۱، آیات اوّل۔

۳۱ : ص ۱۱۳
آیات اوّل کی غزل: ۲۲ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۴، ۸ تا ۱۱۔
رک : حاشیہ ۲۲، آیات اوّل۔

۳۲ : ص ۱۱۴-۱۱۳
نشتر کی غزل: ۱۱ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۶، ۸، ۱۰، ۱۵، ۱۶۔
رک : حاشیہ ۱۱، نشتر۔

۳۳ : ص ۱۱۴ (مثلث)
آیات اوّل کے مثلث ش: ۲۸ کے یہ ۵ بند۔ ش: ۱، ۲، ۴ تا ۶۔
رک : حاشیہ ۲۸، آیات اوّل۔

۳۴ : ص ۱۱۵
آیات اوّل کی فارسی غزل: ۹ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۹، آیات اوّل۔

۳۵ : ص ۱۲۴-۱۱۵
آیات اوّل کی فارسی غزل: ۱ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱، آیات اوّل۔

۳۶ : ص ۱۲۵-۱۲۴

☆ گنجینہ م: ص ۳۴-۳۳، ش ۳۹ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۰، ش ۳۷ (غ)
☆ بیاض ۲: ورق ۳۰، ب و ورق ۳۱، الف ☆ بیاض ۳: ورق ۶ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۱۷، الف

اس غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے جو ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ آیات سوم میں ۹ شعر ہیں۔ دونوں قطعہ بند اشعار (ش: ۸ و ۹) اور مقطع اس میں نہیں ہیں۔ گنجینہ م اور بیاض ۴ میں ۱۰، ۱۰ شعر ہیں۔ ۹ تو وہی ہیں جو آیات سوم میں ہیں اور مقطع اضافہ کیا گیا ہے۔ بیاض ۲ و ۳ میں ۱۱، ۱۱ شعر ہیں۔ دونوں قطعہ بند اشعار نیز شعر: ۶ نہیں ہے۔ ان دونوں بیاضوں میں ۲ شعر ایسے ہیں جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک: باقیات ۳۹۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۱ : کل کی کیا فکر ہر چہ بادا باد
بیاض ۲ و ۳ : میہماں شاد، میزباں آباد

۳۷ : ص ۱۲۶-۱۲۵

آیات اوّل کی فارسی غزل: ۷۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۹، آیات اوّل۔

۳۸ : ص ۱۳۰-۱۲۶

☆ گنجینہ م: ص ۳۵-۳۴، ش ۴۰ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۱-۱۰۰، ش ۳۸ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۱۰۲، الف و ب ☆ بیاض ۴: ورق ۲۱ ب و ورق ۲۲، الف
☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جولائی ۱۹۴۲ء: ص ۸۔

۱۶ شعروں کی اس غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔
آیات سوم اور گنجینہ م و ق میں شعروں کی تعداد اور ترتیب یکساں ہے۔ یہ تمام شعر رسالہ ''نیرنگ خیال'' اور بیاض ۳ و ۴ میں بھی ہیں۔ بیاض ۳ میں ۴ شعر اور بیاض ۴ میں ۲ شعر ایسے ہیں جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ ان زائد شعروں میں سے ایک (آ گئی چھینک ...) دونوں بیاضوں میں مشترک ہے۔ رک: باقیات ۴۰۔

اختلاف نسخ:

شعر ۴، مصرع ۱ : سونگھ کر چھوڑ دو حسینوں کو
گنجینہ م : دور سے دیکھ لو حسینوں کو
گنجینہ ق میں حاشیے پر متبادل الفاظ ''دور سے دیکھ لو'' لکھے ہیں۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۴۲ء قرار دیا جا سکتا ہے۔

۳۹: ص ۱۳۲-۱۳۰

آیاتِ اوّل کی غزل: ۳۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۳۳، آیاتِ اوّل۔

۴۰: ص ۱۳۴-۱۳۲

☆ گنجینہ م: ص ۴۲-۴۱، ش ۴۹ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۰۹، ش ۴۷ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۲۳، الف

۱۱ شعروں کی یہ غزل، آیاتِ سوم کے سوا، باقی تمام ماخذوں میں یکساں ہے۔ شعر: ۶، آیاتِ سوم میں نہیں ہے۔ کلیات میں غزل گنجینہ ق کے مطابق درج کی گئی ہے۔

اختلافِ نسخ:

شعر ۶، مصرع ۱ : مجال تھی تمھیں دیکھے کوئی نظر بھر کے

گنجینہ م : مجال تھی کوئی دیکھے تمھیں نظر بھر کے

وضاحت:

اس غزل کا چوتھا شعر یہ ہے:

نباہنا بھی حسینوں سے اک بڑا فن ہے

تجھ ایسے باولے کو عاشقی پھلے کیوں کر

آیاتِ سوم میں اس شعر پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

''... عاشقی ہر ایک کو نہیں پھلتی۔ سب کو راس نہیں آتی۔ ممتاز بیگم کے عشق میں مسٹر باولے بمبئی والے کی جان ہی گئی''۔ (ص ۱۳۳*)

ممتاز بیگم امرت سر کی ایک طوائف تھی جو بہت حسین تھی۔ وہ دس برس تک اندور کے مہاراجا Tukoji راؤ ہلکر کے تصرف میں رہی اور پھر مہاراجا سے اختلافات کی وجہ سے اُس سے الگ ہوگئی۔ مہاراجا نے ممتاز بیگم کو اغوا کرنے کا منصوبہ بنایا اور یہ کام اپنے کچھ آدمیوں کے سپرد کیا۔ اس دوران بمبئی کے ایک مال دار اور مشہور شخص عبدالقادر باولا سے اُس کا تعلق ہوگیا۔ ۱۲ر جنوری ۱۹۲۵ء کی شام کو بمبئی میں ممتاز اور عبدالقادر باولا کار میں کہیں جا رہے تھے کہ مہاراجا ہولکر کے آدمیوں نے کار کو روکا۔ باولا کو انھوں نے گولی مار کر ہلاک کر دیا اور ممتاز کو اپنی کار میں لے جانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اتفاقاً کچھ انگریز فوجی اُدھر سے گزرے۔ انھوں نے ممتاز کو اغوا ہونے سے بچایا۔ ملزم پکڑے گئے اور اُن پر مقدمہ چلایا گیا۔ اخبارات میں مقدمے کی کارروائی تفصیل سے شائع ہوتی تھی، اس وجہ سے اس واقعۂ قتل کو ہندوستان گیر شہرت حاصل ہوئی۔ شہرت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ملزموں کے وکلاء، اُس زمانے کے نامی گرامی قانون دان تھے۔ ایک ملزم کے وکیل محمد علی جناح (بعد ازاں قائداعظم) تھے۔ (اس مقدمے کی تفصیلات کے ایل گابا کی کتاب "Famous Trails for Love and Murder" سے ماخوذ ہیں۔ طبع پنجم، لاہور، ۱۹۴۶ء)۔

* غالب کے مشہور شعر ... ہوے تم دوست جس کے دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو، پر بحث کرتے ہوئے یگانہ نے غالب شکن، طبع دوم میں لکھا:

''یہ شعر پڑھتے ہی بمبئی والی ممتاز بیگم کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔'' (ص ۵۷)

آج تو یہ واقعہ کسی کو بھی یاد نہیں لیکن یگانہ نے جب مذکورۂ بالا شعر لکھا تھا، لفظ ''باولے'' کے ذو معنی استعمال کی خوب داد ملی ہوگی۔

۴۱ : ص ۱۳۵-۱۳۴

آیات دوم کی فارسی غزل: ۹۶ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۹۶، آیات دوم۔

۴۲ : ص ۱۳۸-۱۳۵

آیات اوّل کی غزل: ۲۹ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۲۹، آیات اوّل۔

۴۳ : ص ۱۴۱-۱۳۸

آیات اوّل کی غزل: ۳۰ کے یہ ۱۶ شعر۔ ش: ۱ تا ۹، ۱۲، ۱۵ تا ۲۰۔
رک : حاشیہ ۳۰، آیات اوّل۔

۴۴ : ص ۱۴۲-۱۴۱

نشتر کی غزل: ۲۳ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱ تا ۶، ۸، ۹، ۱۱، ۱۳، ۱۵، ۱۶۔
رک : حاشیہ ۲۳، نشتر۔

۴۵ : ص ۱۴۷-۱۴۲

آیات اوّل کی غزل: ۳۴ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳۴، آیات اوّل۔

۴۶ : ص ۱۵۲-۱۴۷

آیات اوّل کی غزل: ۳۷ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳۷، آیات اوّل۔

۴۷ : ص ۱۵۵-۱۵۲

آیات اوّل کی غزل: ۳۸ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳۸، آیات اوّل۔

۴۸ : ص ۱۵۵

آیات اوّل کی فارسی غزل: ۳۵ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳۵، آیات اوّل۔

۴۹ : ص ۱۵۶

آیات دوم کی فارسی غزل: ۹۷ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۹۷، آیات دوم۔

۵۰ : ص ۱۵۸-۱۵۶

آیات دوم کی غزل: ۱۰۶ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۰۶، آیات دوم۔

۵۱ : ص ۱۵۹-۱۵۸

☆ گنجینۂ ق : ص ۱۶۶، ش ۶ / ۱۲۸
☆ بیاض ۳: ورق ۱۱، الف
☆ بیاض ۲: ورق ۱۰۵ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۲۵، الف

تمام ماخذوں میں ۸ شعروں کی اس غزل کا متن یکساں ہے۔ گنجینۂ ق اور بیاض ۴ میں اس کا عنوان ''غزلِ یک قافیہ'' لکھا ہے۔ گنجینۂ ق میں اسے عام غزلیات کے ساتھ نہیں بلکہ ''متفرقات'' کے تحت شامل کیا گیا ہے۔

۵۲ : ص ۱۶۱-۱۵۹

☆ گنجینہ م : ص ۴۵-۴۴، ش ۵۳ (غ)

☆ بیاض ۲: ورق ۱۶، الف و ب

☆ بیاض ۴: ورق ۲۴ ب

☆ گنجینہ ق : ص ۱۱۲، ش ۵۱ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۱۰ ب

☆ ماہنامہ ''جہانگیر'' لاہور، سالنامہ ۱۹۳۴ء: ص ۳۴

تمام ماخذوں میں یہ غزل ۱۳ شعروں پر مشتمل ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۲، مصرع ۱ : حسن کیا حسن کی تجلی کیا؟

رسالہ ''جہانگیر'' : شمع کیا شمع کا اُجالا کیا؟

بیاض ۲ میں یہ مصرع پہلے رسالہ ''جہانگیر'' کے مطابق لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا۔

شعر ۶، مصرع ۱ : مُردہ دل کو ٹٹولنے والو

رسالہ ''جہانگیر'' : بے دلوں کو ٹٹولنے والو

زمانۂ تصنیف :

آیات دوم ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی لیکن یہ غزل اُس میں شامل نہیں ہے۔ اسی سال یہ غزل رسالہ ''جہانگیر'' محولہ بالا میں چھپی ہے۔ اس سے واضح ہے کہ یہ غزل آیات دوم کی اشاعت کے فوراً بعد ۱۹۳۴ء میں لکھی گئی۔

۵۳ : ص ۱۶۴-۱۶۱

آیات دوم کی غزل: ۱۰۸ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۰۸، آیات دوم۔

۵۴ : ص ۱۶۶-۱۶۴

☆ گنجینہ م : ص ۵۳، ش ۶۹ (غ)

☆ بیاض ۴ : ورق ۵۲، الف

☆ رسالہ ''آج کل'' دہلی، یکم اپریل ۱۹۴۵ء : اندرونی سرورق ۲

☆ گنجینہ ق : ص ۱۲۱، ش ۶۶ (غ)

۱۱ شعروں کی یہ غزل گنجینہ ق کے مطابق کلیات میں شامل کی گئی ہے۔ تمام ماخذوں میں اس کا متن یکساں ہے، سوائے اس کے کہ شعر: ۳ آیات سوم میں نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف :

آغا جان ابن یگانہ نے راقم الحروف کو بتایا تھا کہ یگانہ نے یہ غزل اپنی بیٹی ام صغریٰ کی وفات پر کہی تھی۔ یگانہ عثمان آباد (دکن) میں تھے اور بیٹی کی وفات لکھنؤ میں ہوئی تھی۔ وقت آخر بچی باپ کو بہت یاد کرتی رہی مگر یگانہ لکھنؤ نہ پہنچ سکے*۔ غزل کے مطلع میں یہی مضمون نظم کیا گیا ہے۔

* یہ بات یگانہ نے اپنے ایک خط (بنام دوارکا داس شعلہ، مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۲۹ء) میں لکھی ہے۔ (کتابی سلسلہ ''تحقیقی ادب'' شمارہ ۲، کراچی، ۱۹۸۰ء، ص ۲۷۶)

بیاض ۲ میں یگانہ نے اپنے بچوں کی تاریخ ہائے ولادت درج کی ہیں۔ ام صغریٰ کے بارے میں یہ اندراج ملتا ہے:

''ام صغریٰ۔ یکم فروری ۲۴ء، مطابق ۱۳۴۲ھ، یوم جمعہ، وقت صبح، مقام شاہ گنج لکھنؤ۔
وفات، یکم محرم ۱۳۴۸ھ، شاہ گنج لکھنؤ''۔ (ورق ۹۷ ب)

یگانہ نے وفات کی جو ہجری تاریخ لکھی ہے، اس کی مطابقت ۹ر جون ۱۹۲۹ء سے ہوتی ہے۔ اس کی تصدیق یگانہ کے محولۂ بالا خط مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۲۹ء سے ہوتی ہے جس میں انھوں نے لکھا ہے:

''آج ایک مہینہ ہوا کہ میری پیاری صغریٰ نے ہمیشہ کے لیے ہم لوگوں کو داغِ مفارقت دے دیا''۔ (ص ۴۷۶)

اس بچی کی وفات پر یگانہ نے ایک رباعی بھی لکھی تھی جو بیاض ۳ میں شامل ہے (ورق ۲۲، الف) اس بیاض میں رباعی سے پہلے یہ عبارت لکھی ہے:

''رباعی جو ام صغریٰ کی یاد میں ۱۹۲۹ء میں بمقام عثمان آباد کہی گئی تھی۔ اس پیاری بچی کی یاد اب تک دل کو تڑپاتی ہے''۔

کلیات میں یہ رباعی غیر مدون کلام میں شامل ہے (ش: ۳۳)۔

ان امور کی روشنی میں غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ اُس زمانے میں صرف چند شعر لکھے گئے ہوں گے اور غزل کی تکمیل بعد میں ہوئی ہوگی۔ اگر مکمل غزل ۱۹۲۹ء میں لکھی گئی ہوتی تو کوئی وجہ نہیں کہ اُسے آیات دوم (سال طباعت: ۱۹۳۴ء) میں شامل نہ کیا جاتا۔ مکمل غزل پہلی مرتبہ رسالہ ''آج کل'' محولۂ بالا میں شائع ہوئی۔ اس بنا پر اس کا زمانۂ تکمیل ۱۹۴۴ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

اس غزل کے ابتدائی تین اور آخری دو اشعار کیفیت اور مضامین کے اعتبار سے باقی اشعار سے مختلف ہیں۔ اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ اشعار بیٹی کی وفات پر لکھے گئے ہیں۔ باقی ۱۹۴۴ء میں لکھے گئے ہوں گے۔

۵۵: ص ۱۶۷-۱۶۶

آیات دوم کی غزل: ۵۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۵۱، آیات دوم۔

۵۶: ص ۱۶۹-۱۶۷

☆ گنجینہ م: ص ۵۲-۵۱، ش ۶۷ (غ)　　☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۰-۱۱۹، ش ۶۴ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۳۱ ب

۱۱ شعروں کی یہ غزل کلیات میں آیات سوم کے مطابق درج کی گئی۔ یہ سب شعر بیاض ۴ میں بھی ہیں۔ گنجینہ م و ق میں ایک شعر (ش: ۲) نہیں ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۶، مصرع ۱: نہ جانے بہتے پھریں گے کدھر یہ دشمن و دوست
گنجینہ م و بیاض ۴: نہ جانیں بہتے ....

س ک :

شعر ۶ ،مصرع ۲ : بڑھا تو دل ہے وہ دریا کہ وار پار نہیں

گنجینہ م میں ''آرپار'' بجائے ''وار پار''۔ گنجینہ م نسخۂ باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے۔

۵۷ : ص ۱۷۱-۱۷۰

☆ گنجینہ م : ص ۵۱، ش ۶۶ (غ)۔
☆ بیاض ۲: ورق ۳۱ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۳۱ ، الف
☆ گنجینہ ق : ص ۱۱۹، ش ۶۳ (غ)
☆ بیاض ۳: ورق ۷ ، الف و ب
☆ ماہنامہ ''شاہکار'' لاہور، جون ۱۹۳۵ء : ص ۵۸

کلیات میں ۱۰ شعروں کی اس غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ شعر: ۵، آیات سوم میں نہیں۔ شعر: ۶ گنجینہ م میں نہیں۔ رسالہ ''شاہکار'' میں ۶ شعر ہیں جو یہ ہیں۔ ش: ۱، ۵، ۷ تا ۱۰۔ تینوں بیاضوں میں مکمل غزل ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۸ ،مصرع ۲ : اب تک اتنی ہے حرارت کہ جیے جاتے ہیں
رسالہ ''شاہکار'' : اب تو اتنی ہے ....
شعر ۱۰ ،مصرع ۱ : کیا خبر تھی کہ یگانہ کا ارادہ کیا ہے
رسالہ ''شاہکار'' : کسے معلوم یگانہ . . . . . .

س ک :

شعر ۴ ،مصرع ۱ : دولتِ عشق بھی مانگے سے کہیں ملتی ہے

گنجینہ م میں ''کہیں'' کی جگہ ''نہیں'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''شاہکار'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۸ : ص ۱۷۵-۱۷۲

☆ گنجینہ م : ص ۵۵-۵۴، ش ۷۰ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۲۶ ، الف و ب
☆ گنجینہ ق : ص ۱۲۲-۱۲۱، ش ۶۷ (غ)
☆ ماہنامہ ''چمنستان'' دہلی، مارچ ۱۹۴۲ء : ص ۱۳

۱۲ شعروں کی یہ غزل تمام ماخذوں میں یکساں ہے۔ کلیات میں شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

رسالہ ''چمنستان'' میں شعر: ۵ پر یہ حاشیہ لکھا ہے:

''میر تقی میر فرماتے ہیں:

مل بیٹھے اُس نائی بچے سے کوئی گھڑی جو زاہد تو
جتنے بال ہیں تیرے سر میں ویسی ہی تیری حجامت ہو''

اختلاف نسخ :

شعر ۶ ،مصرع ۱ : کلمہ پڑھ کے ایسے ویسے کتنے مسلماں بن بیٹھے
بیاض ۴ : ....ایسے ویسے تیرے جیسے بن بیٹھے

آیاتِ سوم اور گنجینہ ق میں ''کتنے مسلماں'' کے نیچے لکیر کھینچ کر متبادل الفاظ (''تیرے چہیتے'') لکھے گئے ہیں۔

شعر ۹، مصرع ۲ : انکار کی لذت آہاہا، انکار نہیں تو کچھ بھی نہیں

آیاتِ سوم و گنجینہ م : ....آہاہا.............

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''چمنستان'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۹ : ص ۱۷۸-۱۷۵

آیاتِ اوّل کی غزل: ۴۰ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۵، ۷ تا ۱۴۔

رک: حاشیہ ۴۰، آیاتِ اوّل۔

۶۰ : ص ۱۸۲-۱۷۹

آیاتِ اوّل کی غزل: ۴۱ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۷، ۹۔

رک: حاشیہ ۴۱، آیاتِ اوّل۔

۶۱ : ص ۱۸۳-۱۸۲

آیاتِ اوّل کی غزل: ۴۳ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۷، ۹ تا ۱۴۔

رک: حاشیہ ۴۳، آیاتِ اوّل۔

۶۲ : ص ۱۸۳

آیاتِ اوّل کی غزل: ۴۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۴، آیاتِ اوّل۔

۶۳ : ص ۱۸۴-۱۸۳

آیاتِ اوّل کی غزل: ۴۵ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۵، آیاتِ اوّل۔

۶۴ : ص ۱۸۵-۱۸۴

نشتر کی غزل: ۲۴ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۲۔ اور ایک نیا مطلع۔

نیا مطلع چوں کہ بہت بعد کی تصنیف ہے، اس لیے اُسے آیاتِ سوم میں رہنے دیا گیا ہے۔ اس مطلع پر آیاتِ سوم میں یہ حاشیہ ملتا ہے:

''شہر میں ہیضہ پھوٹتا ہے، اُس وقت جان کتنی عزیز تر ہوجاتی ہے''۔ (ص ۱۸۴)

رک: حاشیہ ۲۴، نشتر۔

۶۵ : ص ۱۸۶-۱۸۵

آیاتِ اوّل کی غزل: ۴۷ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۷، آیاتِ اوّل۔

۶۶ : ص ۱۸۷-۱۸۶

آیات اوّل کی غزل: ۴۸ کے یہ ۹ شعر۔ش: ۲ تا ۶، ۸ تا ۱۱۔

رک : حاشیہ ۴۸، آیات اوّل۔

۶۷ : ص ۱۸۸-۱۸۷

نشتر کی غزل: ۲۸ کے یہ ۸ شعر۔ش: ۱، ۲، ۱۱ تا ۱۶۔

رک : حاشیہ ۲۸، نشتر۔

۶۸ : ص ۱۸۸

نشتر کی غزل: ۲۶ کے یہ ۵ شعر۔ش: ۱، ۴، ۶، ۷، ۱۴۔

رک : حاشیہ ۲۶، نشتر۔

۶۹ : ص ۱۹۵ (رباعی)

☆ گنجینہ ق : ص ۵۹، ش ۲۴۱ (ر)

☆ بیاض ۳: ورق ۴۲ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۵۸ ب

☆ مکتوب یگانہ بنام ڈاکٹر عندلیب شادانی، مؤرخہ ۲۷ رمئی ۱۹۳۸ء

آیات سوم میں مصرع ۴ میں لفظ ''شاعر'' واوین میں ہے جب کہ باقی ماخذوں میں ایسا نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف :

یہ رباعی آیات سوم میں فراق گورکھ پوری کے نام مکتوب یگانہ (بعنوان : ''شعرائے حال میں یگانہ کا درجہ'') مؤرخہ ۳۱ رمئی ۱۹۳۸ء میں شامل ہے۔ چوں کہ یہ رباعی اس مکتوب کی ایک خاص بحث سے متعلق ہے، اس لیے خیال ہے کہ یہ اسی بحث کے دوران لکھی گئی ہوگی۔ ۱۹۳۸ء کی تصنیف ہونے کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ ڈاکٹر عندلیب شادانی کے نام محولۂ بالا خط میں بھی یہ رباعی درج ہے (یہ خط غیر مطبوعہ ہے اور راقم الحروف کی تحویل میں ہے اور یہ پروفیسر نظیر صدیقی کی عنایت سے دستیاب ہوا ہے)۔

۷۰ : ص ۲۰۰ (رباعی)

یہ رباعی آیات سوم میں ص ۲۰۱ پر بھی ہے۔ش ۱۲۸

ترانہ م کی رباعی: ۱۴۴ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۴۴، ترانہ م۔

۷۱ : ص ۲۰۳ (رباعی)

☆ گنجینہ ق : ص ۵۶، ش ۲۲۶ (ر)

☆ بیاض ۳ : ورق ۱۳ ب

☆ بیاض ۴ : ورق ۵۸ ب

زمانۂ تصنیف:

آیات سوم کی رباعی: ۶۹ کی طرح یہ رباعی بھی فراق گورکھپوری کے نام مکتوب یگانہ مؤرخہ ۳۱ر مئی ۱۹۳۸ء میں شامل ہے۔ یہ اس مکتوب کی ایک خاص بحث سے متعلق ہے، اس لیے خیال ہے کہ مکتوب تحریر کرنے کے دوران لکھی گئی ہوگی۔

۷۲: ص ۲۰۸ (رباعی)

☆ بیاض۲: ورق ۲۱، الف

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۸ء، مطابق حاشیہ ۷۱، مندرجۂ بالا۔

۷۳: ص ۲۰۹ (رباعی)

☆ گنجینہ م: ص ۱۵۳، ش ۱۱۷ (ر) ☆ گنجینہ ق: ص ۲۸، ش ۸۷ (ر)

☆ بیاض۲: ورق ۲۴ ب ☆ بیاض۴: ورق ۶۱ ب

☆ مکتوب یگانہ بنام ڈاکٹر عندلیب شادانی، مؤرخہ ۲۷ر مئی ۱۹۳۸ء

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۸ء، مطابق حاشیہ ۶۹، مندرجۂ بالا۔

۷۴: ص ۲۱۳ (رباعی)

ترانہ م کی رباعی: ۷۶ کے مطابق۔

۷۵: ص ۲۱۶ (رباعی)

ترانہ م کی رباعی: ۸۳ کے مطابق۔

۷۶: ص ۲۲۵ (ایک شعر)

یگانہ کے ایک مضمون ''جگر کی شاعری، جاپانی مال'' کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔ یہ مضمون آیات سوم میں بطور حاشیہ (ص ۲۲۵ تا ۲۳۵) شامل ہے۔

۷۷: ص ۲۳۷

☆ مکتوب یگانہ بنام فراق بعنوان ''شعرائے حال میں یگانہ کا درجہ''۔ رسالہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، نومبر ۱۹۴۲ء، ص ۷-۳۹

۴ شعروں پر مشتمل جگر کی غزل کی پیروڈی آیات سوم میں مکتوب یگانہ بنام فراق گورکھ پوری، مؤرخہ ۳۱ر مئی ۱۹۳۸ء میں شامل ہے۔ ان اشعار سے پہلے یگانہ نے جگر کا یہ شعر درج کیا ہے:

کسی کے غم میں کوئی رو رہا ہے
کوئی پردے سے چھپ کر دیکھتا ہے

اور پھر لکھا ہے:

''ذرا غور تو فرمایئے یہ کوئی شعر ہے کہ بازیچۂ اطفال؟ اسی کا نام شاعری ہے تو پھر اس سے بڑھ کر کوئی آسان کام نہیں۔ قلم برداشتہ لکھتے چلے جاؤ''۔ (ص ۲۳۷)

اس کے بعد وہ ۴ شعر ہیں جو کلیات میں شامل کیے گئے ہیں۔ ان اشعار کا عنوان مرتبِ کلیات کا اضافہ ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر۲: رسالہ ''نیرنگ خیال'' میں مصرعوں کی ترتیب بالعکس ہے۔

شعر۴، مصرع۲ : کوئی پٹی سے چمٹا رو رہا ہے

رسالہ ''نیرنگ خیال'' : کوئی جاے سے باہر ہو رہا ہے

زمانۂ تصنیف:

یہ اشعار مکتوب بنام فراق میں ایک خاص بحث کے حوالے سے لکھے گئے ہیں، اس لیے ان کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷۸ : ص ۲۴۵-۲۳۹

☆ گنجینہ م: ص ۵۳-۵۲، ش ۶۸ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۰، ش ۶۵ (غ)

☆ بیاض۲: ورق ۳۲ ب و ورق ۳۳ ب (قلم زدہ متن) ورق ۳۸، الف تا ورق ۳۹، الف

☆ بیاض۳: ورق ۳، الف و ب ☆ بیاض۴: ورق ۳۲، الف

تمام ماخذوں میں ۱۴ شعروں کی یہ غزل تعداد اشعار کے اعتبار سے یکساں ہے۔ کلیات میں شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ بیاض ۲ میں یہ غزل دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۳۲ ب و ورق ۳۳ ب پر نوشتہ متن قلم زد کیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر۳، مصرع۲ : کتنے خدا رسیدہ پڑے اس وبال میں

بیاض۲ : دیکھو نہ کوہ کن کو پڑا کس وبال میں

(یہ مصرع قلم زد کر کے مصرعے کی دوسری صورت لکھی گئی ہے)

شعر۱۴، مصرع۱ : کیا بزم اتحاد ہے کیا حسن اتفاق

بیاض۲ و۳ : کیا حسن اتفاق ہے کیا بزم اتحاد

بیاض۲ کے قلم زدہ متن میں یہ مصرع ان دو صورتوں میں ملتا ہے:

(۱) : کیا بزم ناشناس ہے کیا دور بے ادب

(۲) : کیا حسن اتفاق ہے کیا دور بے خودی

زمانۂ تصنیف:

''مشاعرۂ جے پور۔ ۲۱/اپریل ۱۹۳۵ء''۔ (بیاض۲، ورق ۳۸، الف)

۷۹ : ص ۲۴۳-۲۴۶

آیات اوّل کی غزل: ۵۸ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱ تا ۷، ۹ تا ۱۴۔

رک: حاشیہ ۵۸، آیات اوّل۔

۸۰ : ص ۲۵۲ (رباعی)

☆ گنجینہ ق : ص ۵۷، ش ۲۳۳ (ر) ☆ بیاض ۳ : ورق ۴۳ ب

☆ بیاض ۴ : ورق ۵۷، الف

☆ مکتوب یگانہ بنام ڈاکٹر عندلیب شادانی، مؤرخہ ۲۷ رمئی ۱۹۳۷ء (غیر مطبوعہ)

آیات سوم میں اس رباعی سے پہلے یہ عبارت ملتی ہے :

''... آیات وجدانی و ترانہ جیسے نا قابلِ تقلید آرٹ کے موجود ہوتے یاروں کو شرم نہیں آتی، اُسی ایک ٹھیکرے (دیوان غالب) کو چاٹ رہے ہیں''۔

(مکتوب بنام فراق، ص ۲۵۲)

زمانۂ تصنیف :

۱۹۳۸ء، مطابق حاشیہ ۶۹، مندرجۂ بالا۔

۸۱ : ص ۲۵۸ (رباعی)

رباعی مطابق ترانہ م، ش : ۱۰۰۔

رک : حاشیہ ۱۰۰، ترانہ م۔

۸۲ : ص ۲۶۳ (ایک شعر اصغر گونڈوی کے بارے میں)

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۶ ب

یگانہ نے اس شعر سے پہلے یہ عبارت لکھی ہے :

''... اک گنوار گونڈی (کذا) کو یگانہ کا مدمقابل ہی نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ یگانہ پر اُس شخص کو فضیلت دی گئی تھی۔ تھو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے''۔ (ص ۲۶۳)

یہ شعر یگانہ ہی کا ہے اور بیاض ۳ میں موجود ہے۔ شعر میں ''علی گڑھ'' کا اشارہ پروفیسر رشید احمد صدیقی اور اصغر کے دیگر علی گڑھی مداحوں کی طرف ہے۔ کلیات میں شعر کا عنوان مرتب کلیات کا اضافہ ہے۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۳۸ء، یہ شعر مکتوب یگانہ بنام فراق گورکھ پوری مؤرخہ ۳۱ رمئی ۱۹۳۸ء (مشمولہ : آیات سوم) میں ایک خاص بحث کے دوران، اُس کی مناسبت سے درج کیا گیا ہے۔ گمان غالب ہے کہ یہ شعر خط لکھنے کے دوران تصنیف کیا گیا۔

۸۳ : ص ۲۶۳ و ص ۴۲، ش ۱۳۱ (اصغر گونڈوی کے بارے میں رباعی)

☆ گنجینہ ق : ص ۶۴، ش ۲۶۷ (ر) ☆ بیاض ۳ : ورق ۲۵ ب و ورق ۴۴ ب

☆ بیاض ۴ : ورق ۵۸، الف

آیات سوم اور بیاض ۳ میں یہ رباعی دو دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ آیات سوم میں ص ۴۲ پر جہاں ''میرزا مراد بیگ چغتائی'' کا دیباچہ ختم ہوتا ہے وہاں کچھ جگہ بچ گئی تھی۔ اس جگہ پر تین رباعیاں درج کی گئی ہیں۔ چوں کہ

آیات کا آغاز اگلے صفحے سے ہوتا ہے، اس لیے ان رباعیوں کو خاتمۂ آیات کے بعد کے مشمولات میں شمار کیا گیا ہے۔ کلیات میں اس رباعی کا عنوان مرتّبِ کلیات کا اضافہ ہے۔

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۸ء۔ مطابق حاشیہ ۸۲، مندرجۂ بالا۔

۸۴: ص ۲۶۷-۲۶۵

آیاتِ اوّل کی غزل: ۵۶ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱ تا ۷، ۹ تا ۱۳۔

رک: حاشیہ ۵۶، آیاتِ اوّل۔

۸۵: ص ۲۷۰-۲۶۷

آیاتِ اوّل کی غزل: ۵۷ کے یہ ۱۴ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۰، ۱۵ تا ۱۸۔

رک: حاشیہ ۵۷، آیاتِ اوّل۔

۸۶: ص ۲۸۶-۲۷۰

☆ گنجینہ م: ص ۵۹-۵۷، ش ۲۴ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۷-۱۲۶، ش ۱۷ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۹۷، الف تا ۹۸، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۳۲ ب و ورق ۳۳، الف

☆ رسالہ ''ادبی دنیا'' لاہور، سالنامہ ۱۹۳۹ء: ص ۱۸۰

آیاتِ سوم میں یہ غزل ۲۵ شعروں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ۲۴ شعر کلیات میں شامل کیے گئے، ایک شعر بوجوہ حذف کیا گیا۔ یہ ایک شعر تمام ماخذوں میں ہے۔ گنجینہ م میں ۲۰ شعر ہیں۔ یہ ۴ شعر اس میں شامل نہیں۔ ش: ۱۶، ۲۲ تا ۲۴۔ گنجینہ ق میں ۲۲ شعر ہیں۔ یہ ۲ شعر اس میں نہیں ہیں۔ ش: ۱۶، ۲۴۔ بیاض ۳ میں ۲۰ شعر ہیں۔ یہ ۴ شعر اس میں نہیں۔ ش: ۱۵، ۱۶، ۲۳، ۲۴۔ بیاض ۴ میں غزل آیاتِ سوم کے مطابق ہے۔ ''ادبی دنیا'' میں یہ ۱۲ شعر ہیں۔ ش: ۱ تا ۳، ۵، ۹ تا ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۹، ۲۰، ۲۳۔

گنجینہ ق میں اس غزل کا عنوان ''شاہکار ادب'' ہے۔ عنوان کے تحت اور غزل سے پہلے یہ عبارت لکھی ہے:

> ''میں احساس ذمہ داری کے ساتھ یہ کہے رکھتا ہوں کہ گزشتہ دو سو برس کے ادبی ارتقا کے دور میں کسی سخن ور نے غزل کی صنف میں ایسا شاہکار پیش نہیں کیا۔ اردو تو کیا فارسی لٹریچر میں بھی کوئی ایسا شاہکار (غزل) موجود نہیں جس میں یہ اسپرٹ یہ Finish یہ Balance پایا جاتا ہو۔ نظیری اور بابا فغانی کا مطالعہ کر لینے کے بعد میں نے یہ رائے قائم کی ہے۔ میں نے یوں ہی سمجھا ہے، ممکن ہے میں غلطی پر ہوں''۔ (ص ۱۲۶)

اس تحریر کی ابتدائی صورت بیاض ۴ میں ملتی ہے۔ مذکورہ عنوان کے تحت یگانہ نے لکھا ہے:

> ''میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ گزشتہ دو سو برس کے ادبی ارتقا کے دور میں کسی استاد نے ایسا شاہکار پیش نہیں کیا''۔ (ورق ۳۲ ب)

مرتّبِ کلیات کے پاس یگانہ کا ایک غیر مطبوعہ خط بنام پروفیسر اکبر حیدری مؤرخہ ۳ر مارچ ۱۹۴۰ء موجود ہے۔ اُس میں لکھا ہے:

> ''یہ غزل میری زندگی کا اک خاص کارنامہ ہے''۔

بیاض ۴ میں آخری شعر پر یہ حاشیہ ہے:

''مرغے کی اذان۔ اشارہ ہے ناشاعروں، نااہلوں کی تک بندیوں، ہرزہ سرائیوں کی طرف''۔ (ورق ۳۳، الف)

اختلاف نسخ:

شعر ۱۱، مصرع ۲ : میسر آ سکے صاحب تو اِن داموں گراں کیوں ہو

بیاض ۳ و ۴ : .... آ سکے غافل تو ....

س ک:

شعر ۸، مصرع ۱ : مرے ہوتے غریبوں کو ستانا اور پچھتانا

آیات سوم میں لفظ ''ہوتے'' کی جگہ ''ہوئے'' چھپا ہے۔ جس صفحے (۲۷۴) پر یہ مصرع ہے، اُس سے متعلق کتاب کا فارم (ص ۲۷۳ تا ۲۸۸) چھپ چکا تھا لیکن اس سے پہلے کا فارم (ص ۲۵۷ تا ۲۷۲) نہیں چھپا تھا۔ اس فارم کے ص ۲۷۲ کے حاشیے میں مذکورہ سہوِ کتابت کی تصحیح کی گئی ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''ادبی دنیا'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۹ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۸۷ : ص ۲۸۷ (نظم: ''ادبِ خبیث کا نمونہ'')

☆ پندرہ روزہ ''آج کل'' دہلی، یکم جنوری ۱۹۴۵ء: ص ۱۰۔

یگانہ نے آیات سوم میں اپنے کئی مضامین بھی شامل کیے ہیں۔ ان میں سے دو ''ادبِ خبیث'' کے عنوان سے ہیں۔ ان میں سے پہلا، آیات سوم میں ص ۲۸۷ سے ص ۳۰۶ تک ہے۔ ''ادبِ خبیث'' کا یہ نمونہ پہلی دفعہ اسی مضمون میں شائع ہوا تھا۔ اس نظم کا عنوان مرتبِ کلیات کا تجویز کردہ ہے۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۵ : ہیں سنترے دو رس بھرے

رسالہ ''آج کل'' : سنترے دو رس بھرے

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''آج کل'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس نظم کا زمانۂ تصنیف ۱۹۴۴ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۸۸ : ص ۲۹۸ (رباعی: ''نیا ادب'')

☆ گنجینہ ق: ص ۶۵، ش ۲۷۲ (ر)

آیات سوم میں شامل مضمون ''ادب خبیث'' کا حصۂ اوّل پہلے پندرہ روزہ ''آج کل'' دہلی، بابت یکم جنوری ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا تھا۔ آیات سوم میں شامل کرتے وقت اُس میں بہت اضافے کیے گئے۔ زیرِ نظر رباعی بھی ایسا ہی ایک اضافہ ہے۔ اصل مضمون (مطبوعہ ''آج کل'') میں یہ شامل نہیں ہے۔ کلیات میں اس کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ اور عنوان مرتبِ کلیات کا اضافہ ہے۔

اختلاف نسخ :

مصرع ا : قدریں ہی اُلٹ گئیں تو غیرت کیسی

آیاتِ سوم : . . . ہی بدل گئیں . . . .

زمانۂ تصنیف :

مذکورۂ بالا مضمون ''ادب خبیث'' ۱۹۴۴ء میں لکھا گیا تھا۔ اس پر نظرِ ثانی رسالہ ''آج کل'' میں اس کی اشاعت (یکم جنوری ۱۹۴۵ء) کے بعد کی گئی ہوگی۔ آیاتِ سوم کا مسودہ طباعت کے لیے ۱۹۴۵ء میں پریس بھیجا گیا تھا۔ یہ یقینی ہے کہ زیرِ نظر رباعی بھی اسی سال لکھی گئی ہوگی۔

۸۹ : ص ۳۵۲-۳۵۳

آیاتِ اوّل کی غزل: ۸۲ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۶، ۹۔

رک : حاشیہ ۸۲، آیاتِ اوّل۔

۹۰ : ص ۳۵۳

نشتر کی غزل: ۴۲ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۲، ۳، ۵، ۶، ۱۳، ۱۴، ۱۶ تا ۲۲۔

رک : حاشیہ ۴۲، نشتر۔

۹۱ : ص ۳۵۴

آیاتِ اوّل کی غزل: ۸۵ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۳۔

رک : حاشیہ ۸۵، آیاتِ اوّل۔

۹۲ : ص ۳۵۶-۳۵۵

آیاتِ اوّل کی غزل: ۸۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۶ تا ۱۱۔

رک : حاشیہ ۸۶، آیاتِ اوّل۔

۹۳ : ص ۳۵۷-۳۵۶

آیاتِ اوّل کی غزل: ۸۸ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۱، ۱۳۔

رک : حاشیہ ۸۸، آیاتِ اوّل۔

۹۴ : ص ۳۵۸-۳۵۷

آیاتِ اوّل کی غزل: ۸۹ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵ تا ۷، ۱۰۔

رک : حاشیہ ۸۹، آیاتِ اوّل۔

۹۵ : ص ۳۵۹-۳۵۸

آیاتِ اوّل کی غزل: ۹۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۹۰، آیاتِ اوّل۔

۹۶: ص ۳۵۹

آیات اوّل کی غزل: ۹۱ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۵، ۷، ۱۰ تا ۱۲۔

رک: حاشیہ ۹۱، آیات اوّل۔

۹۷: ص ۳۶۰-۳۵۹

آیات دوم کی فارسی غزل: ۱۰۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۰۴، آیات دوم۔

۹۸: ص ۳۶۱-۳۶۰

آیات اوّل کی غزل: ۶۰ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۶۰، آیات اوّل۔

۹۹: ص ۳۶۵-۳۶۲

☆ گنجینہ م: ص ۶۶، ش ۸۴ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۴، ش ۸۱ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۴۹ ب

☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور، ستمبر ۱۹۴۰ء: ص ۱۵۶

کلیات میں اس غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے جس میں ۱۳ شعر ہیں۔ یہی سب شعر گنجینہ م، بیاض ۴، اور رسالہ ''زمانہ'' میں بھی ہیں۔ آیات سوم میں ۱۱ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۳ و ۹) اس میں نہیں ہیں۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''زمانہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس کا زمانۂ تصنیف ۱۹۴۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۰: ص ۳۶۸-۳۶۶

☆ گنجینہ م: ص ۸۷-۸۶، ش ۱۱۵ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۴، ش ۱۱۲ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۵۳ ب

☆ پندرہ روزہ ''آج کل'' دہلی، یکم اپریل ۱۹۴۵ء: ص ۶

۱۱ شعروں کی یہ غزل سب ماخذوں میں یکساں ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''آج کل'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۴۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۱: ص ۶۹-۳۶۸

☆ گنجینہ م: ص ۶۴، ش ۸۱ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۲، ش ۷۸ (غ)

☆ بیاض ۳: ورق ۱۰۴ ب

☆ بیاض ۳: ورق ۳۵، الف

تمام ماخذوں میں اس غزل کے اشعار کی تعداد (۱۳ عدد) یکساں ہے۔ کلیات میں غزل کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر۱، مصرع۱ : حسن پر فرعون کی پھبتی کہی
بیاض۴ : حسن پر آشوب کی ....
شعر۴، مصرع۱ : کوئی ضد تھی یا سمجھ کا پھیر تھا
آیات سوم : ضد نہ تھی شاید سمجھ ....
شعر۵، مصرع۲ : واہ یہ اچھی اُلٹوانسی کہی
بیاض۳ : واہ یہ کیسی اُلٹوانسی کہی

۱۰۲: ص ۳۷۱-۳۶۹

☆ گنجینہ م: ص ۶۸-۶۷، ش ۸۵(غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۵، ش ۸۲(غ)
☆ بیاض۴: ورق ۵۰ ب

آیات سوم اور بیاض۴ میں اس غزل میں ۱۲ شعر ہیں۔ ان میں سے ۴ وہ ہیں جو آیات اوّل میں شامل ہیں۔ (غزل: ۴۳) یہ شعر کلیات میں آیات سوم سے حذف کر دیے گئے ہیں۔ یہ مکمل غزل آیات اوّل یا آیات سوم میں اس لیے شامل نہیں کی گئی کہ ۴، ابتدائی شعر ۱۹۲۳ء کی تصنیف ہیں جب کہ باقی ۸ شعر ۱۹۳۴ء کے بعد لکھے گئے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ اشعار آیات دوم (سالِ اشاعت ۱۹۳۴ء) میں شامل نہیں ہیں۔ نیز آخری شعر میں ''غالب شکن'' کا حوالہ ہے جس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۴ء میں اور دوسرا ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا تھا۔ کلیات میں ۸ شعروں کا متن آیات سوم کے مطابق ہے۔ ایک شعر (ش: ۴) گنجینہ م و ق میں نہیں ہے۔ آخری شعر پر جو حاشیہ ہے وہ صرف گنجینہ م میں ہے۔

س ک:
شعر۵، مصرع۲ : دو میں جو تیسرا ہے آنکھوں میں ٹھیکرا ہے
گنجینہ م و ق : .... نکھوں کا ٹھیکرا ہے

آیات سوم میں اس شعر کے بعد یہ عبارت بھی ملتی ہے:
''دو میں تیسرا، آنکھوں میں ٹھیکرا، اک مثل ہے ...''۔ (ص ۳۷۰)

۱۰۳: ص ۳۷۲-۳۷۱

☆ گنجینہ م: ص ۶۴-۶۳، ش ۸۰(غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۱، ش ۷۷(غ)
☆ بیاض۲: ورق ۴۱، الف و ب ☆ بیاض۳: ورق ۴، الف و ب
☆ بیاض۴: ورق ۴۸ ب

۷ شعروں کی یہ غزل آیات سوم اور گنجینہ م و ق میں یکساں ہے۔ دوسرے شعر پر جو حاشیہ ہے، وہ صرف گنجینہ م و ق میں ہے۔ تینوں بیاضوں میں ان ساتوں شعروں کے علاوہ بھی ۲ شعر ہیں۔ (رک: باقیات ۴۱) بیاض ۲ و ۳ میں یہ دونوں زائد شعر ہیں، اور بیاض ۴ میں ان میں سے صرف پہلا ہے۔

۱۰۴: ص ۳۷۴-۳۷۲

☆ گنجینہ م: ص ۸۳-۸۲، ش ۱۱۰ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۱-۱۵۰، ش ۱۰۷ (غ)

☆ بیاض۴: ورق ۵۱ ب

آیات سوم میں یہ غزل ۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔ بوجوہ دو شعر حذف کیے گئے۔ باقی ۱۰ کلیات میں شامل ہیں۔ گنجینہ م و ق میں دونوں محذوف شعروں کے علاوہ ۸، ۸ شعر ہیں۔ کلیات میں شامل اشعار میں سے ۲ شعر (ش: ۲ و ۳) ان میں شامل نہیں ہیں۔ بیاض ۴ میں آیات سوم کے تمام شعروں کے علاوہ بھی ایک شعر ہے جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک: باقیات ۴۲۔

س ک:

شعر ا، مصرع ا کے لفظ ''پسارنے'' کو گنجینہ م میں ''پسارے'' لکھا ہے۔

۱۰۵: ص ۳۷۵-۳۷۴

☆ گنجینہ م: ص ۶۹-۶۸، ش ۸۶ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۶-۱۳۵، ش ۸۳ (غ)

☆ بیاض۴: ورق ۵۱، الف ☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور، جولائی ۱۹۴۰ء: ص ۴۳

کلیات میں یہ غزل گنجینہ ق کے مطابق ہے جس میں ۱۸ شعر ہیں۔ ان میں سے ایک شعر بوجوہ حذف کیا گیا۔ یہ محذوف شعر رسالہ ''زمانہ'' کے سوا کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ آیات سوم میں ۱۶ شعر ہیں۔ شعر: ۷ اس میں نہیں۔ گنجینہ م میں بھی ۱۶ شعر ہیں۔ شعر: ۶، اس میں نہیں۔ بیاض ۴ میں ۱۵ شعر ہیں۔ ۲ شعر (ش: ۷ و ۱۴) اس میں نہیں۔ رسالہ ''زمانہ'' میں محذوف شعر کے علاوہ ۱۶ شعر ہیں۔ شعر: ۷، اس رسالے میں نہیں ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱۶، مصرع ۱ : اپنے ہی عکس پر ہو چیں بہ جبیں

بیاض۴ : آپ سے لوگ کیوں بھڑکتے ہیں

رسالہ ''زمانہ'' میں غزل کے تمام مصرع ہائے ثانی کے آخر میں سوالیہ نشان ہے مگر گنجینہ ق میں خود یگانہ کے قلم سے اس قسم کا اہتمام نہیں ہے۔ شعر: ۵ کا دوسرا مصرع غالب کا ہے۔ رسالہ ''زمانہ'' میں یہ واوین میں ہے لیکن گنجینہ ق میں یگانہ نے بقلم خود بغیر واوین کے لکھا ہے۔

س ک:

شعر ۳، مصرع ۱ : آئی کو ٹال دے جبھی جانیں

گنجینہ ق میں لفظ ''دے'' لکھنے سے رہ گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''زمانہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۴۰ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۱۰۶: ص ۱۷۱ و ص ۳۷۸-۳۷۶

☆ گنجینہ م: ص ۶۳، ش ۹۷ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۱، ش ۷۶ (غ)

☆ بیاض۳: ورق ۸۴ ب و ورق ۹۶، الف و ب ☆ بیاض۴: ورق ۵۰، الف

☆ مکتوبِ یگانہ بنام دل شاہ جہان پوری، مؤرخہ ۱۷ رمئی ۱۹۳۸ء، عکس مطبوعہ ماہنامہ ''شاعر'' بمبئی، ہم عصر اردو ادب نمبر، جلد اول، مئی تا دسمبر ۱۹۹۷ء: ص ۱۷۱-۱۷۰

۹ شعروں کی یہ غزل کلیات میں گنجینہ ق کے مطابق درج کی گئی ہے۔ گنجینہ م اور آیات سوم میں بھی یہی ۹ شعر ہیں۔ آیات سوم میں ۸ شعر ص ۳۷۸-۳۷۶ پر ہیں اور ۲ شعر ص ۱۷۱ پر جہاں غزل: ۵۷ کے بعد صفحے پر کچھ جگہ بچ گئی تھی۔ دونوں جگہ ایک شعر (ش: ۶) مشترک ہے۔ بیاض ۳ میں یہ غزل دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۸۴ ب پر اسے قلم زد کر دیا گیا ہے۔ قلم زدہ متن میں ۱۱ شعر ہیں۔ ان میں ۲ شعر ایسے ہیں جو کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔ رک: باقیات ۴۳۔ بیاض ۳ (ورق ۹۶، الف و ب) اور بیاض ۴ میں کلیات کے مطابق ۹،۹ شعر ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۱، مصرع ۱ : خدا کی مار وہ ایامِ شور و شر گزرے

بیاض ۳ : ہزار شکر وہ ....

شعر ۲، مصرع ۲ : کہ آہ کرتے ہی پرچے لگے، خبر گزرے

بیاض ۳ (قلم زدہ متن) : کہ دھیان آتے ہی ....

زمانۂ تصنیف:

مکتوب بنام دل شاہ جہان پوری، محولہ بالا میں یگانہ نے اس غزل کے دو شعر درج کیے ہیں اور ان میں سے پہلے شعر کے بارے میں لکھا ہے:

''آج اتفاق سے اک شعر موزوں ہوگیا تو آپ پھر یاد آئے''۔ (ص ۱۷۰)

یہ جملہ جس شعر کے بارے میں ہے، اُس میں ''حضرت دل'' کے الفاظ آئے ہیں۔ (ش: ۷) بقول یگانہ، دل سے مراد پہلو میں موجود دل بھی ہے اور دل شاہ جہان پوری بھی۔ اس کے بعد اس غزل کا ایک اور شعر (ش: ۵) لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷ر مئی ۱۹۳۸ء کو یہ غزل زیرِ تصنیف تھی۔ اور اس تاریخ تک صرف یہی دو شعر لکھے گئے تھے۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ غزل اسی سال مکمل ہوئی ہوگی۔

۱۰۷: ص ۳۸۳-۳۷۸

☆ گنجینہ م: ص ۶۶-۶۵، ش ۸۳ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۳۳، ش ۸۰ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۴۹، الف

کلیات میں یہ غزل آیات سوم کے مطابق ہے جس میں ۱۳ شعر ہیں۔ یہی سب شعر بیاض ۴ میں بھی ہیں۔ گنجینہ م و ق میں ۱۲،۱۲ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۴) ان دونوں میں نہیں۔

اختلاف نسخ:

بیاض ۴ میں مقطع کے مصرعِ ثانی کے آگے یہ الفاظ لکھے ہیں: ''دل سے بھلا دے؟''

س ک:

شعر ۱، مصرع ۲: گنجینہ م میں ''بددعا'' کی جگہ ''بدعا'' لکھا ہے۔

شعر ۵، مصرع ۱: گنجینہ ق میں ''ہو'' کی جگہ ''ہی'' لکھا ہے۔

۱۰۸: ص ۳۸۵-۳۸۳

آیات دوم کی غزل: ۸۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۸۹، آیات سوم۔

۱۰۹: ص ۳۸۵

نشتر کی غزل: ۳۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۵، ۱۱ تا ۱۴۔

رک: حاشیہ ۳۶، نشتر۔

۱۱۰: ص ۳۸۶-۳۸۵
آیاتِ اوّل کی غزل: ۶۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۴، آیاتِ اوّل۔

۱۱۱: ص ۳۸۷-۳۸۶
آیاتِ اوّل کی غزل: ۶۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۶، آیاتِ اوّل۔

۱۱۲: ص ۳۸۸-۳۸۷
آیاتِ اوّل کی غزل: ۶۸ کے یہ ۱۱ شعر۔ش: ۴ تا ۷، ۹ تا ۱۵۔ مزید ایک شعر بھی ہے جو آیاتِ اوّل میں نہیں تھا مگر اب کلیات میں آیاتِ اوّل کی مذکورہ غزل میں بطور مطلعِ اوّل شامل ہے۔ تفصیلات کے لیے رک: حاشیہ ۶۸، آیاتِ اوّل۔

۱۱۳: ص ۳۸۸
آیاتِ اوّل کی غزل: ۷۰ کے یہ ۱۱ شعر۔ش: ۱ تا ۷، ۹ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۷۰، آیاتِ اوّل۔

۱۱۴: ص ۳۸۹-۳۸۸
آیاتِ اوّل کی غزل: ۷۱ کے یہ ۱۱ شعر۔ش: ۱ تا ۱۰، ۱۲۔
رک: حاشیہ ۷۱، آیاتِ اوّل۔

۱۱۵: ص ۳۸۹
آیاتِ اوّل کی غزل: ۷۵ کے یہ ۸ شعر۔ش: ۱، ۶ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۷۵، آیاتِ اوّل۔

۱۱۶: ص ۳۹۰
آیاتِ اوّل کی غزل: ۷۶ کے یہ ۱۱ شعر۔ش: ۱ تا ۱۱۔
آیاتِ سوم میں آیاتِ اوّل کا مقطع حذف کر کے ایک نیا مقطع شاملِ غزل کیا گیا ہے۔ یہ نیا مقطع چوں کہ بہت بعد کی تصنیف ہے، اس لیے اسے آیاتِ سوم ہی میں رہنے دیا گیا ہے۔
رک: حاشیہ ۷۶، آیاتِ اوّل۔

۱۱۷: ص ۳۹۱-۳۹۰
آیاتِ اوّل کی غزل: ۷۸ کے یہ ۱۰ شعر۔ش: ۱، ۳، ۴، ۶، ۷، ۹ تا ۱۳۔
رک: حاشیہ ۷۸، آیاتِ اوّل۔

۱۱۸: ص ۳۹۱
آیاتِ اوّل کی غزل: ۸۰ کے یہ ۹ شعر۔ش: ۳، ۴، ۶ تا ۸، ۱۰، ۱۴، ۱۵، ۱۷۔ اور ایک نیا مطلع۔ یہ مطلع بھی آیاتِ اوّل میں بطور مطلعِ اوّل درج کیا گیا۔
تفصیلات کے لیے رک: حاشیہ ۸۰، آیاتِ اوّل۔

۱۱۹: ص ۳۹۲-۳۹۱

آیات اوّل کی غزل: ۸۱ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۴، ۶ تا ۱۲، ۱۴۔

رک: حاشیہ ۸۱، آیات اوّل۔

۱۲۰: ص ۳۹۳-۳۹۲

☆ گنجینہ م: ص ۴۲، ش ۵۰ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۱۰-۱۰۹، ش ۴۹ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۵۶، الف

☆ رسالہ ''آج کل'' دہلی، یکم ستمبر ۱۹۴۴ء: ص ۵

کلیات میں یہ غزل آیات سوم کے مطابق شامل کی گئی ہے جس میں ۱۲ شعر ہیں۔ یہی سب شعر بیاض ۴، اور رسالہ ''آج کل'' میں بھی ہیں۔ گنجینہ م میں ۹ شعر ہیں۔ ۳ شعر (ش: ۷، ۸، ۱۱) اس میں نہیں ہیں۔ گنجینہ ق میں ۱۱ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۱۱) اس میں نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''آج کل'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۴ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۱: ص ۳۹۳

آیات اوّل کی غزل: ۶۵ کے یہ ۴ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۴، ۷۔

رک: حاشیہ ۶۵، آیات اوّل۔

۱۲۲: ص ۳۹۴-۳۹۳

☆ گنجینہ م: ص ۶۰، ش ۷۵ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۲۸، ش ۷۲ (غ)

☆ بیاض ۴: ورق ۳۷، الف و ب

آیات سوم میں اس غزل میں ۱۷ شعر ہیں۔ ان میں اسی زمین کی ایک دوسری غزل (آیات اوّل: ۶۴) کا مطلعِ اوّل بھی شامل ہے جسے زیرِ نظر متن سے حذف کر دیا گیا ہے۔ اس طرح غزل میں ۱۶ شعر رہ جاتے ہیں۔ یہ سب شعر گنجینہ ق اور بیاض ۴ میں بھی ہیں۔ گنجینہ م میں ۱۴ شعر ہیں۔ دو شعر (ش: ۶ و ۸) اس میں نہیں ہیں۔ کلیات میں شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

زمانۂ تصنیف:

''۱۹۳۸ء۔ حیدرآباد''۔ (بیاض ۴: ورق ۳۷، الف)

۱۲۳: ص ۳۹۵-۳۹۴

آیات دوم کی غزل: ۸۸ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۸۸، آیات دوم۔

۱۲۴: ص ۳۹۵

☆ گنجینہ م: ص ۸۴-۸۳، ش ۱۱۱ (غ)

☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۲-۱۵۱، ش ۱۰۸ (غ)

تینوں مجموعوں میں ۱۳ شعروں کی اس غزل کا متن یکساں ہے۔ کلیات میں شعروں کی ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

زمانۂ تصنیف:
یگانہ نے اپنے ایک مضمون (''میرزا یگانہ چنگیزی'' مطبوعہ پندرہ روزہ ''آج کل'' دہلی، ۱۵/ستمبر ۱۹۴۳ء) میں بتایا ہے کہ اُنھوں نے یہ غزل ساٹھ برس کی عمر میں لکھی تھی (ص ۳۲)۔ یگانہ نے اپنی عمر سنہ ہجری کے حساب سے بتائی ہوگی کیوں کہ ۱۹۴۳ء میں وہ ۵۹ برس کے تھے۔ (سال پیدائش: ۱۸۸۴ء مطابق ۱۳۰۱ھ) اس غزل کو (۱۳۰۱ + ۶۰) ۱۳۶۱ھ کی تصنیف سمجھنا چاہیے جو ۱۹۴۲ء کے مطابق ہے۔

۱۲۵: ص ۳۹۶-۳۹۵

☆ گنجینہ م: ص ۸۵، ش ۱۱۳ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۳، ش ۱۱۰ (غ)
☆ بیاض ۴: ورق ۵۳، الف

۱۴ شعروں کی یہ غزل تمام ماخذوں میں یکساں ہے۔ ترتیبِ اشعار میں فرق ہے۔ کلیات میں یہ ترتیب گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ ایک شعر بوجوہ حذف کیا گیا، اس لیے کلیات میں ۱۳ شعر ہیں۔ ایک شعر (ش: ۱۰) بیاض ۴ میں ورق ۴۸، الف پر بھی لکھا ہے۔

اختلاف نسخ:
شعر ۲، مصرع ۱ : یہ سبز باغ کا عالم یہ رنگِ لیل و نہار
بیاض ۴ : دکھائے گا وہی دیدار، عالمِ دیگر
مقطع کے دوسرے مصرعے کے لفظ ''جریدہ'' کے جو معنی کلیات میں درج ہیں، یہ صرف آیات سوم میں ملتے ہیں۔

۱۲۶: ص ۳۹۸-۳۹۷

آیات دوم کی غزل: ۹۱ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۴، ۶ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۹۱، آیات دوم۔

۱۲۷: ص ۴۰۰-۳۹۸

☆ گنجینہ م: ص ۸۵-۸۴، ش ۱۱۲ (غ) ☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۲، ش ۱۰۹ (غ)
☆ مکتوبِ یگانہ بنام ڈاکٹر عندلیب شادانی، مورخہ ۲۱/جون ۱۹۴۲ء
(غیر مطبوعہ جو مرتب کلیات کی تحویل میں ہے)

تینوں مجموعوں میں ۱۴ شعروں کی اس غزل کا متن یکساں ہے۔ مکتوب بنام عندلیب شادانی میں دو شعر (ش: ۱۰ و ۱۱) کم ہیں نیز دو شعر خاصے مختلف ہیں، اس لیے گمانِ غالب ہے کہ مکتوب میں غزل کا ابتدائی متن ہے۔ مکتوب میں اشعار: ۵ و ۶ کو بطور قطعہ درج کیا گیا ہے۔ شعر: ۵ سے پہلے عنوان ''قطعہ'' درج ہے اور شعر: ۶ کے بعد ان دو شعروں کو باقی شعروں سے الگ کرنے کے لیے لکیر کھینچی گئی ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر۴ : ہائے کیا کیا نگاہ بھٹکی ہے
جب کبھی امتحان میں آئی

مکتوب : خاک بھاری پڑی ہے پارس پر
جب کبھی . . . .

شعر۹ : حسن کیا خواب سے ہوا بیدار
جانِ تازہ جہان میں آئی

مکتوب : پھول کوئی کھلا ہے یاز کے رنگ
جانِ تازہ . . . .

زمانۂ تصنیف:

محولہ بالا مکتوب میں شمولیت کی بنا پر اس غزل کا زمانہ تصنیف ۱۹۴۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۸: ص ۴۰۱ (رباعی)

یہ رباعی آیات سوم میں دو بار درج کی گئی ہے۔

رک: حاشیہ ۷۰، مندرجہ بالا۔

۱۲۹: ص ۴۲ (رباعی)

مطابق آیات دوم: ۱۲۸۔

رک: حاشیہ ۱۲۸، آیات دوم۔

۱۳۰: ص ۴۲ (رباعی)

مطابق ترانہ م، ش ۱۰۷۔

رک: حاشیہ ۱۰۷، ترانہ م۔

۱۳۱: ص ۴۲ (رباعی)

یہ رباعی آیات سوم میں دوبار درج کی گئی ہے۔

رک: حاشیہ ۸۳، مندرجۂ بالا۔

(آخری تین رباعیاں آیات سوم میں ص ۴۲ پر درج ہیں۔ اس صفحے پر "میرزا مراد بیگ شیرازی" کا دیباچہ ختم ہوتا ہے۔ صفحے میں جو خالی جگہ رہ گئی تھی، اُس کو ان رباعیوں سے پُر کیا گیا ہے۔ اگلے صفحے سے چوں کہ آیات سوم کا متن شروع ہوتا ہے، اس لیے ان رباعیوں کو متن کے خاتمے کے بعد شمار کیا گیا ہے)۔

☆☆☆

گنجینہ (مطبوعہ)

غزلیات

۱ : ص ۱۰

آیات دوم کی غزل: ۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱، آیات دوم۔

۲ : ص ۱۱-۱۰

آیات سوم کی غزل: ۵ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۵، ۷ تا ۱۲۔

رک : حاشیہ ۵، آیات سوم۔

۳ : ص ۱۲-۱۱

آیات سوم کی غزل: ۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۷، آیات سوم۔

۴ : ص ۱۲

آیات سوم کی غزل: ۳ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۳، آیات سوم۔

۵ : ص ۱۳-۱۲

آیات سوم کی غزل: ۱۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۰، آیات سوم، نیز حاشیہ ۲۸، آیات دوم۔

۶ : ص ۱۴-۱۳

آیات دوم کی غزل: ۶ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۶، آیات سوم۔

۷ : ص ۱۴

آیات سوم کی غزل: ۱۲ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۷ تا ۱۲۔

رک: حاشیہ ۱۲، آیات سوم۔

۸ : ص ۱۵-۱۴

آیات سوم کی غزل: ۱۵ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۵، آیات سوم۔

۹ : ص ۱۵

آیات اوّل کی غزل: ۱۰ میں شامل یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۷، ۱۲۔

رک: حاشیہ ۱۰، آیات اوّل۔

۱۰ : ص ۱۶-۱۵

نشتر کی غزل: ۱۴ کے یہ دو شعر۔ ش: ۴ و ۶۔

آیات دوم کی غزل: ۲۳ کے سب (۸ عدد) شعر۔

رک: حاشیہ ۲۳، آیات دوم۔

۱۱ : ص ۱۷-۱۶

آیات سوم کی غزل: ۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱، آیات سوم۔

۱۲ : ص ۱۷

آیات سوم کی غزل: ۱۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۳، آیات سوم۔

۱۳ : ص ۱۸-۱۷

آیات سوم کی غزل: ۱۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۶، آیات سوم۔

۱۴ : ص ۱۹-۱۸

آیات سوم کی غزل: ۸ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۰، ۱۳ تا ۱۵۔

رک: حاشیہ ۸، آیات سوم۔

۱۵ : ص ۱۹

آیات اوّل کی غزل: ۲۰ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۲۔

رک: حاشیہ ۲۰، آیات اوّل۔

۱۶ : ص ۲۰-۱۹

آیات اوّل کی غزل: ۲۱ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵ تا ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۴۔

رک: حاشیہ ۲۱، آیات اوّل۔

۱۷ : ص ۲۰

آیات اوّل کی غزل: ۲۴ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۲۴ ، آیات اوّل۔

۱۸ : ص ۲۱-۲۰

نشتر کی غزل: ۱۱ کے یہ ٦ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۸، ۱۰، ۱۵، ۱٦۔

رک : حاشیہ ۱۱ ، نشتر۔

۱۹ : ص ۲۱

آیات اوّل کی غزل: ۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۲ ، آیات اوّل۔

۲۰ : ص ۲۲

آیات اوّل کی غزل: ۱۹ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۳، ۵، ۷ تا ۱۲۔

اور آیات سوم کی غزل: ۴ کے یہ ۲ شعر۔ ش: ۱، ۲۔

رک : حاشیہ ۱۹، آیات اوّل و حاشیہ ۴، آیات سوم۔

۲۱ : ص ۲۳-۲۲

آیات اوّل کی غزل: ۳ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۳ ، آیات اوّل۔

۲۲ : ص ۲۳

نشتر کی غزل: ۹ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱ تا ۵، ۸، ۱۰۔

رک : حاشیہ ۹، نشتر۔

س ک :

گنجینہ م نسخہ، باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے مندرجۂ ذیل اغلاط کی تصحیح بقلمِ خود کی ہے۔

شعر ۴، مصرع ۱: ''اُن'' کی جگہ ''اُس'' لکھا گیا۔

مصرع ۲: ''ٹھہرا'' کے بعد لفظ ''ہے'' زائد ہے، اُسے قلم زد کیا گیا۔

۲۳ : ص ۲۴-۲۳

آیات اوّل کی غزل: ۴ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴ تا ۱۲۔

رک : حاشیہ ۴، آیات اوّل۔

۲۴ : ص ۲۵-۲۴

آیاتِ اوّل کی غزل: ۶ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱ تا ۶، ۸، ۹، ۱۱ تا ۱۴۔

رک : حاشیہ ۶، آیاتِ اوّل۔

۲۵ : ص ۲۵

آیاتِ اوّل کی غزل: ۷ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۵، ۷، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۴ تا ۱۷۔

رک : حاشیہ ۷، آیاتِ اوّل۔

۲۶ : ص ۲۶-۲۵

آیاتِ اوّل کی غزل: ۸ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۰۔

رک : حاشیہ ۸، آیاتِ اوّل۔

۲۷ : ص ۲۶

نشتر کی غزل: ۱ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔

رک : حاشیہ ۱، نشتر۔

۲۸ : ص ۲۷

نشتر کی غزل: ۱۳ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱، ۵، ۱۰ تا ۱۲۔

رک : حاشیہ ۱۳، نشتر۔

۲۹ : ص ۲۷

آیاتِ اوّل کی غزل: ۱۵ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۵، ۷۔

رک : حاشیہ ۱۵، آیاتِ اوّل۔

۳۰ : ص ۲۸-۲۷

آیاتِ اوّل کی غزل: ۱۲ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۷ تا ۹، ۱۱، ۱۲۔

رک : حاشیہ ۱۲، آیاتِ اوّل۔

۳۱ : ص ۲۸ (فارسی غزل)

آیاتِ اوّل کی غزل: ۹ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۹، آیاتِ اوّل۔

۳۲ : ص ۲۹-۲۸ (فارسی غزل)

آیاتِ اوّل کی غزل: ۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱، آیاتِ اوّل۔

۳۳ : ص ۳۰ (فارسی غزل)

آیاتِ اوّل کی غزل: ۹۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۹۷، آیاتِ اوّل۔

۳۴ : ص ۳۰ (فارسی غزل)
آیات دوم کی غزل: ۹۶ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۴، ۶ تا ۹۔
رک: حاشیہ ۹۶، آیات دوم۔

۳۵ : ص ۳۱ (فارسی غزل)
آیات اوّل کی غزل: ۳۵ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۰۔
رک: حاشیہ ۳۵، آیات اوّل۔

۳۶ : ص ۳۲-۳۱ (فارسی غزل)
آیات دوم کی غزل: ۹۷ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۷، ۹۔
رک: حاشیہ ۹۷، آیات دوم۔

۳۷ : ص ۳۲ (فارسی غزل)
آیات اوّل کی غزل: ۹۱ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۵، ۱۰ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۹۱، آیات اوّل۔

۳۸ : ص ۳۳-۳۲ (فارسی غزل)
آیات دوم کی غزل: ۱۰۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۴، آیات دوم۔

۳۹ : ص ۳۴-۳۳
آیات سوم کی غزل: ۳۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۷، ۱۰، ۱۱۔ ایک شعر کے اضافے کے ساتھ۔
رک: حاشیہ ۳۶، آیات سوم۔

۴۰ : ص ۳۵-۳۴
آیات سوم کی غزل: ۳۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۸، آیات سوم۔

۴۱ : ص ۳۵
آیات دوم کی غزل: ۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۳، آیات دوم۔

۴۲ : ص ۳۶
نشتر کی غزل: ۲۳ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۶، ۸، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۲۳، نشتر۔

۴۳ : ص ۳۷-۳۶
آیات اوّل کی غزل: ۳۰ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱، ۴ تا ۹، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔ ۱۸ تا ۲۰۔ اور ایک زائد شعر۔
رک: حاشیہ ۳۰، آیات اوّل۔

۴۴ : ص ۳۸-۳۷

آیات اوّل کی غزل: ۳۴ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۳۴، آیات اوّل۔

۴۵ : ص ۳۹-۳۸

آیات اوّل کی غزل: ۳۷ کے یہ ۱۴ شعر۔ش: ۱ تا ۳، ۵ تا ۱۵۔

رک : حاشیہ ۳۷، آیات اوّل۔

۴۶ : ص ۴۰-۳۹

آیات اوّل کی غزل: ۲۹ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۲۹، آیات اوّل۔

۴۷ : ص ۴۰

آیات اوّل کی غزل: ۳۳ کے یہ ۱۳ شعر۔ش: ۱، ۳ تا ۱۴۔

رک : حاشیہ ۳۳، آیات اوّل۔

۴۸ : ص ۴۱

آیات اوّل کی غزل: ۳۸ کے یہ ۱۱ شعر۔ش: ۱ تا ۳، ۵ تا ۱۲۔

رک : حاشیہ ۳۸، آیات اوّل۔

۴۹ : ص ۴۲-۴۱

آیات سوم کی غزل: ۴۰ کے مطابق، ایک شعر کے اضافے کے ساتھ۔

رک : حاشیہ ۴۰، آیات سوم۔

۵۰ : ص ۴۲

آیات سوم کی غزل: ۱۲۰ کے یہ ۹ شعر۔ش: ۱ تا ۶، ۹، ۱۰، ۱۲۔

رک : حاشیہ ۱۲۰، آیات سوم۔

۵۱ : ص ۴۳

آیات دوم کی غزل: ۱۰۶ کے یہ ۱۲ شعر۔ش: ۱ تا ۶، ۸ تا ۱۳۔

رک : حاشیہ ۱۰۶، آیات دوم۔

۵۲ : ص ۴۴-۴۳

آیات دوم کی غزل: ۱۰۸ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۰۸، آیات دوم۔

۵۳ : ص ۴۵-۴۴

آیات سوم کی غزل: ۵۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۵۲، آیات سوم۔

۵۴ : ص ۴۵

آیات اوّل کی غزل: ۴۰ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۸ تا ۱۴۔

رک : حاشیہ ۴۰، آیات اوّل۔

۵۵ : ص ۴۶ - ۴۵

آیات اوّل کی غزل: ۴۷ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱ تا ۹، ۱۲۔

رک : حاشیہ ۴۷، آیات اوّل۔

۵۶ : ص ۴۶

نشتر کی غزل: ۲۴ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۲۔ اور مطلع مطابق آیات سوم، ش: ۶۴۔

رک : حاشیہ ۲۴، نشتر۔

۵۷ : ص ۴۷

آیات اوّل کی غزل: ۴۵ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۸۔

رک : حاشیہ ۴۵، آیات اوّل۔

۵۸ : ص ۴۷

آیات اوّل کی غزل: ۴۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۴۱، آیات اوّل۔

۵۹ : ص ۴۸

نشتر کی غزل: ۲۵ کے یہ ۳ شعر۔ ش: ۱، ۹، ۱۱۔

رک : حاشیہ ۲۵، نشتر۔

۶۰ : ص ۴۸

آیات اوّل کی غزل: ۴۳ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۷، ۹، ۱۰، ۱۲ تا ۱۴۔

رک : حاشیہ ۴۳، آیات اوّل۔

۶۱ : ص ۴۹ - ۴۸

نشتر کی غزل: ۲۸ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۱۱، ۱۳ تا ۱۶۔

رک : حاشیہ ۲۸، نشتر۔

۶۲ : ص ۴۹

نشتر کی غزل: ۲۶ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۶، ۷، ۱۴۔

رک : حاشیہ ۲۶، نشتر۔

۶۳ : ص ۴۹

آیات اوّل کی غزل: ۴۹ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۴۹، آیات اوّل۔

۶۴ : ص ۵۰

آیات اوّل کی غزل: ۴۸ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱ تا ۶، ۸ تا ۱۱۔

رک : حاشیہ ۴۸، آیات اوّل۔

۶۵ : ص ۵۱-۵۰

آیات دوم کی غزل: ۵۱ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۰۔

رک : حاشیہ ۵۱، آیات دوم۔

۶۶ : ص ۵۱

آیات سوم کی غزل: ۵۷ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۴، ۷ تا ۱۰۔ اور ایک زائد شعر جو آیات سوم کی غزل میں شامل کیا گیا۔ ش: ۵۔

رک : حاشیہ ۵۷، آیات اوّل۔

۶۷ : ص ۵۲-۵۱

آیات سوم کی غزل: ۵۶ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۱۔

رک : حاشیہ ۵۶، آیات سوم۔

۶۸ : ص ۵۳-۵۲

آیات سوم کی غزل: ۸۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۷، آیات سوم۔

۶۹ : ص ۵۳

آیات سوم کی غزل: ۵۴ کے مطابق

رک : حاشیہ ۵۴، آیات سوم۔

۷۰ : ص ۵۵-۵۴

آیات سوم کی غزل: ۵۸ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۵۸، آیات سوم۔

۷۱ : ص ۵۵

آیات اوّل کی غزل: ۵۶ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۵، ۷ تا ۹، ۱۱ تا ۱۳۔

رک : حاشیہ ۵۶، آیات اوّل۔

۷۲ : ص ۵۶

آیات اوّل کی غزل: ۵۷ کے یہ ۱۴ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۰، ۱۳، ۱۵ تا ۱۸۔

رک : حاشیہ ۵۷، آیات اوّل۔

۷۳ : ۵۷-۵۶

آیات اوّل کی غزل: ۵۸ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱ تا ۷، ۹ تا ۱۴۔

رک : حاشیہ ۵۸، آیات اوّل۔

۷۴ : ص ۵۹-۵۷

آیات سوم کی غزل: ۸۶ کے یہ ۲۰ شعر۔ش: ۱ تا ۱۵، ۱۷ تا ۲۱۔

رک: حاشیہ ۸۶، آیات سوم۔

۷۵ : ص ۶۰

آیات سوم کی غزل: ۱۲۲ کے یہ ۱۴ شعر۔ش: ۱ تا ۵، ۷، ۹ تا ۱۶۔

رک: حاشیہ ۱۲۲، آیات سوم۔

۷۶ : ص ۶۱

آیات دوم کی غزل: ۸۸ کے یہ ۱۱ شعر۔ش: ۱ تا ۴، ۶ تا ۱۱، ۱۳۔ اور ایک زائد شعر (کلیات میں ش: ۵)

رک: حاشیہ ۸۸، آیات دوم۔

۷۷ : ص ۶۲-۶۱

آیات دوم کی غزل: ۸۹ کے یہ ۱۰ شعر۔ش: ۱ تا ۱۰۔

رک: حاشیہ ۸۹، آیات دوم۔

۷۸ : ص ۶۲

آیات دوم کی غزل: ۹۱ کے یہ ۱۰ شعر۔ش: ۱، ۳، ۵ تا ۱۲۔

رک: حاشیہ ۹۱، آیات دوم۔

۷۹ : ص ۶۳

آیات سوم کی غزل: ۱۰۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۰۶، آیات سوم۔

۸۰ : ص ۶۴-۶۳

آیات سوم کی غزل: ۱۰۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۰۳، آیات سوم۔

۸۱ : ص ۶۴

آیات سوم کی غزل: ۱۰۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۰۱، آیات سوم۔

۸۲ : ص ۶۵-۶۴

آیات دوم کی غزل: ۹۰ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۹۰، آیات دوم۔

۸۳ : ص ۶۶-۶۵

آیات سوم کی غزل: ۱۰۷ کے یہ ۱۲ شعر۔ش: ۱ تا ۳، ۵ تا ۱۳۔

رک: حاشیہ ۱۰۷، آیات سوم۔

۸۴ : ص ۶۶

آیات سوم کی غزل: ۹۹ کے مطابق ۱۱ شعر اور دو زائد شعر جو آیات سوم کی اسی غزل میں شامل کیے گئے۔ (ش: ۳ و ۹)

رک: حاشیہ ۹۹، آیات سوم۔

۸۵ : ص ۶۸-۶۷

آیات اوّل کی غزل: ۷۳ کے چاروں شعر اور آیات سوم کی غزل: ۱۰۲ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵ تا ۸۔

رک : حاشیہ ۷۳، آیات اوّل نیز حاشیہ ۱۰۲، آیات سوم۔

۸۶ : ص ۶۹-۶۸

آیات سوم کی غزل: ۱۰۵ کے یہ ۱۶ شعر۔ ش: ۱ تا ۵، ۷ تا ۱۷۔

رک : حاشیہ ۱۰۵، آیات سوم۔

۸۷ : ص ۷۰-۶۹

آیات اوّل کی غزل: ۶۶ کے یہ ۱۵ شعر۔ ش: ۲ تا ۱۶۔

رک : حاشیہ ۶۶، آیات اوّل۔

۸۸ : ص ۷۰

آیات اوّل کی غزل: ۶۸ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۷، ۹ تا ۱۵۔

رک : حاشیہ ۶۸، آیات اوّل۔

۸۹ : ص ۷۱-۷۰

آیات اوّل کی غزل: ۶۴ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۶۴، آیات اوّل۔

۹۰ : ص ۷۱

آیات اوّل کی غزل: ۶۵ کے یہ ۴ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۴، ۷۔

رک : حاشیہ ۶۵، آیات اوّل۔

۹۱ : ص ۷۲-۷۱

آیات اوّل کی غزل: ۶۹ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۲، ۳، ۵ تا ۷۔

رک : حاشیہ ۶۹، آیات اوّل۔

۹۲ : ص ۷۲

آیات اوّل کی غزل: ۵۹ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۵۹، آیات اوّل۔

۹۳ : ص ۷۳-۷۲

نشتر کی غزل: ۳۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۵، ۱۱ تا ۱۴۔

رک : حاشیہ ۳۶، نشتر۔

۹۴: ص ۷۳

نشتر کی غزل: ۳۵ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۷، ۹، ۱۲، ۱۴ تا ۱۶۔
رک: حاشیہ ۳۵، نشتر۔

۹۵: ص ۷۳

آیات اوّل کی غزل: ۷۲ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۶، ۸۔
رک: حاشیہ ۷۲، آیات اوّل۔

۹۶: ص ۷۴

آیات اوّل کی غزل: ۷۴ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱ تا ۷۔
رک: حاشیہ ۷۴، آیات اوّل۔

۹۷: ص ۷۵-۷۴

آیات اوّل کی غزل: ۸۷ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵، ۷ تا ۱۰، ۱۲، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۸۷، آیات اوّل۔

۹۸: ص ۷۵

آیات اوّل کی غزل: ۷۶ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۱۔
آیات سوم کی غزل: ۱۱۶ کا مقطع۔
رک: حاشیہ ۷۶، آیات اوّل و حاشیہ ۱۱۶، آیات سوم۔

۹۹: ص ۷۶-۷۵

آیات اوّل کی غزل: ۸۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۶ تا ۱۱۔
رک: حاشیہ ۸۶، آیات اوّل۔

۱۰۰: ص ۷۷-۷۶

آیات اوّل کی غزل: ۸۰ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۶ تا ۸، ۱۰، ۱۴، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۸۰، آیات اوّل۔

۱۰۱: ص ۷۷

آیات اوّل کی غزل: ۸۷ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۶، ۷، ۹ تا ۱۳۔
رک: حاشیہ ۸۷، آیات اوّل۔

۱۰۲: ص ۷۸-۷۷

آیات اوّل کی غزل: ۸۵ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۳۔
رک: حاشیہ ۸۵، آیات اوّل۔

۱۰۳: ص ۷۹-۷۸

آیاتِ اوّل کی غزل: ۸۱ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۶ تا ۱۴۔

رک: حاشیہ ۸۱، آیاتِ اوّل۔

۱۰۴: ص ۷۹

آیاتِ اوّل کی غزل: ۸۳ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۴، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴۔

رک: حاشیہ ۸۳، آیاتِ اوّل۔

۱۰۵: ص ۸۰-۷۹

نشتر کی غزل: ۴۲ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۲، ۳، ۵، ۶، ۱۳، ۱۴، ۱۶ تا ۲۱۔

رک: حاشیہ ۴۲، نشتر۔

س ک:

شعر: ۵ کا دوسرا مصرع اور شعر: ۶ کا پہلا مصرع لکھنے سے رہ گیا ہے۔ باقی ماندہ دونوں مصرعے ایک شعر کی صورت میں لکھے گئے۔

۱۰۶: ص ۸۰

آیاتِ اوّل کی غزل: ۸۲ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۷، ۹۔

رک: حاشیہ ۸۲، آیاتِ اوّل۔

۱۰۷: ص ۸۱

آیاتِ اوّل کی غزل: ۸۹ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵ تا ۷، ۹، ۱۰۔

رک: حاشیہ ۸۹، آیاتِ اوّل۔

۱۰۸: ص ۸۲-۸۱

آیاتِ اوّل کی غزل: ۹۰ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۹۰، آیاتِ اوّل۔

۱۰۹: ص ۸۲

آیاتِ اوّل کی غزل: ۸۸ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۰، ۱۳۔

رک: حاشیہ ۸۸، آیاتِ اوّل۔

۱۱۰: ص ۸۳-۸۲

آیاتِ سوم کی غزل: ۱۰۴ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۴ تا ۱۰۔ ان کے علاوہ دو شعر مزید جو بوجوہ حذف کیے گئے۔

رک: حاشیہ ۱۰۴، آیاتِ سوم۔

۱۱۱: ص ۸۴-۸۳

آیاتِ سوم کی غزل: ۱۲۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۴، آیاتِ سوم۔

۱۱۲: ص ۸۵-۸۴

آیاتِ اوّل کی غزل: ۱۲۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۷، آیاتِ اوّل

۱۱۳: ص ۸۵

آیاتِ سوم کی غزل: ۱۲۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۵، آیاتِ سوم۔

۱۱۴: ص ۸۶

آیاتِ اوّل کی غزل: ۶۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۰، آیاتِ اوّل۔

۱۱۵: ص ۸۷-۸۶

آیاتِ سوم کی غزل: ۱۰۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۰، آیاتِ سوم۔

۱۱۶: ص ۸۸-۸۷

☆ گنجینہ ق: ص ۱۵۵، ش ۱۱۳

☆ مکتوب یگانہ بنام مالک رام، مؤرخہ ۱۶ر جولائی ۱۹۴۶ء، رسالہ ''نقوش'' لاہور، مکاتیب نمبر، جلد دوم شمارہ ۶۵ و ۶۶، نومبر ۱۹۵۷ء: ص ۲۰۸۔

۱۳ شعروں کی یہ غزل، واحد غزل ہے جو گنجینہ م سے پہلے کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے۔ گنجینہ ق میں ایک شعر (ش:۲) نہیں ہے۔ یہ شعر مکتوب محولۂ بالا میں بھی نہیں ہے۔ گمان غالب ہے کہ اس مکتوب میں غزل کا ابتدائی متن ہے جیسا کہ اختلاف نسخ سے ظاہر ہوتا ہے، دو شعروں میں ترامیم کی گئیں جو گنجینہ م و ق میں ملتی ہیں۔

اختلاف نسخ:

شعر ۷، مصرع ۱	:	یہ بلائے حسن کہاں نہیں مگر اپنے واسطے قحطِ حسن
مکتوب	:	.... مگر اپنے واسطے کچھ نہیں
شعر ۱۳، مصرع ۱	:	یہ وہ دل ہے جس میں سوائے حق کسی دوسرے کا گزر نہیں
مکتوب	:	.... سوائے حق کوئی دوسرا ہے نہ تیسرا

زمانۂ تصنیف:

یہ غزل مکتوب محولۂ بالا میں ''آخری غزل'' کے عنوان کے تحت درج کی گئی ہے۔ اور یہ لازماً ۱۹۴۶ء ہی کی تصنیف ہے۔ اگر اس سے پہلے کی ہوتی تو آیاتِ سوم میں شامل کی جاتی۔

۱۱۷: ص ۸۹

آیاتِ اوّل کی غزل: ۷۰ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۷، ۹ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۷۰، آیاتِ اوّل۔

۱۱۸: ص ۹۰-۸۹
آیات اوّل کی غزل: ۱۷ کے یہ ۱۱ شعر۔ش: ۱ تا ۱۰، ۱۲۔
رک: حاشیہ ۱۷، آیات اوّل۔

۱۱۹: ص ۹۰
آیات اوّل کی غزل: ۷۵ کے یہ ۹ شعر۔ش: ۱، ۲، ۶ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۷۵، آیات اوّل۔

۱۲۰: ص ۹۱ (مثلّث)
آیات دوم کی مثلّث: ۲۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۴، آیات دوم۔

رباعیات

۱: ص ۹۵
ترانہ م کی رباعی: ۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱، ترانہ م۔

۲: ص ۹۶
ترانہ م کی رباعی: ۹۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۷، ترانہ م۔

۳: ص ۹۶
ترانہ م کی رباعی: ۱۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۵، ترانہ م۔

۴: ص ۹۷
ترانہ م کی رباعی: ۱۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۷، ترانہ م۔

۵: ص ۹۷
ترانہ م کی رباعی: ۲۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۱، ترانہ م۔

۶: ص ۹۸
ترانہ م کی رباعی: ۸۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۱، ترانہ م۔

۷: ص ۹۸
ترانہ م کی رباعی: ۹۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۷، ترانہ م۔

۸: ص ۹۹
ترانہ م کی رباعی: ۳۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۴، ترانہ م۔

۹: ص ۹۹
ترانہ م کی رباعی: ۳۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۳، ترانہ م۔

۱۰: ص ۱۰۰
ترانہ م کی رباعی: ۳۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۱، ترانہ م۔

۱۱: ص ۱۰۰

ترانہ م کی رباعی: ۳۲ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۳۲، ترانہ م۔

۱۲: ص ۱۰۱

ترانہ م کی رباعی: ۲۸ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۸، ترانہ م۔

۱۳: ص ۱۰۱

ترانہ م کی رباعی: ۲۷ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۷، ترانہ م۔

۱۴: ص ۱۰۲

ترانہ م کی رباعی: ۲۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۹، ترانہ م۔

۱۵: ص ۱۰۲

ترانہ م کی رباعی: ۳۵ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۳۵، ترانہ م۔

۱۶: ص ۱۰۳

ترانہ م کی رباعی: ۲ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲، ترانہ م۔

۱۷: ص ۱۰۳

ترانہ م کی رباعی: ۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۳، ترانہ م۔

۱۸: ص ۱۰۴

ترانہ م کی رباعی: ۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴، ترانہ م۔

۱۹: ص ۱۰۴

☆ گنجینہ ق: ص ۱۵، ش ۲۱ (ر)

☆ بیاض ۲: ورق ۲۶ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۷۹، الف

☆ ماہنامہ ''ادبی دنیا'' لاہور، سالنامہ ۱۹۳۷ء: ص ۲۵

س ک:

گنجینہ م میں مصرع ۲ میں لفظ ''منتہا'' کی بجائے بے معنی لفظ ''نتہا'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''ادبی دنیا'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۰: ص ۱۰۵

☆ گنجینہ ق: ص ۱۶، ش ۲۹ (ر)

☆ ترانہ ق: ص ۸۲

☆ بیاض ۱: ورق ۶۲، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۷۹، الف

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، ستمبر ۱۹۲۷ء: ص ۱۰

اختلاف نسخ:

گنجینہ م میں تیسرے مصرعے کے آخری لفظ ''کواڑ'' کو ''کنواڑ'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۱: ص ۱۰۵
ترانہ م کی رباعی: ۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷، ترانہ م۔

۲۲: ص ۱۰۶
ترانہ م کی رباعی: ۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵، ترانہ م۔

۲۳: ص ۱۰۶
ترانہ م کی رباعی: ۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸، ترانہ م۔

۲۴: ص ۱۰۷
ترانہ م کی رباعی: ۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹، ترانہ م۔

۲۵: ص ۱۰۷
ترانہ م کی رباعی: ۱۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳، ترانہ م۔

۲۶: ص ۱۰۸
ترانہ م کی رباعی: ۱۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱، ترانہ م۔

۲۷: ص ۱۰۸
ترانہ م کی رباعی: ۱۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰، ترانہ م۔

۲۸: ص ۱۰۹
ترانہ م کی رباعی: ۱۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲، ترانہ م۔

۲۹: ص ۱۰۹
ترانہ م کی رباعی: ۱۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴، ترانہ م۔

۳۰: ص ۱۱۰
ترانہ م کی رباعی: ۲۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۵، ترانہ م۔

۳۱: ص ۱۱۰
ترانہ م کی رباعی: ۲۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۲، ترانہ م۔

۳۲: ص ۱۱۱
ترانہ م کی رباعی: ۲۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۳، ترانہ م۔

۳۳: ص ۱۱۱
ترانہ م کی رباعی: ۲۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۴، ترانہ م۔

۳۴: ص ۱۱۲
ترانہ م کی رباعی: ۳۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۰، ترانہ م۔

۳۵: ص ۱۱۲
ترانہ م کی رباعی: ۲۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۶، ترانہ م۔

۳۶: ص ۱۱۳
ترانہ م کی رباعی: ۳۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۶، ترانہ م۔

۳۷: ص ۱۱۳
ترانہ م کی رباعی: ۳۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۷، ترانہ م۔

۳۸: ص ۱۱۴
ترانہ م کی رباعی: ۳۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳۹، ترانہ م۔

۳۹ : ص ۱۱۴

ترانہ م کی رباعی: ۴۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۰، ترانہ م۔

۴۰ : ص ۱۱۵

ترانہ م کی رباعی: ۵۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۱، ترانہ م۔

۴۱ : ص ۱۱۵

ترانہ م کی رباعی: ۵۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۲، ترانہ م۔

۴۲ : ص ۱۱۶

ترانہ م کی رباعی: ۴۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۲، ترانہ م۔

۴۳ : ص ۱۱۶

ترانہ م کی رباعی: ۵۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۶، ترانہ م۔

۴۴ : ص ۱۱۷

ترانہ م کی رباعی: ۵۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۸، ترانہ م۔

۴۵ : ص ۱۱۷

ترانہ م کی رباعی: ۵۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۷، ترانہ م۔

۴۶ : ص ۱۱۸

ترانہ م کی رباعی: ۶۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۶۱، ترانہ م۔

س ک :

گنجینہ م میں دوسرے مصرعے میں لفظ ''گھَن'' کو ''گھُن'' لکھا ہے۔ گنجینہ م نسخۂ باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے بقلمِ خود تصحیح کی ہے اور لفظ ''گھَن'' کے معنی بھی لکھے ہیں: ''بادل''۔

۴۷ : ص ۱۱۸

ترانہ م کی رباعی: ۵۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۹، ترانہ م۔

۴۸ : ص ۱۱۹

ترانہ م کی رباعی: ۲۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲۰، ترانہ م۔

۴۹ : ص ۱۱۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۸، ترانہ م۔

۵۰ : ص ۱۲۰

ترانہ م کی رباعی: ۵۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۳، ترانہ م۔

۵۱ : ص ۱۲۰

ترانہ م کی رباعی: ۵۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۰، ترانہ م۔

۵۲ : ص ۱۲۱

ترانہ م کی رباعی: ۵۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۴، ترانہ م۔

۵۳ : ص ۱۲۱
ترانہ م کی رباعی: ۵۵ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۵۵ ، ترانہ م۔

۵۴ : ص ۱۲۲
ترانہ م کی رباعی: ۶۶ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۶۶ ، ترانہ م۔

۵۵ : ص ۱۲۲
ترانہ م کی رباعی: ۱۲۷ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۲۷ ، ترانہ م۔

۵۶ : ص ۱۲۳
ترانہ م کی رباعی: ۶۳ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۶۳ ، ترانہ م۔

۵۷ : ص ۱۲۳
ترانہ م کی رباعی: ۶۴ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۶۴ ، ترانہ م۔

۵۸ : ص ۱۲۴
ترانہ م کی رباعی: ۶۵ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۶۵ ، ترانہ م۔

۵۹ : ص ۱۲۴
ترانہ م کی رباعی: ۶۷ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۶۷ ، ترانہ م۔

۶۰ : ص ۱۲۵
ترانہ م کی رباعی: ۶۹ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۶۹ ، ترانہ م۔

۶۱ : ص ۱۲۵
ترانہ م کی رباعی: ۷۰ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۷۰ ، ترانہ م۔

۶۲ : ص ۱۲۶
ترانہ م کی رباعی: ۷۲ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۷۲ ، ترانہ م۔

۶۳ : ص ۱۲۶
ترانہ م کی رباعی: ۷۱ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۷۱ ، ترانہ م۔

۶۴ : ص ۱۲۷
ترانہ م کی رباعی: ۸۸ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۸۸ ، ترانہ م۔

۶۵ : ص ۱۲۷
ترانہ م کی رباعی: ۸۹ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۸۹ ، ترانہ م۔

۶۶ : ص ۱۲۸
ترانہ م کی رباعی: ۱۲۸ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۲۸ ، ترانہ م۔

۶۷ : ص ۱۲۸
ترانہ م کی رباعی: ۱۳۱ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۳۱ ، ترانہ م۔

۶۸ : ص ۱۲۹
ترانہ م کی رباعی: ۱۴۰ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۴۰ ، ترانہ م۔

۶۹ : ص ۱۲۹
ترانہ م کی رباعی: ۱۴۸ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۴۸ ، ترانہ م۔

۷۰ : ص ۱۳۰
ترانہ م کی رباعی: ۱۰۲ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۰۲ ، ترانہ م۔

۷۱ : ص ۱۳۰
ترانہ م کی رباعی: ۱۰۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۱، ترانہ م۔

۷۲ : ص ۱۳۱
ترانہ م کی رباعی: ۱۰۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۰، ترانہ م۔

۷۳ : ص ۱۳۱
ترانہ م کی رباعی: ۹۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۰، ترانہ م۔

۷۴ : ص ۱۳۲
ترانہ م کی رباعی: ۸۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۰، ترانہ م۔

۷۵ : ص ۱۳۲
ترانہ م کی رباعی: ۷۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۸، ترانہ م۔

۷۶ : ص ۱۳۳
ترانہ م کی رباعی: ۷۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۵، ترانہ م۔

۷۷ : ص ۱۳۳
ترانہ م کی رباعی: ۷۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۴، ترانہ م۔

۷۸ : ص ۱۳۴
ترانہ م کی رباعی: ۸۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۶، ترانہ م۔

۷۹ : ص ۱۳۴
ترانہ م کی رباعی: ۸۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۵، ترانہ م۔

۸۰ : ص ۱۳۵
ترانہ م کی رباعی: ۸۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۲، ترانہ م۔

۸۱ : ص ۱۳۵
ترانہ م کی رباعی: ۷۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۶، ترانہ م۔

۸۲ : ص ۱۳۶
ترانہ م کی رباعی: ۸۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۳، ترانہ م۔

۸۳ : ص ۱۳۶
ترانہ م کی رباعی: ۹۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۲، ترانہ م۔

۸۴ : ص ۱۳۷
ترانہ م کی رباعی: ۹۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۱، ترانہ م۔

۸۵ : ص ۱۳۷
ترانہ م کی رباعی: ۹۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۳، ترانہ م۔

۸۶ : ص ۱۳۸
ترانہ م کی رباعی: ۹۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۹۶، ترانہ م۔

۸۷ : ص ۱۳۸
ترانہ م کی رباعی: ۸۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۸۷، ترانہ م۔

۸۸ : ص ۱۳۹
ترانہ م کی رباعی: ۱۰۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۰۵، ترانہ م۔

۸۹ : ص ۱۳۹
ترانہ م کی رباعی: ۱۰۳ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۰۳، ترانہ م۔

۹۰ : ص ۱۴۰
ترانہ م کی رباعی: ۹۸ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۹۸، ترانہ م۔

۹۱ : ص ۱۴۰
ترانہ م کی رباعی: ۱۱۱ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۱۱، ترانہ م۔

۹۲ : ص ۱۴۱
ترانہ م کی رباعی: ۹۵ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۹۵، ترانہ م۔

۹۳ : ص ۱۴۱
ترانہ م کی رباعی: ۱۱۳ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۱۳، ترانہ م۔

۹۴ : ص ۱۴۲
ترانہ م کی رباعی: ۹۹ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۹۹، ترانہ م۔

۹۵ : ص ۱۴۲
ترانہ م کی رباعی: ۱۱۴ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۱۴، ترانہ م۔

۹۶ : ص ۱۴۳
ترانہ م کی رباعی: ۱۱۵ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۱۵، ترانہ م۔

۹۷ : ص ۱۴۳
ترانہ م کی رباعی: ۱۱۶ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۱۶، ترانہ م۔

۹۸ : ص ۱۴۴
ترانہ م کی رباعی: ۱۲۰ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۲۰، ترانہ م۔

۹۹ : ص ۱۴۴
ترانہ م کی رباعی: ۱۲۲ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۲۲، ترانہ م۔

۱۰۰ : ص ۱۴۵
ترانہ م کی رباعی: ۱۰۷ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۰۷، ترانہ م۔

۱۰۱ : ص ۱۴۵
آیات دوم کی رباعی: ۱۱۱ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۱۱، آیات دوم۔

۱۰۲ : ص ۱۴۶
آیات دوم کی رباعی: ۱۱۳ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۱۳، آیات دوم۔

۱۰۳ : ص ۱۴۶
آیات دوم کی رباعی: ۱۲۸ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۲۸، آیات دوم۔

۱۰۴ : ص ۱۴۷
ترانہ م کی رباعی: ۱۲۱ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۲۱، ترانہ م۔

۱۰۵ : ص ۱۴۷
ترانہ م کی رباعی: ۱۴۴ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۴۴، ترانہ م۔

۱۰۶ : ص ۱۴۸
ترانہ م کی رباعی: ۱۱۷ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۱۷، ترانہ م۔

۱۰۷: ص ۱۴۸

آیاتِ دوم کی رباعی: ۱۱۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۱۶، آیاتِ دوم۔

۱۰۸: ص ۱۴۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۵۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۵۱، ترانہ م۔

۱۰۹: ص ۱۴۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۵۰ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۵۰، ترانہ م۔

۱۱۰: ص ۱۵۰

ترانہ م کی رباعی: ۹۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۹۴، ترانہ م۔

۱۱۱: ص ۱۵۰

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۰۴، ترانہ م۔

۱۱۲: ص ۱۵۱

ترانہ م کی رباعی: ۱۱۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۱۹، ترانہ م۔

۱۱۳: ص ۱۵۱

☆ گنجینہ ق: ص ۳۹، ش ۱۴۵ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۱ ب

☆ بیاض ۲: ورق ۲۸، الف و ورق ۲۹، الف

☆ ماہنامہ ''ادبی دنیا'' لاہور، سالنامہ ۱۹۳۷ء، ص ۲۵

اختلافِ نسخ:

بیاض ۲ میں یہ رباعی تین مرتبہ لکھی گئی ہے۔ دو مرتبہ ورق ۲۸، الف پر ہے۔ ان دونوں متون کو قلم زد کیا گیا ہے۔ قلم زدہ متنِ اوّل میں مصرع: ۳، ان صورتوں میں ملتا ہے:

(۱) : پرچھائیں ...[ناخوانا] جلوۂ بے رنگ کا عکس

(۲) : اُترا ہے کہیں جلوۂ بے رنگ کا عکس

دوسرے قلم زدہ متن میں مصرع: ۳، اس طرح ہے:

چڑھنے کا نہیں جلوۂ بے رنگ پہ رنگ

اس مصرعے میں 'پہ' کی جگہ پہلے 'کا' تھا، اُسے قلم زد کر کے 'پہ' لکھا گیا۔

س ک:

مصرع ۳ : اُترے گا کبھی نہ حسن بے رنگ کا عکس

گنجینہ م میں ''کبھی نہ'' کی جگہ ''نہ کبھی'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''ادبی دنیا'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۶ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۱۱۴: ص ۱۵۲

☆ گنجینہ ق: ص ۴۳، ش ۱۶۵ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۰، الف

☆ بیاض ۲: ورق ۲۵ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۲ : مشکل ہے، کچھ آساں نہیں سیدھا مسلک

بیاض ۲ : کیوں کر کبھوں راس آئے گا سیدھا مسلک

بیاض ۲ میں یہ مصرع قلم زد کیا گیا ہے اور متبادل مصرع لکھا گیا ہے۔

۱۱۵: ص ۱۵۲

☆ گنجینہ ق: ص ۴۳، ش ۱۶۴ (ر)

☆ بیاض ۲: ورق ۲، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۶۰، الف

بوجوہ یہ رباعی کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۱۱۶: ص ۱۵۳

☆ گنجینہ ق: ص ۱۴، ش ۱۹ (ر)

☆ بیاض ۲: ورق ۲۰، الف و ۲۰ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۶۲، الف

☆ ماہنامہ ''شاہ کار'' لاہور، اکتوبر ۱۹۳۵ء: ص ۶۴

اختلاف نسخ:

بیاض ۲ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۲۰، الف پر قلم زد کی گئی ہے۔ اس قلم زدہ متن کے پہلے تین مصرعے اس صورت میں ہیں:

منزل کا پتا بھانپنے والے باز آ

چکر میں ہے کیوں ناپنے والے باز آ

محدود نظر ہے، منظر نامحدود

اسی بیاض کے ورق ۲۰ ب پر رباعی کا دوسرا مصرع اس صورت میں لکھا تھا:

کس فکر میں ہے ناپنے والے باز آ

اسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا ہے جو کلیات میں ہے۔

رسالہ ''شاہ کار'' محولہ بالا میں رباعی اس عنوان کے تحت ہے: ''آفاق کی حد کس نے پائی ہے''۔

س ک:

مصرع ۴ : آفاق کی حد ناپنے والے باز آ

گنجینہ م میں ''حد'' کی جگہ بے معنی لفظ ''ند'' ہے۔ گنجینہ م نسخۂ باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود صحیح کی ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''شاہ کار'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۷: ص ۱۵۳

آیات سوم کی رباعی: ۷۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۷۳، آیات سوم۔

۱۱۸: ص ۱۵۴

☆ گنجینۂ ق: ص ۳۶، ش ۱۲۷ (ر) ☆ بیاض۲: ورق ۱۰، الف
☆ بیاض۴: ورق ۶۳ ب ☆ ماہنامہ ''ادبی دنیا'' لاہور، سالنامہ ۱۹۳۷ء: ص ۲۵

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''ادبی دنیا'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۹: ص ۱۵۴

☆ گنجینۂ ق: ص ۳۶، ش ۱۲۹ (ر) ☆ بیاض۲: ورق ۹ ب
☆ بیاض۴: ورق ۶۳ ب

۱۲۰: ص ۱۵۵

☆ گنجینۂ ق: ص ۳۶، ش ۱۲۸ (ر) ☆ بیاض۲: ورق ۹ ب
☆ ماہنامہ ''جمالستان'' دہلی، جنوری ۱۹۳۴ء: ص ۱۴

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''جمالستان'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۱: ص ۱۵۵

ترانہ م کی رباعی: ۱۴۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۱، ترانہ م۔

۱۲۲: ص ۱۵۶

☆ گنجینۂ ق: ص ۱۴، ش ۱۶ (ر) ☆ بیاض۲: ورق ۱۱، الف
☆ بیاض۴: ورق ۶۳ ب
☆ ماہنامہ ''یادگار'' لاہور، سالنامہ، جنوری ۱۹۳۵ء: ص ۲۰

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''یادگار'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۴ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۳: ص ۱۵۶

☆ گنجینۂ ق: ص ۲۹، ش ۹۵ (ر) ☆ بیاض۲: ورق ۶ ب
☆ بیاض۴: ورق ۶۳، الف ☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جون ۱۹۳۳ء، ص ۵۶

س ک:

مصرع ۲: ہاں نشۂ غفلت ہو تو ایذا کم ہو

گنجینہ م میں ''تشنہ'' بجائے ''نشہ''۔ گنجینہ م نسخۂ باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے بقلمِ خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۴ : ص ۱۵۷

آیات دوم کی رباعی: ۱۲۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۱، آیات دوم۔

۱۲۵ : ص ۱۵۷

آیات دوم کی رباعی: ۱۲۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۲، آیات دوم۔

۱۲۶ : ص ۱۵۸

آیات دوم کی رباعی: ۱۲۵ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۵، آیات دوم۔

۱۲۷ : ص ۱۵۸

☆ گنجینۂ ق : ص ۲۷، ش ۸۴ (ر)

☆ بیاض ۲ : ورق ۸ ، الف

☆ بیاض ۴ : ورق ۶۲ ب

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سالنامہ ۱۹۳۴ء (جو دراصل دسمبر ۱۹۳۳ء کا شمارہ ہے) ص : ۸۰

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۸ : ص ۱۵۹

آیات دوم کی رباعی: ۱۲۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۰، آیات دوم۔

۱۲۹ : ص ۱۵۹

آیات دوم کی رباعی: ۱۲۶ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۶، آیات دوم۔

۱۳۰ : ص ۱۶۰

آیات دوم کی رباعی: ۱۱۵ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۱۵، آیات دوم۔

۱۳۱ : ص ۱۶۰

☆ گنجینۂ ق : ص ۳۳، ش ۱۱۲ (ر)

☆ بیاض ۲ : ورق ۹ ، الف

☆ بیاض ۴ : ورق ۶۳ ، الف

۱۳۲ : ص ۱۶۱

☆ بیاض ۲ : ورق ۲۵ ، الف

☆ بیاض ۴ : ورق ۶۱ ، الف

اختلاف نسخ :

بیاض ۴ میں مصرع ۳ کے لفظ ''پانچھی'' کے نیچے لکیر کھینچ کر اس لفظ کے معنی ''پایاب'' لکھے ہیں۔

۱۳۳: ص ۱۶۱

☆ گنجینہ ق: ص ۳۷، ش ۱۳۲ (ر)

☆ بیاض ۳: ورق ۱، الف سے قبل کا ورق جو جلد کے اندرونی حصے پر چسپاں ہے۔

☆ بیاض ۴: ورق ۶۱ ب

☆ ماہنامہ ''سب رس'' حیدرآباد دکن، اگست ۱۹۳۸ء: ص ۲۱

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : کیا کہیے کل سے آج تک کیا گزری

گنجینہ م و بیاض ۳ و ۴ : کیا جانیے کل سے ....

کلیات میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''سب رس'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۴: ص ۱۶۲

☆ گنجینہ ق: ص ۳۷، ش ۳۴ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۱ ب

☆ بیاض ۲: ورق ۱۸ ب

☆ ماہنامہ ''چمنستان'' دہلی، جنوری ۱۹۴۱ء: ص ۱۶

اختلاف نسخ:

رسالہ ''چمنستان'' میں یہ رباعی ''تنگ مزاجوں سے'' کے عنوان کے تحت شائع ہوئی ہے۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''چمنستان'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۴۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۵: ص ۱۶۲

☆ گنجینہ ق: ص ۴۳، ش ۱۶۳ (ر)

☆ بیاض ۴: ورق ۶۲، الف

☆ بیاض ۲: ورق ۳۳ ب

☆ ماہنامہ ''شاہ کار'' لاہور، اکتوبر ۱۹۳۵ء: ص ۶۴

اختلاف نسخ:

رسالہ ''شاہکار'' میں یہ رباعی ''میری طرف دیکھ'' کے عنوان کے تحت شائع ہوئی ہے۔

س ک:

مصرع ۴ : دنیا کی طرف نہ دیکھ دنیا تو ہئ

گنجینہ م میں اس مصرعے میں لفظ ''نہ'' لکھنے سے رہ گیا ہے۔ گنجینہ م نسخۂ باقر حسنین رضوی میں یگانہ نے بقلم خود اس غلطی کی تصحیح کی ہے۔

زمانۂ تصنیف:
رسالہ ''شاہ کار'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۶: ص ۱۶۲

☆ گنجینہ ق: ص ۳۹، ش ۱۴۳(ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۳۶ ب
☆ بیاض ۳: ورق ۲، الف
☆ بیاض ۴: ورق ۶۴، الف

اختلاف نسخ:
بیاض ۲ میں یہ رباعی ایک ہی صفحے پر دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ پہلا متن قلم زد کیا گیا ہے۔ قلم زدہ متن میں مصرع:۱ کی ابتدائی صورت یہ ہے:

اللہ اللہ بتوں کی یہ جلوہ گری

بعد ازاں اس مصرعے کو اس طرح لکھا گیا ہے:

اللہ رے غرور و کبر کی جلوہ گری

دوسرے متن میں اس مصرعے میں پہلے ''اللہ اللہ'' ہی تھا، اُسے قلم زد کرکے ''اللہ غنی'' لکھا گیا ہے۔

۱۳۷: ص ۱۶۳

☆ گنجینہ ق: ص ۴۴، ش ۶۷(ر)
☆ بیاض ۲: ورق ۲ ب
☆ بیاض ۴: ورق ۶۴ ب

اختلاف نسخ:
مصرع ۳ : دل کی باتوں کو سنگ دل کیا سمجھیں
گنجینہ م : دل کی گھاتوں کو ....
کلیات میں یہ مصرع گنجینہ ق کے مطابق ہے۔
ایک لفظ کے سلسلے میں املا کا فرق بھی ملتا ہے۔ مصرع ۴ میں گنجینہ ق اور بیاض ۲ و ۴ میں ''داؤ'' لکھا ہے جب کہ گنجینہ م میں ''داوں'' ہے۔ اوّل الذکر تینوں مجموعوں میں یہ لفظ چوں کہ یگانہ کے خط میں ہے، اس لیے کلیات میں ''داؤ'' کو ترجیح دی گئی ہے۔

س ک:
گنجینہ م میں مصرع ۴ میں ''پڑ'' کی جگہ غلط لفظ ''پہ'' لکھا ہے۔

۱۳۸: ص ۱۶۴
آیات دوم کی رباعی: ۱۱۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۲، آیات دوم۔

۱۳۹: ص ۱۶۴

☆ بیاض ۲: ورق ۳، الف ☆ بیاض ۴: ورق ۶۴ ب

☆ ماہنامہ "یادگار" لاہور، اکتوبر ۱۹۳۴ء، ص ۱۵

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "یادگار" محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۴ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۱۴۰: ص ۱۶۵

☆ گنجینہ ق: ص ۲۰، ش ۵۰ (ر) ☆ بیاض ۲: ورق ۲ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۶۴ ب

۱۴۱: ص ۱۶۵

☆ بیاض ۲: ورق ۲، الف ☆ بیاض ۴: ورق ۶۴ ب

۱۴۲: ص ۱۶۶

ترانہ م کی رباعی: ۱۵۲ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۵۲، ترانہ م۔

۱۴۳: ص ۱۶۶

ترانہ م کی رباعی: ۱۵۸ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۵۸، ترانہ م۔

۱۴۴: ص ۱۶۷

ترانہ م کی رباعی: ۱۷۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۷۴، ترانہ م۔

۱۴۵: ص ۱۶۷

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۳۹، ترانہ م۔

۱۴۶: ص ۱۶۸

ترانہ م کی رباعی: ۱۴۵ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۴۵، ترانہ م۔

۱۴۷: ص ۱۶۸

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۸ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۳۸، ترانہ م۔

۱۴۸: ص ۱۶۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۲۹، ترانہ م۔

۱۴۹: ص ۱۶۹

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۳۳، ترانہ م۔

۱۵۰: ص ۱۷۱

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۴ کے مطابق

رک: حاشیہ ۱۳۴، ترانہ م۔

۱۵۱: ص ۱۷۰

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۳۶، ترانہ م۔

۱۵۲: ص ۱۷۱

ترانہ م کی رباعی: ۱۴۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۴۳، ترانہ م۔

۱۵۳: ص ۱۷۱

ترانہ م کی رباعی: ۱۴۲ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۴۲، ترانہ م۔

۱۵۴: ص ۱۷۲

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۲۶، ترانہ م۔

۱۵۵: ص ۱۷۲

ترانہ م کی رباعی: ۴۸ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۸، ترانہ م۔

۱۵۶: ص ۱۷۳

ترانہ م کی رباعی: ۴۵ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۵، ترانہ م۔

۱۵۷: ص ۱۷۳

ترانہ م کی رباعی: ۴۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۶، ترانہ م۔

۱۵۸: ص ۱۷۴

ترانہ م کی رباعی: ۴۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۱، ترانہ م۔

۱۵۹: ص ۱۷۴

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۲۴، ترانہ م۔

۱۶۰: ص ۱۷۵

☆ بیاض ۲: ورق ۳، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۶۴ ب

۱۶۱: ص ۱۷۵

☆ بیاض ۲: ورق ۸ ب

☆ بیاض ۴: ورق ۶۲، الف

☆ پندرہ روزہ ''شاہ جہان'' دہلی، یکم ستمبر ۱۹۳۳ء: ص ۵

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''شاہ جہان'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۶۲: ص ۱۷۶

ترانہ م کی رباعی: ۴۷ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۷، ترانہ م۔

۱۶۳: ص ۱۷۶

ترانہ م کی رباعی: ۴۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۴، ترانہ م۔

☆☆☆

گنجینہ (قلمی)

رباعیات

۱ : ص ۱۱

ترانہ م کی رباعی : ۹۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۹۷ ، ترانہ م۔

۲ : ص ۱۱

ترانہ م کی رباعی : ۸۸ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۸ ، ترانہ م۔

۳ : ص ۱۱

ترانہ م کی رباعی : ۸۳ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۳ ، ترانہ م۔

۴ : ص ۱۱

ترانہ م کی رباعی : ۱۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۰ ، ترانہ م۔

۵ : ص ۱۱

ترانہ م کی رباعی : ۱۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۱ ، ترانہ م۔

۶ : ص ۱۲

ترانہ م کی رباعی : ۲۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۲۱ ، ترانہ م۔

۷ : ص ۱۲

ترانہ م کی رباعی : ۸۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۱ ، ترانہ م۔

۸ : ص ۱۲

ترانہ م کی رباعی : ۹۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۹۷ ، ترانہ م۔

۹ : ص ۱۲

ترانہ م کی رباعی : ۳۴ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۳۴ ، ترانہ م۔

۱۰ : ص ۱۲

ترانہ م کی رباعی : ۳۳ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۳۳ ، ترانہ م۔

۱۱ : ص ۱۳

ترانہ م کی رباعی : ۱۵ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۵ ، ترانہ م۔

۱۲ : ص ۱۳

ترانہ م کی رباعی : ۳۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۳۲ ، ترانہ م۔

۱۳: ص ۱۳
ترانہ م کی رباعی : ۲۸ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۲۸، ترانہ م۔

۱۴: ص ۱۳
ترانہ م کی رباعی : ۱۱۸ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۱۸، ترانہ م۔

۱۵: ص ۱۳
ترانہ م کی رباعی : ۸۰ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۸۰، ترانہ م۔

۱۶: ص ۱۴
گنجینہ م کی رباعی : ۱۲۲ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۲۲، گنجینہ م (ر)۔

۱۷: ص ۱۴
ترانہ م کی رباعی : ۶۷ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۶۷، ترانہ م۔

۱۸: ص ۱۴
ترانہ م کی رباعی : ۸۹ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۸۹، ترانہ م۔

۱۹: ص ۱۴
گنجینہ م کی رباعی : ۱۱۶ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۱۶، گنجینہ م (ر)۔

۲۰: ص ۱۴
ترانہ م کی رباعی : ۴ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۴، ترانہ م۔

۲۱: ص ۱۵
گنجینہ م کی رباعی : ۱۹ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۹، گنجینہ م (ر)۔

۲۲: ص ۱۵
ترانہ م کی رباعی : ۹ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۹، ترانہ م۔

۲۳: ص ۱۵
ترانہ م کی رباعی : ۱۲ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۲، ترانہ م۔

۲۴: ص ۱۵
ترانہ م کی رباعی : ۱۳ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۳، ترانہ م۔

۲۵: ص ۱۵
آیات دوم کی رباعی : ۱۱۳ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۱۳، آیات دوم۔

۲۶: ص ۱۶
ترانہ م کی رباعی : ۱ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱، ترانہ م۔

۲۷: ص ۱۶
ترانہ م کی رباعی : ۲ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۲، ترانہ م۔

۲۸: ص ۱۶
ترانہ م کی رباعی : ۳۵ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳۵، ترانہ م۔

۲۹: ص ۱۶
گنجینہ م کی رباعی : ۲۰ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۲۰، گنجینہ م (ر)۔

۳۰: ص ۱۶
ترانہ م کی رباعی : ۴۰ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۴۰، ترانہ م۔

۳۱: ص ۱۷

ترانہ م کی رباعی: ۲۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۶، ترانہ م۔

۳۲: ص ۱۷

ترانہ م کی رباعی: ۳۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۳۹، ترانہ م۔

۳۳: ص ۱۷

ترانہ م کی رباعی: ۱۱۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۱۹، ترانہ م۔

۳۴: ص ۱۷

ترانہ م کی رباعی: ۱۰۵ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۰۵، ترانہ م۔

۳۵: ص ۱۷

ترانہ م کی رباعی: ۵۲ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۵۲، ترانہ م۔

۳۶: ص ۱۸

ترانہ م کی رباعی: ۵۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۵۱، ترانہ م۔

۳۷: ص ۱۸

ترانہ م کی رباعی: ۴۲ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۲، ترانہ م۔

۳۸: ص ۱۸

ترانہ م کی رباعی: ۴۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۳، ترانہ م۔

۳۹: ص ۱۸

ترانہ م کی رباعی: ۵۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۵۶، ترانہ م۔

۴۰: ص ۱۸

ترانہ م کی رباعی: ۴۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۶، ترانہ م۔

۴۱: ص ۱۹

ترانہ م کی رباعی: ۵۰ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۵۰، ترانہ م۔

۴۲: ص ۱۹

ترانہ م کی رباعی: ۶۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۶۱، ترانہ م۔

۴۳: ص ۱۹

ترانہ م کی رباعی: ۵۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۵۹، ترانہ م۔

۴۴: ص ۱۹

ترانہ م کی رباعی: ۵۸ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۵۸، ترانہ م۔

۴۵: ص ۱۹

ترانہ م کی رباعی: ۵۷ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۵۷، ترانہ م۔

۴۶: ص ۲۰

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۸ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۲۸، ترانہ م۔

۴۷: ص ۲۰

☆ ماہنامہ ''شاعر'' بمبئی، سالنامہ، ۱۹۵۱ء: ص ۲۳۔

زمانۂ تصنیف:
رسالہ "شاعر" محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۸ : ص ۲۰
یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۴۹ : ص ۲۰
ترانہ م کی رباعی : ۱۳۱ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۳۱، ترانہ م۔

۵۰ : ص ۲۰
گنجینہ م کی رباعی : ۱۴۰ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۴۰، گنجینہ م (ر)۔

۵۱ : ص ۲۱
ترانہ م کی رباعی : ۵۳ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۵۳، ترانہ م۔

۵۲ : ص ۲۱
ترانہ م کی رباعی : ۱۱۳ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۱۳، ترانہ م۔

۵۳ : ص ۲۱
☆ بیاض ۳ : ورق ۱، ب ☆ بیاض ۴ : ورق ۶۴، الف
☆ ماہنامہ "سب رس" حیدرآباد دکن، اگست ۱۹۳۸ء : ص ۲۱

اختلاف نسخ:
بیاض ۳ و ۴ میں یہ رباعی اس صورت میں ہے:

پرچھائیں سی پردے پہ دکھاتا کیوں ہے
امکان ہوس کو آزماتا کیوں ہے
مین یہ نہیں کہتا کہ پلٹ آئے شباب
بھولا ہوا خواب یاد آتا کیوں ہے؟

کلیات میں شامل رباعی کا صرف دوسرا اور چوتھا مصرع مذکورہ متن میں ملتا ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ چوتھا مصرع مذکورہ متن میں پہلا مصرع ہے۔ باقی دونوں مصرعے دونوں متون میں مختلف ہیں۔

زمانۂ تصنیف:
رسالہ "سب رس" محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۵۴ : ص ۲۱
ترانہ م کی رباعی : ۱۰۶ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۰۶، ترانہ م۔

۵۵ : ص ۲۱
یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۵۶ : ص۲۲

ترانہ م کی رباعی : ۹۵ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۹۵ ، ترانہ م۔

۵۷ : ص۲۲

☆ ماہنامہ ''آج کل'' دہلی، جولائی ۱۹۵۱ء : ص ۲۱

س ک :

مصرع ۳ : جاتی رہے بھوک پیاس، جلوہ ایسا

رسالہ ''آج کل'' : جاتی رہی بھوک ....

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''آج کل'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۱ء متعین کیا جا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ گنجینۂ ق کے آخر میں تاریخ اختتام کتابت ۱۱ر اپریل ۱۹۵۱ء درج ہے۔ اس لیے یہ رباعی اس تاریخ سے پہلے کی تصنیف ہے۔

۵۸ : ص۲۲

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۵۹ : ص۲۲

آیات دوم کی رباعی : ۱۱۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۱۲ ، آیات دوم۔

۶۰ : ص۲۲

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۶۱ : ص۲۳

ترانہ م کی رباعی : ۴۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۴۷ ، ترانہ م۔

۶۲ : ص۲۳

ترانہ م کی رباعی : ۴۵ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۴۵ ، ترانہ م۔

۶۳ : ص۲۳

ترانہ م کی رباعی : ۱۸۶ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۸۶ ، ترانہ م۔

۶۴ : ص۲۳

☆ بیاض ۲ : ورق ۲۷ ب و ورق ۲۸ ب

☆ بیاض ۴ : ورق ۵۹ ، الف

اختلاف نسخ :

بیاض ۲ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۲۷ ب پر یہ قلم زد کی گئی ہے۔ اس میں مصرع ۴ کی ابتدائی صورت یہ ہے :

پھر کیوں نہ کھلیں فساد و شر کے جوہر

پوری رباعی قلم زد کرنے سے پہلے اس مصرعے کو قلم زد کر کے مصرعے کی وہ صورت لکھی گئی ہے جو کلیات میں ملتی ہے۔

۶۵ : ص ۲۳

ترانہ م کی رباعی : ۱۷۶ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۷۶، ترانہ م۔

۶۶ : ص ۲۴

آیات دوم کی رباعی : ۱۲۶ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۶، آیات دوم۔

۶۷ : ص ۲۴

گنجینہ م کی رباعی : ۱۳۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۳۷، گنجینہ م (ر)۔

۶۸ : ص ۲۴

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۶۹ : ص ۲۴

☆ بیاض ۴ : ورق ۵۷ ب

اختلاف نسخ :

گنجینہ ق میں مصرع ۲ میں لفظ ''پودھا'' لکھا ہے اور بیاض ۴ میں ''پودا''۔ املا کی یہ دونوں صورتیں درست ہیں۔ کلیات میں ''پودا'' لکھا گیا ہے کہ اب اسی املا کا چلن ہے۔

مصرع ۳ : کب تک جھوٹی تسلیوں کی خاطر

بیاض ۴ : پھر کیوں جھوٹی . . . .

۷۰ : ص ۲۴

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۷۱ : ص ۲۵

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۷۲ : ص ۲۵

☆ ماہنامہ ''آج کل'' دہلی، ستمبر ۱۹۵۰ء : ص ۴

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''آج کل'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷۳ : ص ۲۵

ترانہ م کی رباعی : ۱۰۳ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۰۳، ترانہ م۔

۷۴ : ص ۲۵

ترانہ م کی رباعی : ۸۶ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۶، ترانہ م۔

۷۵ : ص ۲۵

ترانہ م کی رباعی : ۱۲۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۰، ترانہ م۔

۷۶ : ص ۲۶

ترانہ م کی رباعی : ۱۰۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۰۱، ترانہ م۔

۷۷ : ص ۲۶

ترانہ م کی رباعی : ۱۰۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۰۰، ترانہ م۔

۷۸ : ص ۲۶

ترانہ م کی رباعی : ۳۶ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۳۶، ترانہ م۔

۷۹ : ص ۲۶

ترانہ م کی رباعی : ۱۴۵ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۴۵، ترانہ م۔

۸۰ : ص ۲۶

ترانہ م کی رباعی : ۶۶ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۶۶، ترانہ م۔

۸۱ : ص ۲۷

☆ مکتوب یگانہ بنام مالک رام، مؤرخہ ۵ر جنوری ۱۹۵۱ء، رسالہ ''نقوش'' لاہور، مکاتیب نمبر، جلد دوم، شمارہ ۶۶-۶۵، نومبر ۱۹۵۷ء : ص ۴۰۷

زمانۂ تصنیف :

یہ رباعی مکتوب محولۂ بالا میں شامل ہے، اس بنا پر اس کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۲ : ص ۲۷

ترانہ م کی رباعی : ۱۴۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۴۲، ترانہ م۔

۸۳ : ص ۲۷

آیات دوم کی رباعی : ۱۲۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۰، آیات دوم۔

۸۴ : ص ۲۷

گنجینہ م کی رباعی : ۱۲۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۷، گنجینہ م (ر)۔

۸۵ : ص ۲۷

آیات دوم کی رباعی : ۱۲۵ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۵، آیات دوم۔

۸۶ : ص ۲۸

ترانہ م کی رباعی : ۱۲۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۷، ترانہ م۔

۸۷ : ص ۲۸

آیات سوم کی رباعی : ۷۳ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۷۳، آیات سوم۔

۸۸ : ص ۲۸

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۸۹ : ص ۲۸

ترانہ م کی رباعی : ۱۵۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۵۲، ترانہ م۔

۹۰ : ص ۲۸

ترانہ م کی رباعی : ۱۵۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۵۰، ترانہ م۔

۹۱ : ص ۲۹

ترانہ م کی رباعی : ۱۴۸ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۴۸، ترانہ م۔

۹۲ : ص ۲۹

ترانہ م کی رباعی : ۸۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۲، ترانہ م۔

۹۳ : ص ۲۹

ترانہ م کی رباعی : ۹۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۹۲، ترانہ م۔

۹۴ : ص ۲۹

ترانہ م کی رباعی : ۱۱۴ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۱۴، ترانہ م۔

۹۵ : ص ۲۹

گنجینہ م کی رباعی : ۱۲۳ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۳، گنجینہ م (ر)۔

۹۶ : ص ۳۰

ترانہ م کی رباعی : ۱۱۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۱۱، ترانہ م۔

۹۷ : ص ۳۰

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۹۸ : ص ۳۰

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۹۹ : ص ۳۰

آیات دوم کی رباعی : ۱۲۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۱، آیات دوم۔

۱۰۰ : ص ۳۰

آیات دوم کی رباعی : ۱۲۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۲، آیات دوم۔

۱۰۱ : ص ۳۱

ترانہ م کی رباعی : ۱۴۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۴۱، ترانہ م۔

۱۰۲ : ص ۳۱

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۰۳ : ص ۳۱

ترانہ م کی رباعی : ۹۴ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۹۴، ترانہ م۔

۱۰۴ : ص ۳۱

ترانہ م کی رباعی : ۱۰۸ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۰۸، ترانہ م۔

۱۰۵ : ص ۳۱

یہ رباعی بوجوہ کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۱۰۶ : ص ۳۲

یہ رباعی بوجوہ کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۱۰۷ : ص ۳۲

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۰۸ : ص ۳۲

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۵ ب۔ ورق ۵۱ ب۔ ورق ۵۶ ب

☆ بیاض ۴ : ورق ۶۱، الف

بیاض ۳ میں یہ رباعی تین مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۴۵ ب اور ۵۱ ب پر اسے قلم زد کیا گیا ہے۔ ورق ۴۵ ب پر قلم زدہ متن کے مصرعوں کی ترتیب شامل کلیات متن سے مختلف ہے اور یہ ہے : ۱، ۴، ۳، ۲۔ ورق ۵۱ ب پر قلم زدہ متن میں صرف ابتدائی تین مصرعے لکھے گئے ہیں۔ مصرع ۳ دو مرتبہ لکھا گیا ہے اور دونوں مرتبہ مطابقِ ذیل نامکمل ہے :

(۱) اپنی ہی جماعت میں (یہ الفاظ قلم زد کر کے ذیل کے الفاظ لکھے ہیں)

(۲) اپنے ہی دھڑے میں دھر گھسیٹا

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : اپنی ہی جماعت میں گھسیڑا کیا خوب

بیاض ۳ (ورق ۵۶، الف) : اپنے ہی دھڑے میں دھر گھسیٹا کیا خوب

رباعی کے مصرع ۴ میں لفظ ''ڈانڈگا'' استعمال ہوا ہے۔ آغا جان ابن یگانہ نے بیاض ۳ (ورق ۵۶، الف) پر یہ حاشیہ لکھا ہے:

''ڈانڈگا، دکھنی لفظ ہے جس کے معنی ہیں لمبا تڑنگا، موٹا تازہ۔ بھائی ابا [یگانہ] کبھی کبھی دکھنی یا پنجابی الفاظ استعمال کرتے تھے۔ آغا جان ابن یگانہ''۔

۱۰۹: ص ۳۲

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۱۰: ص ۳۲

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۱۱: ص ۳۳

یہ رباعی بوجوہ کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۱۱۲: ص ۳۳

گنجینہ م کی رباعی: ۱۳۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۳۱، گنجینہ م (ر)۔

۱۱۳: ص ۳۳

☆ بیاض ۲: ورق ۸، الف ☆ بیاض ۴: ورق ۶۲ ب

☆ ماہ نامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سالنامہ ۱۹۳۴ء (یہ دراصل دسمبر ۱۹۳۳ء کا شمارہ ہے): ص ۸۰

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۴: ص ۳۳

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۱۵: ص ۳۳

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۱۶: ص ۳۴

ترانہ م کی رباعی: ۱۳۸ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۳۸، ترانہ م۔

۱۱۷: ص ۳۴

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۱۸: ص ۳۴

☆ ماہنامہ ''شاعر'' بمبئی، سالنامہ ۱۹۵۱ء: ص ۲۳

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''شاعر'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۹: ص ۳۴

☆ بیاض۵: ورق ۴۴ ب

اختلاف نسخ:

مصرع ۲ : ہر خطرے پہ لاحول ہی پڑھتا جائے
بیاض ۵ : الحمد قدم قدم پہ پڑھتا جائے

۱۲۰: ص ۳۴

☆ بیاض۲: ورق ۳۴ ب
☆ بیاض۴: ورق ۵۹ ب
☆ بیاض۳: ورق ۸، الف

اختلاف نسخ:

مصرع ۴ : جب دم نہ رہا تو پڑ گئے خود ٹھنڈے
بیاض ۲ میں لفظ ''خود'' کی جگہ لفظ ''سب'' لکھا تھا۔ اسے قلم زد کر کے ''خود'' لکھا گیا۔

۱۲۱: ص ۳۵

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۶ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۶، ترانہ م۔

۱۲۲: ص ۳۵

☆ بیاض۴: ورق ۵۷ ب

۱۲۳: ص ۳۵

☆ بیاض۴: ورق ۵۷ ب

۱۲۴: ص ۳۵

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۲۵: ص ۳۵

ترانہ م کی رباعی: ۴۷ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴۷، ترانہ م۔

۱۲۶: ص ۳۶

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۲۷: ص ۳۶

گنجینہ م کی رباعی: ۱۱۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۸، گنجینہ م (ر)

۱۲۸: ص ۳۶

گنجینہ م کی رباعی: ۱۲۰ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۰، گنجینہ م (ر)۔

۱۲۹: ص ۳۶

گنجینہ م کی رباعی: ۱۱۹ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۹، گنجینہ م (ر)۔

۱۳۰: ص ۳۶

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۳۱: ص ۳۷

☆ ماہنامہ ''آج کل'' دہلی، ستمبر ۱۹۵۰ء: ص ۴۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''آج کل'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۲: ص ۳۷

گنجینہ م کی رباعی: ۱۳۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۳۳، گنجینہ م (ر)۔

۱۳۳: ص ۳۷

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۳۴: ص ۳۷

گنجینہ م کی رباعی: ۱۳۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۳۴، گنجینہ م (ر)۔

۱۳۵: ص ۳۷

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۳۶: ص ۳۸

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۳۷: ص ۳۸

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۳۸: ص ۳۸

☆ ماہنامہ ''شاعر'' بمبئی، سالنامہ ۱۹۵۱ء: ص ۲۳

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''شاعر'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۹: ص ۳۸

☆ ماہنامہ ''آج کل'' دہلی، ستمبر ۱۹۵۰ء: ص ۴

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''آج کل'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۰: ص ۳۸

یگانہ نے یہ رباعی اپنے مکتوب بنام مالک رام مؤرخہ ۱۹؍مئی ۱۹۵۲ء میں نقل کی ہے اور لکھا ہے ''پاکستان کیا ہے۔ پچھواڑہ ہی تو ہے''۔ (رسالہ ''نقوش'' مکاتیب نمبر، جلد دوم، شمارہ ۶۵ و ۶۶، نومبر ۱۹۵۷ء: ص ۱۲۷) اسی خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یگانہ نے یہ رباعی پاکستان سے واپسی کے ایک ہفتے بعد ۲۶؍اپریل ۱۹۵۲ء کو آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ کے ایک مشاعرے میں پڑھی تھی۔ شیخ انصار حسین نے اپنے مضمون (''میرزا یگانہ، یادیں اور ملاقاتیں'' کتابی سلسلہ ''تخلیقی ادب'' شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء) میں لکھا ہے کہ پاکستان سے واپسی کے بعد ایک محفل میں جب یگانہ سے سفر پاکستان کے تأثرات بیان کرنے کے لیے کہا گیا تو انھوں نے یہ رباعی پڑھی'' (ص ۲۱۶) اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہ ہوگا کہ یہ رباعی سفر پاکستان کے بعد کی تصنیف ہے۔ یہ رباعی گنجینہ ق میں شامل ہے۔ اس مجموعے کی کتابت کی تکمیل ۱۱؍اپریل ۱۹۵۱ء کو ہوئی تھی۔ یگانہ نے پاکستان کا سفر اس کے بعد کیا تھا۔

۱۴۱ : ص ۳۹

☆ بیاض۴ : ورق ۵۸ ب

۱۴۲ : ص ۳۹

ترانہ م کی رباعی : ۱۰۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۰۷، ترانہ م۔

۱۴۳ : ص ۳۹

گنجینہ م کی رباعی : ۱۳۶ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۳۶، گنجینہ م (ر)۔

۱۴۴ : ص ۳۹

آیات دوم کی رباعی : ۱۱۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۱۱، آیات دوم۔

۱۴۵ : ص ۳۹

گنجینہ م کی رباعی : ۱۱۳ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۱۳، گنجینہ م (ر)۔

۱۴۶ : ص ۴۰

☆ رسالہ ''نقوش'' لاہور، مکاتیب نمبر، جلد دوم، شمارہ ۶۵ و ۶۶، نومبر ۱۹۵۷ء میں شامل :

مکتوب یگانہ بنام مالک رام، مؤرخہ ۵رجنوری ۱۹۵۱ء، ص ۷۰۹

مکتوب یگانہ بنام مالک رام، مؤرخہ ۷رجون ۱۹۵۱ء، ص ۷۱۰

اختلاف نسخ :

گنجینہ ق میں اس رباعی کے آخری دو مصرعے یہ ہیں :

گوہر نہ سہی، قطرۂ ناچیز سہی

انسان انسان رہے فرشتہ نہ بنے

گنجینہ ق کا زیر نظر نسخہ مالک رام کی تحویل میں تھا۔ اُنھوں نے ان دونوں مصرعوں کے اوپر بالترتیب یہ مصرعے درج کیے ہیں :

فطرت کا تقاضا تو یہی ہے واللہ

انسان بنے آدمی دیوتا نہ بنے

اور حاشیے پر یہ عبارت لکھی ہے :

''اصلاح از یگانہ۔ مکتوب ۷رجون ۱۹۵۱ء''۔

یگانہ کا یہ خط ''نقوش'' کے مکاتیب نمبر، محولۂ بالا میں شائع ہو چکا ہے۔ خط کے متعلقہ الفاظ یہ ہیں :

''گنجینہ میں اک رباعی درج ہے، اُس کے تیسرے اور چوتھے مصرعے کی اصلاح کر لیجیے''۔ (ص ۷۱۰)

اس کے بعد پوری رباعی اصلاح شدہ مصرعوں کے ساتھ درج ہے۔ کلیات میں رباعی کا یہی متن شامل کیا گیا ہے۔ (یگانہ کے خط کے مندرجہ بالا اقتباس میں ''گنجینہ'' سے مراد گنجینہ ق ہے۔)

زمانۂ تصنیف :

زیر نظر رباعی یگانہ نے اپنے ایک دوسرے مکتوب مؤرخہ ۵رجنوری ۱۹۵۱ء (محولۂ بالا) میں بھی لکھی ہے۔ اس کا متن گنجینہ ق کے مطابق ہے۔ اس بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۱۴۷: ص ۴۰

آیات دوم کی رباعی: ۱۱۵ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۱۵، آیات دوم۔

۱۴۸: ص ۴۰

ترانہ م کی رباعی: ۱۲۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۲۴، ترانہ م۔

۱۴۹: ص ۴۰

ترانہ م کی رباعی: ۴۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۱، ترانہ م۔

۱۵۰: ص ۴۰

ترانہ م کی رباعی: ۴۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۴۴، ترانہ م۔

۱۵۱: ص ۴۱

ترانہ م کی رباعی: ۷ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۷، ترانہ م۔

۱۵۲: ص ۴۱

ترانہ م کی رباعی: ۲۲ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۲، ترانہ م۔

۱۵۳: ص ۴۱

ترانہ م کی رباعی: ۲۵ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۵، ترانہ م۔

۱۵۴: ص ۴۱

ترانہ م کی رباعی: ۶۷ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۶۷، ترانہ م۔

۱۵۵: ص ۴۱

ترانہ م کی رباعی: ۶۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۶۹، ترانہ م۔

۱۵۶: ص ۴۲

ترانہ م کی رباعی: ۱۸ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۸، ترانہ م۔

۱۵۷: ص ۴۲

ترانہ م کی رباعی: ۲۰ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۰، ترانہ م۔

۱۵۸: ص ۴۲

ترانہ م کی رباعی: ۶۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۶۴، ترانہ م۔

۱۵۹: ص ۴۲

ترانہ م کی رباعی: ۶۵ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۶۵، ترانہ م۔

۱۶۰: ص ۴۲

ترانہ م کی رباعی: ۹۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۹۹، ترانہ م۔

۱۶۱: ص ۴۳

☆ ماہنامہ ''آج کل'' دہلی، ستمبر ۱۹۵۰ء: ص ۴

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''آج کل'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۶۲: ص ۴۳
یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۶۳: ص ۴۳
گنجینہ م کی رباعی: ۱۳۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۵، گنجینہ م (ر)۔

۱۶۴: ص ۴۳
گنجینہ م کی رباعی: ۱۱۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۵، گنجینہ م (ر)۔

۱۶۵: ص ۴۳
گنجینہ م کی رباعی: ۱۱۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۱۴، گنجینہ م (ر)۔

۱۶۶: ص ۴۴
ترانہ م کی رباعی: ۷۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۳، ترانہ م۔

۱۶۷: ص ۴۴
ترانہ م کی رباعی: ۷۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۱، ترانہ م۔

۱۶۸: ص ۴۴
ترانہ م کی رباعی: ۷۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۷۲، ترانہ م۔

۱۶۹: ص ۴۴
ترانہ م کی رباعی: ۱۲۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۱، ترانہ م۔

۱۷۰: ص ۴۴
ترانہ م کی رباعی: ۱۲۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۲، ترانہ م۔

۱۷۱: ص ۴۵
ترانہ م کی رباعی: ۱۴۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۴۴، ترانہ م۔

۱۷۲: ص ۴۵
آیات دوم کی رباعی: ۱۲۸ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۲۸، آیات دوم۔

۱۷۳: ص ۴۵
ترانہ م کی رباعی: ۱۳۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۳۲، ترانہ م۔

۱۷۴: ص ۴۵
☆ بیاض ۳: ورق ۶۴، الف

☆ بیاض ۴: ورق ۵۸ ب

۱۷۵: ص ۴۵
ترانہ م کی رباعی: ۱۹۵ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۹۵، ترانہ م۔

۱۷۶: ص ۴۶
ترانہ م کی رباعی: ۱۹۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۱۹۱، ترانہ م۔

۱۷۷: ص ۴۶
☆ بیاض ۲: ورق ۲۲ ب و ورق ۲۵، الف
☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۳

☆ غالب شکن، طبع اول: ص ۲۸

اختلاف نسخ :

بیاض ۲ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۲۲ ب پر جو متن ہے، اُسے قلم زد کیا گیا ہے۔ اس قلم زدہ متن میں مصرعِ اوّل اس صورت میں ہے :

غالب کا مقلد نہیں خودسر ہوں میں

بعد میں الفاظ ''غالب کا مقلد'' قلم زد کر کے متبادل الفاظ ''تقلید کا بندہ'' لکھے گئے، اس طرح یہ مصرع کلیات میں شامل متن کے مطابق ہو گیا۔

زمانۂ تصنیف :

''غالب شکن'' طبع اوّل (۱۹۳۴ء۔تصنیف : ۱۹۳۳ء) میں شمولیت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء قرار دیا جاسکتا ہے۔

۱۷۸ : ص ۴۶

ترانۂ م کی رباعی : ۱۳۴ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۳۴، ترانۂ م۔

۱۷۹ : ص ۴۶

آیات اوّل کی رباعی : ۳۹ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۳۹، آیات اوّل۔

۱۸۰ : ص ۴۶

ترانۂ م کی رباعی : ۱۲۳ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۳، ترانۂ م۔

۱۸۱ تا ۱۹۵ : ص ۴۷ تا ص ۴۹

۱۵ رباعیات جنھیں بوجوہ حذف کیا گیا۔

۱۹۶ : ص ۵۰

ترانۂ م کی رباعی : ۲۰۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۲۰۲، ترانۂ م۔

۱۹۷ : ص ۵۰

☆ بیاض ۲ : ورق ۱۱ ب

☆ غالب شکن، طبع دوم : ص ۷۵

☆ غالب شکن، طبع اوّل : ص ۲۶

زمانۂ تصنیف :

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ : ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۱۹۸ : ص ۵۰

☆ بیاض ۲ : ورق ۲۶، الف

☆ غالب شکن، طبع دوم : ص ۷۱

☆ غالب شکن، طبع اوّل : ص ۲۲

زمانۂ تصنیف :

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ : ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۱۹۹: ص ۵۰

☆ بیاض۲: ورق ۲۰، الف

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۷

☆ غالب شکن، طبع اوّل: ص ۲۷

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۰۰: ص ۵۰

ترانہ م کی رباعی: ۱۹۸ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۹۸، ترانہ م۔

۲۰۱: ص ۵۱

ترانہ م کی رباعی: ۲۰۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۰۴، ترانہ م۔

۲۰۲: ص ۵۱

ترانہ م کی رباعی: ۱۹۹ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۹۹، ترانہ م۔

۲۰۳: ص ۵۱

ترانہ م کی رباعی: ۲۰۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۰۱، ترانہ م۔

۲۰۴: ص ۵۱

☆ بیاض۲: ورق ۱۲، الف

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۱

☆ غالب شکن، طبع اوّل: ص ۲۹

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۰۵: ص ۵۱

☆ بیاض۲: ورق ۳۰، الف

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۲

اختلاف نسخ:

مصرع ۲ : غالب کا نہ غالب کے سگوں کا کچھ ڈر

بیاض۲ : .... کا کوئی ڈر

مصرع ۳ : ایسے کبھی منھ سے پھول جھڑتے تو نہ تھے

بیاض ۲ میں یہ مصرع پہلے اس صورت میں تھا:

ایسے کبھی پھول منھ سے جھڑتے تو نہ تھے

بعد میں اسے متبادل صورت میں لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف:

''غالب شکن'' طبع دوم ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی اور اسی سال اس میں اضافے کیے گئے۔ یہ رباعی بھی اضافہ ہے، اس بنا پر اس کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۰۶ : ص ۵۲

☆ بیاض ۳ : ورق ۹ ب

اختلاف نسخ :

مصرع ۴ : ایسا نہ کرو گے تو خطا پاؤ گے

بیاض ۳ میں ''خطا'' کے نیچے لکیر کھینچ کر متبادل لفظ ''سزا'' لکھا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

بیاض ۳ میں غالب سے متعلق گنجینۂ ق میں شامل مزید تین رباعیاں (ش: ۲۲۷، ۲۲۹، ۲۳۲) ۱۹۳۶ء کی تصنیف ہیں۔ گمان غالب ہے کہ زیر نظر رباعی بھی، باقی تین رباعیوں کی طرح ۱۹۳۶ء میں لکھی گئی ہوگی۔ ''غالب شکن'' طبع دوم (۱۹۳۵ء) میں یہ رباعیاں شامل نہیں ہیں، اس لیے یہ ۱۹۳۵ء کے بعد ہی لکھی گئی ہوگی۔

۲۰۷ : ص ۵۲

☆ بیاض ۲ : ورق ۱۲، الف ☆ غالب شکن، طبع دوم : ص ۷۱

زمانۂ تصنیف :

''غالب شکن'' طبع دوم (۱۹۳۵ء) میں شمولیت کی وجہ سے اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۵ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۲۰۸ : ص ۵۲

☆ بیاض ۲ : ورق ۲۳ ب ☆ غالب شکن، طبع اول : ص ۲۱

☆ غالب شکن، طبع دوم : ص ۶۹

اختلاف نسخ :

مصرع ۲ : مرزا کے بُت پہ آہ ایسی بیداد

اس مصرعے میں لفظ ''بیداد'' صرف گنجینۂ ق میں ہے۔ باقی سب مآخذ میں ''افتاد'' ہے۔ کلیات میں یہ مصرع گنجینۂ ق کے مطابق ہے۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۳۳ء۔ مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۰۹ : ص ۵۲

☆ بیاض ۲ : ورق ۲۲، الف ☆ غالب شکن، طبع اول : ص ۲۱

☆ غالب شکن، طبع دوم : ص ۶۹

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : نیّاں بھی ہے حافظِ کلام غالب

''غالب شکن'' طبع اوّل اور بیاض ۲ میں ''توتا'' بجائے ''نیّاں''۔

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۳ء مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۱۰: ص ۵۲

ترانہ م کی رباعی: ۲۰۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۰۳، ترانہ م۔

۲۱۱: ص ۵۳

☆ بیاض ۲: ورق ۲۱ ب

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۴

☆ غالب شکن، طبع اوّل: ص ۲۳

اختلاف نسخ:

مصرع ۱ : کیا جانیں ادھورا ہے کہ پورا شاعر

بیاض ۲ : کیا جانے ادھورا..............

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۳ء مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۱۲: ص ۵۳

☆ بیاض ۲: ورق ۲۲، الف

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۴

☆ غالب شکن، طبع اوّل: ص ۲۳

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۱۳: ص ۵۳

☆ بیاض ۲: ورق ۲۱ ب

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۲

☆ غالب شکن، طبع اوّل: ص ۲۲

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجہ بالا۔

۲۱۴: ص ۵۳

ترانہ م کی رباعی: ۲۰۰ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۰۰، ترانہ م۔

۲۱۵ : ص ۵۳

☆ بیاض ۲ : ورق ۱۱ ، ب
☆ غالب شکن ، طبع اوّل : ص ۲۶
☆ غالب شکن ، طبع دوم : ص ۴۷

زمانۂ تصنیف :

۱۹۳۳ء ، مطابق حاشیہ : ۱۷۷ ، مندرجۂ بالا ۔

۲۱۶ : ص ۵۴

☆ بیاض ۲ : ورق ۱۳ ، الف
☆ غالب شکن ، طبع اوّل : ص ۳۱
☆ غالب شکن ، طبع دوم : ص ۷۸
☆ ماہنامہ ''ساقی'' دہلی ، مئی ۱۹۳۴ء ، ص ۱۵

اختلاف نسخ :

مصرع ۲ : انگریز کے دربار کا جھوکا صوفی
بیاض ۲ ، غالب شکن ، طبع اوّل ، رسالہ ''ساقی'' : کیا ہے کوئی صوفیوں میں ایسا صوفی

س ک :

گنجینۂ ق میں مصرع اوّل میں لفظ ''ہے'' لکھنے سے رہ گیا ہے ۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۳۳ء ، مطابق حاشیہ : ۱۷۷ ، مندرجۂ بالا ۔

۲۱۷ : ص ۵۴

☆ بیاض ۲ : ورق ۳۳ ب
☆ غالب شکن ، طبع دوم ، ص ۴۳

اختلاف نسخ :

بیاض ۲ میں رباعی کا عنوان ''آم کھانے والا صوفی'' کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ۔ غالب شکن میں رباعی کے مندرجۂ ذیل الفاظ واوین میں ہیں :

مانگے ہے (مصرع ۲)
میٹھا ہو بہت سا ہو (مصرع ۳)
آم (مصرع ۴)

زمانۂ تصنیف :

غالب شکن ، طبع دوم (۱۹۳۵ء) میں شمولیت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۵ء متعین کیا جاسکتا ہے ۔

۲۱۸ : ص ۵۴

☆ بیاض ۲ : ورق ۲۳ ، الف
☆ غالب شکن ، طبع دوم : ص ۸ ۔

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۵ء، مطابق حاشیہ ۲۱۷، مندرجۂ بالا۔

۲۱۹: ص ۵۴

☆ بیاض ۲: ورق ۱۲ ب

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۹

☆ غالب شکن، طبع اوّل: ص ۳۰

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجۂ بالا۔

۲۲۰: ص ۵۴

☆ بیاض ۲: ورق ۱۲ ب

☆ ماہنامہ ''ساقی'' دہلی، مئی ۱۹۳۴ء، ص ۱۵

☆ غالب شکن، طبع اوّل: ص ۳۰

رسالہ ''ساقی'' محولۂ بالا میں اس رباعی پر یگانہ کا یہ حاشیہ ہے:

''انگریزوں کے عہدِ وفادار بنے تھے۔ قصیدہ پیش کیا تھا مگر ویسرائے کے ہاں سے ٹکا سا جواب ملا کہ ہم لوگوں کو شاعری کی ضرورت نہیں ہے۔ سلطنت مغلیہ کا نمک خوار اور اُس کا یہ کردار! افسوس''۔ (ص ۱۵)

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجۂ بالا۔

۲۲۱: ص ۵۵

☆ بیاض ۲: ورق ۱۳ ب

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۸۰

☆ غالب شکن، طبع اوّل: ص ۳۲

☆ ماہنامہ ''ساقی'' دہلی، مئی ۱۹۳۴ء: ص ۱۵

رسالہ ''ساقی'' محولۂ بالا میں اس رباعی کے مصرع: ۳ و ۴ کے بائیں جانب انگریزی لفظ shame لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجۂ بالا۔

۲۲۲: ص ۵۵

☆ بیاض ۲: ورق ۲۳، الف

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۳

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۵ء، مطابق حاشیہ: ۲۱۷، مندرجۂ بالا۔

۲۲۳: ص ۵۵

☆ بیاض۲: ورق ۲۲ ب ☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۳

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : کم بخت گریبان میں مُنھ ڈال کے دیکھ

بیاض۲ : واللہ گریبان ....

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۵ء، مطابق حاشیہ ۲۱۷، مندرجۂ بالا۔

۲۲۴: ص ۵۵

☆ بیاض۲: ورق ۱۳، الف ☆ غالب شکن، طبع اوّل: ص ۳۱

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۷۹

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجۂ بالا۔

۲۲۵: ص ۵۵

☆ بیاض۲: ورق ۱۳ ب ☆ غالب شکن، طبع اوّل: ص ۳۲

☆ غالب شکن، طبع دوم: ص ۸۰ ☆ ماہنامہ ''ساقی'' دہلی، مئی ۱۹۳۴ء، ص ۱۵

رسالہ ''ساقی'' محولۂ بالا میں اس رباعی کے مصرع: ۳ و ۴ کے دائیں جانب انگریزی لفظ shame لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۳ء، مطابق حاشیہ: ۱۷۷، مندرجۂ بالا۔

۲۲۶: ص ۵۶

آیات دوم کی رباعی: ۱۷ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۷، آیات دوم۔

۲۲۷: ص ۵۶

☆ بیاض۳: ورق ۱، الف ☆ بیاض۴: ورق ۵۷، الف

☆ مکتوب یگانہ بنام عبدالعزیز، مؤرخہ یکم فروری ۱۹۳۷ء، بعنوان ''غالب، ایک گونگا شاعر'' رسالہ ''نقوش'' لاہور، غالب نمبر، شمارہ ۱۱۱، فروری ۱۹۶۹ء: ص ۵۲۷۔

گنجینۂ ق میں سیاں شہدے پر جو حاشیہ ہے وہ بیاض ۳ و ۴ میں بھی ہے مگر قدرے اختصار کے ساتھ۔ بیاض۳ میں یہ لکھا ہے:

''سیاں، لکھنؤ کا مشہور شہدہ مگر صاحب ایمان''۔

بیاض۴ میں لفظ ''مگر'' نہیں ہے، اور ''مشہور'' کی جگہ ''مشہور و معروف'' لکھا ہے۔ مکتوب محولۂ بالا میں بھی یہ حاشیہ ہے۔ اس کا پہلا جملہ بیاض۳ کے مطابق ہے اور دوسرا جملہ یہ ہے:

''پھر کیا پوچھنا ہے ایسوں کے مرتبے کا؟'' (ص ۵۲۷)

زمانۂ تصنیف:

مکتوب محولۂ بالا میں شمولیت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۲۸: ص ۵۶

☆ بیاض۳: ورق ۴۳، الف ☆ بیاض۴: ورق ۵۷ ب

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۶ء، مطابق حاشیہ: ۲۰۶، مندرجۂ بالا۔

۲۲۹: ص ۵۶

☆ بیاض۳: ورق ۲ ب ☆ بیاض۴: ورق ۵۷، الف

☆ مکتوب یگانہ: مطابق حاشیہ: ۲۲۷، مندرجۂ بالا۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۱ : یاروں کا گلا ہے اور مرزا چُھری

بیاض ۳ و ۴ : ....اور دشمن کی چھری

مصرع ۲ : بنتی نہیں کچھ بات بجز خانہ پُری

بیاض۳ میں یہ مصرع پہلے اس صورت میں تھا:

کچھ بن نہ سکی بات ....

اسے قلم زد کر کے مصرعے کی متبادل صورت لکھی گئی۔

بیاض۴ میں اس مصرعے کا آخری لفظ ''خانہ پُری'' واوین میں ہے۔

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۶ء، مطابق حاشیہ: ۲۲۷، مندرجۂ بالا۔

۲۳۰: ص ۵۶

☆ بیاض۳: ورق ۴۳ ب

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۶ء، مطابق حاشیہ: ۲۰۶، مندرجۂ بالا۔

۲۳۱: ص ۵۷

☆ بیاض۳: ورق ۴۳ ب ☆ بیاض۴: ورق ۵۷، الف

تجدیق میں مصرع ۴ میں لفظ ''پارکر'' اردو میں نہیں، رومن حروف میں لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۳۶ء، مطابق حاشیہ : ۲۰۶، مندرجۂ بالا۔

۲۳۲ : ص ۵۷

☆ بیاض۳ : ورق ۲ ب ☆ بیاض۴ : ورق ۵۷ ، الف

☆ مکتوب یگانہ، مطابق حاشیہ : ۲۲۷، مندرجۂ بالا۔

مکتوب محولۂ بالا میں رباعی کے مصرعِ اوّل :

مغرب زدہ بیدھوں کو نہ یوں چمکارو

کے لفظ ''بیدھا'' پر یہ حاشیہ لکھا ہے :

''بیدھا وہ جس کی مت اوندھی ہوگئی ہو، جو سقراط و ارسطو کے مقابلے میں غازی میاں کو نچاتا پھرے''۔ (ص ۵۲۷)

زمانۂ تصنیف :

۱۹۳۶ء، مطابق حاشیہ : ۲۰۶، مندرجۂ بالا۔

۲۳۳ : ص ۵۷

آیات سوم کی رباعی : ۸۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۰، آیات سوم۔

۲۳۴ : ص ۵۷

☆ ماہنامہ ''شاعر'' بمبئی، سالنامہ ۱۹۵۱ء : ص ۲۳

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''شاعر'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۳۵ : ص ۵۷

آیات سوم کی رباعی : ۱۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۱، آیات سوم۔

۲۳۶ : ص ۵۸

ترانہ م کی رباعی : ۱۳۶ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۳۶، ترانہ م۔

۲۳۷ : ص ۵۸

☆ بیاض۲ : ورق ۳۷ ب ☆ بیاض۴ : ورق ۵۹ ، الف

☆ ماہنامہ ''ادبی دنیا'' لاہور، سالنامہ ۱۹۳۷ء : ص ۲۵

بیاض۴ میں مصرع ۴ پر یہ حاشیہ ہے :

''اندھا نقاد۔ بے خود موہانی''۔

کلیات میں یہ حاشیہ درج کیا گیا ہے مگر بیاض۴ کا حوالہ درج ہونے سے رہ گیا ہے۔

اختلاف نسخ :

مصرع ۴ : اندھا نقاد کنکری چُنتا ہے

بیاض۲ میں پہلے ''ٹھیکری'' لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے ''کنکری'' لکھا گیا۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ "ادبی دنیا" محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۶ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۳۸ : ص ۵۸

ترانہ م کی رباعی : ۱۹۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۹۷، ترانہ م۔

۲۳۹ : ص ۵۸

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۲۴۰ : ص ۵۸

ترانہ م کی رباعی : ۱۹۶ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۹۶، ترانہ م۔

۲۴۱ : ص ۵۹

آیات سوم کی رباعی : ۶۹ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۶۹، آیات سوم۔

۲۴۲ : ص ۵۹

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۶ ب

۲۴۳ : ص ۵۹

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۲۴۴ : ص ۵۹

ترانہ م کی رباعی : ۱۷۸ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۷۸، ترانہ م۔

۲۴۵ : ص ۵۹

☆ بیاض ۲ : ورق ۱۰

اختلاف نسخ :

مصرع ۱ : توبہ، نگہِ شوق جہاں گرتی ہے

بیاض ۲ : ناپاک نظر واہ کہاں گرتی ہے

مصرع ۲ : ہٹتی نہیں کم بخت وہیں سڑتی ہے

بیاض ۲ : کس گند میں کم بخت پڑی سڑتی ہے

۲۴۶ : ص ۶۰

☆ بیاض ۳ : ورق ۱۱، الف

☆ بیاض ۴ : ورق ۶۱، الف

۲۴۷ : ص ۶۰

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۷، الف

☆ بیاض ۴ : ورق ۶۱، الف

☆ مکتوب یگانہ بنام دوارکاداس شعلہ، مؤرخہ ۱۳ر نومبر ۱۹۵۲ء، مخزونہ قومی عجائب گھر کراچی شمار: ۲۰، ۲۱۴، ۱۹۶۳، (اس مکتوب کے آخر میں یہ رباعی ہے)

اختلاف نسخ :

مصرع ۲ : لیلیٰ کو کبھی آپ سے پالا نہ پڑا

مکتوب محولۂ بالا : لیلیٰ کو "چنیں" سے کبھی پالا نہ پڑا

مصرع ۴ : مردہ بھی تمھیں دیکھ کے ہوتا ہے کھڑا

مکتوب : مردہ بھی جسے دیکھ ....

۲۴۸ : ص ۶۰

ترانہ م کی رباعی : ۱۸۵ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۸۵، ترانہ م۔

۲۴۹ : ص ۶۰

ترانہ م کی رباعی : ۱۸۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۸۱، ترانہ م۔

۲۵۰ : ص ۶۰

ترانہ م کی رباعی : ۱۸۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۸۲، ترانہ م۔

۲۵۱ : ص ۶۱

ترانہ م کی رباعی : ۱۷۵ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۷۵، ترانہ م۔

۲۵۲ : ص ۶۱

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۲۵۳ : ص ۶۱

☆ بیاض ۳ : ورق ۱، الف سے پہلے کا زائد ورق جو جلد کے اندرونی حصے پر چسپاں ہے۔

☆ بیاض ۴ : ورق ۵۹ ب

اختلاف نسخ :

مصرع ۳ : کل جگ میں ہوس فضول ہے ست جگ کی

بیاض ۳ : ست جگ کی ہوس فضول ہے کل جگ میں

۲۵۴ : ص ۶۱

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۲۵۵ : ص ۶۱

ترانہ م کی رباعی : ۱۸۹ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۸۹، ترانہ م۔

۲۵۶ : ص ۶۲

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۷ ب و ورق ۴۸ ب ☆ بیاض ۴ : ورق ۵۷ ب

یہ رباعی بوجوہ کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۲۵۷ : ص ۶۲

ترانہ م کی رباعی : ۱۸۴ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۸۴، ترانہ م۔

۲۵۸ : ص ۶۲

ترانہ م کی رباعی : ۱۸۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۸۷، ترانہ م۔

۲۵۹ : ص ۶۲

☆ بیاض ۲ : ورق ۲۶ ب

اختلاف نسخ :

مصرع ۴ : ہر "پھونک" پہ آب دست کر لیتے ہیں

بیاض ۳ : ہر گوز پہ . . . .

۲۶۰ : ص ۶۲

☆ بیاض ۴ : ورق ۵۸ ب

یہ رباعی بوجوہ کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۲۶۱ : ص ۶۳

ترانہ م کی رباعی : ۱۷۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۷۷، ترانہ م۔

۲۶۲ : ص ۶۳

☆ بیاض ۲ : ورق ۲۹ ب و ورق ۳۰، الف ☆ غالب شکن، طبع دوم : ص ۷۲

اختلاف نسخ :

بیاض ۲ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۲۹ ب پر اس کے دو متون ہیں اور دونوں قلم زد کیے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلا متن یہ ہے :

ڈوبے تو بہت ہوں گے ترے کم ہوں گے
طوفان جہالت میں گھرے کم ہوں گے
تم سنگِ ملامت سے ہوئے اور بھی سخت
ایسے بھی یگانہ سر پھرے کم ہوں گے

مصرع ۳ میں "لو" لکھا تھا، اُسے قلم زد کر کے "تم" لکھا گیا۔

دوسرے قلم زدہ متن میں آخری دو مصرعے پہلے متن کے مطابق ہیں۔ پہلے دو مصرعے یوں ہیں :

طوفان جہالت میں گھرے کم ہوں گے
منجدھار میں ڈوب کر ترے کم ہوں گے

ورق ۳۰، الف پر جو متن قلم زد نہیں کیا گیا، اُس میں اور کلیات میں شامل متن میں صرف ایک لفظ کا اختلاف ہے۔ کلیات میں مصرع ۳ میں لفظ "لو" ہے اور بیاض میں "تم"۔

زمانۂ تصنیف :

"غالب شکن" طبع دوم (۱۹۳۵ء) میں شمولیت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۵ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۲۶۳ : ص ۶۳

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۲۶۴ : ص ۶۳

☆ بیاض۳: ورق ۴۳ ، الف

لفظ ''کدّو'' اس رباعی کے مصرع: ۲ میں استعمال ہوا ہے۔ بیاض ۳ میں اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے:

''اہلِ زبان محاورے میں سر کو مزاح کی راہ سے کدو بھی کہتے ہیں''۔

۲۶۵ : ص ۶۳

☆ بیاض۴: ورق ۵۷ ب

س ک :

مصرع ۲ : بگڑا ہوا کھیل پھر بنائے نہ بنا

گنجینہ ق میں لفظ ''نہ'' لکھنے سے رہ گیا ہے۔

۲۶۶ : ص ۶۴

☆ بیاض۳: ورق ۴۴ ، الف ☆ بیاض۴: ورق ۵۸ ، الف

یگانہ نے اپنے خط بنام من موہن تلخ مؤرخہ ۶ رمئی ۱۹۵۵ء میں یہ رباعی درج کی ہے، اور آخر میں یہ وضاحتی الفاظ لکھے ہیں:

''مشاعروں کی ٹوہ میں جورہتے ہیں۔مصرع طرح سنتے ہی ------- '' (میرزا یگانہ کے خطوط، ماہنامہ ''ساقی'' کراچی، ستمبر ۱۹۵۵ء: ص ۶۰)

۲۶۷ : ص ۶۴

آیات سوم کی رباعی : ۸۳ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۳، آیات سوم۔

۲۶۸ : ص ۶۴

☆ بیاض۳: ورق ۴۴ ب

۲۶۹ : ص ۶۴

☆ بیاض۳: ورق ۴۴ ب ☆ بیاض۴: ورق ۵۸ ، الف

۲۷۰ : ص ۶۴

یہ رباعی بوجوہ کلیات میں شامل نہیں کی گئی۔

۲۷۱ : ص ۶۵

یہ رباعی کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۲۷۲ : ص ۶۵

آیات سوم کی رباعی : ۸۸ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۸، آیات سوم۔

۲۷۳ : ص ۶۵

ترانہ م کی رباعی : ۱۸۸ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۸۸، ترانہ م۔

۲۷۴ : ص ۶۵

☆ بیاض۲: ورق ۴ ، الف ☆ بیاض۴: ورق ۶۴ ، الف

☆ ماہنامہ ''یادگار'' لاہور، اکتوبر ۱۹۳۴ء، ص ۱۵

زمانۂ تصنیف:
ماہنامہ ''یادگار'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۳۴ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۷۵: ص ۶۵

☆ بیاض ۲: ورق ۳۷، الف ☆ بیاض ۴: ورق ۵۹ ب

مولوی الطاف حسین کے بارے میں یگانہ نے دو رباعیاں لکھی ہیں جو مذکورہ دونوں بیاضوں میں ہیں۔ گنجینۂ ق میں ان میں سے ایک ہے۔ دوسری رباعی کے لیے رک: غیر مدون کلام، ش: ۳۲۔ یگانہ نے گنجینۂ ق میں مولوی الطاف حسین کے بارے میں جو حاشیہ لکھا ہے، وہ کلیات میں شامل ہے۔ بیاض ۲ میں دونوں رباعیوں کا مشترکہ عنوان یہ ہے:

''نذرِ عقیدت بحضور فیض گنجور سیدی و مولائی مولانا مولوی سید الطاف حسین صاحب
بی اے ہڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ''۔

بیاض ۴ میں جو حاشیہ ہے وہ گنجینۂ ق کے حاشیے سے قدرے مختلف ہے:
''حضرت سیدی و مولائی مولوی الطاف حسین ... اٹاوہ''۔

سید الطاف حسین (پیدائش ۳۱ ر اکتوبر ۱۸۸۱ء بلند شہر۔ وفات ۱۳ ر جون ۱۹۵۷ء، کراچی) برصغیر کے ممتاز ماہرین تعلیم میں سے تھے۔ وہ مولوی بشیر الدین کے قائم کردہ اسلامیہ ہائی اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ مولوی بشیر الدین اور سید الطاف حسین کی وجہ سے اٹاوہ، علی گڑھ کے بعد مسلمانوں کا بہت بڑا تعلیمی مرکز بن گیا تھا۔ سید صاحب کے شاگردوں میں ڈاکٹر ذاکر حسین خان، ڈاکٹر یوسف حسین خان، ڈاکٹر محمود حسین خاں، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اور ڈاکٹر سید محمود جیسے اکابر شامل ہیں۔ سید[*] صاحب کو شعر و شاعری سے بھی گہری دلچسپی تھی۔ جوش، فانی، جگر اور یگانہ سے گہرے ذاتی مراسم تھے اور ان چاروں نے سید صاحب کی عنایات کے نتیجے میں اٹاوہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ یگانہ نے اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ میں کچھ عرصہ بطور استاد کام کیا تھا[*]۔ یگانہ کی بیٹی بلند اقبال لکھتی ہیں:

> ''اُنھوں [یگانہ] نے کسی کی شان میں مدح کے طور پر ایک مصرع بھی نہیں کہا مگر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ کے ہیڈ ماسٹر الطاف حسین قبلہ کی ذات گرامی کچھ اس طرح حسن ذاتی سے مزین تھی جس کے وہ دل کی گہرائیوں سے معترف تھے۔ اُن کا ذکر خیر ہمیشہ بڑے خلوص سے کرتے۔ اُن کی بزرگی برتری کا ذکر سرعام کیا کرتے۔ زندگی میں اگر کسی کی مدح کی تو وہ اُن ہی کی ذات والا صفات تھی۔ دو رباعیاں اُن کے لیے کہی گئی تھیں''۔ (مضمون ''بھائی ابا'' مشمولہ کتابی سلسلہ ''تخلیقی ادب'' شمارہ: ۲، کراچی۔ ۱۹۸۰ء: ص ۴۰۲)

---

* سید الطاف حسین کے حالات زندگی اُن کی سوانح عمری ''حیات جاوداں'' مولفہ احمد الدین مارہروی (مطبوعہ کراچی، سال طبع ندارد) سے ماخوذ ہیں۔

زمانۂ تصنیف:

۲۵-۱۹۲۴ء میں یگانہ کا قیام اٹاوہ میں رہا۔ دونوں رباعیاں اُسی زمانے کی تصنیف ہیں۔

غزلیات

۱: ص ۷۵

آیات دوم کی غزل: ۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱، آیات دوم۔

۲: ص ۷۶

آیات سوم کی غزل: ۵ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۵، آیات سوم۔

۳: ص ۷۷

آیات سوم کی غزل: ۷ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۷، آیات سوم۔

۴: ص ۷۸-۷۷

آیات سوم کی غزل: ۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۳، آیات سوم۔

۵: ص ۷۸

اس غزل کا ابتدائی متن آیات دوم میں ہے اور ترمیم شدہ متن آیات سوم میں۔

تفصیل کے لیے رک: حاشیہ ۲۸، آیات دوم و حاشیہ ۱۰، آیات سوم۔

۶: ص ۷۹

آیات سوم کی غزل: ۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۶، آیات سوم۔

۷: ص ۸۰

آیات سوم کی غزل: ۱۲ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۶ تا ۱۲۔

رک: حاشیہ ۱۲، آیات سوم۔

۸: ص ۸۱

آیات سوم کی غزل: ۱۵ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۵، آیات سوم۔

۹: ص ۸۱

آیات اوّل کی غزل: ۱۰ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۸، ۱۲۔

رک: حاشیہ ۱۰، آیات اوّل۔

۱۰: ص ۸۲

آیات دوم کی غزل: ۲۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۲۳، آیات دوم۔

۱۱: ص ۸۳-۸۲

آیات سوم کی غزل: ۱ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱، آیات سوم۔

۱۲: ص ۸۳

آیات سوم کی غزل: ۱۳ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۳، آیات سوم۔

۱۳: ص ۸۴

آیات سوم کی غزل: ۱۶ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۶، آیات سوم۔

۱۴: ص ۸۵
آیات سوم کی غزل: ۸ کے ۱۳ شعر اور دو زائد اشعار جو کلیات میں آیات سوم ہی کی غزل میں شامل کیے گئے۔
رک: حاشیہ ۸، آیات سوم۔

۱۵: ص ۸۶
آیات اوّل کی غزل: ۲۰ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۱۔
رک: حاشیہ ۲۰، آیات اوّل۔

۱۶: ص ۸۷
آیات اوّل کی غزل: ۲۱ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵ تا ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۴۔
رک: حاشیہ ۲۱، آیات اوّل۔

۱۷: ص ۸۷
نشتر کی غزل: ۱۱ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱، ۶، ۸، ۱۰، ۱۵، ۱۶۔
رک: حاشیہ ۱۱، نشتر۔

۱۸: ص ۸۸
آیات اوّل کی غزل: ۲ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۲، آیات اوّل۔

۱۹: ص ۸۹
آیات سوم کی غزل: ۴ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۴، آیات سوم و حاشیہ ۱۹، آیات اوّل۔

۲۰: ص ۹۰-۸۹
آیات اوّل کی غزل: ۳ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۳، آیات اوّل۔

۲۱: ص ۹۰
نشتر کی غزل: ۹ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱ تا ۵، ۸، ۱۰۔
رک: حاشیہ ۹، نشتر۔

۲۲: ص ۹۱-۹۰
آیات اوّل کی غزل: ۴ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴ تا ۱۲۔
رک: حاشیہ ۴، آیات اوّل۔

۲۳: ص ۹۲-۹۱
آیات اوّل کی غزل: ۶ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱ تا ۶، ۸، ۹، ۱۱ تا ۱۴۔
رک: حاشیہ ۶، آیات اوّل۔

۲۴: ص ۹۲
آیات اوّل کی غزل: ۷ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۵، ۷، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۴ تا ۱۷۔
رک: حاشیہ ۷، آیات اوّل۔

۲۵ : ص ۹۳

آیات اوّل کی غزل : ۸ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۰۔
رک : حاشیہ ۸، آیات اوّل۔

۲۶ : ص ۹۳

نشتر کی غزل : ۱ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶۔
رک : حاشیہ ۱، نشتر۔

۲۷ : ص ۹۴

آیات اوّل کی غزل : ۱۵ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۵، ۷۔
رک : حاشیہ ۱۵، آیات اوّل۔

۲۸ : ص ۹۴

آیات اوّل کی غزل : ۱۲ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۷ تا ۹، ۱۱، ۱۲۔
رک : حاشیہ ۱۲، آیات اوّل۔

۲۹ : ص ۹۵

آیات اوّل کی فارسی غزل : ۹ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۹، آیات اوّل۔

۳۰ : ص ۹۶-۹۵

آیات اوّل کی فارسی غزل : ۱ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱، آیات اوّل۔

۳۱ : ص ۹۶

آیات اوّل کی فارسی غزل : ۹۷ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۹۷، آیات اوّل۔

۳۲ : ص ۹۷

آیات دوم کی فارسی غزل : ۹۶ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۴، ۶ تا ۹۔
رک : حاشیہ ۹۶، آیات دوم۔

۳۳ : ص ۹۸-۹۷

آیات اوّل کی فارسی غزل : ۳۵ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳۵، آیات اوّل۔

۳۴ : ص ۹۸

آیات دوم کی فارسی غزل : ۹۷ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۹۷، آیات دوم۔

۳۵ : ص ۹۹

آیات اوّل کی فارسی غزل : ۹۱ کے یہ ۶ شعر۔ ش: ۱، ۴، ۵، ۱۰ تا ۱۲۔
رک : حاشیہ ۹۱، آیات اوّل۔

۳۶ : ص ۹۹
آیات دوم کی فارسی غزل : ۱۰۴ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۰۴ ، آیات دوم۔

۳۷ : ص ۱۰۰
آیات اوّل کی غزل : ۳۶ کے مطابق۔ ۳ شعروں کے اضافے کے ساتھ۔
رک : حاشیہ ۳۶ ، آیات اوّل۔

۳۸ : ص ۱۰۱-۱۰۰
آیات سوم کی غزل : ۳۸ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳۸ ، آیات سوم۔

۳۹ : ص ۱۰۲
آیات دوم کی غزل : ۳۳ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳۳ ، آیات دوم۔

۴۰ : ص ۱۰۳
نشتر کی غزل : ۲۳ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۶ ، ۸ ، ۹ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۵ ، ۱۶۔
رک : حاشیہ ۲۳ ، نشتر۔

۴۱ : ص ۱۰۴-۱۰۳
آیات اوّل کی غزل : ۳۰ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱، ۴ تا ۹ ، ۱۲ ، ۱۵ ، ۱۶ ، ۱۸ تا ۲۰۔
رک : حاشیہ ۳۰ ، آیات اوّل۔

۴۲ : ص ۱۰۵-۱۰۴
آیات اوّل کی غزل : ۳۴ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳۴ ، آیات اوّل۔

۴۳ : ص ۱۰۶-۱۰۵
آیات اوّل کی غزل : ۳۷ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۳۷ ، آیات اوّل۔

۴۴ : ص ۱۰۷-۱۰۶
آیات اوّل کی غزل: ۲۹ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۲۹ ، آیات اوّل۔

۴۵ : ص ۱۰۸-۱۰۷
آیات اوّل کی غزل: ۳۳ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۴۔
رک : حاشیہ ۳۳ ، آیات اوّل۔

۴۶ : ص ۱۰۸
آیات اوّل کی غزل : ۳۸ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۳ ، ۵ تا ۱۲۔
رک : حاشیہ ۳۸ ، آیات اوّل۔

۴۷ : ص ۱۰۹
آیات سوم کی غزل : ۴۰ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۴۰ ، آیات سوم۔

۴۸ : ص ۱۱۰-۱۰۹
آیات سوم کی غزل: ۱۲۰ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۰ ، ۱۲۔
رک : حاشیہ ۱۲۰ ، آیات سوم۔

۴۹ : ص ۱۱۰

آیات دوم کی غزل : ۱۰٦ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱ تا ٦، ۸ تا ۱۴۔

رک : حاشیہ ۱۰٦، آیات دوم۔

۵۰ : ص ۱۱۱

آیات دوم کی غزل : ۱۰۸ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۰۸، آیات دوم۔

۵۱ : ص ۱۱۲

آیات سوم کی غزل : ۵۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۵۲، آیات سوم۔

۵۲ : ص ۱۱۳

آیات اوّل کی غزل : ۴۰ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۸، تا ۱۴۔

رک : حاشیہ ۴۰، آیات اوّل۔

۵۳ : ص ۱۱۴-۱۱۳

آیات اوّل کی غزل : ۴۷ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱ تا ۹، ۱۲۔

رک : حاشیہ ۴۷، آیات اوّل۔

۵۴ : ص ۱۱۴

نشتر کی غزل : ۲۴ کے یہ ۵ شعر ش : ۵، ٦، ۸، ۹، ۱۲۔ نیز ایک نیا مطلع مطابق آیات سوم، ش: ٦۴۔

رک : حاشیہ ۲۴ نشتر و حاشیہ ٦۴، آیات سوم۔

۵۵ : ص ۱۱۵

آیات اوّل کی غزل : ۴۵ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۸۔

رک : حاشیہ ۴۵، آیات اوّل۔

۵٦ : ص ۱۱۵

آیات اوّل کی غزل : ۴۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۴۱، آیات اوّل۔

۵۷ : ص ۱۱٦

آیات اوّل کی غزل : ۴۳ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۷، ۹، ۱۰، ۱۲ تا ۱۴۔

رک : حاشیہ ۴۳، آیات اوّل۔

۵۸ : ص ۱۱٦

نشتر کی غزل : ۲۸ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۱۱، ۱۳ تا ۱٦۔

رک : حاشیہ ۲۸، نشتر۔

۵۹ : ص ۱۱۷

نشتر کی غزل : ۲۶ کے یہ ۵ شعر۔ ش : ۱، ۴، ۶، ۷، ۱۴۔

رک : حاشیہ ۲۶، نشتر۔

۶۰ : ص ۱۱۷

آیات اوّل کی غزل : ۴۹ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۴۹، آیات اوّل۔

۶۱ : ص ۱۱۸-۱۱۷

آیات اوّل کی غزل : ۴۸ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش : ۱ تا ۶، ۸ تا ۱۱۔

رک : حاشیہ ۴۸، آیات اوّل۔

۶۲ : ص ۱۱۸

آیات دوم کی غزل : ۵۱ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش : ۱، ۳ تا ۱۱۔

رک : حاشیہ ۵۱، آیات دوم۔

۶۳ : ص ۱۱۹

آیات سوم کی غزل : ۵۷ کے مطابق اور ایک زائد شعر

رک : حاشیہ ۵۷، آیات سوم۔

۶۴ : ص ۱۲۰-۱۱۹

آیات سوم کی غزل : ۵۶ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش : ۱، ۳ تا ۱۱۔

رک : حاشیہ ۵۶، آیات سوم۔

۶۵ : ص ۱۲۰

آیات سوم کی غزل : ۸۷ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۸۷، آیات سوم۔

۶۶ : ص ۱۲۱

آیات سوم کی غزل : ۵۴ کے مطابق اور ایک زائد شعر۔

رک : حاشیہ ۵۴، آیات سوم۔

۶۷ : ص ۱۲۲-۱۲۱

آیات سوم کی غزل : ۵۸ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۵۸، آیات سوم۔

۶۸ : ص ۱۲۳

آیات اوّل کی غزل : ۵۶ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش : ۱ تا ۵، ۷ تا ۹، ۱۱ تا ۱۳۔

رک : حاشیہ ۵۶، آیات اوّل۔

۶۹ : ص ۱۲۴

آیات اوّل کی غزل : ۵۷ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵ تا ۱۰، ۱۳، ۱۵ تا ۱۸۔

رک : حاشیہ ۵۷، آیات اوّل۔

۷۰ : ص ۱۲۵

آیات اوّل کی غزل : ۵۸ کے یہ ۱۳ شعر۔ ش: ۱ تا ۷، ۹ تا ۱۴۔

رک : حاشیہ ۵۸، آیات اوّل۔

۷۱ : ص ۱۲۷-۱۲۶

آیات سوم کی غزل : ۸۶ کے یہ ۲۲ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۵، ۱۷ تا ۲۳۔

رک : حاشیہ ۸۶، آیات سوم۔

۷۲ : ص ۱۲۸

آیات سوم کی غزل : ۱۲۲ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۲۲، آیات سوم۔

۷۳ : ص ۱۲۹

آیات دوم کی غزل : ۸۸ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۱۔ اور ایک زائد شعر۔

رک : حاشیہ ۸۸، آیات دوم۔

۷۴ : ص ۱۳۰-۱۲۹

آیات دوم کی غزل : ۸۹ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۸، ۱۰۔ اور ایک زائد شعر۔

رک : حاشیہ ۸۹، آیات دوم۔

۷۵ : ص ۱۳۰

آیات دوم کی غزل : ۹۱ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۱۲۔

رک : حاشیہ ۹۱، آیات دوم۔

۷۶ : ص ۱۳۱

آیات سوم کی غزل : ۱۰۶ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۰۶، آیات سوم۔

۷۷ : ص ۱۳۱

آیات سوم کی غزل : ۱۰۳ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۰۳، آیات سوم۔

۷۸ : ص ۱۳۲

آیات سوم کی غزل : ۱۰۱ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۱۰۱، آیات سوم۔

۷۹ : ص ۱۳۳-۱۳۲

آیات دوم کی غزل : ۹۰ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۹۰، آیات دوم۔

۸۰ : ص ۱۳۳

آیات سوم کی غزل : ۱۰۷ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵ تا ۱۳۔

رک : حاشیہ ۱۰۷، آیات سوم۔

۸۱ : ص ۱۳۴

آیات سوم کی غزل: ۹۹ کے مطابق اور ۲ زائد شعر جو کلیات میں آیات سوم کی اسی غزل میں شامل کیے گئے۔

رک : حاشیہ ۹۹، آیات سوم۔

۸۲ : ص ۱۳۵

آیات سوم کی غزل : ۱۰۲ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵ تا ۸۔

رک : حاشیہ ۱۰۲، آیات سوم۔

۸۳ : ص ۱۳۶-۱۳۵

آیات سوم کی غزل : ۱۰۵ کے مطابق اور ایک زائد شعر جو کلیات میں آیات سوم کی اسی غزل میں شامل کیا گیا۔

رک : حاشیہ ۱۰۵، آیات سوم۔

۸۴ : ص ۱۳۷-۱۳۶

آیات اوّل کی غزل : ۶۶ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۶۶، آیات اوّل۔

۸۵ : ص ۱۳۸-۱۳۷

آیات سوم کی غزل: ۱۱۲ کے مطابق جس میں ۱۲ شعر ہیں اور یہ سب شعر آیات اوّل کی غزل : ۶۸ میں شامل ہیں۔ ش: ۱، ۴ تا ۷، ۹ تا ۱۵۔

رک : حاشیہ ۶۸، آیات اوّل و حاشیہ ۱۱۲، آیات سوم۔

۸۶ : ص ۱۳۸

آیات اوّل کی غزل : ۶۴ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۶۴، آیات اوّل۔

۸۷ : ص ۱۳۹

آیات اوّل کی غزل : ۶۵ کے یہ ۴ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۴، ۷۔

رک : حاشیہ ۶۵، آیات اوّل۔

۸۸ : ص ۱۳۹

آیات اوّل کی غزل : ۶۹ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۲، ۳، ۵ تا ۷۔

رک : حاشیہ ۶۹، آیات اوّل۔

۸۹ : ص ۱۳۹

آیاتِ اوّل کی غزل : ۵۹ کے مطابق۔

رک : حاشیہ ۵۹ ، آیاتِ اوّل۔

۹۰ : ص ۱۴۰

نشتر کی غزل : ۳۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۵، ۱۱ تا ۱۴۔

رک : حاشیہ ۳۶ ، نشتر۔

۹۱ : ص ۱۴۰

نشتر کی غزل : ۳۵ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۷، ۹، ۱۲ تا ۱۴، ۱۶۔

رک : حاشیہ ۳۵ ، نشتر۔

۹۲ : ص ۱۴۱

آیاتِ اوّل کی غزل : ۷۲ کے یہ ۵ شعر۔ ش: ۱، ۳، ۵، ۶، ۸۔

رک : حاشیہ ۷۲ ، آیاتِ اوّل۔

۹۳ : ص ۱۴۱

آیاتِ اوّل کی غزل : ۷۴ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱ تا ۷۔

رک : حاشیہ ۷۴ ، آیاتِ اوّل۔

۹۴ : ص ۱۴۲-۱۴۱

آیاتِ اوّل کی غزل : ۸۷ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵، ۷ تا ۱۰، ۱۲، ۱۳۔

رک : حاشیہ ۸۷ ، آیاتِ اوّل۔

۹۵ : ص ۱۴۳-۱۴۲

آیاتِ اوّل کی غزل : ۷۶ کے مطابق۔ اس فرق کے ساتھ کہ پرانا مقطع حذف کر کے نیا مقطع غزل میں شامل کیا گیا ہے۔

رک : حاشیہ ۷۶ ، آیاتِ اوّل۔

۹۶ : ص ۱۴۳

آیاتِ اوّل کی غزل : ۸۶ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۶ تا ۱۱۔

رک : حاشیہ ۸۶ ، آیاتِ اوّل۔

۹۷ : ص ۱۴۴

آیاتِ اوّل کی غزل : ۸۰ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۶ تا ۸، ۱۰، ۱۴، ۱۶۔

رک : حاشیہ ۸۰ ، آیاتِ اوّل۔

۹۸ : ص ۱۴۵-۱۴۴

آیاتِ اوّل کی غزل : ۸۷ کے یہ ۱۰ شعر۔ ش: ۱، ۲، ۴، ۶، ۷، ۹ تا ۱۳۔

رک : حاشیہ ۸۷ ، آیاتِ اوّل۔

۹۹: ص ۱۴۵

آیات اوّل کی غزل: ۸۵ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۳۔

رک: حاشیہ ۸۵، آیات اوّل۔

۱۰۰: ص ۱۴۶

آیات اوّل کی غزل: ۸۱ کے یہ ۱۲ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۶ تا ۱۴۔

رک: حاشیہ ۸۱، آیات اوّل۔

۱۰۱: ص ۱۴۷

آیات اوّل کی غزل: ۸۳ کے یہ ۹ شعر۔ ش: ۱ تا ۴، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴۔

رک: حاشیہ ۸۳، آیات اوّل۔

۱۰۲: ص ۱۴۷-۱۴۸

نشتر کی غزل: ۴۲ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۲، ۳، ۵، ۱۳، ۱۴، ۱۶ تا ۲۱۔

رک: حاشیہ ۴۲، نشتر۔

۱۰۳: ص ۱۴۸

آیات اوّل کی غزل: ۸۲ کے یہ ۷ شعر۔ ش: ۱، ۳ تا ۷، ۹۔

رک: حاشیہ ۸۲، آیات اوّل۔

۱۰۴: ص ۱۴۸-۱۴۹

آیات اوّل کی غزل: ۸۹ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱ تا ۳، ۵ تا ۷، ۹، ۱۰۔

رک: حاشیہ ۸۹، آیات اوّل۔

۱۰۵: ص ۱۴۹

آیات اوّل کی غزل: ۹۰ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۹۰، آیات اوّل۔

۱۰۶: ص ۱۵۰

آیات اوّل کی غزل: ۸۸ کے یہ ۱۱ شعر۔ ش: ۱ تا ۱۰، ۱۳۔

رک: حاشیہ ۸۸، آیات اوّل۔

۱۰۷: ص ۱۵۰-۱۵۱

آیات سوم کی غزل: ۱۰۴ کے یہ ۸ شعر۔ ش: ۱، ۴ تا ۱۰۔

رک: حاشیہ ۱۰۴، آیات سوم۔

۱۰۸: ص ۱۵۱-۱۵۲

آیات سوم کی غزل: ۱۲۴ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۲۴، آیات سوم۔

۱۰۹: ص ۱۵۲

آیات سوم کی غزل: ۱۲۷ کے مطابق۔

رک: حاشیہ ۱۲۷، آیات سوم۔

۱۱۰ : ص ۱۵۳
آیات سوم کی غزل : ۱۲۵ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۲۵، آیات سوم۔

۱۱۱ : ص ۱۵۴
آیات اوّل کی غزل : ۶۰ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۶۰، آیات اوّل۔

۱۱۲ : ص ۱۵۴
آیات اوّل کی غزل : ۱۰۰ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۱۰۰، آیات اوّل۔

۱۱۳ : ص ۱۵۵
گنجینہ م کی غزل : ۱۱۶ کے یہ ۱۲ شعر۔ش : ۱، ۳ تا ۱۳۔
رک : حاشیہ ۱۱۶، گنجینہ م (غ)۔

۱۱۴ : ص ۱۵۶-۱۵۵
آیات اوّل کی غزل : ۰۷ کے یہ ۱۱ شعر۔ش : ۱ تا ۷، ۹ تا ۱۲۔
رک : حاشیہ ۰۷، آیات اوّل۔

۱۱۵ : ص ۱۵۶
آیات اوّل کی غزل : ۱۷ کے یہ ۱۱ شعر۔ش : ۱ تا ۱۰، ۱۲۔
رک : حاشیہ ۱۷، آیات اوّل۔

۱۱۶ : ص ۱۵۷
آیات اوّل کی غزل : ۵۷ کے یہ ۹ شعر۔ش : ۱، ۲، ۶ تا ۱۲۔
رک : حاشیہ ۵۷، آیات اوّل۔

۱۱۷ : ص ۱۵۸-۱۵۷
☆ ماہنامہ ''ماہِ نو'' کراچی، مارچ ۱۹۵۰ء : ص ۵۲

زمانۂ تصنیف :
رسالہ ''ماہِ نو'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۴۹ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۱۱۸ : ص ۱۱۸
یہ غزل کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۱۹ : ص ۱۵۹ (مثلث)
آیات دوم، ش : ۲۴ کے مطابق۔
رک : حاشیہ ۲۴، آیات دوم۔

۱۲۰ : ص ۱۶۰ (مثلث)
آیات اوّل، ش : ۲۸ کے یہ ۵ بند۔ش : ۱، ۲، ۴ تا ۶۔
رک : حاشیہ ۲۸، آیات اوّل۔

۱۲۱ : ص ۱۶۱-۱۶۰
☆ ماہنامہ ''آج کل'' دہلی، ستمبر ۱۹۵۲ء : ص ۳

اختلاف نسخ :

شعر ۷، مصرع ۲ : اندھیرا ہی اندھیرا ہو تو ٹھہرے میہماں کب تک

رسالہ ''آج کل'' میں ''ہے'' بجائے ''ہو''۔

۱۲۲ : ص ۱۶۲-۱۶۱

یہ غزل کسی دوسرے ماخذ میں نہیں۔

۱۲۳ : ص ۱۶۲

☆ مسودۂ غزل بقلم یگانہ

☆ ماہنامہ ''شاہ راہ'' دہلی، سالنامہ، جنوری، فروری ۱۹۵۵ء : ص ۱۹۱

مرتبِ کلیات کے پاس اس غزل کا اصل ابتدائی مسودہ ہے۔ یہ ۲۱×۳۴ س م سائز کے مٹیالے رنگ کے کاغذ پر ہے جس کے ایک طرف انگریزی میں ایک انشائیہ نما تحریر چھپی ہوئی ہے جس کا عنوان ہے A Re-Union اور مصنف کا نام ہے S.L.Pathy ۔ اس تحریر کی پشت کا صفحہ سادہ ہے جسے یگانہ نے استعمال کیا ہے۔ ورق کو چوڑائی کی طرف سے چار برابر حصوں میں تہ کیا گیا ہے۔ پہلے اور دوسرے حصے میں غزل لکھی ہے۔ اولاً پنسل سے اور پنسل ہی سے ترامیم ہیں۔ بعد ازاں پنسل سے لکھے ہوئے حروف کو روشنائی سے واضح کیا گیا ہے۔ اس کاغذ پر سب سے اوپر یگانہ نے قافیے لکھے ہیں جو یہ ہیں : آفت، دولت، صورت، قیامت، شامت، کدورت، مروت، نوبت، غفلت، غیرت، طبیعت، نسبت، حیرت۔ ۱۳ مکمل شعر لکھے ہیں جن میں سے ۷ شعر گنجینۂ ق کی غزل میں شامل ہیں (ش : ۱،۲،۴ تا ۸)۔ باقی ۶ شعر غزل میں شامل نہیں کیے گئے۔ رک : باقیات ۴۴۔

مسودے میں مندرجہ ذیل مصرعے قلم زد کیے گئے ہیں :

(۱) : پھر کوئی آفت آئی، پھر کوئی آیت آئی

(۲) : کس پر طبیعت آئی یہ کیسی آفت آئی

(۳) : دل تو یہ چاہتا تھا مُردیاں نہ دُکھنے پائے

(۴) : نازک مزاجیوں سے آخر یہ نوبت آئی

(۵) : حیران ہوں الٰہی کیسی یہ دولت آئی

(۶) : قدموں سے اُن کے لپٹی پھر کیوں قیامت آئی

(۷) : کس پر طبیعت آئی کیوں کر طبیعت آئی

(۸) : .... کرتے کرتے آخر یہ نوبت آئی

(۹) : .... سے دل میں یہ طاقت آئی

آخری دو مصرعوں کے ابتدائی الفاظ ناخوانا ہیں۔

کاغذ کی اُس جانب جہاں انشائیہ نما انگریزی تحریر ہے، اُوپر کے بائیں کونے میں ایک دوسری غزل کے تین شعر اور ایک مصرع لکھا ہے۔ رک : غزل و حاشیہ ۹۹، غیر مدون کلام۔

رسالہ ''شاہ راہ'' محولۂ بالا میں یہ غزل ۷ شعروں پر مشتمل ہے۔ اس کا مطلع گنجینۂ ق اور مسودۂ غزل دونوں سے مختلف ہے۔ رک : ضمیمہ ۲، ش ۲۳۔ ''شاہ راہ'' میں کلیات کے یہ ۶ شعر ملتے ہیں۔ ش : ۲، ۳، ۵ تا ۸۔

اختلاف نسخ :

شعر۱، مصرع۱ : یہ انقلاب کیسا یہ کیا قیامت آئی
مسودہ : برپا ہے حشر، آخر یہ کیا قیامت آئی
شعر۵، مصرع۱ : ترسی ہوئی نگاہیں عالم وہ رنگ و بو کا
مسودہ : ترسی ہوئی نگاہیں .... وہ کثرت
(اس مصرعے کے درمیان کے الفاظ ناخوانا ہیں)
شعر۵، مصرع۲ : اب کیا بتاؤں نیت کیوں کر سلامت آئی
رسالہ ''شاہ راہ'' : اب کیا بتائیں نیت ....
شعر۶، مصرع۱ : کچھ ایسی منہ کی کھائی توبہ بھی بھول بیٹھے
مسودہ : .... کھائی ہنسنا بھی ....
شعر۶، مصرع۲ : اوروں پہ ہنستے ہنستے اپنی بھی شامت آئی
مسودہ : .... ہنستے آخر یہ نوبت آئی

زمانۂ تصنیف :

۱۹۴۷-۵۰ء۔ یہ غزل گنجینہ م کی ترتیب (۱۹۴۶ء) کے بعد اور گنجینہ ق کی ترتیب (۱۹۵۱ء) سے پہلے لکھی گئی۔

۱۲۴ : ص۱۶۳

☆ بیاض۵ : ورق ۸۰، الف تا ورق۸۱، الف
☆ مسودۂ غزل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی۔
☆ مکتوب یگانہ، بنام دوارکا داس شعلہ، مؤرخہ ۱۰/اپریل ۱۹۴۹ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی۔

گنجینہ ق میں اس غزل میں ۱۳ شعر ہیں۔ مسودہ بخط شعلہ میں بھی ۱۳ شعر ہیں۔ لیکن گنجینہ کی غزل کا ایک شعر (ش: ۳) اس میں نہیں ہے اور ایک شعر گنجینہ ق کی غزل سے زائد ہے۔ یہ شعر کلیات میں مقطعے سے پہلے غزل میں شامل کر دیا گیا ہے۔ ایک شعر بوجوہ حذف کیا گیا ہے۔ اس طرح کلیات میں یہ غزل ۱۳ شعروں پر مشتمل ہے۔ بیاض ۵ میں غزل گنجینہ ق کے مطابق ہے، سوائے اس کے کہ ایک مصرع قدرے مختلف صورت میں ہے۔ رک : اختلاف نسخ، مندرجۂ ذیل۔

اختلاف نسخ :

شعر۳، مصرع۲ : آپ ہی اپنی سزا حسن پشیماں کیوں نہ ہو
بیاض ۵ : اپنی آنکھوں میں سبک حسن ....
شعر۴، مصرع۲ : دست قدرت ہے تو پیدا کیوں ہو، پنہاں کیوں نہ ہو
بیاض ۵ و مسودہ بخط شعلہ : .... کیوں ہے، پنہاں .....
مکتوب یگانہ : دست قدرت ہے تو پھر پردے میں پنہاں کیوں نہ ہو

شعر۹، مصرع ۲ : ساتھ دے فطرت تو مشکل اپنی آساں کیوں نہ ہو
مسودہ بخطِ شعلہ : جذبِ صادق ہو تو پھر دشوار آساں کیوں نہ ہو
شعر۱۳، مصرع ۲ : ماسوا سے چشم پوشی عینِ ایماں کیوں نہ ہو
مسودہ بخطِ شعلہ : حق شناسی کفر کیوں ہو عینِ...............

زمانۂ تصنیف:

مکتوب یگانہ، محولہ بالا کے آخر میں یگانہ نے اس غزل کے ۴ شعر لکھے ہیں (ش: ۱، ۲، ۴، ۵)۔ اس بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۴۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۵: ص ۱۶۴-۱۶۳

یہ غزل کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔

۱۲۶: ص ۱۶۴

یہ غزل کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ہے۔ ایک شعر بوجوہ حذف کیا گیا۔

۱۲۷: ص ۱۶۵

☆ مسودہ بخطِ یگانہ ☆ ماہنامہ "ہمایوں" لاہور، جنوری ۱۹۵۱ء: ص ۳۲

تینوں ماخذوں میں یہ غزل ۱۰ شعروں پر مشتمل ہے۔ مرتبِ کلیات کے پاس اس غزل کا مسودہ بخطِ یگانہ موجود ہے۔ (۲۲×۱۷ س م سائز کے نیلے رنگ کے کاغذ پر) یہ وہ مسودہ ہے جو ماہنامہ "آج کل" دہلی میں اشاعت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اس کے اوپر کے بائیں کونے میں "آج کل کے لیے (خاص)" کے الفاظ لکھے ہیں اور دائیں کونے میں یگانہ کا نام اور پتا لکھا ہے: "میرزا یگانہ چنگیزی۔ سلطان بہادر روڈ، منصور نگر، لکھنؤ"۔ اس میں سے نام رہنے دیا ہے اور پتا قلم زد کر دیا ہے۔ یہ پتا غزل کے خاتمے پر درج کیا گیا ہے اور اس کے نیچے یہ عبارت لکھی ہے: "مصنف نے آخر میں اپنا جو پتا لکھا ہے، اُسی طرح چھاپا جائے تو آپ کا کیا نقصان ہے۔ قلم زد کر دینے سے کیا فائدہ ہے"؟ اس یک سطری عبارت کو نمایاں کرنے کے لیے اس کے اوپر اور نیچے سرخ پنسل سے لکیریں کھینچی گئی ہیں۔ اس غزل کے ایک شعر:

وطن کو چھوڑ کے پہنچا غریب جنّت میں
یہاں سے اور کہاں جائے کس جگہ جائے

کے مصرعِ اوّل کے الفاظ "جنت میں" کے نیچے خط کھینچ کر لفظ "پاکستان" لکھا گیا ہے۔ دوسرے مصرعے کے الفاظ "کس جگہ جائے" کے نیچے خط کھینچ کر الفاظ "جہنم میں" لکھے گئے ہیں۔ خیال ہے کہ انھیں الفاظ کی وجہ سے غزل حکومت ہند کے سرکاری رسالے "آج کل" میں نہیں چھپی ہوگی اور مصنف کو واپس کردی گئی ہوگی۔ یگانہ نے اس کاغذ کو ضائع نہیں کیا۔ اس کی پشت کے آدھے حصے میں غزل: "بندھی ہے ٹکٹکی، آپس میں گفتگو نہ سہی" (غیر مدون کلام، ش: ۹۹) کا اوّلیں مسودہ ہے جس میں کاٹ چھانٹ کی گئی ہے اور باقی آدھے صفحے میں یگانہ نے اس غزل کو صاف کیا ہے۔

مندرجہ بالا شعر کے متبادل الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یگانہ کا اشارہ کسی خاص فرد کی طرف ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ ان الفاظ کے مشارٌ الیہ آغا جان (ابن یگانہ) ہیں جو اُن دنوں (۱۹۵۰ء) پاکستان میں تھے۔ یگانہ کے دوسرے بیٹے حیدر میرزا بھی پاکستان میں تھے لیکن نسبتاً بہتر حالات میں تھے۔ بیگم یگانہ اُس وقت تک پاکستان نہیں آئی تھیں۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''ہمایوں'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس غزل کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۰ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

متفرقات

۱۲۸: ص ۱۶۶

(۱) نشتر کی غزل: ۲ کا مقطع۔
رک: حاشیہ ۲، نشتر۔

(۲) نشتر کی غزل: ۱۳ کا ایک شعر (ش: ۱۱)
رک: حاشیہ ۱۳، نشتر۔

(۳) نشتر کی غزل: ۲۵ کے یہ ۳ شعر۔ ش: ۱، ۹، ۱۱۔
رک: حاشیہ ۲۵، نشتر۔

(۴) آیات دوم کی غزل: ۵۵ کے یہ ۲ شعر۔ ش: ۲، ۳۔
رک: حاشیہ ۵۵، آیات دوم۔

(۵) بیاض ۴: ورق ۴۸ ب

بیاض ۴ میں ان اشعار کا عنوان ''مزاحیہ'' ہے جب کہ گنجینہ ق میں کوئی عنوان نہیں۔ گنجینہ ق میں ابتدائی تین شعروں سے پہلے جو الفاظ لکھے ہیں (سوال، جواب، جواب الجواب) وہ مذکورہ بیاض میں نہیں ہیں۔

(۶) آیات سوم کی غزل: ۵۱ کے مطابق۔
رک: حاشیہ ۵۱، آیات سوم۔

☆☆☆

غیر مدوّن کلام

۱: رباعی

☆ ترانۂ ق: ص ۱۵۱ ☆ بیاض ۱: ورق ۶۱، الف و ب

بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۶۱، الف پر اسے قلم زد کر دیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : تھے دشمن و دوست سب اُسی کے دم سے

بیاض ۱، قلم زدہ متن : دل کے دم تک تھے دوست بھی دشمن بھی

اس مصرعے کو بھی قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا ہے جو کلیات میں ہے۔

ترانۂ ق میں رباعی کا عنوان: ''دونوں پہلو آباد''۔

۲: رباعی

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، فروری ۱۹۱۶ء: ص ۷

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نظارہ'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۱۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳: رباعی

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، فروری ۱۹۱۶ء: ص ۷

زمانۂ تصنیف:

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۲، مندرجہ بالا۔

۴: رباعی

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، فروری ۱۹۱۶ء: ص ۷

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۲، مندرجہ بالا۔

۵ : رباعی

☆ ترانہ ق : ص ۱۴۳ ☆ ماہنامہ ''چاند'' الٰہ آباد، مارچ ۱۹۳۰ء : ص ۲۹۰

اختلاف نسخ :

ترانہ ق میں عنوان : ''ہنسنے والا تو کون''۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''چاند'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶ : رباعی

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، نومبر ۱۹۱۵ء : ص ۳۱

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نظارہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۱۵ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۷ : رباعی

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، نومبر ۱۹۱۵ء : ص ۳۱

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۶، مندرجہ بالا۔

۸ : رباعی

☆ ترانہ ق : ص ۱۷۵ و ص ۲۰۲

ص ۱۷۵ پر یہ رباعی قلم زد کی گئی ہے۔ بعد میں اسے ص ۲۰۲ پر مجموعے کے اُس حصے میں لکھا ہے جس میں مزاحیہ رباعیاں ہیں۔

عنوان : ''پالا ہے مرے ہاتھ''۔

۹ : رباعی

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، نومبر ۱۹۱۵ء : ص ۳۱ ☆ کچکول : ص ۷۶

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۶، مندرجہ بالا۔

۱۰ : رباعی

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، نومبر ۱۹۱۵ء : ص ۳۱

زمانۂ تصنیف:

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۶، مندرجہ بالا۔

۱۱: رباعی

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، نومبر ۱۹۱۵ء: ص ۳۱

زمانۂ تصنیف:

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۶، مندرجہ بالا۔

۱۲: رباعی

☆ بیاض ۱: ورق ۴۹ ب و ورق ۶۰ ب

بیاض ۱ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۶۰ ب پر اسے قلم زد کیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۱ : ہاتھ آئے گا کیا سہل نیا مال کہیں

قلم زدہ متن : ہاتھ آئے گا ہر روز نیا مال کہیں

مصرع ۲ : ہر ایک سے چل سکتے ہو یہ چال کہیں

قلم زدہ متن : ہر ایک پہ چل جائے گی یہ چال کہیں

۱۳: رباعی

☆ ترانہ ق: ص ۱۱۰

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جنوری ۱۹۲۸ء: ص ۶۷

ترانہ ق میں عنوان: ''رنگ میں بھنگ''۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولہ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۴: رباعی

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، نومبر ۱۹۱۵ء: ص ۳۱

اختلاف نسخ:

یگانہ نے یہ رباعی اپنے ایک مضمون ''دامن گلچیں'' (ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، جنوری ۱۹۱۷ء: ص ۱۴) میں شامل کی ہے۔ اس میں مصرع اوّل قدرے مختلف ہے۔

مصرع ۱ : حاسد کو غم و رنج سے چارا ہی نہیں

مذکورہ مضمون : حاسد کو مصیبتوں سے چارا ہی نہیں

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۶، مندرجۂ بالا۔

۱۵ : رباعی

☆ کچکول : ص ۶۷ ☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، فروری ۱۹۱۶ء : ص ۷۱

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۲، مندرجۂ بالا۔

۱۶ : رباعی

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، فروری ۱۹۱۶ء : ص ۷۱

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۲، مندرجۂ بالا۔

۱۷ : رباعی

☆ ترانہ ق : ص ۷۵ ☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور، جون ۱۹۲۸ء : ص ۴۹۱

ترانہ ق میں عنوان : ''کیا کہیے''۔ اس سے پہلے یہ عنوان لکھا تھا : ''راہ کھوئی کیوں ہوئی''۔ بعد میں یہ عنوان قلم زد کیا گیا۔

اختلاف نسخ :

مصرع ۴ : کھوئی ہوئی کیوں بندۂ درگاہ کی راہ

رسالہ ''زمانہ'' : کیوں بند ہوئی بندۂ درگاہ . . .

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''زمانہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۸ : رباعی

☆ ترانہ ق : ص ۱۱۲

☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، اپریل ۱۹۲۹ء : ص ۳۴۰

ترانہ ق میں عنوان : ''بسم اللہ دل لگائیے''۔

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''ہمایوں'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۹ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۹ : رباعی

☆ بیاض ۱ : ورق ۱۰۱ ب

۲۰ : رباعی

☆ گلکول : ص ۶۷

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، فروری ۱۹۱۶ء : ص ۷۱

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۲، مندرجۂ بالا۔

۲۱ : رباعی

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، ستمبر ۱۹۲۸ء : ص ۶

زمانۂ تصنیف :

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۸ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۲۲ :

یہاں ایک غیر متعلقہ حاشیہ درج ہوگیا تھا جس کا علم دورانِ طباعت ہوا۔ یہ حاشیہ حذف کیا گیا۔

۲۳ : رباعی

☆ گلکول : ص ۲۱

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، نومبر ۱۹۱۵ء : ص ۳۱-۳۰

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۵ء، مطابق حاشیہ ۶، مندرجۂ بالا۔

۲۴ : پانچ شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۵۳، الف

۲۵ : دو شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۱ سے قبل کا زائد ورق، الف۔

۲۶ : قطعہ

☆ بیاض ۱ : ورق ۵۶ ب

بیاض میں یہ قطعہ قلم زد کیا گیا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۴ء (مطابق سالِ تصنیف، چراغِ سخن، طبع اوّل)

۲۷ : ایک شعر

☆ چراغِ سخن، طبع اوّل : سرورق

۲۸ : ایک شعر

☆ چراغِ سخن، طبع اوّل : ص ۷۵

☆ چراغِ سخن، طبع دوم : ص ۱۱۵

یہ شعر ''چراغِ سخن'' میں بحرِ طویل کے دو اوزان فعولن مفاعیلن فعولن مفاعلن اور فعولن مفاعلن فعولن مفاعلن کے اجتماع کی مثال میں پیش کیا گیا ہے۔ دونوں مصرعے بالترتیب ان دونوں اوزان میں ہیں۔

''چراغِ سخن'' طبع دوم میں یاس نے مصرع اوّل میں اپنے تخلص کی جگہ ایک فرضی تخلص ''نسیم'' لکھا ہے جس سے مصرعے کی صورت یہ ہوگئی ہے :

محبت رقیبوں سے عداوت نسیم سے

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۴ء (مطابقِ سالِ تصنیف ، چراغِ سخن، طبعِ اوّل)

۲۹ : دو شعر

☆ چراغِ سخن، طبعِ اوّل ، ص ۷۰ ☆ چراغِ سخن، طبعِ دوم : ص ۱۰۴

☆ ماہنامہ ''خیال'' ہاپوڑ، جنوری ۱۹۱۶ء : ص ۱۳-۱۲

یہ دو شعر ''چراغِ سخن'' میں بحرِ مضارع کی بحث میں درج کیے گئے ہیں۔ پہلا شعر بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور یا محذوف (مفعول فاع لات مفاعیل فاع لات یا فاعلن) کی مثال میں اور دوسرا شعر بحرِ مضارع مثمن اخرب سالم مقصور یا محذوف (مفعول فاع لاتن مفعول فاع لات یا فاعلن) کی مثال میں ہے۔ یاس نے ان کے بارے میں یہ نوٹ لکھا ہے :

> ''ان دونوں وزنوں کا اجتماع جائز ہے۔ تیسرے رکن پر ... تسکینِ اوسط کا زحاف واقع ہوتا ہے''۔

زیرِ نظر کلیات کی ترتیب کے بعد وہ غزل مکمل دستیاب ہوگئی جس کے دو شعر زیرِ بحث ہیں۔ مکمل غزل کے لیے رک : ضمیمہ ۲، ش ۳۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۴ء - ان اشعار کا زمانۂ تصنیف ، چراغِ سخن، طبعِ اوّل کے زمانۂ تصنیف کے مطابق متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۰ : تین شعر

☆ چراغِ سخن، طبعِ دوم : ص ۱۳۰ ، ۱۳۸ تا ۱۶۱

اکتوبر ۱۹۱۵ء میں یاس نے اپنے ادبی حریفوں عزیز لکھنوی، ثاقب لکھنوی اور صفی لکھنوی کو نیچا دکھانے کے لیے ایک فرضی نام سے خط لکھا اور اپنے تین شعروں کی تقطیع اور تحقیقِ وزن کی فرمائش کی۔ عزیز وصفی نے تو اس خط کا کوئی جواب نہ دیا، ثاقب نے رائے لکھ بھیجی۔ اس رائے پر یاس نے ایک تنقیدی مضمون لکھا اور ثاقب کی عروضی معلومات کا مضحکہ اُڑایا۔ اس پر اُس زمانے کے مشہور ادبی رسالوں میں بحث چھڑ گئی۔ یاس نے اس سلسلے کے اپنے مضامین ''چراغِ سخن'' میں شامل کیے ہیں جو اس کتاب میں ص ۱۳۸ سے ص ۱۶۱ تک ہیں۔ یاس نے بتایا ہے کہ اُن کے یہ اشعار بحرِ منسرح کے مندرجۂ ذیل اوزان میں ہیں جن میں خبن ، طے اور تسکینِ اوسط کے زحافات واقع ہوئے ہیں:

شعر ۱، مصرع ۱ :	مفتعلن	فاعلات	مفتعلن	فاعلن
مصرع ۲ :	مفتعلن	فاعلات	مفاعلن	فاعلن
شعر ۲، مصرع ۱ :	مفعولن	فاعلن	مفاعلن	فاعلن
مصرع ۲ :	مفاعلن	فاعلن	مفتعلن	فاعلن
شعر ۳، مصرع ۱ :	مفتعلن	فاعلن	مفتعلن	فاعلن
مصرع ۲ :	مفعولن	فاعلن	مفتعلن	فاعلن

(تفصیل کے لیے رک : چراغِ سخن ، طبعِ دوم ، مذکورۂ بالا صفحات)

زمانۂ تصنیف:

یہ اشعار اُسی زمانے (اکتوبر ۱۹۱۵ء) کی تصنیف ہیں جب یاس نے فرضی نام سے مذکورۂ بالا خط لکھا تھا۔

۳۱: ایک شعر

☆ شہرت کاذبہ: ص ۳۰ ☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، اگست ۱۹۲۱ء: ص ۵۴

یہ شعر ''شہرت کاذبہ'' میں غازی الدین بلخی (یاس کا فرضی نام) کے نوشتہ دیباچے میں ہے اور اس سے پہلے یاس کے انتخاب کلام ''منتخبات یاس'' میں رسالہ ''شباب اُردو'' محولۂ بالا میں شائع ہوا تھا۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''شباب اردو'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس شعر کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۱ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۲: رباعی (در مدح سیّد الطاف حسین)

☆ بیاض ۲: ورق ۳۷، الف ☆ بیاض ۴: ورق ۵۹ ب

مولوی سیّد الطاف حسین کی مدح میں یگانہ نے ایک اور رباعی بھی لکھی تھی۔ رک: رباعی ۲۷۵، گنجینۂ ق۔ مولوی صاحب کے حالات کے لیے رک: حاشیہ ۲۷۵ (ر)، گنجینہ ق۔

زمانۂ تصنیف:

۲۵-۱۹۲۴ء۔ رک: حاشیہ ۲۷۵ (ر) گنجینۂ ق

۳۳: رباعی (بیٹی ام صغریٰ کی وفات پر)

☆ بیاض ۳: ورق ۲۲، الف

بیاض میں رباعی سے پہلے یہ عبارت ہے:

''رباعی جو ام صغریٰ کی یاد میں ۱۹۲۹ء میں بمقام عثمان آباد کہی گئی تھی۔ اس پیاری بچی کی یاد اب تک دل کو تڑپاتی ہے''۔

یگانہ کی بیٹی ام صغریٰ کے بارے میں مزید تفصیلات کے لیے رک: حاشیہ ۵۴، آیات سوم۔

زمانۂ تصنیف:

۱۹۲۹ء، مطابق اقتباس مندرجۂ بالا۔

۳۴: رباعی

☆ بیاض ۲: ورق ۱۰، الف ☆ بیاض ۴: ورق ۶۲، الف

☆ ماہنامہ ''سفیر سخن'' پشاور، جنوری ۱۹۳۴ء: ص ۲۲

☆ ماہنامہ ''یادگار'' لاہور، سال نامہ، جنوری، ضروری ۱۹۳۴ء: ص ۱۸

زمانۂ تصنیف:

محولہ بالا دونوں رسالوں میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۵: رباعی

☆ بیاض۲: ورق ۳۵ ب

۳۶: رباعی

☆ بیاض۲: ورق ۲۰ ب

☆ ماہنامہ ''یادگار'' لاہور، سالنامہ، جنوری ۱۹۳۵ء: ص ۲۰

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''یادگار'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۴ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳۷: رباعی

☆ بیاض۲: ورق ۲۹، الف

۳۸: رباعی

☆ بیاض۲: ورق ۳ ب

۳۹: رباعی

☆ بیاض۲: ورق ۵ ب

۴۰: رباعی

☆ بیاض۲: ورق ۱۰ ب

۴۱: رباعی

☆ بیاض۲: ورق ۹، الف

☆ ماہنامہ ''یادگار'' لاہور، سالنامہ، جنوری، فروری ۱۹۳۴ء: ص ۱۸

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''یادگار'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۲: رباعی (بھونچال دیوی کے کرشمے)

☆ بیاض۲: ورق ۲۰ ب، و ورق ۲۱، الف

بیاض میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۲۰ ب پر اسے قلم زد کیا گیا ہے۔ قلم زدہ متن کے مصرع اول میں چند الفاظ تبدیل کرکے مصرع موجودہ متن کے مطابق کیا گیا ہے۔ قلم زدہ الفاظ ناخوانا ہیں۔ قلم زدہ متن کا عنوان: ''بھونچال دیوی سے خطاب''۔

زمانۂ تصنیف:

گمانِ غالب ہے کہ یہ رباعی کوئٹہ کے زلزلے (۱۹۳۵ء) سے متاثر ہوکر لکھی گئی ہے۔ اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ بیاض۲ میں ۱۹۳۵ء کا نوشتہ کلام بھی ہے۔

۴۳: رباعی

☆ بیاض ۲: ورق ۲۳ ب ☆ ماہنامہ ''یادگار'' لاہور، اکتوبر ۱۹۳۴ء: ص ۱۵

اختلاف نسخ:

مصرع ۴ : میدان اُس کا ہے جو پہلے مار چلے

رسالہ ''یادگار'' : ....ہے پہلے جو مار چلے

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''یادگار'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۴ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۴: غزل

☆ بیاض ۲: ورق ۲۷، الف ☆ بیاض ۳: ورق ۶، الف

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سالنامہ ۱۹۳۵ء: ص ۱۸۵

یہ غزل ۷ شعروں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ایک بوجوہ کلیات میں شامل نہیں کیا گیا۔ شعر: ۲ بیاض ۳ میں نہیں ہے۔

زمانۂ تصنیف ء

رسالہ ''نیرنگ خیال'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۳۴ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۴۵: رباعی

☆ بیاض ۳: ورق ۴۲ ب ☆ بیاض ۴: ورق ۵۸، الف

۴۶: رباعی

☆ بیاض ۳: ورق ۱، ب ☆ بیاض ۴: ورق ۶۱، الف

اس رباعی میں ایک نام ''جدن'' آیا ہے۔ اس سے مراد جدن بائی ہے جو برصغیر کی مشہور گائیکہ اور اداکارہ تھی۔ پیدائش ۱۹۰۰ء، وفات ۲۱ر جولائی ۱۹۴۹ء۔ نامور اداکارہ نرگس کی والدہ تھی۔ (مسلم ان انڈیا، از نریش کمار جین، نئی دہلی ۱۹۷۹ء، جلد اوّل، ص ۲۲۲) جدن بائی کو یگانہ ذاتی طور پر جانتے تھے۔ ذوالفقار علی بخاری ''سرگزشت'' (کراچی ۱۹۶۶ء) میں لکھتے ہیں:

''جدن کے یہاں کے مشاعرے بمبئی کی تاریخ میں یادگار رہیں گے۔ ان میں جوش اور یگانہ بھی شرکت کرتے تھے''۔ (ص ۲۳۹)

۴۷: رباعی

☆ بیاض ۳: ورق ۳۳ ب و ورق ۴۰، الف ☆ بیاض ۴: ورق ۶۱، الف

بیاض ۳ میں یہ رباعی دو مرتبہ لکھی گئی ہے۔ ورق ۳۳ ب پر اسے قلم زد کیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ :

مصرع ۱ : ہنستے ہی رہیں ہم تو عدو کیوں نہ جلے
بیاض ۳، قلم زدہ متن : ہم ایسے ہنسوڑ سے عدو کیوں نہ جلے
مصرع ۲ : ایسی زندہ دلی کہاں تک نہ کھلے
بیاض ۳، قلم زدہ متن : ایسی زندہ دلی بھلا کیوں نہ کھلے

۴۸ : رباعی

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۳ ، الف

۴۹ : رباعی

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۸ ب

۵۰ : ایک شعر

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۲ ب

۵۱ : ایک شعر

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۶ ، الف

۵۲ : ایک شعر

☆ بیاض ۲ : ورق ۳۲ ، الف
☆ بیاض ۳ : ورق ۵ ب
☆ بیاض ۴ : ورق ۴۵ ب
☆ ماہنامہ ''عروسِ خیال'' دہلی، جون ۱۹۳۵ء : ص ۲۲

یہ ۶ شعروں کی غزل کا مقطع ہے۔ اس غزل کے ۵ شعر بوجوہ کلیات میں شامل نہیں کیے گئے۔ خود یگانہ نے بھی اس غزل کو اپنے کسی مجموعے میں شامل نہیں کیا۔ ''سیّاں'' کے بارے میں حاشیہ بیاض ۲ میں نہیں ہے، باقی دونوں بیاضوں میں ہے۔ رسالہ ''عروسِ خیال'' میں بھی یہ حاشیہ ہے۔ اس میں لفظ ''مشہور'' کی جگہ ''مشہور و معروف'' لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

کلیات میں اس شعر کو ۱۹۳۶ء اور ۱۹۳۸ء کے دوران لکھی جانے والی تخلیقات میں شامل کیا گیا ہے۔ چوں کہ کلیات کی کمپوزنگ کی تکمیل تک رسالہ ''عروسِ خیال'' دستیاب نہیں ہوا تھا، اس لیے زمانۂ تصنیف متعین کرنے میں غلطی ہوئی۔ اس رسالے میں اشاعت کی وجہ سے اس شعر کو ۱۹۳۵ء کی تصنیف قرار دیا جاسکتا ہے۔

۵۳ : ایک شعر

☆ بیاض ۳ : ورق ۵۲ ب

۵۴ : ایک شعر

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۷ ، الف

یہ شعر اسمٰعیل احمد مینائی کے مضمون ''دو میرزا'' کے بارے میں ہے۔ یہ مضمون ماہنامہ ''الناظر'' لکھنؤ میں جولائی ۱۹۳۵ء سے جون ۱۹۳۶ء تک بالاقساط شائع ہوا تھا، بعد میں تمام اقساط کو یک جا کر کے ایک کتابچہ بھی شائع کیا گیا تھا۔ ''دو میرزا'' سے مراد ''آیاتِ وجدانی'' طبع اول کا مرتب میرزا مراد بیگ شیرازی اور میرزا یگانہ ہیں۔ شیرازی نے یگانہ کی جو تعریف کی ہے اور جو غالب پر اعتراضات کیے ہیں، اس مضمون میں اُن کا جواب دیا گیا ہے اور پھر یگانہ کی شاعری کے عیوب بیان کیے گئے ہیں۔ مضمون نگار کو بظاہر یہ معلوم نہیں کہ میرزا مراد بیگ شیرازی کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے۔ اس فرضی نام کے پردے میں خود یگانہ کارفرما ہیں۔

۵۵ :ایک شعر (بعنوان :''غلبچی'')

☆ بیاض ۳ : ورق ۲ ب

عنوان مرتب کلیات کا قائم کردہ ہے۔

۵۶ :ایک شعر

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۶ ب

یہ شعر بھی ''غلبچی'' کے بارے میں ہے۔

۵۷ : رباعی (بعنوان :''اصغر گونڈوی'')

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۶ ب ☆ بیاض ۴ : ورق ۵۸، الف

عنوان مرتب کلیات کا قائم کردہ ہے۔ کموڈیا بدایونی سے مراد فانی بدایونی ہیں۔

۵۸ : رباعی

☆ بیاض ۳ : ورق ۳۲، الف

یہ رباعی بھی اصغر گونڈوی کے بارے میں ہے۔

۵۹ : چار شعر (بعنوان :''کالا بھوت'')

☆ بیاض ۳ : ورق ۴۵، الف

یہ اشعار اصغر گونڈوی کے بارے میں ہیں۔

۶۰ : رباعی (بعنوان :''مہاراجہ سرکشن پرشاد'')

☆ بیاض ۳ : ورق ۱، الف سے پہلے جلد کے اندرونی حصے پر چسپاں ورق نیز ورق ۴۷ ب

یہ رباعی مذکورہ بیاض میں دو جگہ لکھی گئی ہے۔ رباعی کے پہلے متن میں لفظ ''مہاراج'' (مصرع: ۳) کے نیچے تیر کا نشان بنا کر حاشیہ لکھا گیا ہے جو کلیات میں رباعی کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ اسی متن کے مصرع ۴ میں لفظ ''سرپھروں'' کے نیچے لکیر کھینچ کر متبادل لفظ ''ظالموں'' لکھا ہے۔ ورق ۴۷ ب پر جو متن ہے، اُس میں اس مصرعے میں ''ظالموں'' لکھا ہے، متبادل لفظ نہیں لکھا گیا۔ ورق ۴۷ ب پر حاشیہ قدرے مختلف ہے جو یہ ہے:

> ''ہز اکسلنسی یمین السلطنۃ مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب بہادر، صدر اعظم نظام گورنمنٹ''۔

کلیات میں رباعی پر عنوان مرتب کلیات کا اضافہ ہے۔

۶۱ : قطعۂ تاریخ

☆ بیاض ۳ : ورق ۳۰ ب

یگانہ نے اپنی پوری زندگی میں یہی ایک قطعۂ تاریخ لکھا ہے۔ مذکورہ بیاض میں قطعے سے پہلے یہ عبارت ملتی ہے:

> ''نوٹ : نواب معین الدولہ بہادر رئیس پائے گاہ حیدر آباد کا عنایت نامہ مؤرخہ ۸ر بہمن ۴۸ ف آج سیلو میں ۱۰ر بہمن کو مجھے ملا (صاحب موصوف کی خدمت میں مجھے شرف نیاز حاصل نہیں ہے) کہ میرا اک دیوان ''معین سخن'' طبع ہو رہا ہے، اس کے لیے اک قطعۂ تاریخ بھیج دیجئے تو باعث تشکر ہے۔ میں نے حسب ذیل قطعہ کہہ کر بھیج دیا''۔

نواب محمد معین خان معین الدولہ حیدر آباد دکن میں امیر پائے گاہ تھے۔ وہ سر آسمان جان کے بیٹے اور نظام

دکن (عثمان علی خاں) کے داماد تھے۔ ریاست میں کئی ممتاز عہدوں پر فائز رہے۔ کھیلوں سے خصوصاً شکار سے بہت دلچسپی تھی۔ شاعری میں بھی نام پیدا کیا۔ ۱۹۳۸ء میں حیدرآباد سے اُن کا دیوان ''معینِ سخن'' شائع ہوا۔ اس کا دیباچہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے لکھا ہے۔ اس کے آخر میں دیوان کی طباعت سے متعلق متعدد شعرا کے قطعات تاریخ ہیں۔ یگانہ کا زیرِنظر قطعہ ص ۲۲۷-۲۲۶ پر ہے۔

معین الدولہ کے حالات حیدرآباد دکن سے متعلق متعدد کتابوں میں ملتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ ''بستانِ آصفیہ'' حصہ ہفتم، از مانک راؤ وٹھل راؤ، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۰ھ، ص ۲۲۷-۲۲۶۔

۲۔ ''مشیرِ عالم ڈائریکٹری'' از صمصام شیرازی، حیدرآباد دکن، ۱۳۴۹ ف، ص ۳۸۶-۳۸۳۔

۳۔ ''تاریخ خاندان پائے گاہ'' از نواب حسن یار جنگ، کراچی، ۱۹۸۰ء، ص ۱۹۰-۱۸۵۔

زمانۂ تصنیف:

یگانہ کا مندرجۂ بالا نوٹ ۱۰؍بہمن ۱۳۴۸ ف کو لکھا گیا تھا۔ اُسی روز نواب معین الدولہ کا خط ملا تھا اور اُسی روز قطعۂ تاریخ لکھا گیا۔ اس اعتبار سے یہ قطعہ ۱۰؍بہمن ۱۳۴۸ ف مطابق ۱۴؍دسمبر ۱۹۳۸ء کی تصنیف ہے۔

۶۲: رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ مؤرخہ ۲۹؍ستمبر ۱۹۵۴ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

زمانۂ تصنیف:

یگانہ کے محولۂ بالا مسودے میں ۱۲ رباعیاں ہیں۔ ان میں سے ایک گنجینۂ ق میں شامل ہے۔ (ش:۸۸)، باقی ۱۱ رباعیاں کسی دوسرے مجموعے یا بیاض میں شامل نہیں ہیں۔ یہ رباعیاں گنجینۂ ق کی تاریخ اختتام کتابت ۱۱؍اپریل ۱۹۵۱ء اور زیرِنظر مسودے کی تاریخ تحریر ۲۹؍ستمبر ۱۹۵۴ء کے درمیانی زمانے کی تصنیف ہیں۔ جس رباعی کا سالِ تصنیف حتمی طور پر دوسرے ذرائع سے معلوم ہوگیا ہے، وہ لکھ دیا گیا ہے۔ نیز وہ رباعیاں جن میں مارچ ۱۹۵۳ء کے حادثۂ لکھنؤ کی طرف اشارہ ہے یا اس واقعے سے متأثر ہو کر لکھی گئی ہیں، وہ لازماً ۱۹۵۳ء کی تصنیف ہیں۔ زیرِبحث ۱۱ رباعیاں غیرمدون کلام میں شمار: ۶۲، ۶۳، ۷۱، ۷۲، ۷۴، ۷۷، ۷۵، ۷۹، ۸۲، ۸۹، ۹۰، ۹۲ پر موجود ہیں۔ ان میں سے ۶ رباعیوں (ش:۷۱، ۷۲، ۷۴، ۷۹، ۸۲، ۹۲) کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۳ء متعین کیا جاسکتا ہے کیوں کہ ان میں حادثۂ لکھنؤ کا ردِعمل ملتا ہے۔

۶۳: رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ مؤرخہ ۲۹؍ستمبر ۱۹۵۴ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

یہ رباعی کسی دوسری جگہ نہیں ملتی۔

۶۴: رباعی

☆ نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

زمانۂ تصنیف:

۱۹۵۳ء۔ یہ رباعی حادثۂ لکھنؤ سے متعلق ہے۔

۶۵: رباعی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ مؤرّخہ ۲۹ر ستمبر ۱۹۵۳ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی
ش: این ایم ۱۹۶۳ء، ۲۱۴/۲۸

☆ ''خاصۂ خاصانِ ادب'' (غیر مطبوعہ تحریر) از یگانہ، کتابی سلسلہ ''تخلیقی ادب'' کراچی
شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۳۳۸

یہ رباعی مذکورۂ بالا دونوں تحریروں میں شامل ہے۔ دوسری تحریر بھی ۱۹۵۳ء کی نوشتہ ہے۔ (رک: حاشیہ ۹۷، مندرجۂ ذیل)

زمانۂ تصنیف:

محولۂ بالا خط کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶۶: رباعی

☆ ''خاصۂ خاصانِ ادب'' (غیر مطبوعہ تحریر) مکمل حوالہ حاشیہ: ۶۵، مندرجۂ بالا میں ہے

☆ مسودہ بخط یگانہ مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

☆ مکتوب یگانہ بنام آغا جان مؤرّخہ ۲۶ر اکتوبر ۱۹۵۵ء، رسالہ ''نقوش'' لاہور، خطوط نمبر،
حصہ اوّل، شمارہ ۱۰۹، اپریل مئی ۱۹۶۸ء: ص ۲۵۶

زمانۂ تصنیف:

''خاصۂ خاصانِ ادب'' محولۂ بالا، ۱۹۵۳ء کی تحریر ہے۔ رک: حاشیہ ۹۷، مندرجۂ ذیل۔ قومی عجائب گھر کراچی میں یگانہ کی جو تحریریں محفوظ ہیں، اُن میں یہ رباعی چند دوسری رباعیوں کے ساتھ جو ۱۹۵۳ء کی تصنیف ہیں، لکھی ہوئی ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ رباعی بھی ۱۹۵۳ء کے حادثۂ لکھنؤ کے بعد کہی گئی ہے۔

۶۷: رباعی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ مؤرّخہ ۲۹ر جولائی ۱۹۵۳ء، ماہنامہ ''ساقی'' کراچی، اپریل ۱۹۵۵ء:
ص ۳۱

☆ نقل بخط دوارکاداس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

کلیات میں اس رباعی کا متن محولۂ بالا خط میں درج رباعی کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۱ : بدنام کسی حال میں اپنے ہیں مست
مسودہ بخط شعلہ : جیسا بھی کسی، حال..................

زمانۂ تصنیف:

یگانہ کے محولۂ بالا خط اور اس رباعی کا زمانۂ تحریر (۱۹۵۳ء) یکساں ہے۔ حادثۂ لکھنؤ کے بعد جو رباعیاں لکھی گئی تھیں، یہ اُن میں سے ہے۔

۶۸ : رباعی

☆ نقل بخط دوارکاداس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

۶۹ : رباعی

☆ نقل بخط دوارکاداس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

☆ بخط دوارکاداس شعلہ، گنجینۂ ق، ص ۶۶

یہ رباعی بخط شعلہ دو جگہ ملتی ہے۔ گنجینۂ ق یعنی گنجینہ کا مسودہ نوشتۂ یگانہ کچھ عرصہ شعلہ کی تحویل میں رہا ہے۔ اس کا ص ۶۶ خالی ہے۔ اس پر شعلہ نے یہ رباعی لکھی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ یادداشت ہے:

"۱۹۵۳ء کے حادثۂ لکھنؤ سے متاثر ہو کر کہی۔ حاصل شدہ از میرزا محمد نقی، برادرِ خورد"۔

(شعلہ۔ ۱۶-۶-۵۸ء)

میرزا محمد نقی، یگانہ کے سسرالی عزیز تھے جنھوں نے یگانہ کے آخری ایام میں اُن کی بہت خدمت کی۔ کلیات میں یہ رباعی ماخذِ اوّل کے مطابق درج کی گئی ہے۔

اختلاف نسخ:

مصرع ۳ : عزت جو مٹائے سے کسی کے مٹ جائے

ماخذ دوم : عزت جو کسی کے مٹائے سے مٹ جائے (کذا)

زمانۂ تصنیف:

یہ رباعی حادثۂ لکھنؤ کے بعد کہی گئی ہے، اس لیے ۱۹۵۳ء کی تصنیف ہے۔

۷۰ :

یہاں ایک غیر متعلقہ حاشیہ غلطی سے درج ہو گیا تھا جس کا علم دورانِ طباعت ہوا۔ یہ حاشیہ حذف کیا گیا۔

۷۱ : رباعی

☆ مسودہ بخطِ یگانہ، مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۴ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

زمانۂ تصنیف:

۱۹۵۳ء۔ اس رباعی میں یگانہ نے حادثۂ لکھنؤ کے بعد اپنے گھریلو سامان، کتابوں اور مسودات وغیرہ کے لُٹ جانے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ واقعہ ۱۲ر جولائی ۱۹۵۳ء کو پیش آیا تھا۔ رک: کتابی سلسلہ "تخلیقِ ب" کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء، ص ۵۱۳۔

۷۲ : رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ، مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۴ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

زمانۂ تصنیف :

۱۹۵۳ء۔ رک : حاشیہ ۶۲، مندرجۂ بالا۔

۷۳ : رباعی

☆نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

۷۴ : رباعی

☆مسودہ بخط یگانہ، مؤرّخہ ۲۹ر ستمبر ۱۹۵۴ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

زمانۂ تصنیف :

۱۹۵۳ء۔ رک : حاشیہ ۶۲، مندرجہ بالا۔

۷۵ : رباعی

☆مسودہ بخط یگانہ مؤرّخہ ۲۹ر ستمبر ۱۹۵۴ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

۷۶ : رباعی

☆نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

۷۷ : رباعی

☆نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

۷۸ : رباعی

☆نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

زمانۂ تصنیف :

۱۹۵۳ء۔ رباعی کے مضمون ہی سے ظاہر ہے کہ یہ حادثۂ لکھنؤ کے بارے میں ہے۔

۷۹ : رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ، مؤرّخہ ۲۹ر ستمبر ۱۹۵۴ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

☆نقل بخط دوارکا داس شعلہ

کلیات میں یہ رباعی یگانہ کے مسودے کے مطابق ہے۔

اختلاف نسخ :

مصرع ۱ : یہ تیزیِ طبع اُف یہ کج رفتاری

نقل بخط شعلہ : یہ تیزیِ طبع ایسی کج رفتاری

زمانۂ تصنیف :

۱۹۵۳ء۔ رک : حاشیہ ۶۲، مندرجۂ بالا۔

۸۰ : رباعی

☆ بیاض ۵ : ورق ۶۱، الف

زمانۂ تصنیف :

۱۹۵۳ء۔ مضمون سے ظاہر ہے کہ یہ رباعی حادثۂ لکھنؤ کے بعد کہی گئی ہے۔

۸۱ : رباعی

☆ بیاض ۵ : ورق ۵۹ ب

۸۲ : رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ مؤرخہ ۱۹ر دسمبر ۱۹۵۴ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ، مؤرخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۵۳ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

شمار : این، ایم ۱۹۶۳ء۔ ۲۱۴/۲۷۔

کلیات میں اس رباعی کا متن ماخذِ اول کے مطابق ہے۔

یہ رباعی حادثۂ لکھنؤ کے بعد کی ہے۔ یگانہ کے ساتھ جو سلوک کیا گیا، اُس کا بڑا سبب یہ تھا کہ روزنامہ ''سرفراز'' لکھنؤ نے یگانہ کے خلاف لکھ لکھ کر عوام کو مشتعل کیا تھا۔ نواب رام پور اس اخبار کی مالی مدد کرتے تھے۔ ''بھکّو'' سے مراد یہی اخبار ہے۔ اسی مضمون کی دوسری رباعی (باقیات : ۹۲) میں ''نخاس'' کا بھی ذکر ہے۔ یہ لکھنؤ کا وہ علاقہ ہے جہاں اخبار ''سرفراز'' کا دفتر تھا۔ ان دونوں رباعیوں کے پس منظر کی طرف ڈاکٹر نیر مسعود نے توجہ دلائی ہے (مکتوب ڈاکٹر نیر مسعود مورخہ ۲۷ر جون ۱۹۹۹ء بنام مرتبِ کلیات)

اختلاف نسخ :

ماخذ دوم میں عنوان : (ایک راوی کے بیان کا خلاصہ)

مصرع ۱ : بھکّو نے کہا کہاں میسّر ہے وہی

ماخذ دوم : کھایا ہوگا نہ باپ دادا نے کبھی

مصرع ۲ : ماخذ دوم میں اس مصرعے کے آگے قوسین میں یہ الفاظ لکھے ہیں : (''وہ کیسا دہی ہوگا'')۔

مصرع ۳ : مل جائے جو رام پور کا پس خوردہ

ماخذ دوم : مل جائے جو رام پور والے کا اُلش

مصرع ۴ : دو لقمے میں چھٹ جائے پھپھوندی منھ کی

ماخذ دوم : اک لقمے میں ....

ماخذ دوم میں رباعی کے آگے لفظ Good لکھا ہے۔

زمانۂ تصنیف :

مکتوب بنام تلخ محولۂ بالا میں شامل ہونے کی وجہ سے اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۳ : رباعی

☆ بیاض ۵ : ورق ۶۱ ب

۸۴ : رباعی

☆ نقل بخط شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

۸۵ : رباعی

☆ بیاض ۵ : ورق ۶۴، الف

۸۶ : رباعی

☆ بیاض ۵ : ورق ۶۵، الف

۸۷ : رباعی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ، مؤرخہ ۲۰ نومبر ۱۹۵۲ء، مخزونہ قومی عجائب گھر کراچی، شمار : این ، ایم ۱۹۶۳ء۔۲۱۴/۱۷

رباعی کا عنوان : یگانہ آرٹ

زمانۂ تصنیف :

محولۂ بالا مکتوب میں شمولیت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۲ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۸۸ : رباعی

☆ بیاض ۵ : ورق ۷۶ ب

۸۹ : رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۴ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ، ۱۹۵۴ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

مکتوب یگانہ، دراصل ایک ایروگرام ہے جو تلخ کو بھیجا گیا تھا۔ اس پر سوائے دو رباعیوں کے کچھ نہیں۔ بعنوان: ''یگانہ آرٹ''۔ ان میں سے ایک تو زیرِ نظر رباعی ہے اور دوسری بھی غیر مدون کلام میں شامل ہے۔ ش:۹۵۔

زمانۂ تصنیف :

ایروگرام پر تاریخ درج نہیں ہے۔ ڈاک خانے کی مہر میں صرف سنہ واضح ہے جو ۱۹۵۴ء ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ نوتصنیف ہونے کی بنا پر یہ رباعیات تلخ کو مطالعے کے لیے بھیجی گئی تھیں۔ اس لیے ان رباعیوں کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۴ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ مسودہ بخط یگانہ بھی ۱۹۵۴ء ہی میں شعلہ کو بھیجا گیا تھا۔ اس سے بھی رباعی کا زمانۂ تصنیف متعین ہوتا ہے۔

۹۰ : رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ، مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۴ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

۹۱ : رباعی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ، مؤرخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۳ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی
ش : این ، ایم ۱۹۶۳ء۔ ۲۱۴ / ۲۸

زمانۂ تصنیف :

محولۂ بالا مکتوب میں شمولیت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۳ء متعین کیا جا سکتا ہے۔

۹۲ : رباعی

☆ مسودہ بخط یگانہ مؤرخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۵۴ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

زمانۂ تصنیف :

۱۹۵۳ء۔ رک : حاشیہ ۸۲، مندرجۂ بالا۔

۹۳ : رباعی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ، مؤرخہ ۲۱ اپریل ۱۹۵۵ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

ش : این، ایم ۱۹۶۳ء۔ ۲۱۴ / ۱۱

☆ نقل بخط دوارکا داس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

☆ ماہنامہ ''تحریک'' دہلی، جون ۱۹۵۵ء، ص ۴

دوسرے اور تیسرے ماخذ میں عنوان ''یگانہ آرٹ'' ہے۔

اختلاف نسخ :

مصرع ۴ : یاروں کا مزہ نہ کرکرا ہوجائے

نقل بخط شعلہ : دنیا کا مزہ ....

زمانۂ تصنیف :

مکتوب محولۂ بالا میں شمولیت اور رسالہ ''تحریک'' میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۵۵ء، متعین کیا جا سکتا ہے۔

۹۴ : رباعی

☆ بیاض ۵ : ورق ۶۱ ب

۹۵ : رباعی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ، ۱۹۵۴ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

زمانۂ تصنیف :

۱۹۵۴ء، رک : حاشیہ ۸۹، مندرجۂ بالا۔

۹۶ : رباعی

☆ مکتوب یگانہ بنام من موہن تلخ، مؤرخہ ۲۵ فروری ۱۹۵۳ء، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

ش : این، ایم ۱۹۶۳ء۔ ۲۱۴ / ۱۶۔

زمانۂ تصنیف:
محولۂ بالا خط میں شمولیت کی بنا پر اس رباعی کا زمانہ تصنیف ۱۹۵۳ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۹۷: ایک شعر

☆ ''خاصۂ خاصان ادب'' از یگانہ، مکمل حوالہ حاشیہ: ۶۵، مندرجۂ بالا میں ہے
☆ مکتوب یگانہ، بنام آغا جان، مورّخہ ۲۶/اکتوبر ۱۹۵۵ء، رسالہ ''نقوش'' لاہور، خطوط نمبر، حصہ اوّل، شمارہ ۱۰۹، اپریل مئی ۱۹۶۸ء: ص ۲۵۶

زمانۂ تصنیف:
''خاصۂ خاصان ادب'' میں یگانہ کی دو رباعیاں بھی شامل ہیں (غیرمدون کلام۔ش: ۶۵، ۶۶) یہ دونوں رباعیاں ۱۹۵۳ء، کی تصنیف ہیں، اس لیے گمان غالب ہے کہ یہ پوری تحریر جس کا آغاز زیر بحث شعر سے ہوتا ہے، اس شعر سمیت ۱۹۵۳ء میں لکھی گئی۔

۹۸: ہاشم اسماعیل کے بارے میں نظم

اس نظم کا واحد ماخذ وہ نقل ہے جو آغا جان ابن یگانہ کے قلم سے ہے، اور قومی عجائب گھر میں یگانہ کے کاغذات کے ساتھ محفوظ ہے۔ ہاشم اسماعیل یگانہ کے خاص الخاص دوستوں میں سے تھے۔ ان کے بڑے قدردان تھے اور مالی مدد بھی کرتے رہتے تھے۔ شعلہ کے نام کے کئی خطوں میں ہاشم اسماعیل کا ذکر اچھے الفاظ میں ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹/دسمبر ۱۹۵۲ء کے خط میں ذکر ملتا ہے جب یگانہ بمبئی میں ہاشم اسماعیل کے مہمان تھے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:

> ''میرے اک مخلص عزیز جو سن میں تو تمھارے ہی قریب ہیں اور خلوص و محبت میں بھی، مگر تم اُن سے بہت سینئر ہو، اُنھوں نے مجھے یہاں بلا کر چاہا کہ شاید کچھ تبدیل آب و ہوا سے اور کچھ علاج سے فائدہ ہوجائے۔ وہ مجھ پر بہت مہربان ہیں، خاص توجہ رکھتے ہیں''۔ (کتابی سلسلہ ''تخلیقی ادب'' کراچی، شمارہ ۲، ۱۹۸۰ء: ص ۵۰۹-۵۰۸)

اس سے پہلے یگانہ نے شعلہ سے ہاشم اسماعیل کا کبھی ذکر نہیں کیا، اس لیے خیال ہے کہ ہاشم اسماعیل سے اُن کے تعلقات کچھ زیادہ پرانے نہیں تھے۔ زیرِنظر نظم میں یگانہ نے بتایا ہے کہ ہاشم اسماعیل سے اُن کی ملاقات حیدرآباد دکن میں ہوئی تھی۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد یگانہ نے ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۶ء تک کا زمانہ شہر حیدرآباد میں گزارا۔ یہی زمانہ ہاشم اسماعیل سے ملاقات کا ہے۔

۱۵/دسمبر ۱۹۵۳ء کے خط بنام شعلہ میں یگانہ نے لکھا ہے:

> ''مسٹر ہاشم اسماعیل نہایت شائستہ، شریف انسان ہیں اور دل میں ہم ایسوں کا درد رکھتے ہیں۔ پہلے گورنمنٹ آف انڈیا میں ملازم تھے، ایران اور افریقہ میں سفیر کی حیثیت سے رہ چکے ہیں۔ میری ہر وقت دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں''۔ (''تخلیقی ادب'' محولۂ بالا: ص ۵۱۵)

۲۹/ستمبر ۱۹۵۴ء کے خط بنام شعلہ میں لکھا ہے:

''اس آخری وقت میں فقط تم اور مسٹر ہاشم اسماعیل، دونوں مجھے پیش نظر رکھتے ہیں۔
باقی اور جتنے احباب تھے، ایسے انجان ہوگئے جیسے کبھی جان پہچان ہی نہ تھی''۔ (''تخلیقی
ادب'' محولۂ بالا: ص۵۲۴)

مولانا عمران مسافر (کراچی) ایک زمانے میں بمبئی کی ادبی و سماجی زندگی میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔
ہاشم اسماعیل سے اُن کے مراسم تھے۔ اُنھوں نے مرتبِ کلیات سے گفتگو کے دوران کہا:

''اُن کا تعلق ایک تجارتی خاندان سے تھا۔ وہ خود کسی تجارتی ادارے میں ملازم تھے۔
اُن کے بھائی عبدالحمید پاکستان آ گئے تھے جو پان اسلامک اسٹیم شپ کمپنی کے بانی
تھے۔ میں ۱۹۶۶ء میں پاکستان آیا تھا۔ اُس وقت تک ہاشم اسماعیل زندہ تھے''۔

ڈاکٹر سید حامد اللہ ندوی نے اپنے مکتوب مؤرخہ ۲۳ر نومبر ۱۹۹۲ء بنام مرتبِ کلیات میں جو معلومات فراہم کی ہیں، اُن کا خلاصہ یہ ہے: ہاشم اسماعیل کی بیگم فاطمہ اسماعیل بمبئی کے ممتاز سماجی خدمت گزاروں میں سے تھیں۔ حکومت ہند نے اُن کی خدمات کے اعتراف میں انھیں پدما شری کے خطاب سے نوازا تھا۔ ہاشم اسماعیل کے انتقال کے بعد اُن کا پورا خاندان امریکہ منتقل ہوگیا۔ اب بمبئی میں اُن کا کوئی نام لیوا نہیں رہا۔

ہاشم اسماعیل ادبی ذوق رکھتے تھے اور شعر بھی کہتے تھے۔ انھوں نے ''نگاہ انتخاب'' کے نام سے اردو، فارسی اور ہندی شعروں کا ایک انتخاب مرتب کیا تھا۔ یہ ادبی پرنٹنگ پریس بمبئی میں طبع ہوا تھا۔ اس پر سالِ طباعت درج نہیں۔ مرتب نے اپنے ''پیش لفظ'' کے آخر میں سنہ ۱۹۶۰ء لکھا ہے۔ اسی کو سالِ طباعت و اشاعت سمجھنا چاہیے۔ قاضی عبدالودود نے ''تعارف'' کے عنوان سے دو صفحے لکھے ہیں۔ اس تحریر کے آخر میں ۲۵ر جولائی ۱۹۵۲ء کی تاریخ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے یہ انتخاب ۱۹۵۲ء میں مکمل ہو چکا تھا، اشاعت آٹھ برس بعد ہوئی۔ انتخاب کے آخر میں مرتب نے ''میرا کلام'' کے عنوان سے اپنا کلام بھی درج کیا ہے (ص ۲۳۲ تا ۲۶۴)۔

انتخاب کا بڑا حصہ اردو اشعار پر مشتمل ہے۔ (۱۰۹۱ شعر) فارسی اور ہندی اشعار کی تعداد بالترتیب ۱۵۸ اور ۵۲ ہے۔ اردو اشعار میں سب سے زیادہ شعر یگانہ کے ہیں جو تعداد میں ۲۶۸ ہیں۔

۹۹: آخری غزل

مرتبِ کلیات کے پاس اس غزل کا اصل مسودہ بخط یگانہ ہے۔ ۲۲×۱۷،۱س م سائز کے نیلے رنگ کے کاغذ پر یگانہ نے اپنی ایک غزل [گنجینہ ق: ش ۱۲۷ (غ): خلش تو کوئی دلِ دوست میں نہ رہ جائے] رسالہ ''آج کل'' دہلی کو اشاعت کے لیے بھیجی تھی، وہاں سے بوجوہ واپس آ گئی۔ یگانہ نے اُسے ضائع نہیں کیا، کاغذ کی دوسری جانب کے سادہ حصے پر زیرِنظر غزل لکھی۔ کاغذ کے نصف حصے میں غزل کا ابتدائی مسودہ ہے اور نصف حصے میں اصلاح شدہ متن ہے۔ یہی متن کلیات میں شامل کیا گیا ہے۔

غزل کے ابتدائی مسودے میں شعروں کی ترتیب مختلف ہے جو یہ ہے: ۱، ۸، ۲، ۴، ۳، ۷، ۶، ۵، ۱۰، ۹، ۱۱۔

اختلاف نسخ:

شعر ۹، ابتدائی مسودے میں پہلے اس صورت میں تھا جسے قلم زد کیا گیا ہے:

تو کیا نہ ہوگی یہ صورت کسی مرض کی دوا
نظر پہ چڑھتی نہیں، ایک رنگ و بو نہ سہی

شعر۱۰، ابتدائی مسودے میں پہلے اس صورت میں تھا:

خیال خام تو دیکھو زمانہ سازوں کا
زمانہ اپنے موافق ہے، ایک تو نہ سہی

اسے بھی قلم زد کیا گیا ہے۔

شعر۲، مصرع ۲ : دماغ تازہ ہے اپنا، شگفتہ رُو نہ سہی
ابتدائی مسودہ : دماغ تازہ ہے اب تک شگفتہ رُو نہ سہی

ابتدائی مسودے میں یہ ایک مصرع زائد ہے:

غرض کے بندے تو لاکھوں ہیں ایک تو نہ سہی

اس کے مصرع اوّل کے لیے جگہ خالی رکھی گئی ہے۔

مرتب کلیات کے پاس یگانہ کی ایک اور غزل (گنجینہ ق، ش: ۱۲۳، غ) کا اوّلین مسودہ بھی ہے۔ (تفصیل کے لیے رک: حاشیہ ۱۲۳، غ، گنجینہ ق)۔ اس کے ایک کونے میں یگانہ نے زیر نظر غزل کے تین شعر اور ایک مصرع لکھا ہے۔ یہ شعر غزل میں شمار: ۳، ۵ و ۷ پر ملتے ہیں۔ مصرع غزل میں شامل نہیں جو یہ ہے:

وہ آپ ہی آپ لپٹتی ہے، آرزو نہ سہی

اس متن میں شعر: ۷ کا مصرع ثانی:

خیال خام سہی، تیری آرزو نہ سہی

اس صورت میں ہے:

پلٹ ہی جاتی ہے مہت، لاکھ آرزو نہ سہی

زمانۂ تصنیف:

گنجینہ ق کی تدوین (اپریل ۱۹۵۱ء) کے بعد، آخر وقت تک یگانہ نے صرف یہی ایک غزل لکھی ہے۔ گویا یہ یگانہ کی آخری غزل ہے۔ اس کا اصلاح شدہ متن رسالہ ''آج کل'' دہلی، شمارہ دسمبر ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا تھا (ص ۲۹) اس بنا پر اس غزل کو ۱۹۵۳ء کی تصنیف قرار دیا جاسکتا ہے۔

۱۰۰: ایک مصرع

یگانہ کی بیٹی بلند اقبال بیگم نے ایک ملاقات (بتاریخ ۳۰ رمئی ۱۹۸۰ء) کے دوران مرتب کلیات کو بتایا تھا کہ یہ یگانہ کا آخری مصرع ہے جو آخری دنوں میں اُن کی زبان پر رہتا تھا۔

☆☆☆

باقیات

۱ : ایک شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۳۸، الف ☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، دسمبر ۱۹۲۳ء : ص ۱۹

اس شعر کے مصرع اوّل کو مکمل طور پر اور مصرع ثانی کو جزوی طور پر تبدیل کر کے آیات اوّل کی غزل : ۳ میں بطور مطلع اوّل درج کیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ :

آیات اوّل، مطلع اوّل، مصرع ۱ : مجھے دل کی خطا پر یاس شرمانا نہیں آتا

بیاض ۱، مصرع ۲ : مجھے اپنے کیے پر یاس . . . .

شباب اردو، مصرع ۲ : مجھے اپنے کیے پر یاس پچھتانا نہیں آتا

رک : حاشیہ ۳، آیات اوّل

۲ : ایک شعر (مطلع)

☆ کجکول : ص ۴۷ ☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، نومبر، دسمبر ۱۹۱۶ء : ص ۳۵۷

رک : حاشیہ ۸، آیات اوّل

۳ : تین شعر

☆ بیاض ۳ : ورق ۱۰۳، الف ☆ بیاض ۴ : ورق ۲، الف

بیاض ۳ میں تینوں شعر ہیں اور بیاض ۴ میں صرف پہلا شعر ہے۔

رک : حاشیہ ۱۰، آیات اوّل۔

اختلاف نسخ :

شعر ۱، مصرع ۲ : دیکھو نہ میرا شعر جوانوں سے لڑ گیا

بیاض ۳ : واللہ اپنا شعر تو لڑکوں سے لڑ گیا

۴ : تین شعر

☆ بیاض ا : ورق ۲۶، الف و ب

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، اپریل ۱۹۲۱ء: ص ۱۲

رسالہ ''شباب اردو'' محولۂ بالا میں پہلے شعر کے قافیہ ''منتشر'' پر یہ حاشیہ ملتا ہے:

''اساتذۂ عجم نے کہیں کہیں اختلافِ توجیہ کو جائز رکھا ہے۔ اسی بنا پر میں نے بھی یہ قافیہ بطریق شاذ نظم کیا۔ دیکھو معیار الاشعار، محقق طوسی و دیوان انوری وغیرہ۔ یاس''۔ (ص ۱۲)

رک : حاشیہ ۱۲، آیات اوّل۔

۵ : ایک شعر

☆ مسودۂ غزل بخط دوار کا داس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، مئی ۱۹۲۳ء: ص ۱۳

رک : حاشیہ ۱۶، آیات اوّل۔

۶ : ایک شعر

☆ بیاض ا : ورق ۲۸ ب

☆ ماہنامہ ''صلائے عام'' دہلی، دسمبر ۱۹۱۶ء: ص ۱۴

رک : حاشیہ ۱۷، آیات اوّل، نیز ضمیمہ ۲، ش ۹۔

۷ : چار شعر

☆ بیاض ا : ورق ۶۷، الف

☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، اپریل ۱۹۲۴ء: ص ۲۲۶

بیاض ا میں مطلع جو باقیات میں ہے، قلم زد کیا گیا ہے۔

رک : حاشیہ ۱۸، آیات اوّل۔

۸ : ایک شعر (مطلع)

☆ بیاض ا : ورق ۲۰ ب

☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، مارچ ۱۹۲۳ء: ص ۲۲۸

رک : حاشیہ ۱۹، آیات اوّل۔

۹ : ایک شعر

☆ بیاض ا : ورق ۳۳ ب

☆ ماہنامہ ''کہکشاں'' لاہور، اپریل ۱۹۲۰ء: ص ۴۷

رک : حاشیہ ۲۰، آیات اوّل۔

۱۰ : چار شعر

☆ بیاض ا : ورق ۲۷، الف و ب

☆ کشکول : ص ۵۳

☆ ماہنامہ ''خیال'' ہاپوڑ، نومبر ۱۹۱۵ء: ص ۱۵-۱۴

رک : حاشیہ ۲۱، آیات اوّل، نیز ضمیمہ ۲، ش ۷۔

۱۱: ایک شعر (مطلع)

☆ بیاض ۱: ورق ۱۸، ب ☆ ''گل دستۂ سخن سنج'' لکھنؤ، اپریل ۱۹۱۸ء: ص ۲۵

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، اکتوبر ۱۹۲۱ء: ص ۵۰

رک: حاشیہ ۳۲، آیات اوّل، نیز ضمیمہ ۲، ش ۱۴۔

۱۲: نو شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۱۱، ب و ورق ۱۲، الف

☆ ماہنامہ ''کہکشاں'' لاہور، مارچ ۱۹۲۰ء: ص ۴۷-۴۶

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، مارچ ۱۹۲۳ء: ص ۵۰-۴۹

رک: حاشیہ ۳۸، آیات اوّل، نیز ضمیمہ ۲، ش ۱۶۔

۱۳: تین شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۹، الف و ب ☆ ماہنامہ ''خیال'' ہاپوڑ، جولائی ۱۹۱۶ء: ص ۴۰

☆ ماہنامہ ''کار امروز'' لکھنؤ، فروری، مارچ ۱۹۲۱ء: ص ۶۴

شعر ۱: بیاض ۱، اور رسالہ ''کار امروز'' میں ہے۔

شعر ۲: بیاض ۱، اور رسالہ ''خیال'' میں ہے۔

شعر ۳: صرف رسالہ ''کار امروز'' میں ہے۔

رک: حاشیہ ۴۳، آیات اوّل، نیز ضمیمہ ۲، ش ۸۔

۱۴: ایک شعر

☆ بیاض ۳: ورق ۳۷، الف ☆ بیاض ۴: ورق ۲۷ ب

رک: حاشیہ ۴۵، آیات اوّل۔

۱۵: ایک شعر

☆ بیاض ۱: ورق ۳۵، الف

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، مارچ ۱۹۲۱ء: ص ۵۱-۵۰

رک: حاشیہ ۴۸، آیات اوّل، نیز ضمیمہ ۲، ش ۱۹۔

۱۶: ایک شعر

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، اپریل، مئی ۱۹۱۶ء، ص ۱۵۷

رک: حاشیہ ۶۴، آیات اوّل۔

۱۷ : تین شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۲۱، الف
☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، ستمبر ۱۹۲۱ء، ص ۴۴

رسالہ ''شباب اردو'' میں پہلا شعر نہیں ہے، باقی دونوں ہیں۔
رک : حاشیہ ۶۹، آیات اوّل، نیز ضمیمہ ۲، ش ۱۱۔

اختلاف نسخ :

شعر ۲، مصرع ۱ : طلسم خاک کو دیوارِ آہنیں نہ سمجھ
شباب اردو : .... دیوارِ آہنی نہ سمجھ

۱۸ : ایک شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۳۱، الف

رک : حاشیہ ۷۲، آیات اوّل۔

۱۹ : تین شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۲۱ ب
☆ ماہنامہ ''مخزن'' لاہور، مارچ ۱۹۱۸ء : ص ۳۱
☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، ستمبر ۱۹۲۲ء : ص ۳۷

بیاض ۱، اور ''شباب اردو'' میں پہلا شعر نہیں ہے۔ باقی دونوں ہیں۔ ''مخزن'' میں تینوں شعر ہیں۔
رک : حاشیہ ۷۷، آیات اوّل۔

۲۰ : ایک شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۱۷، ب
☆ کچکول : ص ۱۰۲
☆ شہرت کا ڈبہ : ص ۳۵
☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور، مارچ ۱۹۱۸ء : ص ۱۳۳

رک : حاشیہ ۸۰، آیات اوّل، نیز ضمیمہ ۲، ش ۱۰۔

۲۱ : ایک شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۱۹، الف

رک : حاشیہ ۸۱، آیات اوّل۔

۲۲ : چھ شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۲۵ ب
☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، جولائی، اگست ۱۹۱۷ء : ص ۱۶۴
☆ ماہنامہ ''کہکشاں'' لاہور، اپریل ۱۹۱۹ء : ص ۴۸-۴۷
☆ ماہنامہ ''صلائے عام'' دہلی، جون ۱۹۲۳ء : ص ۲۳

بیاض ۱، اور رسالہ ''صلائے عام'' میں پہلے دو شعر ہیں۔ رسالہ ''نظارہ'' میں ان دو شعروں کو چھوڑ کر باقی چاروں شعر ہیں۔ رسالہ ''کہکشاں'' میں بھی چار شعر ہیں جو یہ ہیں۔ ش : ۱، ۲، ۴، ۶۔

اختلاف نسخ:

شعرا، مصرع ا : ذرّے ہی پارس تھے اپنی خاکِ پُر تاثیر کے

رسالہ "صلائے عام" : ....خاکِ بے تاثیر کے

رک: حاشیہ ۸۲، آیات اوّل۔

۲۳: ایک شعر

☆ بیاض ا: ورق ۳۰ ب ☆ کچکول: ص ۱۰۳

☆ ماہنامہ "نظارہ" میرٹھ، اپریل تا جولائی ۱۹۱۸ء: ص ۲۵۲

☆ ماہنامہ "شباب اردو" لاہور، فروری ۱۹۲۳ء: ص ۱۴-۱۳

رک: حاشیہ ۸۳، آیات اوّل، نیز ضمیمہ ۲، ش ۱۵

۲۴: دو شعر

☆ بیاض ا: ورق ۲۳، الف و ب ☆ ماہنامہ "ہمایوں" لاہور، اکتوبر ۱۹۲۳ء: ص ۲۵۱

☆ ماہنامہ "پیمانہ" آگرہ، اپریل ۱۹۲۴ء: ص ۴۹

رسالہ "پیمانہ" میں صرف پہلا شعر ہے۔

رک: حاشیہ ۸۶، آیات اوّل۔

۲۵: دو شعر

☆ بیاض ا: ورق ۳۲، الف و ب ☆ علی گڑھ میگزین، مارچ، اپریل ۱۹۲۴ء: ص ۳۰

علی گڑھ میگزین میں صرف دوسرا شعر ہے۔ بیاض ا، میں یہ شعر قلم زد کیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ:

شعر۲، مصرع ۲ : وحشیو اپنی اسیری کو مبارک سمجھو

علی گڑھ میگزین : بے گناہوں کو مبارک ہو اسیری کا مزہ

بیاض ا میں یہ مصرع پہلے اُسی صورت میں تھا جس صورت میں علی گڑھ میگزین میں ہے۔ اسے قلم زد کر کے متبادل مصرع لکھا گیا۔ (بعد ازاں پورا شعر قلم زد کیا گیا)

رک: حاشیہ ۸۷، آیات اوّل۔

۲۶: ایک شعر

☆ بیاض ا: ورق ۴۱، الف

رک: حاشیہ ۸۸، آیات اوّل۔

۲۷: دو شعر

☆ بیاض ا: ورق ۴۲ ب و ورق ۴۳، الف

بیاض میں یہ دونوں شعر قلم زد کیے گئے ہیں۔

رک: حاشیہ ۸۹، آیات اوّل۔

۲۸: ایک شعر (مطلع)

☆ بیاض ا: ورق ۴۳ ب و ورق ۴۴ ب

ورق ۴۴ ب پر یہ مطلع دوبارہ لکھ کر قلم زد کیا گیا ہے۔

رک: حاشیہ ۹۰، آیات اوّل۔

۲۹ : ایک شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۱۰ ب ☆ ماہنامہ ''مخزن'' لاہور، اپریل ۱۹۲۰ء : ص ۴۹

رک : حاشیہ ۹۲/۳، آیات اوّل۔

۳۰ : دو شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۳۰ ب ☆ کجکول : ص ۵۳

☆ نقل بخط دوار کاداس شعلہ، مخزونہ قومی عجائب گھر، کراچی

نقل بخط شعلہ میں صرف پہلا شعر ہے۔

اختلاف نسخ :

شعر ۱، مصرع ۱ : کچھ عجب خاک کے پُتلے میں کرامت دیکھی

کجکول : عجب ان خاک کے پُتلوں میں کرامت دیکھی

رک : حاشیہ ۹۲/۱۷، آیات اوّل، نیز ضمیمہ ۲، ش ۲۔

۳۱ : مثلّث کا ایک بند

☆ بیاض ۱ : ورق ۶۰ ب

رک : حاشیہ ۲۴، آیات دوم۔

۳۲ : چار شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۵۱، الف و ب ☆ بیاض ۳ : ورق ۱۰۴، الف و ب

☆ بیاض ۴ : ورق ۳ ب ☆ ماہنامہ ''مخزن'' لاہور، اپریل ۱۹۲۷ء : ص ۷۰

☆ ماہنامہ ''چمنستان'' دہلی، جون ۱۹۴۱ء، ص ۲۳

رک : حاشیہ ۱۰، آیات سوم۔

۳۳ : ایک شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۴۵ ب

رک : حاشیہ ۱۰۵، آیات دوم۔

۳۴ : ایک شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۱۵، الف ☆ بیاض ۳ : ورق ۱۱ ب و ورق ۸۳ ب (دو مرتبہ)

☆ بیاض ۴ : ورق ۲۳ ب

رک : حاشیہ ۱۰۶، آیات دوم۔

۳۵ : ایک شعر

☆ بیاض ۳ : ورق ۸۴، الف ☆ بیاض ۴ : ورق ۲۴، الف

رک : حاشیہ ۱۰۸، آیات دوم۔

۳۶ : دو شعر

☆ بیاض ۳ : ورق ۱۰۱، الف و ب ☆ بیاض ۴ : ورق ۲ ب و ورق ۳، الف

☆ سہ ماہی ''ایشیا'' بمبئی، شمارہ اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۳۹ء : ص ۱۲۵

بیاض ۳ میں دونوں شعر ہیں۔ بیاض ۴ میں صرف دوسرا شعر ہے۔ بیاض ۳ میں پہلا شعر حاشیے پر اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ لکھنے سے رہ گیا تھا۔ کلیات میں یہ الفاظ قلابین میں درج کیے گئے ہیں۔ یہ قیاسی اضافے ہیں۔

رک : حاشیہ ۵، آیات سوم۔

۳۷ : ایک شعر

☆ بیاض ۴ : ورق ۱، ب

رک : حاشیہ ۷، آیات سوم۔

۳۸ : ایک شعر

☆ بیاض ۲ : ورق ۳۵، الف و ورق ۴۰، الف

رک : حاشیہ ۱۶، آیات سوم۔

۳۹ : دو شعر

☆ بیاض ۲ : ورق ۳۰ ب و ورق ۳۱، الف ☆ بیاض ۳ : ورق ۶ ب

رک : حاشیہ ۳۶، آیات سوم۔

۴۰ : پانچ شعر

☆ بیاض ۳ : ورق ۱۰۲، الف ☆ بیاض ۴ : ورق ۲۱ ب و ورق ۲۲، الف

پانچ شعروں میں سے چار (ش : ۲ تا ۵) بیاض ۳ میں اور دو (ش : ۱ و ۲) بیاض ۴ میں ہیں۔ دوسرا شعر دونوں بیاضوں میں مشترک ہے۔

رک : حاشیہ ۳۸، آیات سوم۔

۴۱ : دو شعر

☆ بیاض ۲ : ورق ۴۱ ب ☆ بیاض ۳ : ورق ۴، الف و ب

☆ بیاض ۴ : ورق ۴۸ ب

بیاض ۲ و ۳ میں دونوں شعر ہیں۔ بیاض ۴ میں ان میں سے صرف پہلا ہے۔

رک : حاشیہ ۱۰۳، آیات سوم۔

۴۲ : ایک شعر

☆ بیاض ۴ : ورق ۵۱ ب

رک : حاشیہ ۱۰۴، آیات سوم۔

۴۳ : دو شعر

☆ بیاض ۳ : ورق ۸۴ ب

رک : حاشیہ ۱۰۶، آیات سوم۔

۴۴ : چھ شعر

☆ مسودۂ غزل بقلم یگانہ

اس مسودے میں خاصی کاٹ چھانٹ کی گئی ہے۔ باقیات میں درج اشعار میں مندرجہ ذیل ترامیم ملتی ہیں:

شعر۲، مصرع ۲ : کیا خوب پھل جب آئے پھولوں کی شامت آئی

ابتدائی صورت : پھل جب مزے پہ آئے.....................

شعر ۵، مصرع ۱ : چشم کرم کے صدقے دامن پسارتا کیا

ابتدائی صورتیں : (۱) مطلب کچھ اور ہوگا دامن.......

(۲) دستِ کرم کے صدقے دامن......

رک : حاشیہ ۱۲۳، گنجینۂ ق۔

۴۵ : ایک شعر

☆ ماہنامہ ''ہمایوں'' لاہور، جنوری ۱۹۲۳ء : ص ۷۹-۷۸

☆ بزم گلشن، مرتبہ دیوان پنڈت رادھے ناتھ کول گلشن لاہوری، الٰہ آباد ۱۹۲۳ء: ص ۱۴۶-۱۴۵

رک : حاشیہ ۵۷، آیات اوّل۔

۴۶ : ایک شعر

☆ گل دستۂ سخن سنج، لکھنؤ، جنوری ۱۹۱۸ء : ص ۴۲

رک : حاشیہ ۵۹، آیات اوّل۔

۴۷ : ایک شعر

☆ سالنامہ ''کارواں'' لاہور، ۱۹۳۳ء : ص ۱۲۰

رک : حاشیہ ۹۰، آیات دوم۔

اس شعر کا مصرع اوّل دراصل آیات اوّل کی غزل : ۴ کے شعر: ۵ کا مصرع اوّل ہے۔

۴۸ : ایک شعر

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سالنامہ ۱۹۳۲ء : ص ۱۱۹

رک : حاشیہ ۸۹، آیات دوم۔

☆☆☆

ضمیمہ : ۱

(غیر مدوّن کلام)

۱: ایک شعر

☆ چراغ سخن، طبع اوّل : ص ۳۴ ☆ چراغ سخن، طبع دوم : ص ۴۸

''چراغ سخن'' میں تقطیع حقیقی اور تقطیع غیر حقیقی کی مثال میں یہ شعر درج کیا گیا ہے اور اس سے پہلے یہ لکھا ہے: ''فرض کیجیے کسی کا یہ شعر ہے''۔ اس عبارت سے یہ واضح ہے کہ شعر خود یاس کا ہے اور مثال دینے کے لیے تصنیف کیا گیا ہے۔ اس زمین میں یگانہ کی ایک غزل بھی ہے۔ رک : غزل ۳، نشتر۔

زمانۂ تصنیف :

۱۹۱۴ء، ''چراغ سخن'' اور اس شعر کا زمانۂ تصنیف ایک ہی ہے۔

۲ : تین شعر

☆ کجکول : ص ۶۸

زمانۂ تصنیف :

یہ اشعار ''کجکول'' کے ابتدائی ۸۴ صفحات میں شامل ہیں جو ۱۹۱۶ء میں لکھے گئے تھے۔ لہٰذا ان کا زمانۂ تصنیف ۱۹۱۴ء (سال اشاعت، نشتر) اور ۱۹۱۶ء کے درمیان متعین کیا جاسکتا ہے۔

۳ : ایک شعر

☆ شہرت کاذبہ : ص ۳۲

یہ شعر ''شہرت کاذبہ'' کے آغاز میں ہے اور اس سے پہلے یہ عبارت ہے :

''واہ ری حکمتِ ایزدی کہ بے ہنروں کے دلوں میں 'ہنرمنداں بمیرند و بے ہنراں جاے ایشاں گیرند' کی ہوس پیدا کر کے حاسدانہ رخنہ اندازیوں کو متحرک و مستعد ہستیوں کے لیے آلۂ حصولِ کمال ٹھہرایا۔ وہ ہنر بھی کوئی ہنر ہے جس کے قدردان تو ہوں مگر حاسد نہ ہوں''۔ (ص ۳۲)

زمانۂ تصنیف:

یہ شعر مذکورۂ بالا عبارت کی مناسبت سے تصنیف کیا گیا ہے، اس لیے اس شعر کا اور ''شہرت کاذبہ'' کا زمانۂ تصنیف (۱۹۲۰ء) ایک ہی ہے۔

۴: تین شعر

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، فروری ۱۹۲۴ء: ص ۱۳

یہ اشعار رسالہ ''شباب اردو'' محولۂ بالا میں ''کلامِ یاس'' کے عنوان کے تحت شائع ہوئے ہیں۔ ان اشعار سے قبل یاس کی دو اور غزلوں:

(۱) : بندۂ فطرت مجبور ہوں، مختار نہیں (آیات اوّل: ۴۹)

(۲) : دے کچھ تو دادِ طبعِ ندامت شعار کو (آیات اوّل: ۵۷)

کے تین تین اشعار بھی ہیں۔

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''شباب اردو'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر ان اشعار کو ۱۹۲۳ء کی تصنیف قرار دیا جاسکتا ہے۔

۵: رباعی

☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور، فروری ۱۹۲۸ء: ص ۱۹۳

زمانۂ تصنیف:

رسالہ ''زمانہ'' محولۂ بالا میں اشاعت کی بنا پر اس رباعی کا زمانۂ تصنیف ۱۹۲۷ء متعین کیا جاسکتا ہے۔

۶: ایک شعر

☆ مکتوب مؤرخہ ۲۰ر جولائی ۱۹۳۱ء، بنام منشی دیانراین نگم، مدیر رسالہ ''زمانہ'' کان پور، مطبوعہ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، اگست ۱۹۳۱ء: ص ۴

زمانۂ تصنیف:

یہ شعر محولۂ بالا مکتوب میں موضوع زیر بحث (یگانہ کی ذات) کی مناسبت سے درج کیا گیا ہے۔ گمانِ غالب ہے خط لکھنے کے دوران یہ شعر تصنیف کیا گیا۔

۷: نظم

☆ مکتوب یگانہ مؤرخہ ۲ر جون ۱۹۳۵ء، بنام اعجاز صدیقی، ماہنامہ ''شاعر'' بمبئی، جنوری، فروری ۱۹۶۳ء: ص ۶۰-۵۹

یہ نظم یگانہ کے محولۂ بالا خط میں شامل ہے۔ نظم سے پہلے یہ عبارت ہے:

''اچھا اب میری 'کچی شاعری' ملاحظہ فرمائیے۔
داد دینے میں کوتاہی کی تو اچھا نہ ہوگا''۔ (ص ۵۹)

نظم کے بعد یہ لکھا ہے:

''چورن والے کی ہانی کی طرح تک سے تک ملا کر آج کل کے تیکھے نئے فیشن کی جو بانیاں (نظمیں) کہا کرتے ہیں، اُن سے اس کچی شاعری کو لڑا کر دیکھئے ... تو سہی۔
اُمید ہے کہ اس شاعری کے بعد حکیم صاحب میرا نام خطاب یافتہ لوگوں کی فہرست سے خارج کر دینے پر خود ہی مجبور ہو جائیں گے اور اُس جگہ اور کسی مستحق کا نام درج کر دیں گے''۔ (ص ۶۰)

حکیم صاحب سے مراد حکیم یوسف حسن مدیر ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور ہیں جنھوں نے اپنے رسالے کے ۱۹۳۵ء کے سالنامے میں یگانہ کو ''لسان الملک'' کا خطاب دیا تھا۔

اعجاز صدیقی نے خط پر حاشیہ لکھا ہے جس کے مطابق یہ نظم چار بندوں پر مشتمل تھی، دوسرے اور تیسرے بند کے درمیان ایک اور بند تھا جسے فحاشی کی وجہ مدیر ''شاعر'' نے حذف کر دیا۔ اسی حاشیے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ اقتباس میں جہاں نقطے ہیں، وہاں فحش عبارت تھی۔

زمانۂ تصنیف:

۱۹۳۵ء۔ محولۂ بالا مکتوب اور اس نظم کا زمانۂ تحریر ایک ہی ہے۔

۸: تین شعر (بعنوان: ''ادب جدید تھو'')

☆ مکتوب یگانہ مؤرخہ ۲۴ رمئی ۱۹۴۴ء بنام مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی، مشمولہ مضمون: ''یگانہ سے متعلق کچھ یادیں'' از مکتوب الیہ، دو ماہی ''اکادمی'' لکھنؤ، جنوری، فروری ۱۹۸۵ء: ص ۶۹-۶۸

ان شعروں سے پہلے خط میں لکھا ہے:

''میز پر یہ پوسٹ کارڈ پڑا تھا۔ میں نے کہا اس سے کچھ کام لینا چاہیے۔ چناں چہ چند اشعار آپ کی تفریح طبع کے لیے بھیجتا ہوں''۔ (ص ۶۹)

زمانۂ تصنیف:

۱۹۴۴ء۔ گمان غالب ہے کہ خط اور اشعار کا زمانۂ تصنیف ایک ہی ہے۔

۹: ایک شعر

☆ مکتوب یگانہ مؤرخہ ۲۴ رمئی ۱۹۴۴ء، بنام مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی، حوالہ مطابق حاشیہ ۸، مندرجۂ بالا: ص ۶۹

زمانۂ تصنیف:

۱۹۴۴ء۔ مطابق حاشیہ ۸، مندرجۂ بالا۔

۱۰: ایک شعر

☆ ماہنامہ ''شاعر'' آگرہ، مئی ۱۹۴۷ء: ص ۴۵

رسالہ ''شاعر'' میں یہ بحث چلی تھی کہ ''نغمہ گانا'' درست ہے یا غلط۔ یگانہ نے بھی اس بحث میں حصہ لیا تھا۔ اُن کا مختصر مضمون ''شاعر'' کے محولۂ بالا شمارے میں بعنوان ''نغمہ گانے ہی کی چیز ہے'' شائع ہوا تھا جس میں انھوں نے نغمہ گانا کو درست بتایا تھا۔ مضمون کا خاتمہ زیر بحث شعر پر ہوا ہے۔

زمانۂ تصنیف:

یہ شعر جو رباعی کے وزن میں ہے، یگانہ کے کسی مجموعے یا بیاض میں نہیں ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ یہ خاص اسی بحث کے لیے لکھا گیا تھا۔ لہٰذا اس شعر کا زمانۂ تصنیف وہی ہے (۱۹۴۷ء) جو محولۂ بالا مضمون کا۔

۱۱: رباعی

☆ ماہنامہ ''سفینہ'' کراچی، جون ۱۹۶۳ء، ص ۲۲

محولۂ بالا رسالے میں ''تبرکات (غیر مطبوعہ)'' کے عنوان کے تحت یگانہ کی دو رباعیاں شائع ہوئی ہیں۔ ایک تو زیرِ بحث رباعی ہے اور دوسری گنجینہ ق کی رباعی ش: ۸۱ (... چارۂ غم ہے یہی) یگانہ کے کراچی میں قیام کے دوران (۱۹۵۱ء) یہ رباعیاں اُن سے حاصل کی گئی ہوں گی۔

زمانۂ تصنیف:

دوسری رباعی ۱۹۵۰ء کی تصنیف ہے (رک: حاشیہ رباعی: ۸۱، گنجینہ ق) گمانِ غالب ہے کہ زیرِ نظر رباعی بھی اُسی زمانے میں لکھی گئی۔

ضمیمہ : ۲

(باقیات)

۱ : دو شعر

☆ ماہنامہ ''ادیب'' الہ آباد، مئی ۱۹۱۲ء : ص ۲۷۱

نشتر کی غزل : ۲۶ کے دو شعر جو یگانہ نے نشتر میں شامل نہیں کیے تھے۔

رک : حاشیہ ۲۶، نشتر۔

۲ : ایک شعر

☆ کچکول : ص ۵۳

رک : حاشیہ ۱۷/ ۹۲، آیات اوّل و حاشیہ ۳۰، باقیات۔

۳ : غزل

☆ ماہنامہ ''خیال'' ہاپوڑ، جنوری ۱۹۱۶ء : ص ۱۳۔۱۲

اس غزل کے دو شعر غیر مدون کلام : ۲۹ میں ''چراغ سخن'' طبع اوّل و دوم کے حوالے سے درج کیے جا چکے ہیں۔ کلیات کی ترتیب کے بعد مکمل غزل رسالہ ''خیال'' محولۂ بالا میں دستیاب ہوئی جو ۱۴ شعروں پر مشتمل ہے۔ شعر : ۶، ۷ غیر مدون کلام میں ہیں اور باقی ۱۲ شعر ضمیمہ : ۲ میں درج کیے گئے۔

رک : حاشیہ ۲۹، غیر مدون کلام۔

۴ : تین شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۲۹، الف

رک : حاشیہ ۵۰، آیات اوّل۔

۵ : پانچ شعر

☆ ماہنامہ ''خیال'' ہاپوڑ، مارچ ۱۹۱۶ء : ص ۳۴

رک : حاشیہ ۷۰، آیات اوّل۔

۶ : پانچ شعر

☆ بیاض ۱ : ورق ۲۰، الف ☆ ماہنامہ ''خیال'' ہاپوڑ، اگست ۱۹۱۵ء : ص ۴۱۔۴۰

بیاض ۱ میں ایک شعر (ش : ۴) ہے جب کہ رسالہ ''خیال'' میں پانچ شعر ہیں۔

رک : حاشیہ ۲۲، آیات اوّل۔

۷ : چار شعر

☆ ماہنامہ ''خیال'' ہاپوڑ، ستمبر ۱۹۱۵ء : ص ۱۵۔۱۴

رک : حاشیہ ۲۱، آیات اوّل و حاشیہ ۱۰، باقیات

۸ : ایک شعر

☆ ماہنامہ ''خیال'' ہاپوڑ، جولائی ۱۹۱۶ء : ص ۴۰

رک : حاشیہ ۴۳، آیات اوّل و حاشیہ ۱۳، باقیات

۹ : دو شعر

☆ ماہنامہ ''صلائے عام'' دہلی، ستمبر ۱۹۱۶ء : ص ۱۴

رک : حاشیہ ۱۷، آیات اوّل و حاشیہ ۶، باقیات

آیات اوّل کی غزل : ۵۶ کے پانچویں شعر کا پہلا مصرع صرف ایک لفظ کی تبدیلی سے (''جب'' بجائے ''کیا'') زیرِ نظر دو شعروں میں سے دوسرے کا مصرع اوّل ہے۔

۱۰ : ایک شعر

☆ کچکول : ص ۱۰۲ ☆ ماہنامہ ''زمانہ'' کان پور، مارچ ۱۹۱۸ء : ص ۱۳۳

رک : حاشیہ ۸۰، آیات اوّل و حاشیہ ۲۰، باقیات

۱۱ : ایک شعر

ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، ستمبر ۱۹۲۱ء، ص ۴۴

رک : حاشیہ ۶۹، آیات اوّل و حاشیہ ۱۷، باقیات

۱۲ : ایک شعر

☆ کچکول : ص ۱۰۲

دوسرے مصرعے کے الفاظ ''کب تک'' کے نیچے دو لکیریں کھینچی گئی ہیں۔ اس سے مراد اُس عروضی نکتے کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جو اس مصرعے میں ملحوظ ہے۔ پہلا مصرع بحرِ مضارع مثمن اخرب سالم محذوف (مفعول فاع لاتن مفول فاعلن) میں اور دوسرا مصرع بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف (مفعول فاع لات مفاعیل فاعلن) میں ہے۔ ان دونوں اوزان کا اجتماع جائز ہے۔ ان اوزان کے بارے میں یاسؔ نے ''چراغِ سخن'' میں بحث کی ہے۔ (طبع اوّل، ص ۷۰۔ طبع دوم، ص ۱۰۴) اس نوعیت کی بحث حاشیہ ۲۹، غیر مدون کلام میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

رک : حاشیہ ۲۸ / ۹۲، آیات اوّل۔

۱۳: ایک شعر

☆ کجکول: ص ۱۰۶

رک: حاشیہ ۲۹ / ۹۲، آیات اوّل۔

۱۴: دو شعر

☆ گل دستۂ سخن سنج، لکھنؤ، اپریل ۱۹۱۸ء: ص ۲۵

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، اکتوبر ۱۹۳۱ء: ص ۵۰

رک: حاشیہ ۳۲، آیات اوّل و حاشیہ ۱۱، باقیات۔

۱۵: ایک شعر

☆ کجکول: ص ۱۰۳ ☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، اپریل تا جولائی ۱۹۱۸ء، ص ۲۵۲

کجکول میں یہ شعر قلم زد کیا گیا ہے، اس لیے کلیات میں رسالہ ''نظارہ'' محولۂ بالا کا متن شامل ہے۔

اختلاف نسخ:

کجکول میں یہ شعر اس صورت میں ہے:

بتوں نے داد نہ دی میرے سر جھکانے کی

ذرا نہ شرم کسی دشمنِ وفا نے کی

رک: حاشیہ ۸۳، آیات اوّل و حاشیہ ۲۳، باقیات۔

۱۶: ایک شعر

☆ ماہنامہ ''کہکشاں'' لاہور، مارچ ۱۹۲۰ء، ص ۴۶

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، مارچ ۱۹۲۳ء، ص ۵۰

س ک:

ماہنامہ ''کہکشاں'' محولۂ بالا میں پہلے مصرعے میں ''قدرت'' بجائے ''حسرت''۔

رک: حاشیہ ۳۸، آیات اوّل و حاشیہ ۱۲، باقیات۔

۱۷: ایک شعر

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، شمارہ ستمبر تا نومبر ۱۹۱۹ء: ص ۲۵۵

رک: حاشیہ ۷۴، آیات اوّل

۱۸: ایک شعر

☆ ماہنامہ ''نظارہ'' میرٹھ، ستمبر تا نومبر ۱۹۱۹ء: ص ۲۳۵

رک: حاشیہ ۷۵، آیات اوّل

۱۹ : دو شعر

☆ ماہنامہ ''شباب اردو'' لاہور، مارچ ۱۹۲۱ء : ص ۵۱-۵۰

رک : حاشیہ ۴۸، آیات اوّل و حاشیہ ۱۵، باقیات۔

۲۰ : ایک شعر

☆ ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، جنوری ۱۹۳۱ء : ص ۵۰

رک : حاشیہ ۹۱، آیات دوم۔

۲۱ : ایک شعر

ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' لاہور، سالنامہ ۱۹۳۳ء : ص ۱۷۱

رک : حاشیہ ۱، آیات دوم۔

۲۲ : ایک شعر

ماہنامہ ''چمنستان'' دہلی، جولائی ۱۹۴۲ء : ص ۲۰

رک : حاشیہ ۱۵، آیات سوم۔

۲۳ : ایک شعر

ماہنامہ ''شاہ راہ'' دہلی، سالنامہ، جنوری فروری ۱۹۵۵ء : ص ۱۹۱

رک : حاشیہ ۱۲۳، گنجینۂ ق۔

☆☆☆

محترم مشفق خواجہ۔ تسلیم
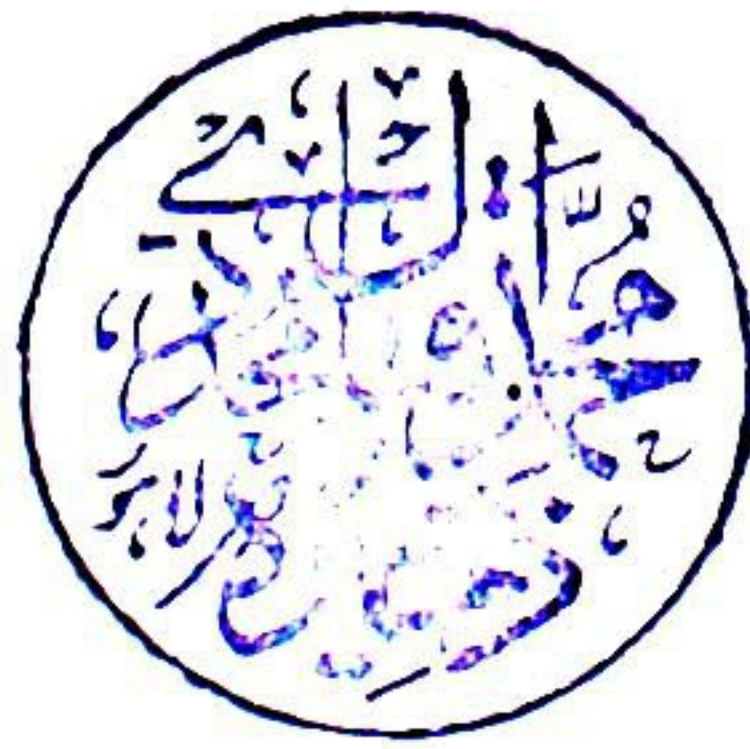
میں آپ کو اپنے والد میرزا یگانہ کے
مطبوعہ، غیر مطبوعہ، دیوان، نثری مضامین
اور خطوط شائع کرنے کی اجازت دیتا ہوں
اور یہ صرف آپ کو اجازت اور حق ہے کہ
تاحیات انہیں شائع کر سکتے ہیں۔

آغا جان
ابن
یگانہ

۱۴ جنوری ۱۹۹۰ء
کراچی
H-19 - Noman Garden

آغا جان (فرزندِ یگانہ) کا خط مرتبِ کلیاتِ یگانہ کے نام

زیرِ ترتیب کتابیں

یگانہ... ایک ادبی سوانح

یگانہ کے مفصّل حالاتِ زندگی

مکاتیبِ یگانہ

تقریباً تین سو خطوط کا مجموعہ مع حواشی

غالبیاتِ یگانہ

اِس میں غالب سے متعلق یگانہ کی معروف اور متعدد غیرمعروف تحریروں کو یک جا کیا گیا۔

مضامینِ یگانہ

یگانہ کے علمی، ادبی اور تحقیقی مضامین کا مجموعہ، دو جلدوں میں

خودنوشتِ یاس

اُس وقت کی آپ بیتی جب یاسؔ، یگانہ نہیں تھے۔

نوشتہ: ۱۸۔۱۹۱۷ء

در مدحِ خود

وہ مقالات جو یگانہ نے فرضی ناموں سے اپنے بارے میں لکھے۔

یگانہ... شخصیت اور فن

یگانہ کے بارے میں بہترین تنقیدی و سوانحی مقالات کا انتخاب

یگانہ کا مکمل کلام کبھی شائع نہیں ہوا۔ جو مجموعے چھپے ہیں، اُن میں بھی سارا کلام نہیں ہے۔ زیرِ نظر کُلّیات میں پہلی مرتبہ یگانہ کو مکمل طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ اِس میں نہ صرف تمام مطبوعہ مجموعے شامل ہیں، بلکہ وہ کلام بھی ہے جو یگانہ کی نوشتہ بیاضوں، خطوں، ہم عصر ادبی رسائل اور ''گنجینہ'' کے ایک ایسے نسخے سے دستیاب ہوا ہے جو ۱۹۵۱ء میں خود یگانہ نے مرتّب کیا تھا اور جس کا بخطِ یگانہ نسخہ مرتّبِ کُلّیات کے پاس ہے۔

کُلّیات کے شروع میں مرتّب کی تین تحریریں دیباچہ، سوانحِ یگانہ اور مآخذ شامل ہیں جن میں کلام اور شاعر دونوں کے بارے میں ضروری تفصیلات ملتی ہیں۔ آخر میں تین سو صفحات پر مشتمل حواشی ہیں جن سے کُلّیات میں شامل ہر غزل اور ہر رُباعی کا زمانۂ تصنیف متعین کیا گیا ہے، مآخذ بتائے گئے ہیں، شاعر نے جو اصلاحیں اور ترمیمیں کی ہیں، اُن کی تفصیلات دی گئی ہیں نیز دیگر متعلقہ امور پر بحث کی گئی ہے۔ کُلّیات میں فرہنگ بھی شامل ہے جس میں اُن الفاظ کے معانی درج کیے گئے ہیں جو آج کے قاری کے لیے اجنبی ہیں، یا مانوس الفاظ کے وہ خاص معانی بتائے گئے ہیں جو مطلوب و مرادِ یگانہ ہیں۔

اِس کُلّیات کی صورت میں پہلی مرتبہ بیسویں صدی کے کسی شاعر کا کلام ایسے انداز اور اہتمام سے منشاے مصنّف کے مطابق مرتّب کیا گیا ہے جو اردو میں تدوین کی روشن اور منفرد مثال ہے۔

AB
ACADEMY BAZYAFT

کُلّیاتِ یگانہ
میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی